حج وعمرہ

موجودہ حالات کے پس منظر میں

IFA PUBLICATIONS

ایفا پبلیکیشنز

Marfat.com

جدید فقہی تحقیقات

حج وعمرہ

موجودہ حالات کے پس منظر میں

[اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے دسویں فقہی سمینار منعقدہ
مؤرخہ ۲۴-۲۷/اکتوبر ۱۹۹۷ء کو حج ہاؤس بمبئی میں
پیش کئے گئے علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات ومناقشات کا مجموعہ]

ایفا پبلیکیشنز - نئی دہلی

Marfat.com

111955

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	حج وعمرہ - موجودہ حالات کے پس منظر میں
صفحات	:	۶۱۲
قیمت	:	۲۱۰ روپے
سن طباعت	:	۲۰۱۰ء
ISBN	:	978-81-910932-1-6

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

ای میل: ifapublications@gmail.com

فون: 011-26981327

Marfat.com

مجلس ادارت

۱- مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی

۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

۳- مولانا بدر الحسن قاسمی

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۵- مولانا عتیق احمد بستوی

٦- مولانا عبید اللہ اسعدی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Marfat.com

فہرست

ابتدائیہ	قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ	۹
پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۲۷

باب اول: تمہیدی امور

سوالنامہ		۳۱
اکیڈمی کا فیصلہ		۳۷
تلخیص مقالات	مفتی محمد فہیم اختر ندوی	۴۱
عرض مسئلہ سوال نمبر ۱، ۲، ۸	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۶۷
عرض مسئلہ سوال نمبر ۳، ۴، ۵، ۹	مفتی انور علی اعظمی	۷۸
عرض مسئلہ سوال نمبر ۶، ۱۰	مولانا زبیر احمد قاسمی	۹۴
عرض مسئلہ سوال نمبر ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۳	مفتی جمیل احمد نذیری	۱۰۲

باب دوم: تفصیلی مقالات

حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل	مولانا محمد برہان الدین سنبھلی	۱۱۳
حج - نئے اور اہم مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۲۵
حج وعمرہ کے چند نئے مسائل	مفتی محمد عبید اللہ اسعدی	۱۴۵
حج وعمرہ کے حل طلب مسائل	مولانا زبیر احمد قاسمی	۱۶۷
حج وعمرہ کے اہم اور مشکل مسائل	مفتی شبیر احمد قاسمی	۱۸۲

Marfat.com

حج وعمرہ سے متعلق چند اہم مسائل	مولانا نورالحق رحمانی	۲۱۲
مسائل حج وعمرہ	مولانا خورشید احمد اعظمی	۲۴۲
حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل	مولانا اشتیاق احمد اعظمی	۲۷۰
حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل	مفتی جمیل احمد نذیری	۲۹۶
حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل	مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی	۳۱۳
حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل	مولانا خورشید انور اعظمی	۳۲۹
حج وعمرہ سے متعلق اہم مسائل	مولانا قاری ظفر الاسلام اعظمی	۳۴۸
حج وعمرہ کے چند مسائل	مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی	۳۶۴
حج وعمرہ سے متعلق کچھ نئے مسائل	مولانا انور علی اعظمی	۳۸۴
حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل	مولانا محمد ابوالحسن علی	۳۹۹
حج اور عمرہ کے چند اہم مسائل	مولانا ابرار خان ندوی	۴۲۷
حج وعمرہ سے متعلق مسائل	مولانا ابراہیم فلاحی	۴۴۷

باب سوم: مختصر تحریریں

حج وعمرہ کے جدید مسائل اور ان کا حل	مولانا محمد رضوان القاسمیؒ	۴۶۵
حج وعمرہ کے حل طلب مسائل	مولانا عتیق احمد بستوی	۴۷۱
حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل	مولانا شمس پیرزادہؒ	۴۷۴
حج وعمرہ کے متعلق اہم مسائل	مفتی محبوب علی وجیہی	۴۸۳
حج وعمرہ کے حل طلب مسائل	مفتی شیر علی گجراتی	۴۹۱
حج وعمرہ سے متعلق حل طلب مسائل	مولانا سید مصلح الدین قاسمی	۴۹۸
حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل	مولانا ابوسفیان مفتاحی	۵۰۸

Marfat.com

مسائل حج وعمرہ	مفتی حبیب اللہ قاسمی	۵۱۳
حج اور عمرہ کے چند اہم مسائل	مفتی شکیل احمد سیتاپوری	۵۲۰
مسائل حج وعمرہ کا حل	ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی	۵۲۸
حج وعمرہ کے مسائل	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۵۳۰
حج وعمرہ کے مسائل	ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی	۵۳۸
بعض مسائل حج وعمرہ	مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری	۵۴۴
حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل	مولانا راشد حسین ندوی	۵۵۳
حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل	مولانا عبدالقیوم پالنپوری	۵۶۰
مسائل حج وعمرہ	مولانا عبداللطیف مظاہری	۵۷۰
حج اور عمرہ کے مسائل	مفتی عبدالرحیم قاسمی	۵۷۵
حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل	مولانا محمد ایوب ندوی شافعی	۵۸۳
حج وعمرہ کے چند اہم گوشے	مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی	۵۸۵
حج وعمرہ کے مسائل	مولانا محمد ارشاد قاسمی	۵۹۴
مناقشہ		۶۰۱

Marfat.com

Marfat.com

ابتدائیہ

﴿لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔
اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ۔ لَاشَرِیْکَ لَکَ﴾

(حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ حاضر ہوں۔ بیشک سبھی تعریفیں اور نعمتیں تیری ہی ہیں اور بادشاہت بھی۔ تیرا کوئی ساجھی نہیں)۔

یہ ہے توحید کا وہ نغمہ جو دل مومن سے نکلتا ہے تو اللہ کی رحمت کو کھینچ لاتا ہے۔ ایک ذلیل بھاگا ہوا غلام، کائنات کے کسی گوشے میں راہ فرار نہیں پاتا اور اپنی عاجزی کے گہرے احساس کے ساتھ مالک الملک کی عنایتوں اور کرم فرمائیوں کے اعتراف کے ساتھ ہر دروازہ سے مایوس ہو کر، ہر مادی قوت سے رشتہ توڑ کر، اپنا ہوش کھو کر، بے خودی اور عشق، کیف اور مستی کے والہانہ جذبات کے ساتھ اپنے رب کے حضور اس شان کے ساتھ آتا ہے کہ اسے نہ اپنے کپڑوں کا ہوش ہے اور نہ اپنے بالوں کا، گرد و غبار سے اٹا ہوا یہ چہرہ جو اپنی ساری حیثیتوں کو فراموش کر کے، محبوب کے دروازہ پر پہنچ کر اپنی حاضری کا اعلان کرتا ہے، اپنے مالک کے گھر کے گرد چکر لگاتا ہے، روتا ہے رلاتا ہے، کبھی عرفات میں حمد و ثنا کرتا ہوا اپنی کوتاہی کی معافی چاہتا ہے، مزدلفہ میں قرب الٰہی کا خواہاں ہے، جمرات کو نہیں نفس کے شیطان کو کنکریاں مارتا ہے، جانور نہیں، حقیقۃً اپنے نفس کی قربانی دیتا ہے، صفا و مروہ کے درمیان دوڑ کر سنت عاشقاں کو تازہ کرتا ہے اور اس یقین کے ساتھ آتا ہے کہ اس در کے علاوہ کوئی در نہیں اور یہ رحمان کا دروازہ ہے، ہم ہزار برے ہوں لیکن

Marfat.com

ہمارے گناہوں سے زیادہ وسیع اس کی رحمت کی چادر ہے، وہ جانتا ہے کہ اللہ اگر عدل پر اتر آئے تو ہماری نجات ممکن نہیں ہے، اس لئے گھبرا کر کہتا ہے مالک! ہمیں آپ کا عدل نہیں، آپ کا فضل چاہئے، وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ہماری کوتاہیوں کا ذخیرہ اتنا بڑا ہے کہ حساب شروع ہوا تو بہر حال پکڑے جائیں گے، اس لئے پکار کر کہتا ہے، مالک حساب نہ لیجئے ہم حساب دینے کی ہمت کہاں سے لائیں، ہم کو تو اپنے فضل و کرم سے حساب و کتاب کے بغیر معاف کر کے جنت دے دیجئے، بندہ جانتا ہے اللہ نے صحت دی، راستہ کو مامون بنایا، آنے جانے کے لائق دولت دی، مال بھی دیا اور جسم کی طاقت بھی۔ شکر مال کا بھی ضروری اور شکر جسم و جان کا بھی ضروری، اس لئے حج کو آیا ہے، اللہ کی عبادت میں اپنی جان بھی کھپاتا ہے اور اپنا مال بھی خرچ کرتا ہے۔ افسر ہو، تاجر ہو، حکمراں ہو، عالم و فاضل ہو، فقیر بے نوا ہو، سب اپنی امتیازی حیثیت کو مٹا کر اپنی انانیت اور خودی کو قربان کر کے، ذلیل غلام کی طرح مالک کے دروازہ پر بھکاری بن کر آئے ہیں اور اس یقین کے ساتھ آئے ہیں کہ یہاں سے کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹا ہے، ہم بھی بخشش کا پروانہ لے کر جائیں گے، فضل الٰہی اور رحمت باری کی بارش ہم پر بھی ضرور ہوگی۔ اپنی عاجزی کا احساس، اپنی کوتاہیوں کا اعتراف، اللہ کی رحمت پر اعتماد، اور اس سے کچھ نہ کچھ لے کر ہی جائیں گے، اس کا یقین، پھر کیف و مستی، خود فراموشی اور عشق و محبت کے جذبات سے سرشار ہونا، یہی وہ جذبات ہیں اور یہ وہ ادائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے خزانے کھول دیتا ہے، بڑے بڑے گنہگاروں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور حاجی دربار سے اس طرح لوٹتا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے بے گناہ پیدا ہوا ہو، معصوم، صاف ستھرا، دھلا دھلایا، بڑی دولت لے کر لوٹتا ہے۔

نیت: سب سے اہم بات یہ ہے کہ حج کیوں کریں، شہرت اور ناموری کے لئے؟ دولت اور مال کے لئے؟ سیر اور تفریح کے لئے؟ سیاسی مقاصد کے لئے؟ اگر یہ مقاصد ہیں تو ابھی راستہ سے واپس چلے جائیں، نہ پیسہ برباد کیجئے نہ وقت اور نہ اپنی جسمانی قوت، سفر حج تو

Marfat.com

محض اللہ کی رضا کے لئے کرنا چاہئے۔ اپنی مغفرت کے لئے، اپنے مالک کو راضی کرنے کے لئے، اس راہ کے مسافر کے لئے تو رضائے ربانی ہی اول و آخر منزل ہے، اس کو ان مادی مفادات کا کہاں ہوش، وادی عشق ومحبت کے مسافر کے لئے تو پہلی شرط ہے ان سبھی مادی اغراض سے بالاتر ہونا۔

شرط اول قدم آن است کہ مجنوں باشی

علامت آپ کے اخلاص کی یہ ہے کہ اگر آپ کی کیفیت یہ ہے کہ اگر آپ کو اس سفر سے دولت نہیں ملے، شہرت نہیں ملے، کوئی دوسرا سیاسی فائدہ حاصل نہ ہو تو بھی آپ اس سفر سے باز نہیں آئیں گے، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو کہ یہ مادی فائدے حاصل ہوں تو آپ جائیں گے نہیں، تو نہیں جائیں گے، پھر آپ مخلص نہیں، فقیہ آپ کے حج کو ضابطہ کے کانٹوں پر تول کر صحیح کہہ دے تو کہہ دے، لیکن مقبولیت کے ترازو پر اس حج کا کوئی دام نہیں، کہ اللہ تعالی کے یہاں قیمت اعمال کی بندہ کی نیت پر متعین ہوتی ہے، پس اپنے دل کو جھانک کر دیکھ لیجئے۔ کہیں کوئی کھوٹ ہے تو اسے دور کر لیجئے اور اس سفر کا ارادہ محض اللہ کی رضا کے حصول کے لئے کیجئے "فمن أتى بعبادة لغرض دنيوي بحيث لو فقد لتركها فليست بعبادة وإنما هي معصية" (ملا علی قاری ر ۳)۔

حج فرض ہے

ارشاد باری تعالی ہے:

"ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا ومن كفر فإن الله غني عن العالمين" (سورہ آل عمران: ۹۷)۔

(لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ اللہ کے گھر کا حج کریں، جس کو اس سفر کی استطاعت ہو

Marfat.com

اور جو (حج سے) انکار کرے (تو کیا کرے) اللہ سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے)۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ حج کی فرضیت کا اعلان کردیں، لوگ پیدل اور طرح طرح کی سواریوں پر دور دور سے آئیں۔

"اذن فی الناس بالحج یأتوک رجالا وعلی کل ضامر یأتین من کل فج عمیق" (سورۂ حج: ۲۷)۔

(اے ابراہیم! لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں۔ لوگ پاؤں پیدل اور ہر قسم کی سواریوں پر ہر دور دراز علاقہ سے آئیں)۔

اور حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ کے تنہا معبود ہونے کی شہادت، نماز کا قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، رمضان کا روزہ اور بیت اللہ کا حج جس میں استطاعت ہو" (متفق علیہ)۔

اور فرمایا:

"اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ وقت کی نماز پڑھو، رمضان کا روزہ رکھو، اپنے رب کے گھر کا حج کرو اور اپنے مال کی زکوۃ خوشی خوشی دیا کرو، اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے" (مشکوۃ)۔

نیز ارشاد رسول ﷺ ہے:

"جو شخص حج فرض ادا کئے بغیر مر گیا، بغیر اس کے کہ اسے کوئی ظالم بادشاہ یا سخت مرض یا غالب دشمن سفر سے روکے۔ پس وہ مرے یہودی ہو کر، یا نصرانی ہو کر، یا مجوسی ہو کر" (اس حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا ہے، لیکن ابن الحجر الہیثمی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، (دیکھئے حاشیہ ابن الہیثمی علی مناسک نووی)۔

پوری امت کا حج کے فرض ہونے پر اجماع ہے، اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ضروری ہے،

Marfat.com

اس لئے حج کا ضروری ہونا عین عقل و قیاس کے مطابق ہے۔

حج کس پر فرض ہے؟

حج فرض عین ہے، عمر میں ایک بار ہر مسلمان عاقل و بالغ آزاد مرد و عورت پر، جس کے پاس اپنی ضروریات اصلیہ کے علاوہ اتنی دولت ہو کہ وہ آنے جانے کے اخراجات اور دوران سفر اپنے اہل و عیال کے اخراجات پورے کرسکتا ہے بشرطیکہ تندرست ہو کہ سفر کرسکے اور راستہ مامون ہو، عورت ہو تو اس کے لئے شوہر یا کسی محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔

حج کی فرضیت کیسی ہے؟

یہ ایک اہم سوال ہے کہ حج کی فرضیت علی الفور ہے یا علی التراخی، علی الفور فرض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس سال موسم حج میں اس پر حج فرض ہوگیا، اسی سال اس کو حج کے لئے نکل جانا ضروری ہوگا، اگر وہ اس سال حج کے لئے نہیں نکلا تو وہ گنہگار ہوگا، یہ مسلک امام ابو یوسفؒ کا ہے، امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہی قول زیادہ صحیح طور پر منقول ہے، امام مالکؒ کا مشہور قول، امام احمد بن حنبل سے معروف اور شوافع میں مازنی کی یہی رائے ہے۔

اور وجوب علی التراخی کا مطلب یہ ہے کہ واجب تو ہوگیا لیکن اسی سال ادا کرنا ضروری نہیں، بلکہ عمر میں کبھی بھی ادا کرے، مثلاً ظہر کا وقت دو گھنٹے ہے، وقت شروع ہوتے ہی نماز فرض ہو جاتی ہے لیکن آخر وقت تک نماز مؤخر کرسکتا ہے، اسی طرح حج دیر سویر، عمر میں کبھی بھی ادا کر لے، گنہگار نہیں ہوگا، امام محمد، امام شافعی اور ایک قول امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا یہی ہے۔ دونوں ہی رائے کے پیچھے دلائل ہیں لیکن اتنی بات طے ہے کہ اگر کسی شخص پر حج فرض ہوگیا اور اس نے اس سال حج نہیں کیا، پھر آئندہ وہ مالی یا جسمانی معذوری کے باعث حج کرنے

Marfat.com

کے لائق نہیں رہا تو وہ گنہگار مرے گا (اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے) (تفصیل کے لئے دیکھئے: المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط لملا علی قاری رص ۴۴، بدائع الصنائع للکاسانی ۲ر۱۲۰)۔

"وقال الکرمانی علی هذا القول فلو لم یحج حتی مات فهل یأثم بذلک، فیه ثلاثه أوجه: أحدها أنه لا یأثم بذلک لأنا إنما جوزنا التأخیر فلم یکن مرتکبا محظورا بعد ذلک، والثانی أنه یأثم لأنا إنما جوزنا التأخیر بشرط السلامة والأداء. وهذا أصح الأقوال" (ملتقی الابحر شرح مجمع الانہر ار۲۶۰)۔

واضح رہے کہ جن علماء نے مؤخر کرنے کو جائز بھی کہا ہے تو اسی شرط کے ساتھ کہ آئندہ اس کا پختہ ارادہ حج ادا کرنے کا ہو، وہ لوگ جن پر حج فرض ہے، ڈھیر ساری دولت رکھتے ہیں، ملک ملک کا سفر کرتے ہیں، لیکن حج نہیں کرتے ان کے لئے یہ اجازت نہیں ہے، وہ بہر حال گنہگار ہوں گے۔

استطاعت کا مطلب

رہائشی مکان، فرنیچر، گھریلو سامان، پہننے کے کپڑے، سواری، آلات اور مشینری جس سے وہ روزی کماتا ہے، اور اسی طرح کی دوسری ضروری چیزیں ہر انسان کی بنیادی ضرورتیں ہیں، اسی طرح اہل وعیال کا خرچ اور امام ابو یوسفؒ کی روایت کے مطابق سفر حج سے واپسی کے بعد ایک سال تک کے اس کے اور اس کے اہل وعیال کے ضروری اخراجات کے لائق روپئے اس کی بنیادی ضرورتوں میں شمار کئے جائیں گے، اسی طرح اس کے ذمہ واجب الاداء دین، یہاں تک کہ بیوی کا دین مہر بھی (معجّل یا موجل) ایک قول کے مطابق منہا کرنے کے بعد اس کے پاس اتنی رقم ہو کہ اوسط معیار کے مطابق اس کے آنے جانے اور دوران سفر کے اخراجات پورے ہو جائیں تو اس پر حج فرض ہوگا (مناسک ملا علی قاری مع حاشیہ ارشاد الساری ر۲۹)۔

Marfat.com

اگر کسی شخص کے پاس اپنے اور اپنے متعلقین کی ضرورت کے لائق رہائشی مکان کے علاوہ اور مکانات بھی ہیں جنہیں وہ کرایہ پر لگاتا ہے، یا اراضی ہیں جنہیں افتادہ چھوڑ رکھا ہے، یا ان کی سالانہ پیداوار اس کی سالانہ ضروریات سے زائد ہوتی ہے، یا باغات ہیں جن کے پھل اس کی ضرورت سے زائد ہیں، یا دکانیں یا دوسرے ذرائع آمدنی ہیں، جو اس کی بنیادی ضرورت سے زائد ہیں تو ایسی صورت میں اس پر حج فرض ہوگا، اگر ان چیزوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی قیمت حج کے اخراجات پورا کرنے کے لائق ہو، اور اگر اس کے پاس نقد روپئے نہ ہوں تو ان چیزوں کو فروخت کر کے اس پر حج کے لئے جانا واجب ہوگا (مناسک ملا علی قاری ر ۳۰)۔

اگر کسی کے پاس ایک ہی مکان ہے لیکن بہت وسیع یا بہت قیمتی کہ اسے فروخت کر کے ضرورت کے لائق مکان بھی خرید سکتا ہے اور حج بھی کر سکتا ہے تو اس پر حج کیلئے یہ اعلی وسیع اور معیاری مکان اور سامان کو فروخت کرنا واجب نہیں ہوگا (مناسک ملا علی قاری ر ۳۰)۔

سال بھر کے اخراجات کے لائق غلہ اور اناج ہے تو اسے حج کے لئے فروخت کرنا واجب نہیں ہے، ہاں سال بھر کے اخراجات سے زائد غلہ ہو اور اس زائد مقدار کو فروخت کر کے وہ اتنے روپئے حاصل کر سکتا ہے جس سے حج کر سکے تو اسے اس زائد غلہ کو فروخت کرنا ہوگا (مناسک ملا علی قاری ر ۳۰)۔

سواری اور دوران سفر اخراجات کے معیار کے سلسلہ میں ہر شخص کے معیار زندگی اور اس کی عادت و رہائش کا اعتبار ہوگا کہ لوگوں کے حالات قوت برداشت کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، کچھ چیزیں ایک شخص کے لئے تعیش ہوتی ہیں تو دوسروں کے لئے وہی چیزیں ضروریات میں داخل ہوتی ہیں (ملا علی قاری بحوالہ ابن ہمام ۲ ر ۳۱)۔

صحت وتندرستی

وہ شخص جو تندرست تھا اور مالی استطاعت بھی رکھتا تھا، لیکن اس نے غفلت برتی اور

Marfat.com

وقت پر فریضہ حج ادا نہ کیا اور معذور ہوگیا، آنکھیں چلی گئیں، مفلوج ہوگیا، ہاتھ یا پاؤں کٹ گئے، تو ایسے شخص کو بالاتفاق اپنی طرف سے مال خرچ کر کے دوسرے شخص کو اپنی طرف سے حج کرنے کے لئے بھیجنا ہوگا، اور اگر اتنا بھی موقع نہ ملا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے حج کرادیا جائے (مناسک ملا علی قاری ر ۳۵)۔

اور اگر جس وقت مالی استطاعت حاصل ہوئی اس وقت وہ اندھا ہے، مفلوج ہے، بہت بوڑھا اور مریض ہے کہ سفر نہیں کر سکتا، تو راجح قول کے مطابق اس شخص کو اگر ایسا رفیق سفر مل جائے جو اس کے سفر میں اس کا معاون و مددگار ہو سکے، تو اس پر خود حج کو جانا، ورنہ کسی کو اپنے بدلہ حج میں بھیجنا یا آخر میں اپنے مال سے حج کرادینے کی وصیت کرنا واجب ہوگا (مناسک ملا علی قاری ر ۳۵)۔

محرم کی شرط

حضور اقدس ﷺ نے عورت کو بغیر محرم سفر کرنے سے منع فرمادیا ہے، اس لئے کسی عورت کے لئے وہ جوان ہو یا بوڑھی، شوہر یا محرم کے بغیر حج کے لئے جانا جائز نہیں، اگر چلی گئی تو گنہگار اور نافرمان قرار پائے گی اگرچہ حج ہو جائے گا (مناسک ملا علی قاری ر ۳۷)۔

محرم مرد قابل اعتماد، عاقل و بالغ ہو جس سے اس عورت کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو، خاندانی رشتہ کی وجہ سے، دودھ کے رشتہ کی وجہ سے یا سسرالی رشتہ کی وجہ سے، جیسے باپ، بھائی حقیقی یا سوتیلا، چچا، ماموں، بھتیجہ، دودھ بھائی، سسر، داماد (مناسک ملا علی قاری ر ۳۷)۔

ایسے فاسق شخص کے ساتھ سفر نہ کرے جو حرام و حلال کی تمیز نہیں کرتا اور عزت آبرو کے معاملہ میں بے پرواہ ہے، چاہے وہ رشتہ میں محرم ہی کیوں نہ ہو (مناسک ملا علی قاری ر ۳۷)۔

چند نیک خواتین کا ساتھ ہو تو بھی عورت کو حج میں نہیں جانا چاہئے، اگرچہ امام مالک

Marfat.com

اور امام شافعی کہتے ہیں کہ قابل بھروسہ خواتین کا ساتھ مل جائے تو عورت بغیر محرم کے جاسکتی ہے (مناسک ملاعلی قاری/ ۳۸)۔

سفر حج کی نزاکتوں اور آج کے روز بروز بگڑتے ہوئے اخلاقی حالات کے پیش نظر امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ہی عمل کیا جانا چاہئے اور بغیر محرم عورت کو ہرگز حج کو نہیں جانا چاہئے، اگر شوہر یا محرم اپنے خرچ پر عورت کے ساتھ حج پر جانے کو آمادہ نہیں ہو اور عورت کے پاس مالی صلاحیت ہو تو اس پر شوہر یا محرم کا خرچ بھی دینا واجب ہوگا (مناسک ملاعلی قاری/ ۳۸)۔

سفر حج

حج کا ارادہ ہو تو چاہئے کہ تاریخ کے تعین اور دوسرے متعلق امور کے بارے میں استخارہ کرے اور استخارہ کا طریقہ معروف ہے۔

ماں، باپ، بیوی اور دوسرے وہ رشتہ دار جن کے ساتھ حسن سلوک اس پر ضروری ہے انہیں راضی کر کے سفر کرے، عورت اپنے شوہر کو راضی کرے، شوہر کے لئے مستحب ہے کہ بیوی کے ساتھ حج کرے، حج اگر فرض ہو تو ماں باپ منع کریں جب بھی حج کرے (مناسک نووی/ ۲۵-۲۶)۔

اپنے اہل وعیال کے لئے واپسی تک کے اخراجات کا انتظام کر جائے (مناسک ملاعلی قاری/ ۳)۔

حج کے لئے خالص حلال آمدنی خرچ کرے، مال مشتبہ اور مال حرام ہرگز خرچ نہیں کرے، اگر مال حرام سے حج کرے گا تو یہ حج مقبول ومبرور نہیں، امام احمد بن حنبلؒ تو فرماتے ہیں کہ حج ہوگا ہی نہیں (مناسک نووی/ ۲۷)۔

سفر حج میں ممکن حد تک زیادہ روپے ساتھ رکھے تاکہ کشادہ دلی کے ساتھ دوسرے ضرورت مندوں کی مدد کر سکے (مناسک نووی/ص ۳۱)۔

Marfat.com

سامان سفرِ حج کی خریداری میں بھاؤ تاؤ نہ کرے اور نہ بخل سے کام لے خوش دلی کے ساتھ خرچ کرے کہ یہ عبادت ہے (مناسک نووی رص ۳۱)۔

سفرِ حج میں اپنا اپنا خرچہ علیحدہ رکھنا بہتر ہے، رفقاءِ حج ایک ساتھ کھا پی سکتے ہیں مگر یہ دیکھ لے کہ سبھی وسیع القلب اور فراخ حوصلہ لوگ ہوں کہ کسی کے زیادہ کھالینے پر دوسرے کے دل میں تکدر نہ پیدا ہو (نووی ر ۳۲)۔

اگر کوئی سواری کرایہ پر لیں تو چھوٹا بڑا جو بھی سامان ہو، دکھادیں، دھوکہ دے کر زیادہ سامان نہ لادلیں، ریل کے سفر میں قانوناً جتنا سامان لے جانا درست ہے اتنا ہی لے جائیں زیادہ سامان ہو تو وزن کرا کر زائد محصول ادا کردیں (مناسک نووی ر ۳۵)۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں:

جو حج کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ وہ حج کا طریقہ اچھی طرح سیکھ لے اور یہ فرض عین ہے اس لئے کہ عبادت اس کی صحیح نہیں ہوگی جو عبادت کا طریقہ نہیں جانتا ہو اور مستحب ہے کہ کوئی ایسی واضح کتاب اپنے پاس رکھے جو مسائل و احکام و مقاصد حج کے لئے جامع ہو، اسے ہمیشہ پڑھتا رہے اور پورے سفر میں بار بار پڑھتا رہے تاکہ پوری طرح مسائل پر اس کی تحقیقی نگاہ ہو جائے، جو ایسا نہیں کرے گا ہمیں ڈر ہے کہ وہ بغیر حج کے لوٹے گا کہ کہیں کسی شرط میں اور کبھی کسی رکن میں خلل پیدا کردے گا اور بسا اوقات لوگ مکہ والوں کی تقلید کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ مسائل حج جانتے ہیں، اور اس طرح وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں، یہ سخت غلطی ہے (مناسک نووی ر ۳۷)۔

سفرِ حج میں ایسا ساتھی تلاش کریں جس کے ساتھ مزاج ہم آہنگ ہو، خیر کا طالب ہو، برائی سے دور رہنے والا ہو، آپ کچھ بھول جائیں تو وہ یاد دلائے، غلطی کریں تو اس پر ٹوکے، کسی عالم کا ساتھ ہو تو سب سے بہتر کہ وہ آپ کو اپنے علم و عمل سے فائدہ پہنچاتا رہے (مناسک نووی ر ۳۸)۔

Marfat.com

دوران سفر ہمیشہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ عزت و اکرام اور ایثار کا برتاؤ کریں، ہر آرام وراحت کے موقع پر دوسروں کو آگے اور اپنے کو پیچھے رکھیں، کوئی ناگوار بات کسی ساتھی سے ہو جائے تو اسے برداشت کریں، اگر بات نا قابل برداشت ہو اور اصلاح کی کوئی صورت نہ ہو تو خوبصورتی کے ساتھ علیحدہ ہو جائیں (مناسک نووی ۳۸،۳۹)۔ خبردار خبردار بغض وعناد اور لڑائی فساد سے آپس میں بچتے رہیں کہ اس سے آپ کی عبادت خراب ہو جائے گی۔

روانگی

اپنے سارے گناہوں سے توبہ کریں پورے خلوص کے ساتھ، جن گناہوں میں مبتلا ہوں انہیں فوراً چھوڑ دیں۔ جو گذر گیا اس پر شرمندہ ہوں۔ آئندہ کے لئے پھر نہ دہرانے کا عزم ہو۔ نماز چھوٹتی رہی ہے تو اس کی قضاء شروع کر دیں، اگر کسی کو دکھ پہنچایا ہے تو اس سے معافی مانگ لیں اور اسے منالیں۔ کسی کا کچھ باقی ہو تو اسے ادا کر دیں یا اس سے خوشی خوشی معاف کرالیں، جس کا حق تھا وہ مر گیا یا لاپتہ ہے تو اس کی طرف سے فقیروں کو صدقہ کر دیں اور نیت پختہ کرلیں کہ اگر کبھی اس کا وارث مل گیا یا غائب ہونے کی صورت میں وہ خود مل گیا تو اسے اس کا دین ادا کر دیں گے۔

سامان سفر میں ضرورت کے لائق کپڑے، بستر، لوٹا، گلاس، جانماز، ٹارچ، چاقو، سوئی، دھاگہ، قینچی، استرہ، آئینہ، کنگھی، سرمہ دانی، حج کی کتاب، کھانے کے لئے ضروری برتن ساتھ رکھ لیں۔

مستحب ہے کہ روانگی کے وقت اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھیں، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد "قل یا أیها الکافرون"، اور دوسری رکعت میں "قل هو الله أحد" پڑھیں۔ سلام کے بعد آیۃ الکرسی اور لإیلف پڑھ لیں۔ پھر اللہ سے خوب جی لگا کر دعا مانگیں:

Marfat.com

اے اللہ تو ہی میرے سفر کا ساتھی اور میرے غائبانہ میں میرے اہل وعیال اور میرے مال ودولت کا نگہبان ہے۔ اے اللہ! اس سفر میں نیکی، پرہیزگاری اور اپنے پسند کے کاموں کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ ہمارے لئے سفر کو آسان اور مختصر کر دیجئے اور اس سفر میں ہمیں سلامتی عقل کی، دین کی، بدن کی، مال واولاد کی عطا فرمائیے۔ اپنے گھر کا حج اور اپنے نبی کی زیارت کا موقع عطا فرمائیے، اے اللہ! اس سفر میں اکڑ اور تکبر کے ساتھ نہیں نکلا ہوں، نہ دکھانے اور شہرت کے لئے، میں تو آپ کی ناراضی سے بچنے کے لئے، آپ کو راضی کرنے کیلئے، فرض ادا کرنے کے لئے، آپ کے نبی کی سنت کی پیروی میں اور آپ سے ملاقات کے شوق میں نکلا ہوں، پس اے اللہ! مجھ سے اس سفر کو قبول فرمالیجئے اور اشرف العباد سیدنا محمد ﷺ اور ان کی اولاد اور ان کے صحابہ پر رحمت نازل فرمائیے۔

عربی کے الفاظ یوں ہیں۔

اللهم أنت الصاحب فى السفر والخليفة فى الأهل والمال، اللهم إنا نسئلك فى مسيرنا هذا البر والتقوى ومن العمل ما تحب و ترضى۔ اللهم إنا نسئلك أن تطوى لنا الأرض وتهون علينا السفر وارزقنا فى سفرنا هذا السلامة فى العقل والدين والبدن والمال والولد و تبلغنا حج بيتك الحرام و زيارة نبيك عليه أفضل الصلاة والسلام۔ اللهم إنى لم أخرج اشراً ولا بطراً ولارياءً ولا سمعة بل خرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك وقضاء لفرضك واتباعا لسنة نبيك محمد ﷺ وشوقا إلى لقائك، اللهم فتقبل ذلك منى وصل على أشرف عبادك سيدنا محمد وعلى آله وصحبه الطيبين الطاهرين اجمعين"۔

حج کے موضوع پر اردو میں بہت ساری اہم کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں خصوصیت

Marfat.com

کے ساتھ مفتی سعید احمد صاحب کی ''معلم الحجاج''، حضرت گنگوہیؒ کی ''زبدۃ المناسک'' اور مولانا شیر محمد جالندھری کی ''شرح زبدہ''، مولانا منظور نعمانیؒ کی ''آپ حج کیسے کریں''؟ مستند اور معتبر ہیں لیکن وقت کے گذرنے کے ساتھ حج کے باب میں کئی نئے مسائل پیدا ہوئے۔

دور حاضر میں حجاز مقدس کی تجارتی اہمیت، حجاج کی بے پناہ کثرت، ویزا اور ٹکٹ وغیرہ کی قانونی پابندیوں نے حج اور عمرہ کے مختلف مسائل کو علماء اور فقہاء کے لئے غور طلب بنا دیا ہے، کیونکہ ان مسائل کے تعلق سے حج اور عمرہ کرنے والے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ وغیرہ میں تجارت یا ملازمت کی غرض سے رہنے والے، دشواریوں میں مبتلا ہوتے ہیں، بعض مسائل میں بعض فقہی مسالک پر عمل موجودہ حالات میں انتہائی دشوار ہے، جبکہ دوسرے فقہی مسالک میں یسر وسہولت کا پہلو پایا جاتا ہے، اس طرح کے چند مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱- اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ حج یا عمرہ کی نیت سے حرم مکی میں داخل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو، لیکن جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم مکی کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں کیا ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں؟ اس سلسلے میں فقہاء مجتہدین کے مسالک اور دلائل کی تفصیل اور ترجیح کیا ہے۔

۲- آج کل تیز رفتار تجارتی سرگرمیوں اور وسائل آمدورفت کی کثرت وسہولت کی وجہ سے اہل مکہ کا حدود حرم سے باہر جا کر پھر مکہ مکرمہ واپس آنا اور حجاز مقدس کے دوسرے شہروں (مدینہ منورہ وغیرہ) کے باشندوں کا مختلف اغراض سے بار بار مکہ آنا ہوتا ہے، مثلاً ٹیکسی ڈرائیور بار بار مکہ، جدہ، مدینہ کے درمیان آمدورفت کرتے ہیں، اسی طرح تجارتی سامان لانے، لے جانے والے ملازمین اور تجارتی کمپنیوں کے ایجنٹوں کو بار بار حدود حرم کے اندر باہر آمدورفت کرنی ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے ہر بار میقات میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنا اور ارکان عمرہ کی

Marfat.com

ادائیگی وقت طلب اور دقت طلب ہے، جن فقہاء کے نزدیک حرم مکی میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے (خواہ وہ حج یا عمرہ کی نیت نہ رکھتا ہو) احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہونے کی پابندی ہے کیا ان کے نزدیک ایسے لوگوں کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے؟ جنہیں تقریباً روزانہ اور کبھی کبھی ایک سے زائد مرتبہ تجارت، ملازمت یا دوسرے مقاصد سے حرم مکی کے اندر آمد و رفت کرنی ہوتی ہے۔

۳- مکہ مکرمہ میں مقیم شخص اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اشہر حج (حج کے مہینے) شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا درست ہے یا نہیں، یعنی مکی کے لئے تمتع یا قران کی گنجائش ہے یا نہیں؟

۴- جو حضرات ائمہ مکی کے لئے تمتع و قران کو جائز نہیں کہتے اور اسی کے ساتھ ساتھ میقات کے باہر سے مکہ مکرمہ جانے والے ہر شخص کے لئے (خواہ اس کی نیت حج یا عمرہ کی نہ ہو) میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا لازم قرار دیتے ہیں ان کے مسلک کے اعتبار سے ایک دشواری یہ پیش آتی ہے کہ مکہ مکرمہ میں مقیم جو حضرات حج کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر وہ اپنی کسی ضرورت سے اشہر حرم میں میقات کے باہر گئے، پھر مکہ مکرمہ واپس ہونے لگے، اگر وہ احرام باندھے بغیر میقات کے اندر داخل ہوئے تو انہیں بلا احرام میقات سے تجاوز کرنے کی وجہ سے دم دینا پڑے گا، اور اگر احرام کے ساتھ میقات میں داخل ہوئے تو احرام سے حلال ہونے کے لئے انہیں ارکان عمرہ ادا کرنے ہوں گے، اور اسی سال حج کرنے کی صورت میں تمتع کرنے کی وجہ سے دم جنایت لازم ہوگا اور ایک ممنوع صورت کا ارتکاب ہوگا، اس صورت حال سے بچنے کے لئے حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کو پابند کرنا کہ اشہر حج شروع ہونے کے بعد میقات کے باہر نہ جائیں، تنگی اور دشواری کی بات ہے، کیونکہ اشہر حج کا عرصہ خاصا طویل ہے، اور اہل مکہ اپنی مختلف ضرورتوں کی بنا پر میقات کے باہر جانے پر مجبور ہوتے ہیں، اہل مکہ کی اس مشکل کا شرعی حل کیا

111932

Marfat.com

ہے؟

۵-تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کرسکتا ہے یا نہیں؟

۶-حجاج کی غیر معمولی کثرت اور رمی جمرات کی جگہ انتہائی محدود ہونے کی وجہ سے رمی جمرات کا عمل خصوصاً بوڑھوں اور معذوروں کے لئے خاصا دشوار ہوگیا ہے، اس کی وجہ سے رمی جمرات میں نیابت کا رواج ہوتا جارہا ہے، بعض لوگ مریض و معذور نہ ہونے کے باوجود محض کسل اور آرام پسندی کی وجہ سے کسی دوسرے کو رمی کے لئے بھیج دیتے ہیں، اس سلسلے میں درج ذیل امور دریافت طلب ہیں:

الف-عمل رمی میں کوئی شخص دوسرے کی نیابت کرسکتا ہے یا نہیں؟

ب-رمی میں اگر نیابت ہوسکتی ہے تو صرف مریض یا معذور کے لئے، یا ہر شخص کے لئے، اس معذوری کی کیا حد ہے جس کی وجہ سے نیابت جائز ہے، کیا محض ازدحام کے خوف سے نائب بنانا درست ہے؟

۷-سعودی عربیہ میں رہنے والے غیر ملکیوں کے لئے بھی حج کرنے کے لئے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے، بعض لوگ حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دئے جاتے ہیں، کیا ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہیں، ان کا احرام کس طرح ختم ہوگا اور انہیں کیا کرنا ہوگا؟

۸-متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے یا مسنون؟ اس سلسلے میں ائمہ کے مسالک کی کیا تفصیل ہے۔

احناف کے مفتی بہ قول میں ترتیب کو واجب کہا گیا ہے اور ترتیب میں تقدیم و تاخیر ہونے پر دم لازم قرار دیا گیا ہے۔ دور حاضر میں اس ترتیب کی رعایت میں دشواری یہ ہے کہ حجاج

Marfat.com

کے بے پناہ ازدحام، موسم کی شدت، قیام گاہ اور مذبح میں کافی دوری ہونے اور سواری نہ ملنے کی وجہ سے حجاج کے لئے (خصوصاً ضعیف ومعذور حجاج کے لئے) خود مذبح جا کر قربانی کرنا انتہائی مشکل ہو گیا ہے، اس لئے حجاج عام طور پر قربانی کی رقم ان اداروں کے حوالہ کر کے فارغ ہو جاتے ہیں جو حجاج کی طرف سے نیابتاً قربانی کا نظم کرتے ہیں اور حکومت کی طرف سے اس کے مجاز ہیں، قربانی کا نظم کرنے والے ان اداروں کے ذمہ داروں کے مسلک میں ترتیب واجب نہیں، اس لئے یہ لوگ بسا اوقات ترتیب کا خیال نہیں کرتے۔ ان حالات میں اگر رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب قائم نہ رہ سکے تو دم لازم ہوگا یا نہیں؟ مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر کیا اس مسئلہ میں فقہ حنفی کے قول مرجوح کو اور دوسرے ائمہ کے قول کو اختیار کیا جا سکتا ہے؟

۹- آج عام طور پر معروف حج تمتع ہے، افراد یا قران شاذ ونادر ہے، کیا اس صورت میں حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا عرفاً حج تمتع تصور کیا جائے گا؟

حج بدل کرنے والے کے بارے میں درج ذیل باتیں دریافت طلب ہیں:

الف- کیا حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے؟

ب- حج بدل کرنے والا آمر کی صریح اجازت کے بغیر حج تمتع کر سکتا ہے یا نہیں؟

ج- آمر سے تمتع کی صریح اجازت نہیں لی لیکن حج بدل کرنے والے کا ظن غالب ہے کہ آمر اس کی اجازت دے دیتا ہے تو تمتع کر سکتا ہے؟

د- باذن الآمر یا بدون اذن الآمر تمتع کرنے کی صورت میں دم تمتع آمر کے مال میں لازم ہوگا یا حج بدل کرنے والے کے مال میں؟

ھ- اگر حج بدل کرنے والے کے لئے آمر کی اجازت سے بھی تمتع کی گنجائش نہ ہو تو وہ حج بدل کرنے والا کیا کرے جسے حکومت کے نظم وقانون کے تحت ایام حج سے بہت پہلے حج کا سفر کرنا پڑے، اس کے لئے طویل عرصہ تک احرام کی پابندیوں کو جھیلنا انتہائی دشوار ہوتا ہے، کیا اس

Marfat.com

کی دشواری کا کوئی شرعی حل ہے؟

و- حج عن المیت کی صورت میں تمتع کی گنجائش ہے یا نہیں؟

۱۰- کوئی حج کرنے والی عورت حیض یا نفاس کی وجہ سے طواف زیارت نہ کر سکی، اس کے لئے پاکی کا انتظار نا قابل عمل ہے، کیونکہ اس کا ویزا نہیں بڑھ پا رہا ہے یا جہاز کی تاریخ میں تبدیلی نہیں ہو پا رہی ہے یا نفقہ ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کا مکہ مکرمہ میں ٹھہر کر انتظار کرنا مشکل ہے، ایسی عورت اگر طواف زیارت کئے بغیر واپس چلی جاتی ہے تو اس کا حج ترک رکن کی وجہ سے نامکمل رہتا ہے، دوبارہ اس کا وطن سے واپس آکر طواف زیارت کرنا ناقبل عمل ہے، مثلاً اس میں دوبارہ آنے کی استطاعت نہیں ہے یا قانونی رکاوٹیں اس کے واپس آنے میں حائل ہیں، ایسی عورت کیا کرے؟

الف- کیا اس کے لئے اجازت ہے کہ ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرے؟

ب- اس نے اگر ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کیا تو رکن ادا ہو گیا یا نہیں؟ دم لازم ہوگا یا نہیں؟

ج- اگر دم لازم ہوگا تو بدنہ ذبح کرنا ہوگا یا بکرا کافی ہوگا؟

د- اور دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ میں ہی ضروری ہے یا یہ کہ حرم مکہ سے باہر اور اپنے مقام پر بھی ادا کیا جا سکتا ہے؟

۱۱- سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو وہ ایام عدت میں عمرہ و حج ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟

۱۲- حج کا سفر کرنے والا ایام حج، یعنی ۷، ۸ ذی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہونچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵ یوم قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منی چلا جاتا ہے، تو وہ مقیم ہوگا یا نہیں؟ جبکہ پہلے دونوں آبادیاں الگ الگ تھیں مگر اب مکہ مکرمہ شہر پھیلتے ہوئے منیٰ کی

Marfat.com

آبادی کے متصل ہوگیا ہے۔

۱۳- رمضان میں جو لوگ عمرہ کے لئے جاتے ہیں، نیز سعودیہ وغیرہ میں مقیم احناف کے لئے ایک مسئلہ وتر میں اقتداء کا ہے کہ بلاد عرب میں عموماً وتر کی تینوں رکعات فصل کے ساتھ یعنی دو رکعات پر سلام کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، تو اب دو ہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اپنے مذہب کی رعایت میں مسجد وحرمین کی جماعت کو چھوڑ کر ایسا آدمی وتر کی نماز تنہا ادا کرے، یہ صورت مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ امام کی اقتداء میں وتر کو ادا کرے تو مذکورہ خرابی لازم آتی ہے کہ امام فصل کے ساتھ وتر ادا کرتا ہے، تو کیا اس کی گنجائش ہے کہ جماعت ومجمع کی رعایت میں وہ امام مسجد کی اقتدا کرے؟

یہ اور اس طرح کے بہت سے سوالات ہیں جن کا حل پیش کرنا علماء وفقہاء کی ذمہ داری تھی اور ہے، اس لئے یہ سارے سوالات دسویں فقہی سمینار منعقدہ بمبئی میں پیش کئے گئے، اس سلسلہ میں علماء نے تحقیق کے بعد جو بحوث لکھیں، مباحثہ اور میٹنگ کے بعد جو فیصلے ہوئے وہ ہم اس جلد میں شائع کر رہے ہیں، میں اپنے رفقاء اکیڈمی کی غیر معمولی جد وجہد کے لئے شکر گذار بھی ہوں اور دعا گو بھی۔

میں دل کی گہرائی سے جناب ظفر شمیم صاحب کانپوری مقیم جدہ کے لئے دعا گو ہوں جن کے مالی تعاون سے یہ کتاب شائع ہونے جا رہی ہے۔

قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ

سابق سکریٹری جنرل اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

۲۴/مارچ ۱۹۹۹ء مطابق ۵/ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

Marfat.com

پیش لفظ

اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک حج بیت اللہ ہے، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انسان سیدنا حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کا حج فرمایا، اس روایت کے مطابق گویا انسانی تاریخ جتنی قدیم ہے، حج بیت اللہ کا عمل بھی اتنا ہی قدیم ہے، اس سے اس عبادت کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حج سے نہ صرف آخرت کا بے نہایت اجر وثواب متعلق ہے اور یہ ایک عبادت کتنے ہی عبادتوں کو شامل ہے بلکہ اس میں تزکیۂ وتربیت کی بھی غیر معمولی صلاحیت ہے؛ اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا: "الاسلام یھدم ما کان قبلہ والحج یھدم ما کان قبلہ" یعنی اسلام بھی پچھلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور حج بھی، شاید اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے اسلام قبول کر کے انسان دائرۂ ایمان میں آتا ہے، اسی طرح حج سے ایمان کی تجدید ہوتی ہے اور خدا پر اس کا یقین بڑھتا ہے۔

حج ایک ایسی عبادت ہے، جو عمر میں ایک ہی بار فرض ہوتی ہے، انسان بار بار فریضہ حج کی ادائیگی کے تجربہ سے نہیں گزرتا ہے، اس لئے حج سے پہلے اچھی طرح حج سے متعلق معلومات کا حاصل کر لینا ضروری ہے، دوسری طرف حج میں کثیر مالی اخراجات بھی ہوتے ہیں اور عملی مشقت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حج کو جہاد قرار دیا ہے، "الحج جھاد" زبان کی اجنبیت اور جگہ کا نیاپن بھی بہت سی دشواریوں کا سبب بنتا ہے، اسی لئے حج سے متعلق پیدا ہونے والے مسائل میں غور کرتے ہوئے ایک طرف احتیاط کی بھی ضرورت ہے کہ جو عبادت زندگی میں ایک ہی بار بحیثیت فرض کے ادا کی جائے، وہ تن آسانی اور سہولت پسندی کی وجہ سے عند اللہ نامقبول نہ ہو جائے، اور یسر وسہولت بھی مطلوب ہے؛ تاکہ لوگ ناقابل برداشت مشقت سے دوچار نہ ہوں۔

Marfat.com

اسی پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے دسویں فقہی سمینار منعقدہ بیت الحجاج بمبئی میں مورخہ ۲۴-۲۷/اکتوبر ۱۹۹۷ء حج سے متعلق اہم اور جدید مسائل پر سمینار منعقد کیا، یہ بڑا اہم اور نمائندہ سمینار تھا، جس میں ہندوستان کے طول وعرض کے علاوہ عالم عرب سے بہت سے اہل علم نے شرکت کی، بانی اکیڈمی حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ خود بھی بہ نفس نفیس جلوہ افروز تھے، اور پہلی بار حج سے متعلق ان اہم موضوعات پر اجتماعی غور وفکر کیا جارہا تھا؛ چنانچہ سمینار میں ایسی تجاویز منظور ہوئیں جو احتیاط اور اعتدال کا نمونہ تھیں نیز موجودہ مشکلات کو دیکھتے ہوئے بعض مسائل میں صاحبین کے نقطۂ نظر کو اختیار کیا گیا اور اس بات کو ملحوظ رکھا گیا کہ احتیاط کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے اور حقیقی مشکلات کا حل بھی نکل آئے۔

چنانچہ اس سمینار کے مقالات، تجاویز، مناقشات اور آراء کی تلخیص کا مجموعہ اس وقت قارئین کی خدمت میں پیش ہے، یہ مجموعہ بانی اکیڈمی کی زندگی میں بھی طبع ہو چکا ہے اور ملک میں بھی اور بیرون ملک بھی اہل علم اور اصحاب ذوق نے اس کی بڑی پذیرائی کی ہے، بہت عرصہ پہلے اس کے نسخے ختم ہو گئے تھے اور طبع جدید کے لئے لوگوں کا تقاضا تھا، "ایفا پبلی کیشنز" کے قیام کے بعد اکیڈمی کی نئی کتابوں کو بھی اور جو پہلے سے شائع شدہ ہیں اور ان کے نسخے ختم ہو چکے ہیں، ان کو بھی شائع کیا جارہا ہے، اکیڈمی نے اپنے مجلات کی ترتیب میں مزید بہتری پیدا کرنے کے لئے مجلس ادارت بھی قائم کی ہے اور ترتیب کے لئے لائحۂ عمل تیار کیا ہے، اسی کے مطابق محب عزیز مولوی امتیاز احمد قاسمی (رفیق شعبۂ علمی) نے مجلس ادارت کے زیر نگرانی اس کی ترتیب نو کی خدمت انجام دی ہے، امید ہے کہ اس مجموعہ کا یہ نیا پیکر زیادہ پسند کیا جائے گا اور عوام وخواص کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے، نیز یہ اور اس طرح کی خدمات کو بانی اکیڈمی کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری)

۲۱/شوال ۱۴۳۱ھ
یکم اکتوبر ۲۰۱۰ء

Marfat.com

پہلا باب

تمہیدی امور

Marfat.com

Marfat.com

سوالنامہ:

حج وعمرہ - موجودہ حالات کے پس منظر میں

حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے، علماء اسلام نے حج اور عمرہ کے مسائل کو خصوصی اہمیت دی ہے، اس موضوع پر مستقل کتابیں اور رسائل بھی تصنیف کیے ہیں۔ دور حاضر میں حجاز مقدس کی تجارتی اہمیت، حجاج کی بے پناہ کثرت، ویزا اور ٹکٹ وغیرہ کی قانونی پابندیوں نے حج اور عمرہ کے مختلف مسائل کو علماء اور فقہاء کے لئے غور طلب بنا دیا ہے، کیونکہ ان مسائل کے تعلق سے حج اور عمرہ کرنے والے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ وغیرہ میں تجارت یا ملازمت کی غرض سے رہنے والے، دشواریوں میں مبتلا ہوتے ہیں، بعض مسائل میں بعض فقہی مسالک پر عمل موجودہ حالات میں انتہائی دشوار ہے، جب کہ دوسرے فقہی مسالک میں یسر وسہولت کا پہلو پایا جاتا ہے، اس طرح کے چند حل طلب مسائل میں بحث وتحقیق کے لئے اصحاب علم وتفقہ کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں، امید ہے کہ آپ ان مسائل کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے اپنے مطالعہ وتحقیق کا نچوڑ اور اپنی واضح رائے پیش فرمائیں گے:

۱- اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ حج یا عمرہ کی نیت سے حرم مکی میں داخل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو، لیکن جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم مکی کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں کیا ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء مجتہدین کے مسالک اور دلائل کی تفصیل اور ترجیح تحریر فرمائیں۔

۲- آج کل تیز رفتار تجارتی سرگرمیوں اور وسائل آمدورفت کی کثرت وسہولت کی وجہ

Marfat.com

سے اہل مکہ کا حدود حرم سے باہر جا کر پھر مکہ مکرمہ واپس آنا اور حجاز مقدس کے دوسرے شہروں (مدینہ منورہ وغیرہ) کے باشندوں کا مختلف اغراض سے بار بار مکہ مکرمہ آنا ہوتا ہے، مثلاً ٹیکسی ڈرائیور بار بار مکہ، جدہ، مدینہ کے درمیان آمدورفت کرتے ہیں، اسی طرح تجارتی سامان لانے، لے جانے والے ملازمین اور تجارتی کمپنیوں کے ایجنٹوں کو بار بار حدود حرم کے اندر باہر آمدورفت کرنی ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے ہر بار میقات میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنا اور ارکان عمرہ کی ادائیگی وقت طلب اور دقت طلب ہے، جن فقہاء کے نزدیک حرم مکی میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے (خواہ وہ حج یا عمرہ کی نیت نہ رکھتا ہو) احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہونے کی پابندی ہے کیا ان کے نزدیک ایسے لوگوں کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے؟ جنہیں تقریباً روزانہ اور کبھی کبھی ایک سے زائد مرتبہ تجارت، ملازمت یا دوسرے مقاصد سے حرم مکی کے اندر آمدورفت کرنی ہوتی ہے۔

۳- مکہ مکرمہ میں مقیم شخص اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اشہر حج (حج کے مہینے) شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ یعنی مکی کے لئے تمتع یا قران کی گنجائش ہے یا نہیں؟

۴- جو حضرات ائمہ مکی کے لئے تمتع اور قران کو جائز نہیں کہتے اور اسی کے ساتھ ساتھ میقات کے باہر سے مکہ مکرمہ جانے والے ہر شخص کے لئے (خواہ اس کی نیت حج یا عمرہ کی نہ ہو) میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا لازم قرار دیتے ہیں، ان کے مسلک کے اعتبار سے ایک دشواری یہ پیش آتی ہے کہ مکہ مکرمہ میں مقیم جو حضرات حج کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر وہ اپنی کسی ضرورت سے اشہر حرم میں میقات کے باہر گئے، پھر مکہ مکرمہ واپس ہونے لگے، اگر وہ احرام باندھے بغیر میقات کے اندر داخل ہوئے تو انہیں بلا احرام میقات سے تجاوز کرنے کی وجہ سے دم دینا پڑے گا، اور اگر احرام کے ساتھ میقات میں داخل ہوئے تو احرام سے حلال ہونے کے لئے انہیں ارکان عمرہ ادا کرنے ہوں گے، اور اسی سال حج کرنے کی صورت میں تمتع کرنے کی وجہ

Marfat.com

سے دم جنایت لازم ہوگا، اور ایک ممنوع صورت کا ارتکاب ہوگا، اس صورت حال سے بچنے کے لئے حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کو پابند کرنا کہ اشہر حج شروع ہونے کے بعد میقات کے باہر نہ جائیں، تنگی اور دشواری کی بات ہے، کیونکہ اشہر حج کا عرصہ خاصا طویل ہے، اور اہل مکہ اپنی مختلف ضرورتوں کی بنا پر میقات کے باہر جانے پر مجبور ہوتے ہیں، اہل مکہ کی اس مشکل کا کیا شرعی حل ہے؟

۵-تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کر سکتا ہے یا نہیں؟

۶-حجاج کی غیر معمولی کثرت اور رمی جمرات کی جگہ انتہائی محدود ہونے کی وجہ سے رمی جمرات کا عمل خصوصاً بوڑھوں اور معذوروں کے لئے خاصا دشوار ہو گیا ہے، اس کی وجہ سے رمی جمرات میں نیابت کا رواج ہوتا جا رہا ہے، بعض لوگ مریض و معذور نہ ہونے کے باوجود محض کسل اور آرام پسندی کی وجہ سے کسی دوسرے کو رمی کے لئے بھیج دیتے ہیں، اس سلسلہ میں درج ذیل امور دریافت طلب ہیں:

الف- عمل رمی میں کوئی شخص دوسرے کی نیابت کر سکتا ہے یا نہیں؟

ب- رمی میں اگر نیابت ہو سکتی ہے تو صرف مریض یا معذور کے لئے، یا ہر شخص کے لئے اس معذوی کی کیا حد ہے جس کی وجہ سے نیابت جائز ہے، کیا محض ازدحام کے خوف سے نائب بنانا درست ہے؟

۷-سعودی عربیہ میں رہنے والے غیر ملکیوں کے لئے بھی حج کرنے کے لئے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے، بعض لوگ حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جاتے ہیں، کیا ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہیں، ان کا احرام کس طرح ختم ہوگا اور انہیں کیا کرنا ہوگا؟

۸-متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے یا مسنون؟

Marfat.com

اس سلسلہ میں ائمہ کے مسالک کی کیا تفصیل ہے؟

احناف کے مفتی بہ قول میں ترتیب کو واجب کہا گیا ہے اور ترتیب میں تقدیم وتاخیر ہونے پر دم لازم قرار دیا گیا ہے۔ دور حاضر میں اس ترتیب کی رعایت میں دشواری یہ ہے کہ حجاج کے بے پناہ ازدحام، موسم کی شدت، قیام گاہ اور مذبح میں کافی دوری ہونے اور سواری نہیں ملنے کی وجہ سے حجاج کے لئے (خصوصاً ضعیف ومعذور حجاج کے لئے) خود مذبح جاکر قربانی کرنا انتہائی مشکل ہوگیا ہے، اس لئے حجاج عام طور پر قربانی کی رقم ان اداروں کے حوالہ کرکے فارغ ہوجاتے ہیں، جو حجاج کی طرف سے نیابتاً قربانی کا نظم کرتے ہیں اور حکومت کی طرف سے اس کے مجاز ہیں۔ قربانی کا نظم کرنے والے ان اداروں کے ذمہ داروں کے مسلک میں ترتیب واجب نہیں، اس لئے یہ لوگ بسا اوقات ترتیب کا خیال نہیں کرتے۔ ان حالات میں اگر رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب قائم نہ رہ سکے تو دم لازم ہوگا یا نہیں؟ مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر کیا اس مسئلہ میں فقہ حنفی کے قول مرجوح کو اور دوسرے ائمہ کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟

۹- آج عام طور پر معروف حج تمتع ہے افراد یا قران شاذ ونادر ہے، کیا اس صورت میں حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا عرفاً حج تمتع تصور کیا جائے گا؟

حج بدل کرنے والے کے بارے میں درج ذیل باتیں دریافت طلب ہیں:

الف- کیا بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کرسکتا ہے؟

ب- حج بدل کرنے والا آمر کی صریح اجازت کے بغیر حج تمتع کرسکتا ہے یا نہیں؟

ج- آمر سے تمتع کی صریح اجازت نہیں لی لیکن حج بدل کرنے والے کا ظن غالب ہے کہ آمر اس کی اجازت دے دیتا ہے تو تمتع کرسکتا ہے؟

د- باذن الآمر یا بدون الآمر تمتع کرنے کی صورت میں دم تمتع آمر کے مال میں لازم ہوگا یا حج بدل کرنے والے کے مال میں، تمام شقوں کی تفصیل کی جائے۔

ہ- اگر حج بدل کرنے والے کے لئے آمر کی اجازت سے بھی تمتع کی گنجائش نہ ہو تو وہ

Marfat.com

حج بدل کرنے والا کیا کرے جسے حکومت کے نظم و قانون کے تحت ایام حج سے بہت پہلے حج کا سفر کرنا پڑے، اس کے لئے طویل عرصہ تک احرام کی پابندیوں کو جھیلنا انتہائی دشوار ہوتا ہے، کیا اس کی دشواری کا کوئی شرعی حل ہے؟

و- حج عن المیت کی صورت میں تمتع کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس میں کوئی تفصیل ہو تو اسے بھی تحریر فرمائیں۔

۱۰- کوئی حج کرنے والی عورت حیض یا نفاس کی وجہ سے طواف زیارت نہ کرسکی، اس کے لئے پاکی کا انتظار نا قابل عمل ہے، کیونکہ اس کا ویزا نہیں بڑھ پا رہا ہے یا جہاز کی تاریخ میں تبدیلی نہیں ہو پا رہی ہے یا نفقہ ختم ہوجانے کی وجہ سے اس کا مکہ مکرمہ میں ٹھہر کر انتظار کرنا مشکل ہے، ایسی عورت اگر طواف زیارت کئے بغیر واپس چلی جاتی ہے تو اس کا حج ترک رکن کی وجہ سے نامکمل رہتا ہے، دوبارہ اس کا وطن سے واپس آکر طواف زیارت کرنا نا قابل عمل ہے، مثلاً اس میں دوبارہ آنے کی استطاعت نہیں ہے یا قانونی رکاوٹیں اس کے واپس آنے میں حائل ہیں، ایسی عورت کیا کرے؟

الف- کیا اس کے لئے اجازت ہے کہ ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرے۔

ب- اس نے اگر ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کیا تو رکن ادا ہوگیا یا نہیں؟ دم لازم ہوگا یا نہیں۔

ج- اگر دم لازم ہوگا تو بدنہ ذبح کرنا ہوگا یا بکرا کافی ہوگا؟

د- اور دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ میں ہی ضروری ہے یا یہ کہ حرم مکہ سے باہر اور اپنے مقام پر بھی ادا کیا جا سکتا ہے؟

۱۱- سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو وہ ایام عدت میں عمرہ و حج ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟

۱۲- حج کا سفر کرنے والا، ایام حج، یعنی ۷-۸ ذی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچتا

Marfat.com

ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵ یوم قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے، تو وہ مقیم ہوگا یا نہیں؟ جب کہ پہلے دونوں آبادیاں الگ الگ تھیں مگر اب مکہ مکرمہ شہر پھیلتے ہوئے منیٰ کی آبادی کے متصل ہو گیا ہے۔

۱۳- رمضان میں جو لوگ عمرہ کے لئے جاتے ہیں، نیز سعودیہ وغیرہ میں مقیم احناف کے لئے ایک مسئلہ وتر میں اقتداء کا ہے کہ بلاد عرب میں عموماً وتر کی تینوں رکعات فصل کے ساتھ یعنی دو رکعات پر سلام کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، تو اب دو ہی صورت ہیں: ایک یہ کہ اپنے مذہب کی رعایت میں مسجد حرمین کی جماعت کو چھوڑ کر ایسا آدمی وتر کی نماز تنہا ادا کرے، یہ صورت مناسب معلوم نہیں ہوتی، دوسری صورت یہ ہے کہ امام کی اقتداء میں وتر کو ادا کرے تو مذکورہ خرابی لازم آتی ہے کہ امام فصل کے ساتھ وتر ادا کرتا ہے۔ تو کیا اس کی گنجائش ہے کہ جماعت و مجمع کی رعایت میں وہ امام مسجد کی اقتدا کرے؟

Marfat.com

اکیڈمی کا فیصلہ:

حج وعمرہ - موجودہ حالات کے پس منظر میں

۱- حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے، جو عمر بھر میں ایک ہی دفعہ فرض ہے، عام طور پر حجاج کو اس کے لئے طویل سفر کی مشقت بھی اٹھانی پڑتی ہے اور کثیر اخراجات بھی برداشت کرنے ہوتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا اجر وثواب بھی بے حد رکھا ہے اور آپ ﷺ نے اس عبادت کو ایک طرح کا جہاد قرار دیا ہے، پس حجاج کو چاہئے کہ وہ اس راہ کی مشقتوں کو ایک سعادت سمجھ کر برداشت کریں، افعال حج میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کے پہلو کو ملحوظ رکھیں اور جن مسائل میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے اور ایک میں توسع اور دوسرے میں احتیاط کا پہلو ہے تو ایسی صورت حتی الوسع اختیار کرنے کی کوشش کریں کہ اس کا عمل دونوں ہی آراء کے مطابق درست قرار پائے اور اس عظیم عبادت کی انجام دہی میں تن آسانی اور سہل انگاری سے بچا جائے۔

۲- حدود میقات سے باہر رہنے والے ہوں یا مکہ اور حل میں رہنے والے، اگر حدود میقات کے باہر سے مکہ کی نیت کر کے میقات سے آگے بڑھیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں، خواہ وہ حج اور عمرہ کی نیت سے جائیں یا کسی اور مقصد سے۔

موجودہ حالات میں جبکہ تجار، دفاتر میں کام کرنے والے، ٹیکسی چلانے والے اور دیگر پیشہ وارانہ کام کرنے والے کبھی ہر روز، کبھی ہر دوسرے، تیسرے دن اور بعض لوگوں کو تو ایک دن میں ایک سے زیادہ دفعہ حرم میں داخل ہونا پڑتا ہے، ایسی حالت میں اس طرح کے لوگوں کو ہر بار احرام اور اداء عمرہ کی پابندی بے حد مشقت طلب اور دشوار ہے، اس لئے ان حضرات کے لئے بغیر احرام باندھے حدود حرم میں داخلہ کی گنجائش ہوگی۔

Marfat.com

۳- جو لوگ مکہ کے اصلاً رہنے والے ہیں یا وہاں مقیم ہیں، اصلاً ان کے لئے تمتع نہیں ہے، اس لئے انہیں اشہر حج میں عمرہ نہیں کرنا ہے، وہ شخص جس پر اس سال حج فرض ہے اور وہ اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے اسے اشہر حج میں میقات کے باہر جانے سے پرہیز کرنا چاہئے اور اگر وہ تجارتی، دفتری اور اپنی پیشہ وارانہ مجبوریوں کے باعث باہر جانے پر مجبور ہے تو وہ تجویز (۲) پر عمل کرتے ہوئے میقات سے اندر داخل ہوتے ہوئے احرام نہ باندھے اور عمرہ نہیں کرے۔

مکہ میں مقیم سے مراد وہ لوگ ہیں جو اشہر حج کے شروع ہونے سے قبل صحیح طریقہ سے مکہ میں آ کر مقیم ہو گئے یا کم از کم ایک سال سے وہاں اقامت پذیر ہوں۔

۴- تمتع کرنے والے آفاقی حجاج حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کر سکتے ہیں۔

۵- رمی جمرات کے سلسلہ میں عام طور پر آج کے زمانہ میں حجاج میں جو بات رواج پا رہی ہے کہ وہ معمولی اعذار بلکہ بغیر عذر بھی خود رمی کو نہیں جاتے اور دوسروں کو نائب بنا دیتے ہیں، جملہ علماء اس پر متفق ہیں کہ اس صورت میں حج کا ایک واجب ترک ہو جاتا ہے، یہ نیابت شرعاً معتبر نہیں ہے اور ایسا کرنے والے پر دم واجب ہے، ہاں وہ لوگ جو جمرات تک چل کر جانے کی طاقت نہیں رکھتے یا بہت مریض اور کمزور ہیں ایسے لوگوں کے لئے نائب بنانا جائز ہے۔

۶- محض ازدحام عذر نہیں ہے، اس کا بہتر حل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس ازدحام میں جا کر رمی کرنے کا متحمل نہیں تو وہ وقت مسنون کے بعد وقت جواز بلکہ زیادہ دشواری میں وقت کراہت میں بھی رمی کر سکتا ہے، اس کے لئے یہ مکروہ بھی نہیں ہوگا۔

۷- حنفیہ کے قول راجح کے مطابق ۱۰ر ذی الحجہ کے مناسک میں رمی، ذبح اور حلق کو ترتیب کے ساتھ انجام دینا واجب ہے اور صاحبین اور اکثر فقہاء کے یہاں مسنون ہے، جس کی خلاف ورزی سے دم واجب نہیں، حجاج کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو ترتیب کی رعایت کو ملحوظ

Marfat.com

رکھیں تاہم ازدحام اور موسم کی شدت، اور مذبح کی دوری وغیرہ کی وجہ سے صاحبین اور دیگر ائمہ کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، لہذا اگر یہ مناسک ترتیب کے خلاف ہوں تو بھی دم واجب نہیں ہوگا۔

۸-دنیا بھر سے لاکھوں حجاج موسم حج میں مکہ پہنچتے ہیں اور مناسک حج ادا کرتے ہیں۔

الف- حج کے جملہ انتظامات کی ذمہ داری حکومت سعودیہ پر ہے، حج ایک اجتماعی عبادت ہے، اس کو نظم وضبط کے ساتھ ادا کیا جانا ضروری ہے، لاکھوں انسانوں کے قیام وسفر، ان کی صحت، جان ومال کا تحفظ بغیر نظم وضبط کے ممکن نہیں ہے، ایسے حالات میں حکومت سعودیہ بہت سی انتظامی پابندیاں عائد کرتی ہے جس سے حاجیوں کی تعداد اتنی رکھی جا سکے جس کا انتظام بہتر طور پر ہو سکے، حکومت سعودیہ کے انتظامی احکامات کی پابندی تمام ہی لوگوں پر ضروری ہے، یہ امر بالمعروف ہے جس کی اطاعت لازم ہے لہذا حکومت سعودیہ کے احکام وضوابط کے مطابق سعودیہ میں مقیم مسلمانوں کو اگر ہر سال حج کرنے سے منع کیا جائے تو اس کی پابندی شرعاً ضروری ہے۔

ب-اگر کوئی شخص ان پابندیوں کی مخالفت کرتے ہوئے بھی احرام حج باندھ کر میقات سے آگے بڑھ جائے اور پھر پکڑا جائے اور اسے انتظامیہ واپس کردے تو اس کا حکم وہی ہوگا جو شرعاً محصر عن الحج کا ہے یعنی اسے حرم میں ایک دم دینا واجب ہوگا اور جس تاریخ اور جس وقت پر حرم میں اس کی طرف سے دم احصار ادا کیا جائیگا اس وقت وہ احرام کی پابندیوں سے باہر آسکے گا۔

۹-اگر اصطلاح شرع کے مطابق واقعی حج بدل ہو تو اس صورت میں عام اصول کے مطابق حج افراد ادا کیا جانا چاہئے، لیکن حج بدل کرنے والے کو چاہئے کہ حج بدل کرانے والے کو مسئلہ سمجھا کر اس سے حج تمتع یا مطلق حج کی اجازت حاصل کرلے، اگر کسی وجہ سے اس نے اس کے لئے اجازت نہیں لی تو چونکہ عام طور سے حج تمتع کیا جاتا ہے، خود حج کرانے والا اگر حج کرتا تو سہولت کی بنیاد پر حج تمتع کرتا، لہذا عرف وعادت کے پیش نظر مامور کے لئے حج تمتع کی اجازت ہوگی، اس صورت میں میقات سے عمرہ کا احرام بھی آمر کی طرف سے کرنا ہوگا اور اس صورت میں

Marfat.com

دم شکر بھی آمر کے خرچ سے ادا کیا جائے گا۔

۱۰- اگر طواف زیارت سے قبل کسی عورت کو حیض یا نفاس آ جائے اور اس کے طے شدہ پروگرام کے مطابق اس کی گنجائش نہ ہو کہ وہ حیض یا نفاس سے پاک ہو کر طواف زیارت کر سکے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر طرح اس کی کوشش کرے کہ اس کے سفر کی تاریخ آگے بڑھ سکے تا کہ وہ پاک ہو کر طواف زیارت ادا کرنے کے بعد اپنے گھر واپس جا سکے، لیکن اگر ایسی ساری ہی کوششیں ناکام ہو جائیں اور پاک ہونے سے پہلے اس کا سفر ناگزیر ہو جائے تو ایسی حالت میں وہ طواف زیارت ادا کر سکتی ہے، یہ طواف زیارت شرعاً معتبر ہوگا، اور وہ پورے طور پر حلال ہو جائیگی، لیکن اس پر ایک بدنہ (بڑے جانور) کی قربانی بطور دم جنابت حدود حرم میں لازم ہوگی۔

۱۱- سفر حج میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور اس نے ابھی احرام نہیں باندھا ہے اور اس کے لئے وطن واپسی ممکن ہے تو وہ اپنے وطن واپس جا کر عدت گزارے اور اگر احرام باندھ چکی ہے یا واپسی کا سفر دشوار ہے تو وہ ایام عدت میں حج وعمرہ ادا کرلے۔

۱۲- حج کا سفر کرنے والا ایام حج سے اتنا پہلے مکہ مکرمہ پہنچ رہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ یوم قیام سے پہلے ہی حج شروع ہو جاتا ہے اور منیٰ چلا جاتا ہے تو وہ مسافر ہوگا، اسے چار رکعت والی نمازوں میں قصر کرنا ہوگا۔

۱۳- بلاد عرب میں عموماً وتر کی تین رکعتیں دو سلام سے ادا کی جاتی ہیں، احناف کے لئے بھی ایسے امام کی اقتداء میں نماز وتر ادا کرنے کی گنجائش ہے، اگر امام وتر کی تین رکعتیں دو سلام سے ادا کرے تو حنفی مقتدی دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرے اور امام کے ساتھ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔

Marfat.com

تلخیص مقالات:

حج وعمرہ -موجودہ حالات کے پس منظر میں

مفتی محمد فہیم اختر ندوی☆

۱-اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حج یا عمرہ کی نیت سے حرم مکی میں داخل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو لیکن جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات، یا اس طرح کے دیگر اغراض و مقاصد سے حرم مکی میں داخل ہونے والے اشخاص کے لئے بھی کیا احرام ضروری ہے کہ وہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں؟

اس سلسلہ میں مقالہ نگاروں کی دو رائیں ہیں، بیشتر حضرات نے ضرورت، حاجت شدیدہ اور مشقت کی وجہ سے جمہور ائمہ کے مسلک کو راجح قرار دیتے ہوئے بغیر احرام میقات کے اندر داخل ہونے کی اجازت دی ہے، ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا اسعد اللہ قاسمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا محمد ابرار الحق قاسمی، مولانا ثناء الہدی قاسمی، مولانا صدر عالم قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا مصلح الدین بڑودوی، مولانا عزیر اختر قاسمی، مولانا عتیق احمد بستوی، مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا محمد نور قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا عبد الفتاح عادل، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا محمد عمر فلاحی۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدر آباد۔

Marfat.com

ان حضرات نے عام طور پر حرج ومشقت سے متعلق آیات اور قواعد شرع اور فقہاء کی ملی جلی عبارتیں پیش کی ہیں، مثلاً:

۱-"لا ينكر تغير الأحكام بتغير الزمان" (الاشباہ والنظائر)۔

۲-"ما جعل عليكم فى الدين من حرج" (سورۂ حج: ۷۸)۔

۳-"إن الله يريد بكم اليسر ولا يريد بكم العسر" (سورۂ بقرہ: ۱۸۵)۔

۴-"رخص رسول الله ﷺ للضعفة من أهله فى ترك الوقوف بمزدلفة" (اعلاء السنن ۱۰/ ۱۳۲)۔

۵-"من كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته لأنه يكثر دخوله مكة وفى إيجاب الإحرام فى كل مرة حرج بين" (فتح القدیر ۳/ ۴۲۵)۔

۶-"لو أوجبنا الإحرام على من يتكرر دخوله أفضى إلى أن يكون جميع زمانه محرما فسقط للحرج" (المغنی ۳/ ۲۶۸)۔

اور مولانا شمس پیرزادہ، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا محمد رئیس ندوی، مولانا شکیل احمد، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا راشد حسین ندوی وغیرہم نے بلا احرام دخول کی اجازت کے لئے مندرجہ ذیل روایات سے استدلال کیا ہے:

۱-"عن جابر أن النبي ﷺ دخل يوم فتح مكة و عليه عمامة سوداء بغير إحرام" (مسلم، نسائی ۱/ ۴۳۹)۔

۲-"عن أنس أن النبى ﷺ دخل مكة عام الفتح وعلى رأسه المغفر، قال مالك ولم يكن رسول الله ﷺ يومئذ محرما" (احمد، بخاری)۔

۳-"يجوز دخول مكة بغير إحرام لمن لم يرد حجا ولا عمرة سواء أكان دخوله لحاجة تتكرر كالحطاب والحشاش والسقاء والصياد وغيرهم أم لم يتكرر كالتاجر والزائر و غيرهما سواء أكان آمنا أم خائفا" (فقہ السنۃ ۵/ ۱۴۰)،

Marfat.com

"سواء كان دخوله لحاجة تتكرر أم لم يتكرر" (مسلم مع النووی ۱؍۴۷۴)۔

اور مولانا ظفر الاسلام، مولانا ارشاد القاسمی، مولانا فضل الرحمٰن قاسمی اور مفتی عبد الرحیم صاحبان نے جواز کے لئے حیلہ کی تجویز پیش کی ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں بھی احرام کی پابندی ضروری ہے، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مولانا عبید اللہ اسعدی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا ابراہیم فلاحی، مولانا عزیر اختر قاسمی، مولانا سعید الرحمٰن قاسمی اور مولانا ابوسفیان مفتاحی نے تاجر اور مواقع ضرورت کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا ہے۔

دلائل

۱- قاعدہ ہے: قول وفعل میں تعارض کے وقت قول کو اور اباحت وحرمت میں حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

۲- "عن خصيف بن سعيد بن جبير أن النبی ﷺ قال: لا يجاوز أحد الوقت إلا المحرم" (مصنف ابن ابی شیبہ ۴؍۵۲)۔

۳- "عن ابن عباسؓ قال: إذا جاوز الوقت فلم يحرم حتى دخل مكة رجع إلى الوقت فأحرم وإن خشی إن رجع إلى الوقت فانه يحرم ويهريق لذلک دما" (مسند اسحاق بن راہویہ)۔

۴- "عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال: هذه مكة حرمها الله عزوجل يوم خلق السموات والأرض لم تحل لأحد قبلی ولا لأحد بعدی وإنما أحلت لی ساعة من نهار" (نسائی ۵؍۲۱۱)۔

۵- "لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام إن

Marfat.com

شاء الله آمنين محلقين رؤوسكم ومقصرين" (سورۂ فتح:۲۷)۔

سوال نمبر ۲:

تاجروں، کمپنیوں کے ایجنٹوں، گاڑیوں کے ڈرائیوروں اور وہ حضرات جن کو روزمرہ حدود حرم عبور کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے ایسے لوگوں کے لئے ہر بار احرام باندھنا اور ارکان عمرہ ادا کرنا وقت طلب اور دقت طلب ہے، جن فقہاء کے نزدیک حج وعمرہ کی نیت نہ رکھنے والے کے لئے بھی احرام باندھ کر حرم میں داخل ہونے کی پابندی ہے ان کے نزدیک ایسے لوگوں کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے؟

اس بارے میں اکثر مقالہ نگار حضرات نے ایسے لوگوں کے لئے احرام کو واجب قرار نہیں دیا ہے، ان کے نزدیک عدم وجوب کی اصل بنیاد حرج وتنگی ہے کہ ان لوگوں کو اگر ہر وقت احرام کا پابند قرار دیا جائے تو بہت بڑی تنگی اور مشقت وحرج کو دعوت دینا ہوگا جبکہ شریعت نے "الحرج مرفوع" اور "إذا ضاق الأمر اتسع" کہا ہے، مزید دلائل جواب نمبر ۱ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

البتہ مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا ابراہیم فلاحی اور سعید الرحمٰن قاسمی صاحبان کی رائے عدم جواز کی ہے، جن میں مولانا عبداللطیف مظاہری نے صرف اہل مکہ کو تجارتی یا دیگر کسی مقاصد سے بغیر احرام آنے جانے کی ضرورۃ اجازت دی ہے اور اس پر حکم اباحت کو محدود کیا ہے۔

مولانا محمد برہان الدین اور ابراہیم فلاحی صاحبان کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ محض قیاسی ہوتا تو اس کی گنجائش تھی اور واقعہ یہ نہیں ہے بلکہ بلا احرام دخول حرم کی ممانعت منصوص ہے، نیز شعائر اللہ اور اس سرزمین کے تقدس وعظمت اور لوگوں میں عبادتوں کے رجحان کی کمی کا تقاضا یہ ہے کہ مزید اس کی تاکید کی جائے۔

Marfat.com

"المشقة والحرج انما يعتبر ان عند عدم النص"۔

"المشاق على قسمين مشقة لا تنفك عنها العبادة غالبا.....فلا أثر لها في إسقاط العبادات"۔

سوال نمبر ۳:

مکی کے لئے تمتع یا قران کی گنجائش ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ پر مقالہ نگار حضرات کے قدر مشترک چار نقاط نظر ہیں:

پہلا نقطہ نظر

اکثر کی رائے عدم جواز کی ہے کہ مکی اگر حج تمتع یا قران کرنا چاہے تو شرعا اس کی گنجائش نہیں ہوگی، ان حضرات نے زیادہ تر درج ذیل آیت، احادیث اور عبارات فقہاء سے اپنی رائے مدلل کی ہے، جن میں مولانا زبیر احمد قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا عبد اللطیف مظاہری، مولانا ثناء الہدی قاسمی، مولانا شکیل احمد، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شبیر احمد قاسمی، مولانا عزیر اختر قاسمی، مولانا نور الحرر حمانی صاحبان کے نام شامل ہیں۔

دلائل

۱-"فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام في الحج و سبعة إذا رجعتم تلك عشرة كاملة ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام" (سورۂ بقرہ:۱۹۶)۔

۲-"قال قتادة ذكر لنا ان ابن عباس كان يقول يا أهل مكة لا متعة لكم أحلت لأهل الآفاق و حرمت عليكم إنما يقطع أحدكم واديا أو قال جعل بينه

Marfat.com

وبين الحرم واديا يهل بعمرة" (ابن کثیر ۱/۲۳۵-۲۳۶)۔

۳-"وبعدّ إجماع جميعهم على أهل الحرم معينون به وانهم لا متعة لهم" (ابن کثیر ۱/ ۳۰۷)۔

۴-"وليس لأهل مكة تمتع ولا قران وإنما لهم الإفراد خاصة ومن كان داخل المواقيت فهو بمنزلة المكي حتى لا يكون له متعة ولا قران" (ہدایہ ۱/ ۲۴۳)۔

دوسرا نقطہ نظر

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا محمد ایوبؒ ندوی، مولانا ارشاد الحق قاسمی، مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا ابرار الحق قاسمی، مولانا صدر عالم قاسمی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی وغیرہم نے مختلف وجوہ سے مکی کے لئے حج تمتع یا قران کی اجازت دی ہے اور گنجائش کے رجحانات ظاہر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل تائیدات پیش کی ہیں:

دلائل

"مذهبنا ان المكي لا يكره له التمتع والقران وإن تمتع لم يلزمه دم" (المجموع ۷/ ۱۶۹)۔

"قال ابن قاسمي و قال مالك فمن تمتع من أهل مكة فى أشهر الحج أو القران فلا هدى إليه" (المدونۃ ۱/ ۳۰۰)۔

"لان العمرة جائزة فى جميع السنة بلا كراهة إلا فى خمسة أيام لا فرق فى ذلك بين المكي والآفاقي" (ایضاح المناسک، ص ۱۷۷)۔

"وقد صرح صاحب النهاية بأن المكي لا يكره له أن يعتبر فى أشهر

Marfat.com

الحج فمن أين هؤلاء منع العمرة المفردة للمكي وقد أطلق الله سبحانه حيث قال أتموا الحج والعمرة لله والعبرة لعموم اللفظ لا بخصوص السبب لورود الآية في العمرة الآفاقية..... قد بينا أن المكي إذا خرج من الميقات ثم قرن حجة و عمرة كان قارنا" (ارشاد الساری/ص ۱۸۵)۔

تیسرا نقطہ نظر

جواز مع الکراہۃ کا ہے، جسے درج ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مفتی حبیب اللہ قاسمی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مفتی عبدالرحیم، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا فضل الرحمٰن افضل قاسمی اور مولانا سید اسرار الحق سبیلی۔

چوتھا نقطہ نظر

کسی مکی کے لئے تمتع اور قران کرنا درست تو نہیں ہے، البتہ کرلے تو حج ہو جائے گا اور دم جبر لازم ہوگا، اسے درج ذیل حضرات نے اپنایا ہے۔

مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی اور مولانا راشد حسین ندوی۔

سوال نمبر ۴

جو حضرات ائمہ مکی کے لئے تمتع یا قران کو جائز نہیں کہتے اور میقات کے اندر احرام باندھ کر داخل ہونے کو لازم قرار دیتے ہیں اور بلا احرام تجاوز کی صورت میں ان کے نزدیک دم لازم ہوتا ہے اور حلال ہونے کے لئے عمرہ کے ارکان ادا کرنا ضروری اور تمتع کی صورت میں دم جنایت، اسی سال حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کو اشہر حج میں پابند کرنا کہ وہ میقات سے باہر نہ جائیں، جبکہ مختلف ضروریات سے وہ باہر جانے پر مجبور ہوتے ہیں، اہل مکہ کی اس مشکل کا

Marfat.com

کیا حل ہے؟

اس بابت مقالہ نگار حضرات کی تین رائیں ہیں:

پہلی رائے

مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا ارشاد الحق قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا عتیق احمد بستوی، مولانا مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا عبد اللطیف مظاہری، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا سعید الرحمٰن قاسمی وغیرہم نے قدر مشترک اس مسئلہ کا حل یہ پیش کیا ہے کہ اگر مکہ کے باشندوں کو اشہر حج میں اپنی ضروریات سے باہر جانا ناگزیر ہو تو جا سکتے ہیں، اور واپسی میں عمرہ کا احرام باندھ کر مناسک عمرہ مکمل کریں اور احرام کھول دیں اور پھر حج کا احرام باندھیں، اس صورت میں "المام صحیح" کی وجہ سے حج ہو جائے گا، کوئی حرج بھی نہ ہوگا اور دم جنایت بھی لازم نہیں آئے گا، ان حضرات نے مندرجہ ذیل فقہی جزئیات پیش کئے ہیں:

☆"ولا احرم مکی بعمرة أو بهما و طاف للعمرة فی أشهر الحج من عامه لا یکون متمتعا و لا قارنا" (فتح القدیر ۳/۱۱)۔

☆"ولو خرج إلی الکوفة وأهل بالعمرة فی الحج ثم حج لم یکن متمتعا" (ہندیہ ۱/۲۳۹)۔

☆"قال الطحاوی فوقفنا من قول أبی حنیفة وأصحاب علی أن المکی لا متعة ولا شئ علیه لها"۔

☆"لو اعتمر هذا المکی فی أشهر الحج من عامه لا یکون متمتعا لأنه ملم بأهله بین النسکین" (رد المحتار ۲/۲۱۴)۔

☆"ان المکی اذا خرج الی بعض الآفاق لحاجة ثم رجع واحرم

Marfat.com

بالعمرة فى اشهر الحج من عامه لم يلزمه الدم باتفاق الأربعة" (شرح لباب رص ۱۵۳)۔

دوسری رائے

سوالنامہ میں مذکورہ دقتوں کے حل کے لئے مندرجہ ذیل مقالہ نگار حضرات نے رفع حرج، دفع مشقت کے پیش نظر حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھنے والے مکی کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا شکیل احمد سیتاپوری، مفتی حبیب اللہ قاسمی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا محمد ایوب ندوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، حکیم ظل الرحمٰن، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا عبد الفتاح عادل، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا ابرار الحق قاسمی، ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی، مولانا صدر عالم قاسمی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا فضل الرحمٰن قاسمی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا محمد ابرار خاں ندوی، محمد جنید احمد فلاحی۔

مولانا خورشید احمد اعظمی نے مکی کے لئے ایسا نہ کرنے کو بہتر سمجھا ہے اور مولانا ظفر الاسلام نے حیلہ اپنانے کا مشورہ دیا ہے۔

تیسری رائے

(مولانا مصلح الدین بروڈوی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا منظور احمد قاسمی) کی ہے، مولانا مصلح الدین اور مفتی جمیل احمد نذیری صاحب کے نزدیک مکی کے لئے تمتع اور قران نہیں ہے، اور مولانا منظور احمد، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحبان نے

Marfat.com

بغیر احرام دخول حرم کو ممنوع قرار دیا ہے۔

دلائل

☆"فليس للمكى أن يدخل مكة من غير إحرام لأنه صار آفاقيا"(بحر الرائق ۲/۳۱۹)۔

☆"وقد روى عن ابن عمر أنه قال إنما التمتع رخصة لمن لم يكن له أهله حاضرى المسجد الحرام ......والمراد المتعة ولو كان المراد الهدى لقال و ذلك على من لم يكن أهله حاضرى المسجد الحرام أيضا فإن التمتع لأهل سائر الآفاق إنما هو تخفيف من الله وإزالة المشقة عنهم فى إنشاء سفر لكل واحد منهما وأباح لهم الاقتصار على سفر واحد فى جمعهما جميعا إذ لو منعوا عن ذلك لأدى ذلك إلى مشقة و ضرر وهلما لا مشقة عليهم ولا ضرر فى فعل العمرة فى غير أشهر الحج"(احکام القرآن للجصاص ۱/۲۸۸)۔

سوال نمبر ۵

تمتع کرنے والے آفاقی، ظاہر ہے پہلے عمرہ ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد حج کا احرام، تو درمیان میں جو وقت بچتا ہے اس میں مزید عمرے کر سکتے ہیں یا نہیں؟

اس کا جواب بیشتر مقالہ نگار حضرات نے اثبات میں دیا ہے کہ شرعا اس کی اجازت ہے، اس دوران مزید عمرے کر سکتے ہیں اور بہت سے مؤیدات و دلائل اس کے جواز پر پیش کئے ہیں، بطور نمونہ چند ذکر کئے جا رہے ہیں:

دلائل

☆"أتموا الحج و العمرة لله مطلقا عن الوقت"(بدائع ۲/۲۲۷)۔

Marfat.com

☆"عن ابن عباسؓ قال سمعت عمر یقول: لو اعتمرت ثم اعتمرت حججت لتمتعت" (احکام القرآن للرازی ۱/ ۲۸۵)۔

☆"وتصح فی کل السنة ولکن یکرہ تحریما إنشائها بالإحرام فی خمسة أیام بعد یوم عرفة ویوم النحر وأیام التشریق للمنهی عنها فیها"۔

☆"أفاد أنه یفعل ما یفعل الحلال فیطوف بالبیت ما بدا له ویعتمر قبل الحج" (ردالمحتار ۲/ ۲۶۸)۔

☆"عن علیؓ قال فی کل شهر عمرة" (رواہ الشافعی)۔

☆"قال النبی ﷺ: تابعوا بین الحج والعمرة"۔

☆"ویستحب الإکثار من الاعتمار" (الایضاح رص ۲۶۳)۔

البتہ مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا عزیر اختر قاسمی اور مفتی عبدالرحیم صاحبان کی رائے یہ ہے کہ مزید عمرہ نہ کرے تو بہتر اور احوط ہے، اور مولانا منظور احمد قاسمی کی رائے میں عمرہ میں اولی کثرت طواف ہے۔

"وصرح فی الباب بأنه لا یعتمر ای بناء انه صار فی حکم المکی ان المکی ممنوع من العمرة فی أشهر الحج وإن لم یحج وهو الذی حط علیه کلام الفتح و خالفه فی البحر و غیره بأنه ممنوع من العمرة إن حج من عامه" (ردالمحتار ۲/ ۲۱۲)۔

سوال نمبر ۶ (الف-ب)

رمی جمرات ارکان حج میں سے ایک رکن ہے؟ تو کیا اس کے لئے دوسرے شخص کو نائب بنانا درست ہے؟ نیز عذر کی کیا حد ہے؟

اس بابت تمام ہی مقالہ نگار حضرات کا اتفاق ہے کہ مجبوری اور معذوری کے وقت رمی

Marfat.com

جمرات کے لئے دوسرے اشخاص کو نائب بنانا درست ہے، اور عذر کی حد بندی کرتے ہوئے بیشتر حضرات نے صراحت کی ہے وہ عذر کی حد یہ ہے کہ معذور شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو اور مقام رمی تک از خود جانے کی صلاحیت وطاقت نہ رکھتا ہو تو ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں معذور تصور کیا جائے گا، اسی طرح تمام ہی حضرات اس بات پر بھی متفق ہیں کہ محض ازدحام جواز نیابت کے لئے عذر قرار نہیں پائے گا، نیز اس حکم میں مرد وخواتین سب برابر ہیں۔

جبکہ مولانا شمس پیرزادہ، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا محمد ایوب ندوی، اور مولانا مصلح الدین صاحبان کی رائے میں خواتین، کے لئے اور مولانا اشتیاق احمد اعظمی، حکیم ظل الرحمٰن صاحبان کے نزدیک سن رسیدہ اور کمزور و ناتواں اشخاص جنہیں بھیڑ میں دب کر جان کی ہلاکت کا خدشہ ہو، کے لئے ازدحام بھی عذر قرار پائے گا اور ان کے لئے کسی کو نائب بنانا درست ہوگا۔

دلائل

☆"عن جابر أنه قال حججنا مع رسول الله و معنا النساء والصبيان فلبينا عن الصبيان و رمينا عنهم" (رواہ احمد ابن ماجہ بحوالہ فقہ السنہ ۱/ ۶۳۳)۔

☆"والرجل والمرأة في الرمي سواء إن رميها في الليل أفضل فلا تجوز النيابة عن المرأة بغير عذر" (بغیۃ المناسک ص ۱۰۰)۔

☆"قد تبين مما قدمنا أنهم جعلوا خوف الزحام عذر المرأة وظن به علة أو ضعف في تقديم الرمي قبل طلوع الشمس أو تأخيره إلى الليل لا في جواز النيابة فيهم لعدم الضرورة فلو لم يرموا بأنفسهم خوف الزحام تلزمهم الفدية" (حوالہ سابق)۔

☆"وكذلك من عجز عن الرمي بنفسه لمرض أو نحوه فإنه تستنيب من يرمي عنه ولا شئ عليه" (فتاوی ابن تیمیہ ۲۶/ ۲۴۰)۔

Marfat.com

سوال نمبر ۷

حج کو جانے والے حضرات جو قانونا گرفتار ہو جائیں وہ محصر کے حکم میں ہوں گے یا نہیں؟

اس بابت تمام حضرات ہم خیال ہیں کہ ایسے لوگ بھی حکما محصر ہوں گے اور ان پر محصر ہی کے احکام جاری ہوں گے، اس کے ثبوت پر مقالہ نگار حضرات نے جو مواد و دلائل جمع کئے ہیں ان میں سے چند بطور نظیر پیش ہیں:

دلائل

☆"فقال قوم يكون الحصر بكل حابس من مرض أو عدو و كسر و ذهاب نفقة ونحوها مما يحصره و يمنعه عن المضى إلى البيت وهو قول أبى حنيفة وأصحابه وروى ذلك عن ابن عباس وابن مسعود و زيد بن ثابت و قال آخرون وهم الليث بن سعد و مالك و أحمد و إسحاق لا يكون الإحصار إلا بالعدو فقط ولا يكون بالمرض" (عینی حاشیہ ابوداؤد ۱/ ۲۵۷)۔

☆"السلطان إذا منعه من مقصده فهو محصر" (فتح القدیر ۲/ ۱۲۵)۔

☆"عن ابن عباسؓ إنما البدل على من نفض حجه بالتلذذ فاما من جسه عذر أو غير ذلك فانه يحل ولا يرجع وإن كان معه هدى وهو محصر نحو إن كان لا يستطيع أن يبعث وإن استطاع أن يبعث به لم يحل حتى يبلغ الهدى محله" (صحیح بخاری ۱/ ۲۴۳)۔

البتہ مولانا شمس پیرزادہ صاحب کی رائے میں ایسے لوگ محصر کے حکم میں نہیں آئیں گے، اور مفتی محبوب علی وجیہی نے ایسے محصروں پر حلال ہونے کے لئے ہدی کو لازم قرار نہیں دیا ہے، اور مفتی عبدالرحیم نے ہدی کے حل میں بھی ذبح کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

Marfat.com

سوال نمبر ۸

رمی، ذبح، حلق میں احناف کے یہاں ترتیب برقرار رکھنا ضروری ہے، آج کے مشکل ترین حالات میں ترتیب برقرار رکھنا انتظامی مجبوریوں کی وجہ سے مشکل ہوگیا ہے، تو کیا اس کے حل کے لئے عدم وجوب کے قائلین اور حنفیہ میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟

اس مسئلہ میں مقالہ نویسوں کی جملہ دو رائیں ہیں:

پہلی رائے: ان میں زیادہ تر حضرات نے صاحب اور ائمہ ثلاثہ کے مسلک پر حالات و زمان کے پیش نظر فتوی دینے کا عندیہ دیا ہے اور کچھ نے ترتیب کو واجب ہی نہیں قرار دیا ہے، جن میں چند اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی شبیر احمد قاسمی، مولانا ارشاد الحق قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا مصلح الدین بڑودوی، مولانا راشد حسین ندوی، مفتی جمیل احمد نذیری، ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا محمد رئیس ندوی، مولانا نور الحق رحمانی۔

دلائل

☆"عن عبد الله عمرو بن العاص أن رسول الله ﷺ وقف في حجة الوداع عنى للناس يسئلونه فجاءه رجل فقال لم أشعر فحلقت قبل أن أذبح فقال: اذبح ولا حرج فجاءه آخر فقال لم أشعر فنحرت قبل أن أرمي فقال: ارم ولا حرج فما سئل النبي ﷺ عن شئ قدم ولا أخر إلا قال: افعل ولا حرج" (متفق علیہ)۔

☆"عن ابن عباس أن النبي ﷺ قيل له في الذبح والحلق والرمي

Marfat.com

والتقديم والتاخير فقال لا حرج" (بخاری مع الفتح ۳/ ۴۴۵)۔

☆"قال محمد: وبالحديث الذى روى عن النبى ﷺ فاخذ أنه قال لا حرج فى شئ من ذلك وقال أبو حنيفة لا حرج فى شئ من ذلك ولم يرفى شئ من ذلك كفارة إلا فى خصلة واحدة: المتمتع والقارن إذا حلق قبل أن يذبح قال عليه دم وأما نحن فلا نرى عليه شيئا" (درس ترمذی ۳/ ۱۵۲)۔

دوسری رائے: مولانا عبید اللہ اسعدی، مفتی محبوب علی وجیہی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا ظفر الاسلام، مفتی حبیب اللہ قاسامی، مولانا ابراہیم فلاحی، مولانا منظور احمد قاسمی صاحبان کی ہے، ان میں مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی اور مولانا ابراہیم فلاحی نے ترتیب کو واجب قرار دیا ہے، اور مولانا عبید اللہ اسعدی، مفتی محبوب علی وجیہی اور منجملہ ان حضرات نے انتظامی امور کی اصلاح پر زور دینے کی رائے دی ہے۔

دلائل

"قال السرخسي: إذا وافى منى يرى جمرة العقبة ثم باذبح إن كان قارنا أو متقائم بالحلق لحديث عائشة أن النبى ﷺ قال إن أول نسكنا فى هذا اليوم أن نرى ثم نذبح ثم نحلق ولأن الذبح والحلق من أسباب التحلل ألا......إن تحلل المحصر بالذبح فيقدم الرمى عليهما ثم الذبح فى معنى التحلل دون الحق فإن الحلق محظور الإحر......والذبح لا فكان الذبح فعل ما على الحلق" (مبسوط ۴/ ۶۴)۔

"اعلم أن فى يوم النحر أربعة نسک، رمي و نحر و طواف على ترتيب ما ذكر والترتيب فى الثلاثة الا واجب" (العرف الشذی للانور شاہ الکشمیری ۱/ ۱۸۲)۔

Marfat.com

سوال نمبر ۹

الف- کیا حج بدل کرنے والا حج تمتع کرسکتا ہے؟

تمام مقالہ نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آمر کی اجازت سے حج بدل کرنے والا حج تمتع کرسکتا ہے۔

ب- آمر کی صریح اجازت کے بغیر مامور حج تمتع کرسکتا ہے یا نہیں؟

اس بارے میں مقالہ نگار حضرات میں دو طرح کے رجحانات پائے جاتے ہیں، جن حضرات نے صراحتاً اجازت آمر کو ضروری قرار نہیں دیا ہے بلکہ دلالۃ اور عرف ورواج کی وجہ سے مامور کے لئے حج تمتع کی گنجائش نقل کی ہے ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا عزیر اختر قاسمی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا شبیر احمد قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا مصلح الدین بڑودوی، مولانا ثناء الہدی قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شکیل احمد قاسمی، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا رئیس ندوی، ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی، مولانا عبد اللطیف مظاہری، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا عبد الفتاح عادل، مولانا اسعد اللہ قاسمی، حکیم ظل الرحمٰن، مفتی عبد الرحیم قاسمی۔

جن حضرات نے تمتع کے لئے آمر کی طرف سے صریح اجازت کو ضروری قرار دیا ہے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا ارشاد الحق قاسمی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا سعید الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا محمد ایوب ندوی، مفتی انور علی اعظمی، ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا محمد ابرار الحق قاسمی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا

Marfat.com

فضل الرحمٰن افضل قاسمی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا ظفر الاسلام اعظمی۔

☆ مولانا اشتیاق احمد اعظمی اور مولانا قمر الزماں ندوی صاحبان کی رائے میں اجازت کے باوجود تمتع نہ کرنا اخوط اور بہتر ہے۔

ج- مامور کو اگر ظن غالب ہو کہ آمر سے وہ اجازت لیتا یا لے تو اسے تمتع کی اجازت مل جاتی یا دے دے گا تو اسے تمتع کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

اس بابت بیشتر حضرات نے چونکہ شریعت نے بہت مسائل میں ظن غالب کا اعتبار کیا ہے اس لئے مامور کے لئے تمتع کی گنجائش ہوگی، البتہ مندرجہ ذیل علماء کی رائے یہ ہے کہ مامور سے حج جیسی اہم عبادت کی ادائیگی کا معاملہ متعلق ہے اس لئے صراحتاً اجازت ضروری ہوگی محض ظن غالب کا اعتبار نہیں ہوگا۔

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا سعید الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد جنید احمد فلاحی۔

د- دم تمتع حج بدل کرنے والے مامور کے ذمہ ہوگا یا آمر کے؟

اس بارے میں بھی فاضل مقالہ نگاروں کی اکثریت مامور (حج بدل کرنے والے) کے ذمہ دم کے وجوب کی قائل ہے، دوسری رائے رکھنے والے علماء نے اس میں تفصیل کی ہے کہ اگر آمر کی اجازت سے تمتع کر رہا ہے تو دم اسی کے ذمہ لازم ہوگا اور بغیر اجازت یا کسی مجبوری کی وجہ سے ہے تو مامور اپنے مال سے دم ادا کرے گا جن کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا ارشاد الحق قاسمی، مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شکیل احمد، مولانا فضل الرحمٰن افضل، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا منظور احمد قاسمی۔

جبکہ مفتی انور علی اعظمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا محمد

Marfat.com

رئیس ندوی اور سید قدرت اللہ باقوی صاحبان نے دم آمر کے ذمہ لازم قرار دیا ہے۔

(ہ) آمر کی طرف سے تمتع کی اجازت بھی ہو اور قانونی دشواری کی وجہ سے وہاں پہلے جانا پڑتا ہے، اور حج کی تاریخ آنے تک احرام میں رہنا بھی ایک مشکل مسئلہ ہے، اس پریشانی کا کیا حل ہوگا؟

اس کے جواب میں مقالہ نگاروں نے عام طور پر اس کے لئے تمتع کی گنجائش نقل کی ہے، جن میں ذیل کے اسماء شامل ہیں:

مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا ارشاد الحق قاسمی، مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا نور الحق رحمانی، مفتی عزیز اختر قاسمی، مولانا محمد ابراہیم فلاحی۔

اور مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا نور الحق رحمانی کی رائے یہ ہے کہ عمرہ کے بعد طوالت واکتاہٹ سے بچنے کے لئے مدینہ چلا جائے اور حج کے قریب احرام باندھ کر حج کرے، مولانا اشتیاق احمد اعظمی کی رائے میں تمتع نہ کرنا اولی ہے اور مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب کی رائے میں تمتع کی گنجائش ہوگی۔

و- میت کی طرف سے حج بدل میں تمتع کی گنجائش ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں مقالہ نگار کے دو نقاط نظر ہیں:

پہلا نقطہ نظر

اگر میت نے زندگی میں اجازت دی ہو یا ورثاء جو ان کی طرف سے حج کرا رہے ہوں ان کی طرف سے اجازت ہو تو تمتع کی گنجائش ہے ورنہ نہیں، اس نقطہ نظر کو اپنانے والوں میں:

مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا ارشاد الحق قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا

Marfat.com

عزیر اختر قاسمی، مولانا نورالحق رحمانی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا تنویر عالم قاسمی وغیرہ حضرات کے نام شامل ہیں۔

دوسرا نقطہ نظر

میت کی طرف سے حج بدل کی بھی گنجائش اور تمتع کی بھی گنجائش ہے اور عرف ورواج اور مشقت کے پیش نظر اس کی اجازت ہوگی، اس نقطہ نظر کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شمس پیرزادہ، مفتی شبیر احمد قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا سید اسرارالحق سبیلی، مولانا مصلح الدین بڑودوی، مولانا ثناء الہدی قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا شکیل احمد قاسمی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا راشد حسین ندوی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی اور مولانا محمد رئیس ندوی۔

فریق اول کے دلائل

"إن الميت لو أمره بالتمتع المأمور صح ولا يكون مخالفا بلا خلاف بين الأئمة الأسلاف" (ارشاد الساری رص ۳۰۴)۔

"وبقى صورتان يكون بالقران فيها مخالفا أحدهما ما لم ياذنا له بالقران فقرن عنهما ضمن نفقتهما" (بحرالرائق ۳ر۷۰)۔

"ولكن ما زاد في اللباب يوافقه ما في البحر وغيره من جواز التمتع عن الآمر إذا كان بأمره كما سيأتي عن قريب قيل و عليه فله أن يأذن للمأمور بالإفراد العمرة او امنه ثم بإتيان الحج عنه" (غنیۃ المناسک رص ۱۸۵)۔

Marfat.com

فریق ثانی کے دلائل

"وإلا فجعل ثوابه له بعد الأداء إذ بدون الأداء به يقع الحج عن القائل بالاتفاق فهو ليس حاجاعنه بل هو فاعل ثواب حجه له والثواب إنما يحصل بعد الأداء فبطلت نيته له في الإحرام فلا يحصل له ثواب إلا إذا جعل له بعد الأداء كما قالوا في مسائل الحج عن إيضاح بل لا بد من جعل ثوابه له بعد الأداء لما في العبادة البدنية" (غنیۃ، ص ۲۶۴)۔

"المعروف عرفا كالمشروط شرعا"۔

"ودم القران والتمتع والجناية على الحاج إن أذن له الآمر بالقران والتمتع وإلا فيصير مخالفا فيضمن" (الدر المختار ۲/ ۲۴۷)۔

سوال نمبر ۱۰

الف- حائضہ عورت ناپا کی کی حالت میں طواف کرسکتی ہے یا نہیں؟
ب- اگر کرلیا تو رکن ادا ہوگا یا نہیں؟
ج- دم میں کیا واجب ہوگا۔
د- دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ ہی میں ضروری ہے یا باہر بھی اس کی گنجائش ہے؟

اس سوال کی تینوں شقوں ب، ج، د، میں تمام مقالہ نگار کا اتفاق ہے کہ اگر ناپا کی کی حالت میں مجبوری حائضہ عورت طواف کرلے تو رکن کی ادائیگی ہوجائے گی اور حج صحیح ہوگا، اور اس جنایت کی وجہ سے دم دینا ضروری ہوگا اور دم میں چھوٹے جانور کافی نہیں ہوں گے بلکہ بڑے جانور، اونٹ، گائے، بھینس کا بدنہ دینا ہوگا، اور قربانی کا مکہ مکرمہ میں ہونا شرط ہے۔

جبکہ ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی کی رائے میں اس حالت میں طواف کرنے سے رکن ادا نہیں ہوگا، مجوزین نے قاعدہ شرعیہ "الضرورات تبيح المحظورات" سے بھی اس کے

Marfat.com

جواز پر استدلال کیا ہے (مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا سعید الرحمٰن قاسمی)۔

تاہم سوال کی پہلی شق (الف) میں مقالہ نگار حضرات کی دو رائیں ہیں، مجوزین اور مانعین۔

مجوزین: کا کہنا ہے کہ چونکہ یہ اضطرار اور ضرورت کے درجہ کی چیز ہے اس لئے خواتین کو مجبوراً شرعاً اجازت ہوگی کہ وہ اسی حالت میں طواف کر کے دم دے دے، اس رائے کے حاملین میں مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا شکیل احمد، مولانا محمد رئیس ندوی اور مولانا شبیر احمد قاسمی۔

دلائل

"الضرورات تبیح المحظورات" (الاشباہ والنظائر)۔

"ومن المعلوم أن الصلوات هی أکبر الواجبات علی الإطلاق وتجب فی الیوم واللیلة خمس مرات وأجمع العلماء علی اشتراط الطهارة لها و تباح بل تجب للحاجة لعدم الطهورین فیصلی بغیر وضوء ولا تیمم ویصلی غیر القبلة للضرورة ویصلی العریان عند عدم ما یستر به عورته ونحو ذلک مما أجمع العلماء علی جواز فعل للضرورة وطواف الحائض أولی من هذا کله" (القول بجواز طواف الحائض لابن تیمیہ ر ۴۵)۔

مانعین: کا خیال ہے کہ ناپاکی کی حالت میں طواف معصیت ہے اگر عورت کرے گی تو ادا تو ہو جائے گا لیکن گنہگار بھی ہوگی، اس لئے عورتوں کو اس کی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ اپنے ایام

Marfat.com

ممنوعہ میں طواف بیت اللہ کریں، اس نقطہ نظر کے حاملین میں مندرجہ ذیل حضرات شامل ہیں:

مفتی انور علی اعظمی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا مصلح الدین بڑودوی، مولانا اسعد اللہ قاسمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری۔

دلائل

"افعلی ما یفعل الحاج غیر أن لا تطوفی بالبیت حتی تطهری" (رواہ مسلم)۔

"عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ قال: الحائض والنفساء إذا أتتا علی الوقت تغتسلان تحرمان و تقضیان المناسک کلها وغیر الطواف بالبیت قال أبو معمر فی حدیثه حتی تطهر" (ابوداؤد، ترمذی)۔

سوال نمبر ۱۱

ایام عدت میں خواتین حج یا عمرہ کرسکتی ہیں یا نہیں؟

اس سلسلہ میں مقالہ نگار میں دو طرح کے رجحانات پائے جاتے ہیں:

رجحان اول: یہ ہے کہ کسی معتدہ عورت کو اپنی عفت وعصمت کے لئے کوئی خطرہ نہ ہو، دوبارہ حج کے لئے سفر کے اخراجات مہیا ہونے کی مستقبل میں امید نہ ہو، آفاق سے نکل کر حرم کے قریبی علاقہ میں داخل ہوچکی ہو جہاں سے مکہ کی مسافت سفر یا اس سے کم ہو اور وہاں سے گھر واپسی بھی دقت آمیز ہو، وہاں کسی خاص مقام پر عدت کے ایام گذارنا بھی آسان نہ ہو، غرض مختلف طرح کی مجبوریاں دامنگیر ہوں تو خاتون تمام احتیاطی تدابیر کے ساتھ اپنے فریضہ حج وعمرہ ادا کرسکتی ہے، یہ رجحان مندرجہ ذیل حضرات کا ہے:

مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی،

Marfat.com

مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا سعید الرحمٰن قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی محمد انور علی اعظمی، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا اسعد اللہ قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا ارشاد الحق قاسمی، حکیم ظل الرحمٰن، ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی، مولانا محمد ایوب ندوی، مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا شکیل احمد سیتاپوری، مولانا شمس پیرزادہ اور مولانا محمد رئیس ندوی۔

دلائل

"وأتمو الحج والعمرة لله" (سورہ بقرہ:۱۹۶)۔

"وإن حجت وهي في العدة جاز حجها وكانت بينها وبين مكة مسيرة سفر و بلدها أقل منه أو أكثر لكن يمكنها المقام في موضعها أو قريب منه وإلا فلا إحصار" (بغیۃ المناسک/۱۶۷)۔

"وقال أبويوسف و محمد إذا كان معها ذو محرم فلا بأس أن تخرج في عدتها" (مختصر الطحاوی/ص ۲۱۹)۔

"إذا مات المحرم والمرأة في الطريق فقال أحمد إذا تباعدت مضت فقضت الحج، قيل له قدمت من خراسان فمات وليها ببغداد فقال تمضي إلى الحج وإذا كان الفرض خاصة فهو آكد......وهذا لأنها لا بدلها من السفر بغير محرم فمضيها إلى قضاء حجها أولى" (المغنی/۲۴۰-۲۴۱)۔

رجحان ثانی: یہ ہے کہ وہ محصر کے حکم میں ہوگی اور اس پر محصر کے احکام جاری ہوں گے حج وعمرہ نہیں کرے گی بلکہ عدت کے ایام پورے کرے گی، اس کے اپنانے والوں میں یہ حضرات ہیں:

Marfat.com

مولانا ظفر الاسلام، مولانا عزیر اختر قاسمی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی اور مولانا صدر عالم قاسمی۔

دلائل

"قال ابن الهمام يتحقق الإحصار عندنا بالعدو وغيره كالمرض وهلاك النفقة و موت محرم المرأة و زوجها" (المرقاۃ ۲/۶)۔

"فان كانت في مصر قرت فيه إلى أن تنقض عدتها ولا تخرج وإن وجدت محرما خلافا لهما وإن كانت في قرية أو مفازة لا تأمن على نفسها فلها أن تمضي إلى موضع أمن ولا تخرج منه حتى تمضي عدتها الخ" (ردالمحتار ۲/۱۴۶)۔

سوال نمبر ۱۲

۷-۸ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچنے والے حجاج کو پندرہ دن جو کم از کم مقیم ہونے کے لئے ضروری ہے، پورے ہونے سے قبل ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ کا سفر کر لیتے ہیں، منیٰ اور مکہ کی آبادی بھی ایک دوسرے سے مل گئی ہے تو کیا ایسے حجاج پندرہ دن منجملہ پورے ہونے پر مقیم ہوں گے یا مسافر ہی رہیں گے؟

اکثر مقالہ نگار حضرات کی رائے یہ ہے کہ چونکہ شہروں کا اتصال اور عدم اتصال بلدیہ عرف اور کارپوریشن کی حد بندی پر مبنی ہے اور وہاں کی بلدیہ نے ابھی تک دونوں کو متصل اور ایک شہر قرار نہیں دیا ہے اس لئے دونوں مقامات پر قصر ہی ہوگا اگرچہ مکہ میں پندرہ دن کا عرصہ گذر جائے لیکن منیٰ جانے پر قصر لازم ہوگا، نیز مکہ میں مدت اقامت مکمل ہونے پر اتمام ہوگا، لیکن منیٰ میں چونکہ پندرہ دن رہنا نہیں ہوتا اس لئے وہاں قصر ضروری ہوگی، البتہ کچھ حضرات دونوں کو

Marfat.com

متصل مانتے ہوئے پندرہ یوم پورے ہونے پر دونوں شہروں میں اتمام صلوۃ یعنی مقیم ہونے کے قائل ہیں، جن کے اسمائے گرامی ہیں:

مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا صدر عالم قاسمی، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مفتی شبیر احمد قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی اور ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی۔

جبکہ مولانا عتیق احمد قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا راشد حسین ندوی صاحبان کے نزدیک اگر ایسا ہو گیا ہے اور دونوں شہر مل گئے ہیں، حکومت نے بھی دونوں کو ملا دیا ہے تو ایسے لوگ مقیم ہوں گے ورنہ مسافر ہی رہیں گے، اور مولانا خورشید احمد اعظمی کی رائے میں اگر مسافر پوری ہوگی تو مقیم ورنہ مسافر۔

سوال نمبر ۱۳

نماز وتر رمضان المبارک میں با جماعت مشروع ہے اور ادائیگی میں ائمہ مجتہدین و متبوعین کے نزدیک بظاہر نوعیت میں خاصا فرق واقع ہوا ہے تو کیا ایک امام متبوعین کی دوسرے امام کی اقتداء وتر میں جائز ہے؟

اول: بیشتر یا اکثریت کی رائے یہ ہے کہ اپنی جماعت میسر نہ ہونے، تنہا ادا کرنے میں ثواب کم ہونے اور انتشار سے بچتے ہوئے مجمع اور جماعت کی رعایت کے پیش نظر وتر میں امام حرم کی اقتداء جائز ہوگی، اور وہ دو رکعت پر سلام نہ پھیر کر اپنی ایک رکعت پوری کر لے گا تو کوئی مضائقہ نہیں۔

دلائل

☆"وإن اقتداء الحنفي بمن يسلم على رأس الركعتين في الوتر يجوز ويصلي معه بقيته لأن إمامه لم يخرجه بسلام عنده لانه مجتهد فيه" (فتح القدیر ۱/ ۴۲۳)۔

Marfat.com

"وقال العلامه أنور شاه الكشميرى: وبالجملة فمذهب الحنيفة أنه لا وتر عندهم إلا بثلاث ركعات بتشهدين وتسليم نعم لو اقتدى حنفى بشافعى فى الوتر و سلم ذلك الشافعى الإمام على الشفع الأول على وفق مذهبه ثم الوتر صح وتر الحنفى عند ابى بكر الرازى وابن وهبان" (معارف السنن ۱۷۰/۴)۔

"وعلى قول الهندوانى يصح الاقتداء وإن لم يحتط وظاهره الجواز وإن ترك بعض الشروط عندنا" (شامی ۸/۲)۔

البتہ مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا عبد اللطیف مظاہری، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا تنویر عالم قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا محمد ابراہیم فلاحی اور مولانا عبد الرشید قاسمی صاحبان کی رائے اقتداء میں عدم جواز کی ہے ان حضرات کے نزدیک حنفی اپنی وتر علاحدہ ادا کرے اور مولانا اسعد اللہ قاسمی کی رائے میں صرف حرم میں اس کی اجازت ہوگی دوسری مسجدوں میں نہیں۔

دلائل

"هذا الاقتداء إذا كان يحتاط فى مواضع الاختلاف. كان يجدد الوضوء بخروج نحو دم إلى قوله وأن لا يقطع وتره بسلام على الصحيح" (طحاوی ص ۲۱۲)۔

"واستكله فى الفتح بأنه اقتداء المفترض بالمتنفل وإن لم يخطر عند النية صفة النية أو غيرها بل مجرد الوتر كما هو ظاهر إطلاق التعيين لتقرر النفلية فى اعتقاده ورده فى البحر بما صرح به فى التعيين أيضا من أن الامام إن نوى الوتر وهو يراه سنة جاز الاقتداء، كمن صلى الظهر خلف من يرى أن الركوع سنة وإن نوى بنية التطوع لا يصح الاقتداء، لأنه يصير اقتداء المفترض بالمتنفل" (شامی ۴۹۴/۱)۔

Marfat.com

عرض مسئلہ:

(سوال نمبر ۱، ۲، ۸)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ☆

حج وعمرہ سے متعلق جو مسائل زیر بحث ہیں، ان میں سوال نمبر ۱، ۲ اور ۸ کی بابت عرض مسئلہ کی ذمہ داری اس حقیر کو سونپی گئی ہے، ان مسائل سے متعلق اکیڈمی کو کل ۴۵ جوابات موصول ہوئے ہیں، جن میں انتالیس جوابات حضرات علماء وارباب افتاء کے ہیں اور چھ دار العلوم سبیل السلام حیدر آباد کے طلبہ تخصص فی الفقہ کے، افسوس کہ بعض مقالہ نگاروں کی رائے واضح نہیں ہے، چونکہ ان تمام حضرات کا فرداً فرداً تذکرہ موجب طوالت ہوگا، نیز چونکہ عام طور پر آراء میں ہم آہنگی اور موافقت پائی جاتی ہے، اس لئے ہر رائے کے ساتھ اس رائے کے قائلین کا ذکر بھی راز نفسی سے خالی نہیں، اس لئے صرف ان حضرات کے ذکر پر اکتفا کیا جائے گا جن کا نقطہ نظر عمومی رائے سے مختلف ہو۔

سوال نمبر ۱ اور ۲ کا ماحصل قریب قریب ایک ہی ہے کہ اگر آفاقی یا خود مکی کو بار بار حدود میقات سے تجاوز کر کے حرم کی طرف آنا پڑتا ہو، تو کیا ایسے شخص کے لئے ہر بار نیا احرام باندھ کر میقات کے اندر آنا اور عمرہ کرنا ضروری ہوگا؟

اس سلسلہ میں عام رائے جو ہے اور از راہ حاجت ائمہ ثلاثہ کے قول پر فتویٰ دینے کی ہے، مولانا عبد اللطیف مظاہری، مولانا عبد الرحیم بھوپالی، مولانا ابراہیم فلاحی (گجرات) اور

☆ ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد۔

Marfat.com

مولانا برہان الدین سنبھلی نے آفاقی اور مکی دونوں ہی کے حق میں احرام کو ضروری قرار دیا ہے، البتہ بوقت حاجت اس حیلہ کے اختیار کرنے کی اجازت دی ہے جو فقہ حنفی کی اکثر کتابوں میں موجود ہے، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی نے آفاقی اور مکی میں فرق کیا ہے کہ آفاقی کے لئے تو احرام باندھ کر ہی آنا ضروری ہوگا، مکہ کے ٹیکسی ڈرائیور وغیرہ پر احرام باندھنا واجب نہ ہوگا۔

اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو شخص حج وعمرہ کے مقصد سے مکہ مکرمہ آئے، اس کے لئے احرام باندھ کر آنا ضروری ہے، اس پر بھی قریب قریب اتفاق ہے کہ ان لوگوں کے لئے جو ایندھن لاتے اور فروخت کرتے ہوں بلا احرام حرم میں واپس آنا جائز ہے، امام بخاریؒ نے اس سلسلہ میں تعلیقاً روایت نقل کی ہے (بخاری: ار باب دخول الحرم ومكة بغير احرام) اور علامہ عینی نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خود امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے (عمدۃ القاری)، ان دونوں صورتوں کے علاوہ دوسرے لوگ جو میقات سے گذر کر حرم میں آئیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان کے لئے احرام باندھ کر آنا ضروری ہے، اگر بلا احرام میقات سے آگے بڑھ گیا تو واجب ہے کہ میقات تک واپس جائے اور احرام باندھ کر آئے یا دم جنایت ادا کرے۔ دوسرے فقہاء کی آراء کے نقل کرنے میں اہل علم کے یہاں خاصا اضطراب پایا جاتا ہے اور یہ باعث تعجب نہیں، کیونکہ ائمہ ثلاثہ اور بالخصوص امام شافعی اور امام احمدؒ کے یہاں کثرت اقوال ایک معروف بات ہے، اس لئے ضروری ہے کہ خود ان فقہاء کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے، اور دیکھا جائے کہ ان حضرات کے یہاں معتبر اور صحیح تر قول کیا ہے، فقہ مالکی کا مستند ترین مآخذ مدونہ ہے، اور ''مدونہ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور مقصد سے مکہ آئے، اس کے لئے احرام باندھ کر مکہ آنا مستحب ہے، ''قال مالک: لا أحب لأحد من الناس أن يقدم من بلده إلى مكة فيدخلها بغير إحرام'' (المدونۃ الکبری ار ۳۰۳)، فقہاء شوافع میں نووی کی کتاب ''الایضاح'' خاص مناسک ہی سے متعلق ہے، انہوں نے اس سلسلہ میں تین اقوال نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ صحیح تر قول ایسے شخص کے لئے احرام کا مستحب ہونا ہے، ''فیہ

Marfat.com

خلاف منتشر يجمعها ثلاثة أقوال: أصحها أنه مستحب" (کتاب الایضاح ۱۹۷)

البتہ فقہاء شوافع کے یہاں اپنے عمل کو فقہاء کے اختلاف سے بچاتے ہوئے بلا احرام آنے کی صورت میں دم ادا کردینا مسنون ہے، "**ويسن بتر كه دم**" (الافصاح علی مسائل الایضاح ۱۲۱)۔

حنبلی دبستان فقہ کے مستند ترین ترجمان ابن قدامہ نے امام احمدؒ کا دو قول نقل کیا ہے: ایک یہ کہ جو شخص حاجت متکررہ کے لئے داخل نہ ہو، اس کے لئے احرام باندھنا ضروری ہوگا: "**المكلف الذى يدخل لغير قتال ولا حاجة متكررة فلايجوز له تجاوز الميقات غير محرم به**" (المغنی ۳/۱۱۶)، گویا حاجت متکررہ کی بنا پر جسے مکہ آمد ورفت کرنا پڑے اس کے لئے بلا احرام دخول مکہ کی اجازت ہے، دوسرا قول امام احمد کا حج وعمرہ کے علاوہ صورت میں مطلق بلا احرام جواز کا ہے (حوالہ سابق)۔

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن شارحین حدیث اور مسالک فقہیہ کے ناقلین نے بلا احرام حرم میں داخلہ کے عدم جواز والے قول کو جمہور کا قول قرار دیا ہے، انہوں نے مختلف مکاتب فقہ کے ان اقوال کی بنا پر کہا ہے جو خود اصحاب مذہب کے نزدیک قول مرجوح ہے، جمہور کا نقطہ نظر یہی ہے کہ جو لوگ حج وعمرہ کے ارادہ سے حرم نہ آئے ہوں ان کے لئے احرام باندھ کر آنا مستحب اور مسنون ہے، نہ کہ واجب اور موجب دم۔

حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں ہی نقاط نظر پر وقیع منصوص اور معقول دلائل موجود ہیں، اور ائمہ مجتہدین کا کسی رائے کو قبول کرنا دراصل بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رائے دلائل سے عاری اور علمی وزن سے خالی نہیں ہے، لیکن فریقین کے دلائل کی طرف محض اس لئے اشارہ کیا جاتا ہے تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ مسئلہ استدلالی اعتبار سے بھی مجتہد فیہ ہے، نہ کہ قطعی۔

جو حضرات میقات کے باہر سے حرم آنے والوں کے لئے احرام کو ضروری قرار دیتے ہیں ان کی دلیلیں حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت سعید بن جبیر نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: "**لا يجاوز**

Marfat.com

أحد الوقت إلا المحرم" (مصنف ابن أبی شیبہ ۴/ ۵۲) گو یہ روایت سعید بن جبیرؒ نے مرسلاً ذکر کی ہے، لیکن حافظ زیلعی نے مصنف ابن ابی شیبہ ہی کے حوالہ سے عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ نقل کیا ہے، لیکن مصنف کے موجودہ نسخوں میں موجود نہیں، اس لئے ممکن ہے کہ مصنف کے بعض نسخوں میں یہ روایت مسنداً بھی نقل کی گئی ہو، کیونکہ بظاہر حافظ زیلعی جیسے متثبت اور متقن محدث پر اعتماد نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

۲- خود امام شافعی نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ وہ بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے والوں کو واپس لوٹا دیا کرتے تھے (مسند امام شافعی/ ۱۱۶)۔

۳- حنفیہ کا خیال ہے کہ احرام کا مقصد حرم کی مبارک و میمون سرزمین کا احترام بھی ہے نہ کہ صرف حج و عمرہ، اور ظاہر ہے کہ یہ احترام ہر وارد حرم پر واجب ہے۔

جو حضرات احرام کو ضروری قرار نہیں دیتے ان کے پیش نظر یہ ہے کہ:

۱- حضرت عبداللہ بن عباسؓ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے میقات سے گذرنے والے لوگوں پر اس وقت احرام لازم قرار دیا جبکہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔

"إن النبی ﷺ وقت لأهل المدينة ذا الحليفة ولأهل نجد قرن المنازل ولأهل اليمن يلملم هن لهن ولكل آت أتى عليهن من غيرهن من أراد الحج والعمرة" (عمدۃ القاری ۱۰/ ۲۰۵)۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب عمرہ کر کے مدینہ تشریف لائے اور قُدید ہی میں معلوم ہوا کہ مدینہ پر فوج کشی ہو چکی ہے تو مکہ واپس گئے اور بلا احرام داخل ہوئے، اس روایت کو امام مالک اور امام محمد بسند متصل اور امام بخاریؒ نے تعلیقاً نقل کیا ہے۔

۳- حضرت ابو قتادہؓ کا واقعہ صحاح ستہ میں بتفصیل موجود ہے، جو مکہ حج سے متعلق دوسری ضروریات کے لئے بھیجے گئے تھے، انہوں نے میقات سے احرام نہیں باندھا تھا اور اسی لئے شکار بھی فرمایا تھا (نیل الاوطار ۲/ ۳۰۰)۔

Marfat.com

۴- غزوہ خیبر کے بعد آپ ﷺ نے حجاج بن علاط کو مکہ بھیجا ہے اور وہ بھی بلا احرام مکہ میں داخل ہوئے (نیل الاوطار ۲/۳۰۱)۔

۵- احرام کا تعلق اصل میں حج وعمرہ کی عبادت سے ہے نہ کہ حرم شریف کے احترام سے، یہی وجہ ہے کہ احرام حج وعمرہ کی تکمیل ہی پر کھولا جاتا ہے، اگر احترام حرم کی بنا پر احرام ہوتا تو حِل میں رہنے والوں کے لئے احرام ضروری ہوتا، ان دونوں نقاط نظر کے سلسلہ میں اہم منصوص اور معقول دلائل ہیں، اور گو فریقین نے ایک دوسرے کے دلائل کے جوابات بھی دیئے ہیں، لیکن یہاں تقابل اور ترجیح مقصود نہیں، بلکہ اس قدر عرض کرنا ہے کہ یہ دونوں ہی رائیں مناسب دلائل و براہین پر مبنی ہیں، اور نفس مسئلہ پر نہیں بلکہ موجودہ حالات کی روشنی میں ہمیں اس پر غور کرنا ہے۔

غور طلب نکات دو ہیں: اول یہ کہ جو حضرات احرام کو ضروری قرار دیتے ہیں، لیکن حل میں رہنے والوں اور ایندھن فروشوں (حطابین) کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، تو ان کا یہ استثناء کسی نص پر مبنی ہے اور وہ نص تعبدی ہے یا یہ استثناء معلول بالعلۃ ہے اور علت دفع حرج ہے؟ دوسرے کیا موجودہ حالات میں ڈرائیوروں اور تاجروں کو احرام باندھ کر جانے کا پابند کرنے میں حرج محسوس کیا جاتا ہے، کیا وہ واقعی معتبر بھی ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ حل میں رہنے والوں اور ایندھن فروشوں کے لئے استثناء کوئی تعبدی حکم نہیں، بلکہ علت حرج ہی سے متعلق ہے، غور فرمایئے کہ حرم شریف کا احترام تو ان لوگوں کے لئے بھی ہے، جو حدود حرم کے اندر رہتے ہوں، بلکہ اگر میقات کے مفہوم کو آپ عام قرار دیں تو اہل حل کے لئے وہ حصہ بھی گویا میقات ہی ہے جہاں حرم کی ابتداء ہوتی ہے، جیسا کہ فقہاء لکھتے ہیں کہ جو شخص حل کے اندر ہو "فوقته للحج والعمرة الحل" (اللباب فی شرح الکتاب ۱/۱۸۰)۔

پس جن حدیثوں میں "لا تجاوز الوقت إلا بإحرام" (نصب الرایۃ ۳/۱۵) کا لفظ آیا ہے، وہ گویا آفاقی اور حلی دونوں ہی کو شامل ہے، اس سے بھی زیادہ صریح روایت بیہقی کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہے: "لايدخل أحد مكة إلا محرما"، حافظ ابن حجر نے اس

Marfat.com

کی سند کو جید قرار دیا ہے (نیل الاوطار ۲/۳۰۰)، اس میں تو ہر اس شخص کے لئے احرام کو ضروری قرار دیا گیا ہے جو مکہ میں داخل ہونا چاہے وہ حدود میقات کے باہر سے آئے یا اندر سے، اب ظاہر ہے کہ جن فقہاء نے اہل حل کا اور ایندھن فروشوں کا اس سے استثناء کیا ہے وہ دفع حرج ہی کے تحت ہے، اسی لئے ابن ہمام کہتے ہیں:

"من كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته لأنه يكثر دخول مكة وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بين" (فتح القدیر ۳/۴۲۵)۔

لہذا اتنی بات تو واضح ہوگئی کہ یہ استثناء و تخصیص معلول بالعلۃ ہے، اور اہل حل اور ایندھن فروشوں کو مستثنیٰ کرنا دفع حرج کی علت پر مبنی ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ آج کل ڈرائیور اور تجار کی بار بار حرم میں آمد و رفت ایسا حرج ہے یا نہیں جو معتبر ہو؟ اس سلسلہ میں علامہ عینی کی یہ عبارت چشم کشا ہے:

"وقال أبو عمر: لا أعلم خلافا بين فقهاء الأمصار في الحطابين ومن يدمن الاختلاف إلى مكة ويكثره في اليوم والليلة أنهم لا يأمرون بذلك لما عليهم فيه من المشقة" (عمدۃ القاری ۱۰/۲۰۵)۔

نیز مولانا عبدالحی لکھنوی رقمطراز ہیں:

"ورخصوا للحطابين ومن يكثر دخولهم ولمن خرج منها يريد بلده ثم بدا له أن يرجع كما صنع ابن عمر" (التعلیق الممجد/۲۱۹)۔

اس لئے جن لوگوں کو روزانہ ایک یا اس سے زیادہ دفعہ میقات سے گذر کر مکہ میں داخل ہونا پڑتا ہے، اس کے لئے واقعۃً یہ حرج ہے اور اس حرج کا معتبر ہونا خود فقہاء حنفیہ کی عبارت سے واضح ہے، اس لئے اس کا اعتبار کیا جانا چاہئے۔

ایک فقہی مذہب سے دوسرے فقہی مذہب کی طرف جزوی عدول کے لئے علماء اصول نے جن شرطوں کو ملحوظ رکھا ہے، ان میں دو باتیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں، اول یہ کہ وہ دوسری

Marfat.com

رائے بھی قوی دلیل پر مبنی ہو بقول علامہ علائی: "إذا رأى القول المخالف لمذهب إمامه دليلا قويا راجحا" (تیسیر التحریر ۴/۲۵۵)، اور دوسرے یہ کہ کوئی ضرورت اس عدول کی متقاضی ہو، علامہ شامی کا بیان ہے:

"والحاصل أنه إذا أتفق أبو حنيفه وصاحباه على جواب لم يجز العدول عنه إلا لضرورة" (رسم المفتی/۷۰)۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ فقہاء جہاں مسائل فقہیہ میں ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف عدول کی بات کرتے ہیں وہاں ضرورت سے اضطرار یا اصطلاحی ضرورت مراد نہیں ہوتی، علامہ حصکفی نے سفر میں جمع بین الصلاتین کی اجازت بر بنائے ضرورت دی ہے، اور شامی نے اس ضرورت کی تشریح ایک گونہ مشقت سے کی ہے، "وما فيه نوع مشقة" (ردالمحتار ۲/۳۵۶)۔

پس نصوص شارع میں تخصیص کے لئے جس درجہ کا حرج مطلوب ہوتا ہے، فقہاء کے اجتہادات میں ایک رائے سے دوسری رائے کی طرف عدول کے لئے اس درجہ کی ضرورت مطلوب نہیں، اور زیر بحث مسئلہ میں حرج کی جو کیفیت پائی جاتی ہے وہ اس عدول کے جائز ہونے کے لئے کافی ہے، اور جہاں تک حیلہ کی بات ہے تو اس حیلہ میں جو تکلف ہے وہ تو ظاہر ہی ہے، علاوہ اس کے خیال ہوتا ہے کہ فقہاء نے جہاں کہیں حیلوں کی رہنمائی کی ہے، وہاں کسی سخت ضرورت کی وجہ سے عارضی طور پر اس عمل کی گنجائش فراہم کرنا مقصود ہے، اب روز روز آنے والے تاجروں کو مشورہ دینا کہ وہ ہمیشہ اسی حیلہ سے کام لیا کریں اور حیلہ کو ایک مستقل عمل بنالیں درست نظر نہیں آتا، اس طرح دین کے بازیچہ اطفال بن جانے اور شریعت کے اوامر ونواہی کی بابت بے حسی و بے احترامی پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

لہذا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱- حرم میں عبادت کے علاوہ کسی اور مقصد سے داخلہ کے لئے احرام کا واجب ہونا یا نہ ہونا ایک اجتہادی مسئلہ ہے، جمہور فقہاء کے نزدیک احرام واجب نہیں، اور وہ بھی اپنی اس رائے

Marfat.com

کے لئے قوی دلائل رکھتے ہیں۔

۲- حل میں رہنے والوں اور ایندھن فروشوں کے لئے بلا احرام داخل ہونے کی اجازت علت حرج پر مبنی ہے۔

۳- ایسے لوگ جن کو روز میقات سے گذر کر حرم میں داخل ہونا پڑتا ہو، ان کا حرج اس درجہ کا ہے جو ایک فقہی مسلک سے دوسرے فقہی مسلک کی طرف جزوی انتقال کے لئے کافی ہے اور عدول اختلاف برہان پر مبنی نہیں، بلکہ اختلاف زمان پر مبنی ہے۔

لہذا فی زمانہ ان لوگوں کے لئے جن کو بار بار اور روزانہ حرم میں داخل ہونا پڑتا ہے بلا احرام داخل ہونا جائز ہونا چاہئے، ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۸ دس ذی الحجہ کے افعال میں ترتیب سے متعلق ہے، اس سوال سے متعلق بھی انہیں پینتالس حضرات کے جواب آئے ہیں، ان میں مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا ظفر الاسلام اعظمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا عبد اللطیف مظاہری، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا حبیب اللہ قاسمی اور مولانا ابراہیم فلاحی کی رائے ہے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے کے مطابق ان افعال میں ترتیب واجب ہے، دوسرے مقالہ نگاروں کے نزدیک موجودہ حالات میں مذبح کی دوری، ازدحام کی کثرت اور لوگوں کی جہالت و ناواقفیت کے باعث دیگر فقہاء اور صاحبین کے مسلک پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، جس کے مطابق افعال میں ترتیب واجب نہیں۔

اس سلسلہ میں فقہاء کے مذاہب کی تفصیل یہ ہے کہ طواف زیارت اور باقی تین افعال رمی، قربانی اور حلق کے درمیان بالاتفاق ترتیب واجب نہیں، اس پر بھی اتفاق ہے کہ حج افراد ادا کرنے والے کے لئے چونکہ قربانی واجب نہیں ہے اس لئے اس کے حق میں قربانی میں بھی ترتیب ضروری نہیں، تمتع اور قران کرنے والے کے لئے ان تینوں افعال میں ترتیب کی رعایت مسنون ہے نہ کہ واجب، اور اسی بنا پر اگر ترتیب کی رعایت نہ کی گئی ہو تو دم واجب نہیں (المدونۃ

Marfat.com

۱/ ۳۲۳، تحفۃ المحتاج ۱/ ۱۲۲، الاقناع ۱/ ۱۹۱)، البتہ امام مالک نے رمی سے پہلے بال منڈانے والے پر فدیہ واجب قرار دیا ہے۔

"فما یقول مالک فیمن حلق قبل أن یرمی الجمرة؟ قال مالک علیه الفدیة" (المدونۃ الکبری ۱/ ۲۳)۔

اور حنابلہ نے جانتے بوجھتے ترتیب کی خلاف ورزی کو باعث کراہت کہا ہے (الاقناع ۱/ ۳۹۱)، فقہاء احناف میں بھی صاحبین کے نزدیک ترتیب سنت ہے واجب نہیں، اس لئے اگر ان افعال میں تقدیم وتاخیر ہو جائے تو کچھ واجب نہیں ہوتا۔

"أما عندهما فعدم التاخیر سنة حتی لو ذبح بعد التحلل بالحلق لا شئ علیه" (رد المحتار ۲/ ۲۵۰)۔

ان حضرات کا استدلال ان مشہور روایات سے ہے جو صحاح میں منقول ہیں، اور جن میں حلق قبل الذبح اور ذبح قبل الرمی کے بارے میں آپ ﷺ نے "لاحرج" فرمایا، حرج سے یہ حضرات حرج دنیوی اور حرج اخروی دونوں ہی مراد لیتے ہیں، یعنی نہ ایسے شخص پر دم جنایت واجب ہوگی اور نہ وہ آخرت میں گنہ گار ہوگا۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ترتیب واجب ہے اور اس ترتیب کی خلاف ورزی کی صورت میں دم جنایت بھی واجب ہوگا (دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/ ۱۳۳، المبسوط ۴/ ۶۵)۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے:

"من قدم شیئا من حجه أو أخره فلیهرق لذلک دما"۔

علامہ ترکمانی نے اس کو امام مسلم کی سند پر صحیح قرار دیا ہے (الجوہر النقی ۱/ ۷۴)۔

اس کے علاوہ جیسے نماز کے افعال جس ترتیب سے آپ سے ثابت ہیں یہی ترتیب ان کی ادائیگی میں ملحوظ ہے، اسی طرح ضروری ہے کہ حج کے افعال آپ ﷺ سے جس ترتیب سے ثابت ہوں اسی ترتیب سے ان کی انجام دہی ضروری ہو۔

Marfat.com

لیکن امام ابوحنیفہ کے نقطہ نظر کی بابت دو باتیں ضرور ملحوظ رہنی چاہئیں، اول یہ کہ اگر کوئی شخص ترتیب کے مسئلہ سے واقف نہ ہو، اور عدم واقفیت کی بنا پر ترتیب کی خلاف ورزی کر دے تو خود امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی اس پر کچھ واجب نہیں، فقہ کی متداول کتابوں میں اس بابت موجود نہیں لیکن خود امام محمد نے "کتاب الحجۃ علی أہل المدینۃ" میں پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

أخبرنا محمد عن أبي حنيفة في الرجل يجهل وهو حاج فيحلق رأسه قبل أن يرمي الجمرة أنه لا شئ عليه وقال أهل المدينة إذا جهل الرجل فحلق رأسه قبل أن يرمي الجمرة افتدى (کتاب الحجۃ علی أہل المدینۃ ۲/۲۷۱، ۲۷۳)۔

گویا امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ میں عالم اور جاہل کے درمیان فرق کیا ہے، امام محمد کا استدلال اس پر بڑا لطیف اور نفیس ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی راویت میں ہے:

جاء رجل فقال يا رسول الله لم أشعر فحلقت قبل أن أذبح قال اذبح ولا حرج، قال آخر يا رسول الله لم أشعر فنحرت قبل أن أرمي قال ارم ولا حرج۔

تو یہاں استفسار کرنے والے شخص نے عدم شعور یعنی عدم علم کی بنا پر ترتیب کی خلاف ورزی کی تھی، لہذا "لاحرج" کا حکم بھی ایسے ہی شخص کے ساتھ مخصوص ہوگا جو عدم علم کی بنا پر اس کا مرتکب ہوگا، گویا لم أشعر، لم أكن عالما بحكم الترتيب کے معنیٰ میں ہے، امام بخاری کا ایک ترجمۃ الباب بھی امام محمد کے اس استدلال کو تقویت پہنچاتا ہے، بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس والی روایت پر یوں عنوان قائم کیا ہے: "باب إذا رمى بعد ما أمسى أو حلق قبل أن يذبح ناسيا أو جاهلا"۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک بھی واجبات حج کا ترک اس وقت موجب دم ہوتا ہے جب بلا عذر واجب کو ترک کیا گیا ہو، گو اس سلسلہ میں مشائخ کے یہاں ایک گونہ

Marfat.com

اختلاف ہے لیکن کاسانی نے اسی کو ترجیح دیا ہے کہ عذر کی بنا پر ترک واجب موجب دم نہیں، کاسانی نے سعی بین الصفا والمروۃ کو واجب بتاتے ہوئے لکھا ہے:

إذا كان واجبا فإن تركه لعذر فلاشئ عليه وإن تركه لغير عذر لزمه دم لأن هذا حكم ترك الواجب في هذا الباب (بدائع الصنائع ۲/۱۳۴)۔

علامہ شامی نے بھی جنایات کے باب میں شروع ہی میں بطور اصول اس کا ذکر فرمایا ہے (ردالمحتار ۲/۲۰۰) جس سے خیال ہوتا ہے کہ شامی کا رجحان بھی اسی طرف ہے، اس طرح اگر کوئی شخص ناواقفیت یا عذر کی وجہ سے ان افعال میں ترتیب قائم نہیں رکھ سکے تو امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق بھی اس پر دم واجب نہیں ہوگا، نیز یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ چونکہ خاص کر قربانی میں مطلقاً نیابت جائز ہے، اس لئے مذبح کی دوری چنداں مضر نہیں۔

پس جمہور اور صاحبین کی رائے بھی قوی دلیل پر مبنی ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جن مسائل میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہو ان میں صاحبین کی رائے کو ترجیح دینا اصحاب افتاء کے یہاں کوئی نادر اور قلیل الوقوع امر نہیں، نیز مشائخ نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ صاحبین کا قول بھی دراصل امام ابوحنیفہ ہی کے ایک قول کی حیثیت رکھتا ہے لیکن ان سب کے باوجود بظاہر اس مسئلہ میں صاحبین کی رائے کی طرف عدول کی حاجت محسوس نہیں ہوتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

۱- اس مسئلہ میں بھی فریقین کے پاس قوی دلائل موجود ہیں۔

۲- اگر جہالت یا ناواقفیت کی وجہ سے ترتیب کی خلاف ورزی ہو تو امام ابوحنیفہ کے یہاں بھی یہ موجب دم نہیں۔

۳- عذر کی بنا پر ترتیب کی خلاف ورزی کرنی پڑے تب بھی اس سے دم واجب نہیں ہوگا۔

۴- جو لوگ ترتیب کے مسئلہ سے واقف بھی ہوں اور کوئی عذر ان کے لئے اس ترتیب پر عمل کرنے سے مانع نہ ہو ان کے لئے ترتیب واجب ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے۔

Marfat.com

عرض مسئلہ:

(سوال نمبر ۳، ۴، ۵، ۹)

مفتی انور علی اعظمی ☆

سوال نمبر ۳

مکہ مکرمہ میں مقیم اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہو تو اشہر حج کے شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا درست ہے یا نہیں یعنی مکی کے لئے تمتع یا قران کی گنجائش ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں کل تینتالیس رائیں مرسلہ مقالات سے حاصل ہوئیں، ان میں سات حضرات مکہ میں مقیم شخص کے لئے تمتع اور قران کی گنجائش سمجھتے ہیں، اور بقیہ چھتیس مقالہ نگار اس حق میں ہیں کہ ایسے شخص کے لئے تمتع اور قران کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرات مجوزین کے اسماء یہ ہیں:

مولانا اخلاق الرحمٰن، مولانا ایوب ندوی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا عبد اللطیف کاکوسی، مولانا عتیق احمد بستوی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا ارشاد احمد۔

حضرات مانعین کے اسماء یہ ہیں:

مولانا خورشید انور بنارس، مولانا خورشید احمد مئو، مولانا اشتیاق احمد مئو، مولانا انور علی مئو، مولانا ابوسفیان مئو، مولانا برہان الدین سنبھلی، جناب شمس پیرزادہ، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی محبوب علی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی مصلح الدین بڑودہ، مولانا

☆ دار العلوم مئو یوپی۔

Marfat.com

شاہین جمالی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا سراج الدین، مولانا تنویر عالم قاسمی، حکیم ظل الرحمٰن دہلی، مولانا ابراہیم فلاحی، مولانا قمر الزماں ندوی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا عبد العظیم اصلاحی، مولانا شکیل احمد بستوی، مولانا عبد السلام ابو ہریرہ سلفی، مولانا رئیس احمد ندوی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا اسعد اللہ قاسمی، مولانا محمد جنید احمد قاسمی، مولانا ابرار الحق، مولانا عبد الفتاح عادل، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا فضل الرحمٰن افضل قاسمی، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا عبد الرشید گورینی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی مئو۔

جن حضرات نے اس مسئلہ میں جواز کا قول نقل کیا ہے، ان میں سے متعدد حضرات کا استدلال یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں مقیم شخص کے اہل وعیال بھی مکہ ہی میں رہتے ہیں وہ تمتع کے ارادہ سے عمرہ کرنے کے بعد اپنے بال بچوں میں یعنی اپنے گھر میں رہے گا، لہذا اس کی جانب سے تمتع متحقق ہی نہیں ہوگا بلکہ المام صحیح ہوجانے کی بنا پر اس کا حج مفرد ہی ہوگا، ان لوگوں نے شامی کی ایک عبارت سے استدلال کیا ہے:

"أما التمتع فإنه لا يتصور للإلمام الذی يوجد منه بينهما" (شامی ۲/ ۱۹۸)۔

اس مسئلہ میں علامہ شامی نے ایک طویل بحث کے بعد اسی رائے کو ترجیح دی ہے کہ مکی سے قران کا تصور تو ہوسکتا ہے، تمتع کا تصور نہیں ہوسکتا۔

صحیح بخاری میں "باب قول الله عز وجل ذلک لمن لم يكن أهله حاضری المسجد الحرام" کے تحت ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ منقول ہیں: "فإن الله أنزله فی كتابه وسنة نبيه ﷺ وأباحه للناس غير أهل مكة قال الله تعالىٰ ذلک لمن لم يكن أهله حاضری المسجد الحرام" (صحیح بخاری مع الفتح ۳/ ۳۴۶)۔

مصنف ابن أبی شیبہ میں مجاہد، عروہ، طاؤس، میمون اور امام زہری جیسے بڑے بڑے تابعین کے آثار منقول ہیں جو اہل مکہ کے لئے حج تمتع کے عدم جواز پر دال ہیں، ہدایہ اور فقہ حنفی کی

Marfat.com

دیگر کتب میں منقول ہے:

"ليس لأهل مكة تمتع ولا قران وإنما لهم الإفراد خاصة"(ہدایہ مع الفتح ۳ر۱۰)۔

مذکورہ جملہ عبارات اس بات پر صراحت کر رہی ہیں کہ مکی کے لئے تمتع اور قران درست نہیں ہیں، نیز یہ کہ مکی کے لئے متعہ متصور ہے، المام صحیح کو بنیاد بنا کر مکی سے تمتع کی نفی کرنا درست نہیں ہے، مزید وضاحت کی خاطر ملا علی القاری کی عبارت لباب سے نقل کی جاتی ہے، ملا علی القاری نے پہلے فقہاء احناف کے دونوں قسم کے اقوال نقل کئے ہیں یعنی تحقق متعہ کا قول اور بطلان متعہ کا قول، اس کے بعد تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "وفيه أن الجمع بين كلام أئمة المذاهب وقول المشائخ هو الأولىٰ بالاعتبار بأن نقول قولهم تمتعهم مرادهم بطل تمتعهم المسنون لا تمتعهم اللغوى بلا مرية عندهم وكذا تصريحهم فى الشرط بأن الشرط إنما هو فى التمتع المسنون لا لمطلق التمتع وإلا فلا معنى لوجوب الدم والله سبحانه وتعالىٰ أعلم"، پھر ملا علی القاریؒ نے المام صحیح کا بھی جواب دیا ہے:

وأما الجواب عن الإلمام فهو أن إلمام أهل مكة ليس يضرهم لما وقع اتفاق علماء الأعلام من أن الآفاقي إذا كان معه أهل صح له التمتع وإنما يضره الإلمام إذا كان بعد فراغه من عمرته سافر إلى بلده أو قريته من نحو كوفة أو بصرة ونزل بأهله كما هو مقرر فى محله وهذا غاية التحقيق والله ولى التوفيق (شرح لباب لعلی القاری ر ۱۵۳)۔

ان دلائل کی بنا پر راقم السطور کی رائے یہی ہے کہ اہل مکہ کے لئے قران اور متعہ مکہ میں رہتے ہوئے درست نہیں ہے۔

سوال نمبر ۴

جو حضرات ائمہ مکی کے لئے تمتع اور قران کو جائز نہیں کہتے اور اسی کے ساتھ ساتھ

Marfat.com

میقات کے باہر سے مکہ مکرمہ جانے والے ہر شخص کے لئے (خواہ اس کی نیت حج یا عمرہ کی نہ ہو) میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا لازم قرار دیتے ہیں، ان کے مسلک کے اعتبار سے ایک دشواری یہ پیش آتی ہے کہ مکہ مکرمہ میں مقیم جو حضرات حج کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر وہ اپنی کسی ضرورت سے اشہر حج میں میقات کے باہر گئے پھر مکہ مکرمہ واپسی پر اگر بغیر احرام باندھے میقات کے اندر داخل ہوں تو انہیں دم دینا پڑے گا، اور اگر عمرہ کے احرام کے ساتھ میقات میں داخل ہوں پھر عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے بعد اسی سال حج بھی کریں تو ایک ممنوع صورت کا ارتکاب ہوگا اور دم جنایت لازم ہوگا، اس صورت حال سے بچنے کے لئے حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کو پابند کرنا کہ اشہر حج شروع ہونے کے بعد میقات کے باہر نہ جائیں، تنگی و دشواری کی بات ہے، کیونکہ اشہر حج کا عرصہ خاصا طویل ہے، اہل مکہ کی اس مشکل کا حل تلاش کرنے کے لئے مقالہ نگاروں کی رائیں مختلف ہیں، اس موضوع پر تقریباً چونتیس جوابات موصول ہوئے۔

حضرات مجیبین کو ان کی آراء کی روشنی میں چار حصوں میں تقسیم کی جا سکتا ہے:

۱- بعض حضرات نے اس مشکل کا یہ حل پیش کیا ہے کہ ایسا شخص احرام کی پابندی سے مستثنیٰ ہے، احرام کی پابندی اس شخص کے لئے ہے جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے میقات تجاوز کرنا چاہتا ہو، اس رائے کے قائلین مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا عبد السلام ابو ہریرہ سلفی، مولانا رئیس احمد ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی محبوب علی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی۔

۲- دوسری رائے یہ ہے کہ ایسا شخص عمرہ کے احرام کے ساتھ مکہ میں داخل ہوگا اور عمرہ بھی کرے گا اور اسی سال حج بھی کرے گا اور اس پر دم جنایت بھی لازم نہیں ہوگا، کیونکہ مکی کی جانب سے تمتع متحقق ہی نہیں ہوگا، اس کے قائلین مندرجہ ذیل علماء کرام ہیں:

مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اور مولانا عتیق احمد بستوی۔

۳- تیسری رائے یہ ہے کہ مکی کے لئے تمتع کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اگر اس کے اوپر حج

Marfat.com

فرض ہے تو اشہر حج میں میقات سے باہر نہ جائے اور اخروی نفع کے سامنے دنیوی خسارہ کو قبول کرے، اور اگر حج کی فرضیت سے سبکدوش ہو چکا ہے تو اس سال عمرہ پر اکتفا کرے اور حج نفل سے احتراز کرے، اس رائے کے قائل ہیں:

مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی مئو۔

اس رائے کے قائلین میں مولانا شاہین جمالی اور قاری ظفر الاسلام کا خیال یہ ہے کہ ایسا شخص حیلہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہو۔

۴- چوتھی رائے یہ ہے کہ ایسا شخص عمرہ کے احرام کے ساتھ حدود حرم میں داخل ہو اور عمرہ بھی کرے پھر حلال ہونے کے بعد اس سال حج بھی کرے اور خلاف مسنون امر کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے دم جنایت ادا کرے، اس کے قائلین ہیں:

مولانا اشتیاق احمد، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا انور علی اعظمی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا خورشید انور اعظمی مظہر العلوم بنارس، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا ابرار الحق صدیقی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا ارشاد احمد قاسمی، مولانا محمد نور القاسمی، حکیم ظل الرحمٰن۔

اس مشکل کے حل کے لئے احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کرنا ابن عباس کے اس اثر کے خلاف ہے جس کو ابوالشعثاء نے روایت کیا ہے: **أنه رأى ابن عباس رضى الله عنهما يرد من جاوز الميقات غير محرم** (مسند شافعی ۱۶/۱)۔

نیز علامہ شوکانی نے بیہقی کے حوالہ سے ایک حدیث کا ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو جید کہا ہے، وہ یہ ہے: "لایدخل أحد مكة إلا محرما" (نیل الأوطار ۲۸/۵)۔

اسی طرح یہ کہنا کہ یہ لوگ عمرہ بھی کریں اور حج بھی کریں ان کی جانب سے تمتع کا وجود متصور ہی نہیں ہے، اگرچہ علامہ شامی نے اس قول کی حمایت کی ہے مگر دوسرے فقہاء نے اس کا رد کیا ہے اور اس کی صراحت کی ہے کہ اہل مکہ کا اپنے اہل وعیال میں جانا المام صحیح نہیں ہوگا، لہذا

Marfat.com

ان سے بھی تمتع کا تصور ہے بلکہ اشہر حج میں دونوں کو جمع کرنے سے اس کا تحقق بھی ہوگا، لیکن ان کے لئے اس کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ اس کے تفصیلی دلائل سوال نمبر (۳) کے عرض مسئلہ میں ذکر کئے گئے ہیں۔

ان کا اہل وعیال میں جانا المام صحیح نہیں ہوگا، ملا علی قاری اہل مکہ کے المام پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"وأما الجواب عن الإلمام فهو أن إلمام أهل مكة ليس يضرهم لما وقع اتفاق علماء الأعلام من أن الآفاقي إذا كان معه أهل صح له التمتع وإنما يضره الإلمام إذا كان بعد فراغه من عمرته سافر إلى بلده أو قر يته من نحو كوفة أو بصرة ونز ل بأهله كما هو مقرر في محله وهذا غاية التحقيق والله ولي التوفيق (شرح اللباب لملاعلی القاری ر ۱۵۳)۔

ان دونوں اقوال کے بعد مذکورہ مشکل کے حل کا ایک راستہ احتیاط کا ہے کہ اہل مکہ یا تو اشہر حج کے شروع ہونے کے بعد سفر سے پرہیز کریں جبکہ انہیں فرض حج ادا کرنا ہو یا اس سال صرف عمرہ پر اکتفا کریں، اگر فرضیت حج سے سبکدوش ہو چکے ہوں اس کے باوجود اگر وہ نفلی حج کرنا ہی چاہتے ہیں اور حج کی فضیلت اور ثواب سے اپنے کو محروم نہیں رکھنا چاہتے تو ان کے لئے ایک راستہ یہ بچ جاتا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھ کر جائز عمرہ کریں پھر عمرہ کے احرام سے حلال ہوکر حج بھی کریں اور دم دیں، اگر چہ ایسا کرنا خلاف سنت ہے لیکن اس کے بغیر چارہ نہیں، البتہ اگر حج کا زمانہ قریب ہو تو حج کے احرام کے ساتھ داخل ہوں اور صرف حج کریں جب بھی ان کے لئے کوئی دشواری نہیں پیش آئے گی۔

سوال نمبر ۵

تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کرسکتا ہے یا نہیں؟

Marfat.com

اس سوال کے جواب میں کل تینتالیس رائیں موصول ہوئیں۔

ان میں چونتیس مقالہ نگاروں کے نزدیک متمتع حج کا احرام باندھنے سے مزید عمرے کرسکتا ہے، پانچ حضرات نے اس کو خلاف اولیٰ کہا ہے، چار مقالہ نگاروں نے ممنوع قرار دیا ہے، مانعین میں جناب شمس پیرزادہ، مولانا عبدالرحیم بھوپالی، مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی اور مولانا فضل الرحمٰن افضل قاسمی ہیں۔

خلاف اولیٰ کہنے والوں میں مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا قمرالزماں ندوی، مولانا ابرارالحق دارالعلوم سبیل السلام، مولانا عبیداللہ اسعدی اور مولانا عتیق احمد بستوی ہیں۔

اسماء مجوزین

مولانا خورشید احمد مئو، مولانا اشتیاق احمد دارالعلوم مئو، مفتی انور علی دارالعلوم مئو، مولانا ابوسفیان مفتاحی مئو، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا نورالقاسمی، مولانا عبدالفتاح عادل، مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی بنارس، مفتی محبوب علی رامپوری، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، قاری ظفرالاسلام، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا عبدالقیوم پالن پوری، مولانا ابراہیم فلاحی، مولانا شکیل احمد دارالعلوم اسلامیہ بستی، مولانا عبداللطیف مظاہری، حکیم ظل الرحمٰن، مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی میرٹھ، مولانا راشد حسین ندوی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا اسرارالحق سبیلی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا محمد ابرار خاں، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا جنید احمد فلاحی، مولانا رئیس احمد ندوی اور مولانا عبدالسلام ابوہریرہ سلفی۔

مانعین میں شمس پیرزادہ صاحب نے یہ دلیل دی ہے کہ اس کی کوئی مثال دور رسالت میں نہیں ملتی، خلاف اولیٰ کہنے والوں میں اکثر حضرات نے اختلاف سے بچنے کے لئے عمرہ کے ترک کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ طواف اور دوسری عبادات میں اپنے کو مشغول رکھے۔

Marfat.com

وہ مجوزین جو مزید عمرے کو اولیٰ بتاتے ہیں، انہوں نے ابن قدامہؒ، امام نوویؒ اور متعدد حنفی فقہاء کی عبارات سے استدلال کیا ہے مثلاً لباب کی یہ عبارت اس مسئلہ میں بہت واضح ہے(ولا یکرہ الاکثار منها) أی من العمرة فی جمیع السنة خلافاً لمالک (بل یستحب) أی الاکثار منها علی ما علیه الجمهور (ص/۲۶۵)۔

شرح مہذب میں امام نووی تحریر فرماتے ہیں: "فی مذاهبهم فی تکرار العمرة فی السنة مذهبنا أنه لا یکره ذلک بل یستحب و به قال أبو حنیفة و أحمد وجمهور العلماء من السلف والخلف الخ (کتاب المجموع شرح مہذب ۷/ ۱۲۴)۔

اور حافظ ابن حزم نے بھی المحلی میں اکثار عمرہ کو مستحب قرار دیتے ہوئے مانعین پر انتہائی بلیغ رد کیا ہے: "والحج لا یجوز إلا مرة فی السنة وأما العمرة فیجب الإکثار منها لما ذکرنا من فضلها واحتج من کره ذلک بأن رسول الله ﷺ لم یعتمر فی عام إلا مرة واحدة قلنا: لا حجة فی هذا لأنه إنما یکره ما حض علی ترکه وهو علیه السلام لم یحج مذ هاجر إلا حجة واحدة ولا اعتمر مذ هاجر إلا ثلا ث عمر فیلزمکم أن تکرهوا الحج إلا مرة فی العمر وأن تکرهوا العمرة إلا ثلاث مرات فی الدهر وهذا خلاف قولکم وقد صح أنه کان علیه السلام یترک العمل و یحب أن یعمل به مخافة أن یشق علی أمته أن یفرض علیهم (محلی لابن حزم ۷/ ۶۸، ۶۹)۔

حاشیہ (البحر الرائق ۲/ ۳۶۶) پر ہے: هذا المتمتع آفاقي غیر ممنوع من العمرة فجاز له تکرارها لأنها عبادة مستقلة أیضا کالطواف "۔

درمختار کی عبارت کے ذیل میں علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: "أقام بمکة حلالا (أی المتمتع) أفاد أنه یفعل ما یفعله الحلال فیطوف بالبیت ما بداله ویعتمر قبل الحج (۲/ ۲۶۸)۔

Marfat.com

صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار واقوال تکرار عمرہ کے استحباب پر دال ہیں، مغنی لابن قدامہ میں ہے:"ولا بأس أن يعتمر في السنة مراراً أي ذلک عن علي وابن عمر وابن عباس وأنس و عائشة وعطاء و طاؤس و عكرمة والشافعي رحمهم الله (مغنی ۲۲۶/۳)۔

ان سارے دلائل اور آثار کی روشنی میں راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ متمتع اگر مزید عمرے کرنا چاہے تو کرسکتا ہے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

سوال نمبر ۹

(الف) کیا حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کرسکتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں تقریباً پینتالیس جوابات موصول ہوئے، ان میں سبھی پینتالیس مقالہ نگاروں نے اجازت کی صورت میں تمتع کے جواز کا قول نقل کیا ہے۔

ایک مقالہ نگار مولانا اشتیاق احمد اعظمی نے اجازت کے باوجود تمتع نہ کرنے کو احوط کہا ہے، نفس جواز سے ان کو بھی اختلاف نہیں تو گویا آمر کی اجازت کی صورت میں تمتع کا جواز سبھی مقالہ نگار حضرات کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

مولانا اشتیاق احمد صاحب نے اس مسئلہ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی رائے کو ترجیح دی ہے، مولانا خلیل احمد صاحب مولانا ظفر احمد تھانوی کے فتوے کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: بروئے مذہب حج عن الغیر ادا ہونے کے لئے حج میقاتی ہونا شرط ہے تو پھر جواز تمتع کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی عبارت سے تمتع کا عدم جواز مترشح ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں زمانہ حال کی نزاکت اور فقہاء کرام کی صراحتوں کا تقاضہ یہی ہے کہ حج بدل کرنے والے پر تمتع کی روک نہ لگائی جائے، افراد کی پابندی بعض حالات میں حج بدل کرنے والے کے لئے پریشانی کا باعث ہوتی ہے، اور جب اجازت کی صورت میں اکثر و

Marfat.com

بیشتر فقہاء اور زمانہ حال کے مفتیان کرام اس کی اجازت دیتے ہیں اور عوام الناس کا تعامل بھی یہی ہے تو اس میں کسی قسم کا تردد بھی نہیں ہونا چاہئے، غنیۃ المناسک میں صراحۃ ہے: "إن الأمر بالحج تضمن الأمور بالحج بنفسه ومن بلده وبماله وبركوب أكثر ا لطريق ويجعل السفر له وبإفراد السفر له وبإحرامه من الميقات وكذا لو أمره بالعمرة فلو أحل بواحد فهو مخالف إلا إذا وجد الإذن (غنیۃ المناسک/۱۷۹)۔

ملاعلی القاری نے بھی شرح لباب میں صریح اجازت کی صورت میں تمتع کو درست کہا ہے تحریر فرماتے ہیں: "(فلو أمره بالإفراد فقرن أو تمتع) أي بأن نوى العمرة عن الميت ثم حج عنه فإنه يصير مخالفاً" آگے لکھتے ہیں: إلا أنه يشكل إذا أمر بإفراد العمرة ثم إتيان الحج بعده أو صرح بالتمتع في سفره أو بتفويض الأمر إليه (غنیۃ/۲۵۳)۔

زمانہ حال کے علماء میں مفتی کفایت اللہ، ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی، مفتی عبد الرحیم لاجپوری وغیرہم نے آمر کی اجازت سے تمتع کو درست کہا ہے، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی اپنی کتاب رہبر حجاج میں تحریر فرماتے ہیں: حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے قران یا تمتع کا احرام بھی باندھ سکتا ہے، اس مسئلہ میں کچھ اختلاف کتابوں میں مذکور ہے، اور چند اکابر نے تمتع کو اجازت کے بعد بھی ناجائز قرار دیا ہے، مگر اصح یہ ہے کہ حج بدل کرنے والے کا تمتع کرنا آمر کی اجازت سے جائز ہے، پھر حضرت مولانا نے غنیۃ اور درمختار کی دو عبارتیں نقل کی ہیں (رہبر حجاج/۳۸)۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے عمدۃ المناسک مصنفہ مولانا شیر محمد صاحب سے نقل کیا ہے کہ آمر کو چاہئے کہ وہ اپنے مامور کو عام طرح اجازت دے دے کہ تمہاری مرضی پر ہے چاہے افراد بالحج کرو یا قران یا تمتع، پھر حاشیہ میں اس کی تائید میں چند عبارتیں لکھی ہیں (ملاحظہ ہو: عمدۃ/۴۴۱-۴۴۲)، اس لئے آمر کی صریح اجازت کی صورت میں تمتع کے جواز میں کوئی تردد نہیں رہ جاتا۔

Marfat.com

ب-حج بدل کرنے والا آمر کی صریح اجازت کے بغیر تمتع کرسکتا ہے یا نہیں؟

حج بدل کرنے والا آمر کی صریح اجازت کے بغیر جبکہ ظن غالب یہ ہے کہ وہ اجازت نہیں دے گا محض عرف اور تعامل کو بنیاد بنا کر یا دلالۃً اجازت کو کافی سمجھ کر حج تمتع کرسکتا ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں تقریباً چھتیس (۳۶) رائیں دستیاب ہوئیں، ان میں تیئیس (۲۳) مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ نہیں کرسکتا جبکہ تیرہ (۱۳) مقالہ نگار مذکورہ صورت میں تمتع کی گنجائش دیتے ہیں۔

اسماء مجوزین

مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا اسعد اللہ قاسمی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی مصلح الدین بڑودہ، مولانا زبیر احمد، مولانا عبدالسلام ابوہریرہ، مولانا رئیس احمد ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا عبید اللہ اسعدی، جناب شمس پیرزادہ، مولانا عبدالرحیم بھوپالی، مولانا محبوب علی رامپوری۔

اسماء مانعین

مولانا انور علی دارالعلوم مئو، مولانا اشتیاق احمد مئو، مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا فضل الرحمٰن افضل، مولانا قمرالزماں ندوی، مولانا محمد نورالقاسمی، مولانا خورشید احمد مئو، مولانا تنویر عالم، مولانا محمد جنید احمد فلاحی، مولانا شاہین جمالی، مولانا محمد ابراہیم فلاحی، مولانا عبدالرشید، مولانا ابرارالحق صدیقی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا محمد عمر فلاحی، قاری ظفرالاسلام مئو، مولانا عبدالقیوم پالن پوری، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا عبدالفتاح عادل، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی اور ابوسفیان مفتاحی اور مولانا محمد ایوب۔

حضرات مجوزین نے اپنی دلیل میں عام طور پر تعامل "المعروف کالمشروط" یا اجازت بوجہ دلالت حال کو پیش کیا ہے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے مبسوط سرخسی سے ایک

Marfat.com

جملہ نقل کیا ہے:" إذ يثبت الإذن دلالةً" اور اسے صاحبین کی رائے قرار دیا ہے، لیکن مسئلہ مذکورہ میں جز (الف) میں گذری بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ بڑی نزاکت ہے، صریح اجازت کے باوجود بھی بعض اکابر نے منع کیا ہے، فقہاء احناف کی کتب معتبرہ میں عام طور پر تمتع کا جواز باذن الآمر ہی مصرح ہے، لہذا اجازت لینا حج بدل کرنے والے کی ذمہ داری تھی، اجازت نہ لینے کی صورت میں وہی طریقہ اپنانا چاہئے جو اختلاف سے دور ہو، اگر آمر نے صرف حج کا حکم دیا ہے تو صرف حج کا احرام باندھے، ملا علی القاری لکھتے ہیں:(فلو أمره بالإفراد) أى للحج أو العمرة (فقرن) أى عن الآمر فهو مخالف ضامن عند أبى حنيفة وعند هما يجوز ذلك عن الآمر استحساناً.... (أو تمتع) أى با ن نوى العمرة عن الميت ثم حج عنه فإنه يصير مخالفاً إجماعاً على ما فى البحر الزاخر ولعل وجهه أنه مأمور بتجريد السفر للحج عن الميت فإنه الفرض عليه(ر ۲۵۳)۔

موجودہ زمانہ کے علماء اور اصحاب افتاء میں سے جن حضرات نے تمتع کی اجازت دی ہے مثلاً مفتی کفایت اللہ صاحب، محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی صاحب، مولانا ظفر احمد تھانوی صاحب، مفتی عبدالرحیم لاجپوری صاحب، ان سب لوگوں نے اجازت صریحہ کی صورت میں اس کو جائز کہا ہے، اس لئے بندہ کی رائے یہی ہے کہ غلبہ ظن اور اجازت صریحہ نہ ہونے کی صورت میں حج بدل کرنے والا تمتع نہ کرے اس کی گنجائش نہیں ہے، مفتی کفایت اللہ تحریر فرماتے ہیں: جبکہ آمر نے کوئی صراحت نہیں کی ہے تو اس وقت بظاہر اس کا امر حج آفاقی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ جب آمر خارج میقات کا رہنے والا ہو تو ظاہر یہی ہے کہ اس کا حکم ایسے ہی حج سے متعلق ہوگا جس کا احرام میقات سے باندھا گیا ہو، اور اس ظاہر حال کی دلالت سے مطلق حج عن المیقات کے ساتھ فقہاء نے مقید کیا ہے۔

ج- آمر سے تمتع کی صریح اجازت نہیں لی لیکن حج بدل کرنے والے کا ظن غالب ہے کہ آمر اس کی اجازت دے دیتا تو تمتع کر سکتا ہے یا نہیں؟

Marfat.com

اس کے جواب میں چوالیس (۴۴) رائیں موصول ہوئیں، ان میں چھتیس (۳۶) حضرات ظن غالب کی بنا پر تمتع کے قائل ہیں اور چھ (٦) حضرات ظن غالب کے باوجود تمتع کی گنجائش کے حق میں نہیں ہیں۔

حضرات مجوزین

مولانا انور علی مئو، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا زبیر احمد قاسمی کنہواں، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا فضل الرحمٰن افضل حیدرآباد، مولانا خورشید احمد اعظمی مئو، مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی، مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا شکیل احمد بستی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا مصلح الدین بڑودوی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا ابراہیم فلاحی بارڈولی، مولانا ابوسفیان مفتاحی مئو، مولانا جمیل احمد نذیری، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا عبد الرحیم بھوپالی، حکیم ظل الرحمٰن دہلی، مولانا عبد الفتاح عادل، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا منظور احمد قاسمی شیخوپور، مولانا حبیب اللہ قاسمی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا محمد ابرار خاں ندوی، مولانا ابرار الحق صدیقی، مولانا عبد اللطیف مظاہری، مولانا محبوب علی رامپوری، مولانا سراج الدین قاسمی مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا عبد السلام ابوہریرہ، مولانا ارشاد الحق گورینی۔

حضرات مانعین

مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا محمد جنید احمد سبیل السلام حیدرآباد، مولانا قاری ظفر الاسلام دار العلوم مئو، مولانا اشتیاق احمد دار العلوم مئو، مولانا خورشید انور مظہر العلوم بنارس، مولانا محمد نور القاسمی جے پور۔

حضرات مانعین نے اپنے جواب میں بطور دلیل کے کوئی صریح جزئیہ خاص اس شق کے لئے ذکر نہیں کیا بلکہ زیادہ تر الف میں بیان کیے ہوئے دلائل کا حوالہ دیا ہے، لیکن اس سے

Marfat.com

اس جز پر استدلال غیر واضح معلوم ہوتا ہے کیونکہ شریعت مطہرہ نے غلبہ ظن کو بیشتر مسائل میں یقین کا درجہ دیا ہے، مثلاً استقبال قبلہ کے معاملہ میں، اور تیمم کے مسئلہ میں پاکی کے پاک اور ناپاک ہونے میں، اور بھی بہت سے مسائل میں، لہٰذا اگر مامور کو گمان غالب ہے کہ آمر تمتع کی اجازت دے دیتا تو بندہ کے نزدیک غلبہ ظن کو جواز تمتع کی بنیاد بنانا درست ہے۔

د-باذن الآمر یا بدون إذن الآمر تمتع کرنے کی صورت میں دم تمتع آمر کے مال میں لازم ہوگا یا حج بدل کرنے والے کے مال میں؟ تمام شقوں کی تفصیل کی جائے۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں چند شقیں ہیں:

۱-آمر اپنی خوشی سے مامور کو دم تمتع کی رقم الگ سے دیدے یا اس کی صریح اجازت دیدے، اس صورت میں دم تمتع بالاتفاق آمر کے مال سے دینا جائز اور درست ہے۔

۲- آمر کی طرف سے اس مد میں رقم خرچ کرنے کی صریح اجازت نہ ہو تو اس صورت میں دم تمتع کس پر واجب ہوگا، اس سلسلہ میں کل تقریباً چالیس (۴۰) رائیں موصول ہوئیں، دو حضرات مولانا عبدالسلام ابوہریرہ اور مولانا رئیس احمد ندوی کی رائے ہے کہ دم تمتع ہر حال میں آمر پر ہوگا۔

پانچ اصحاب (مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا شکیل احمد، مولانا فضل الرحمٰن افضل قاسمی) کی رائے یہ ہے کہ اگر تمتع آمر کی اجازت سے کیا ہے تو دم تمتع آمر کے مال سے دے گا اور اگر بدون اذن الآمر کیا ہے تو دم تمتع اپنے مال سے دیگا، ان کے علاوہ تینتیس (۳۳) مقالہ نگاروں نے یہ رائے دی ہے کہ دم تمتع دونوں صورتوں میں مامور کے ذمہ ہے، ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا ابوسفیان مفتاحی مئو، مولانا خورشید انور بنارس، مولانا ارشاد گورینی، مولانا ابرار الحق صدیقی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا نور القاسمی، مفتی حبیب اللہ، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی محبوب علی

Marfat.com

وجیہی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا عبدالفتاح عادل، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا اشتیاق احمد، مولانا مصلح الدین بڑودہ، مولانا عبیداللہ اسعدی، مولانا ثناءالہدیٰ قاسمی، مولانا عتیق احمد بستوی، مفتی جمیل احمد نذیری، قاری ظفرالاسلام، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا ابراہیم گجرات، مولانا مفتی انور علی، مولانا عبدالرشید گوریتی، مولانا خورشید احمد مئو، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا محمد جنید احمد، مولانا محمد اسعداللہ قاسمی، مولانا سراج الدین قاسمی۔

دم تمتع آمر پر لازم سمجھنے والے مقالہ نگاروں نے عام طور پر عقلی دلیل سے اپنا مدعا ثابت کیا ہے، ایک مقالہ نگار اختر ضیاء قاسمی نے فتاویٰ تاتارخانیہ کی ایک عبارت نقل کی ہے لیکن ان کے حق میں نہیں جاتی بلکہ ان کے خلاف جارہی ہے، وہ تحریر کرتے ہیں:

”دم القران والتمتع والجنايات،على الحاج إن أذن له الآمر بالقران والتمتع وإلا فيصير مخالفاً فيضمن“(۵۴۸/۴)۔

اس عبارت سے یہی واضح ہورہا ہے کہ آمر کی اجازت کی صورت میں دم قران اور دم تمتع و جنایات سب حاجی پر ہے نہ کہ آمر پر، اگر آمر نے اجازت تمتع کرنے کی دی ہے، ورنہ حاجی آمر کا مخالف ہوگا اور کل حرج کا ضامن ہوگا، لہذا مذکورہ عبارت ان لوگوں کی دلیل ہے جو دم تمتع حاجی کے ذمہ مانتے ہیں، اسی مفہوم کی عبارت درمختار علی الشامی ۲/۲۳۸ پر مذکور ہے، اور اکثر کتب فقہ حنفی میں اس کی صراحت موجود ہے۔

عقلاً بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ دم تمتع حاجی پر ہونا چاہئے کیونکہ وجوب دم کی وجہ ایک سفر میں دو عبادتوں کی ادائیگی سے نفع اٹھانا ہے اور یہ نفع مامور اٹھارہا ہے نہ کہ آمر، لہذا دم کی ذمہ داری بھی اسی پر عائد ہوگی۔

و-حج عن المیت کی صورت میں تمتع کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس میں کوئی تفصیل ہو تو اسے بھی تحریر فرمائیں۔

Marfat.com

اس سوال کے جواب میں کل اکتالیس (۴۱) رائیں دستیاب ہوئیں، ان میں سے ایک صاحب مولانا عبدالفتاح عادل کے نزدیک اس کی گنجائش نہیں ہے، ایک دوسرے مقالہ نگار مولانا اشتیاق احمد دارالعلوم مئو کی رائے میں تمتع نہ کرنا احوط ہے، بقیہ انتالیس (۳۹) مقالہ نگار حضرات کے نزدیک حج عن المیت کی صورت میں تمتع کرنے کی گنجائش ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مولانا محبوب علی رامپوری، مولانا خورشید احمد مئو، مولانا انور علی مئو، مولانا عبدالرحیم بھوپالی، مولانا خورشید انور بنارس، مولانا عتیق احمد بستوی، مولانا عبیداللہ اسعدی، مولانا عبدالسلام ابوہریرہ، مولانا عبداللطیف مظاہری، حکیم ظل الرحمٰن، مولانا جمیل احمد نذیری، مولانا ابراہیم فلاحی، مولانا اسعداللہ قاسمی، مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا عبدالعظیم اصلاحی، جناب شمس پیرزادہ، مولانا ابرارالحق صدیقی، مولانا ابرار خاں ندوی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا شاہین جمالی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا اسرارالحق سبیلی، مولانا تنویر عالم، مولانا زبیر احمد، مولانا قمرالزماں ندوی، مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا مصلح الدین، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا محمد جنید احمد، مولانا خورشید احمد مئو، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا ابوسفیان مفتاحی مئو، مولانا رئیس احمد ندوی۔

جواز کا قول نقل کرنے والے حضرات کے نزدیک تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے:

۱- اگر میت نے تمتع کی وصیت کی ہو اور ترکہ کے ثلث سے اس کی گنجائش بھی ہو تو جواز تمتع پر یہ سارے حضرات بلا کسی شرط کے متفق ہیں۔

۲- اگر میت نے حج کی وصیت نہ کی ہو اور مال بھی نہ چھوڑا ہو، ورثاء اپنی خوشی سے تبرعاً حج کروا رہے ہوں یا خود کر رہے ہوں تو بھی جواز تمتع میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ اس صورت میں ورثہ آمر میں ان کی اجازت ضروری ہوگی۔

Marfat.com

عرض مسئلہ:

(سوال نمبر ۶، ۱۰)

مولانا زبیر احمد قاسمی ☆

مناسک حج میں سے رمی جمرہ میں نیابت کا مسئلہ اور حیض ونفاس کی حالت میں طواف زیارت کا مسئلہ، انہیں دونوں مسئلہ کے عارض کی حیثیت سے میں آپ کے سامنے آیا ہوں۔

ان مسئلوں کے سوالوں کی ساری جزئیات وتفصیلات آپ حضرات کے علم میں ہیں ہی، اس لئے نفس جواب ہی کے متعلق مختصراً عرض ہے۔

پہلا مسئلہ: رمی جمرہ میں نیابت کے جواز وعدم جواز کا ہے، اس سلسلہ میں تقریباً چھیالیس مقالہ نگاروں کے مقالات ہمیں موصول ہوئے، مطالعہ کے بعد اس مسئلہ سے متعلق ایک نکتہ تو بالکلیہ اتفاقی نظر آیا، ہاں دوسرا نکتہ اختلافی رہا۔

اتفاقی نکتہ: بوجہ عذر رمی جمرہ میں نیابت جائز ہے، بلا عذر جائز نہیں، محض آرام پسندی، کسل مندی کے تحت صرف سہولت وآسانی کی خاطر رمی میں نیابت کی اجازت نہیں ہوگی۔

یہ جز چونکہ اتفاقی ہے اس لئے نہ تو اس کے متعلق دلائل کے نقل ہی کی کوئی ضرورت واہمیت ہماری سمجھ میں آتی ہے اور نہ ان چھیالیس علماء مقالہ نگاروں کے اسماء کی فہرست پیش کرنے میں ہی کوئی فائدہ محسوس ہوتا ہے، اس لئے یہ بساط تو لپیٹ دیا جائے۔

اختلافی نکتہ: عذر کی تحدید وتعیین اور ازدحام کے عذر قرار دیئے جانے اور نہ دیئے جانے میں مقالہ نگاروں کی چند رائیں سامنے آتی ہیں، مختصراً تفصیل درج ذیل ہے:

☆ ناظم اشرف العلوم کنہواں سیتامڑھی بہار۔

Marfat.com

(۱) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی سبیل السلام حیدرآباد کا خیال ہے کہ عذر کی حتمی وقطعی تحدید وتعیین مشکل ہے، لوگوں کے حالات وعادات پھر مواقع ومقامات کے مختلف ہونے کے سبب ہر ایک کے حق میں الگ الگ عذر کے درجات ہو سکتے ہیں۔

(۲) مولانا عبد السلام ابو ہریرہ سلفی بنارس فرماتے ہیں کہ اسے مبتلیٰ بہ کی رائے پر چھوڑ دیا جائے وہ خود فیصلہ کرے گا کہ بنفس خود رمی جمرہ کی استطاعت اس کو ہے یا نہیں اور اسی کے مطابق وہ عمل کرے گا۔

(۳) ان دونوں حضرات کے سوا تقریباً بائیس حضرات مقالہ نگار کا خیال عذر کی تحدید و تعیین کے متعلق یہ ہے کہ جب وہ ایسا مریض وضعیف ہو کہ اس کے لئے قیام کے بدلے بیٹھ کر نماز پنجگانہ درست ہو جائے تو ایسے لوگوں کو معذور کہہ کر رمی جمرہ میں بھی نیابت کی اجازت دی جائے گی ورنہ نہیں، اس مسئلہ میں ان حضرات کا استدلال درج ذیل جیسی عبارتوں سے ہے:

"وحد المرض أن يصير بحيث يصلي جالساً لأنه لا يستطيع الرمي راكباً ولا محمولا، أما لأنه تعذر عليه الرمي أو يلحقه الضرر" (بغیۃ المناسک ۱/۳۳۶)۔

"عن محمد إذا كان يصلي المريض جالساً رمى عنه ولا شئ عليه" (ارشاد الساری لملا علی قاری/۱۶۶)۔

اس نمبر تین میں مذکورہ رائے وخیال والے حضرات درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا برہان الدین سنبھلی، لکھنؤ
۲۔ مولانا حبیب اللہ قاسمی، مہذب پور اعظم گڈھ
۳۔ مولانا ارشاد قاسمی، ریاض العلوم جونپور
۴۔ مولانا خورشید انور اعظمی، مظہر العلوم بنارس
۵۔ مولانا عبد اللطیف کاکوسی گجرات
۶۔ مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، میرٹھ
۷۔ مولانا عبد القیوم پالنپوری، کاکوسی گجرات
۸۔ مولانا خورشید احمد اعظمی، رگھوناتھ پورہ مئو
۹۔ مولانا ظفر الاسلام، دار العلوم مئو
۱۰۔ مولانا ابو سفیان مفتاحی، مفتاح العلوم مئو
۱۱۔ مولانا راشد حسین ندوی، رائے بریلی
۱۲۔ مولانا منظور احمد القاسمی، شیخو پورہ اعظم گڈھ
۱۳۔ مولانا انور علی اعظمی، دار العلوم مئو
۱۴۔ مولانا عبید اللہ اسعدی، ہتھورا، باندہ

Marfat.com

۱۵۔ مولانا قمر الدین ندوی، پرتاپ گڑھ　　۱۶۔ مولانا عتیق احمد بستوی، ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۷۔ مولانا ابراہیم فلاحی، گجرات　　۱۸۔ مولانا سید مصلح الدین، بڑودہ گجرات

۱۹۔ مولانا نور قاسمی، جامعہ ہدایہ جے پور　　۲۰۔ مولانا اسعد اللہ قاسمی، روضۃ العلوم ٹانڈہ

۲۱۔ مولانا محمد ایوب ندوی، بھٹکل　　۲۲۔ مفتی عبد الرحیم، جامعہ حسینیہ خیر العلوم بھوپال

ہمارا خیال ہے کہ اگر کوئی مرض وضعف کے اس درجہ میں ہو کہ وہ قیام کی طاقت بھی نہ رکھے اور نماز تک بیٹھ کر ادا کر رہا ہو تو یہ ظاہر ہے کہ رمی پر بھی قادر نہ ہوگا اور اس کے حق میں نیابت فی الرمی یقیناً جائز ہو جائے گی اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف بھی نہیں ہو سکتا، یہ صورت حال تو سب کے نزدیک یقیناً عذر کی مسلمہ ہی ہوگی۔

مگر جب سوال یہ ہوگا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی دوسری صورت حال عذر کی ممکن ومتصور ہے یا نہیں تو اس میں اختلاف ہوگا، مذکورہ بالا سارے حضرات علماء کرام چونکہ نیابت فی الرمی کے حق میں ازدحام کو مطلقاً عذر نہیں مانتے تو اس کا لازمی مطلب یہی نکل سکتا ہے کہ ان حضرات کے یہاں ازدحام سے پیدا شدہ صورت حال بھی ایسا عذر نہیں ہوگا جس سے رمی میں نیابت جائز ہو جائے، اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ عذر جو مبیح نیابت فی الرمی ہے وہ منحصر اور مخصوص ہے بس اسی عدم استطاعت علی الرمی کے ساتھ۔

چنانچہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ رمی جمرہ کی جگہ گو محدود ہے مگر وقت میں وسعت ہے، اس لئے وقت کی وسعت سے فائدہ اٹھا کر ازدحام کی اذیت سے بچا سکتا ہے، اگر وقت مستحب و جواز کی رعایت نہ ممکن ہو سکے تو ضعیفوں اور عورتوں کے لئے طلوع شمس کے قبل یا غروب شمس کے بعد رات میں رمی کرنے کی اجازت ہوگی، گویا ان حضرات کے یہاں ازدحام اس حد تک عذر ہے کہ وقت مکروہ میں رمی بلا کراہت صحیح ہو جائے گی مگر نیابت کی گنجائش بہر حال نہ ہوگی۔

اس مسئلہ میں ان حضرات کا استدلال مندرجہ ذیل عبارت سے ہے:

"قد تبين لما قدمنا أنهم جعلوا خوف الزحام عذراً للمرأة ولمن به عذر أو ضعف في تقديم الرمي قبل طلوع الشمس أو تاخيره إلى الليل لا في

Marfat.com

جواز النيابة عنهم لعدم الضرورة فلو لم يرموا بأنفسهم لخوف الزحام تلزمهم الفدية"(غنیۃ المناسک ر ۱۰۰)۔

مسئلہ بالا میں تقریباً اکیس مقالہ نگار حضرات کا خیال ہے کہ وہ عذر جس سے رمی میں نیابت جائز ہوسکتی ہے صرف ایسا مرض وضعف ہی نہیں جس سے نماز پنجگانہ میں قیام کے بدلے بیٹھنے کی اجازت ہوجاتی ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ عذر بھی مبیح نیابت ہوسکتا ہے کہ جب ازدحام سے ایسی صورت حال پیدا ہوجائے کہ اس ازدحام کے اندر کسی بھی مرض کے مریض یا بوڑھے کمزور مرد وعورت کے لئے اپنی کمزوری کے سبب قوت مدافعت کی کمی کے بنا پر کچل جانے، یا گر کر کسی عضو کے ٹوٹ پھوٹ جانے، یا دب جانے سے ایسی اذیت شدیدہ کا ظن غالب ہوجائے جو عادۃً ناقابل برداشت ہو تو ایسا ازدحام بھی ایک عذر ہوگا اور ان کے لئے رمی میں نائب بنانا جائز ہوگا، ان حضرات علماء کرام کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ جناب شمس پیرزادہ صاحب، ممبئی
۲۔ مولانا سراج الدین قاسمی سلیم پور مراد آباد
۳۔ مولانا تنویر عالم قاسمی، کنہواں سیتامڑھی
۴۔ مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، جامعہ اکل کوا مہاراشٹر
۵۔ مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، ابابکر پور ویشالی
۶۔ مولانا جمیل احمد نذیری، مبارک پور، اعظم گڈھ
۷۔ جناب حکیم ظل الرحمٰن، دہلی
۸۔ مولانا عبد الرشید قاسمی، گورینی جونپور
۹۔ مولانا عمر فلاحی، سبیل السلام حیدرآباد
۱۰۔ مولانا ابرار خاں ندوی، جامعہ ہدایہ جے پور
۱۱۔ مولانا شکیل احمد، دار العلوم بستی
۱۲۔ مفتی محبوب علی وجیہی، رامپور
۱۳۔ مولانا اشتیاق احمد اعظمی، دار العلوم مئو
۱۴۔ مولانا فضل الرحمٰن، سبیل السلام حیدرآباد
۱۵۔ اختر ضیاء قاسمی، سبیل السلام حیدرآباد
۱۶۔ عبد الفتاح عادل، سبیل السلام حیدرآباد
۱۷۔ جنید احمد فلاحی، سبیل السلام حیدرآباد
۱۸۔ ابرار الحق صدیقی، سبیل السلام حیدرآباد
۱۹۔ ڈاکٹر اسرار الحق سبیلی، حیدرآباد
۲۰۔ ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی
۲۱۔ مولانا زبیر احمد، اشرف العلوم سیتامڑھی (عارض مسئلہ)۔

Marfat.com

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی صاحب نے سوال ٦ کا جواب ہی نہیں لکھا ہے اس لئے ان کی رائے واضح نہ ہوسکی۔

ان مذکورہ بالا اکیس حضرات کا استدلال غنیۃ المناسک ر ۱۳۸ کی اس عبارت سے ہے:

(۱) "أما ترک الواجب بعذر فلا شئ علیه ثم مرادهم بالعذر ما یکون من الله تعالیٰ فلو کانت من العباد فلیس بعذر بخلاف ما إذا منعه خوف الزحام فإنه من الله تعالیٰ فلا شئ علیه"۔

(۲) "قد رخص رسول الله ﷺ للضعفة من أهله فی ترک الوقوف بمزدلفة" (اعلاء السنن ۱۰/۱۳٦)۔

(۳) "عند الحنفیة یجب بترک الوقوف بها دم لمن لیس له عذر ومن جملة الأعذار عندهم الزحام قاله الحافظ فی " الفتح" (أیضا)۔

میں اب آخر میں چند باتیں عرض کردینا مناسب سمجھتا ہوں امید ہے کہ غور و بحث کر کے کسی فیصلہ تک پہنچنے میں ان نکات سے ضرور مدد ملے گی۔

الف- جن حضرات نے ازدحام کو عذر نہ مانتے ہوئے غنیۃ المناسک کی عبارت سے استدلال کیا ہے، اس میں "خوف زحام" کا لفظ ہے، گویا محض خوف ازدحام عذر نہیں یہ بالکل صحیح کہا جاسکتا ہے۔

ب- غنیۃ المناسک کی ہی دوسری عبارت جسے دوسرے حضرات نے اپنا مستدل بنایا ہے اس میں "خوف زحام" ہی سے ترک واجب پر لاشئ علیہ کہا گیا ہے۔

ج- مگر اعلاء السنن میں جو فتح الباری سے حافظ کی عبارت نقل کی گئی ہے جو دوسری رائے والے حضرات کا مستدل ہے اس میں "من جملة" "الأعذار الزحام" کا لفظ ہے، گویا محض خوف زحام نہیں بلکہ وقوع ازدحام۔

د- جب نماز جیسے فرائض میں قیام کا فریضہ بدل کر قعود ہوسکتا ہے "من تعذر علیه

Marfat.com

القيام لمرض حقيقي" کی صورت میں، یا "**مرض حکمي بأن خاف زيادته أو بطوء برئه بقيامه أو دوران رأسه أو وجد لقيامه ألماً شديداً**" (درمختار ۱/۵۰۸) کی صورت میں، تو کیا رمی جمرات جیسے واجبات میں غایت ازدحام کے سبب کچل جانے کا ظن غالب، عضو کے ٹوٹ پھوٹ جانے کا خطرہ ہو، دب دبا کر اذیت شدیدہ سے دوچار ہونا متوقع ہو تو بھی بنفس خود رمی کے بدلے نائب بنانا شرعاً ممنوع ہی رہے گا۔

میرا خیال تو عورتوں کے حق میں یہاں تک ہے کہ ازدحام میں صرف دبنے دبانے اور مردوں سے دھکا کھائے بغیر اگر وہ رمی نہ کر سکے تو عورت کو اپنا نائب بنانے کی اجازت ہونی چاہئے۔

سوال نمبر ۱۰

اگر کوئی عورت حالت حیض یا نفاس میں ہے، اور پاکی کا انتظار نا قابل عمل ہے تو کیا ناپاکی ہی کی حالت میں طواف زیارت کی اجازت ہوگی یا نہیں؟ اگر اجازت ہے تو دم میں کیا واجب ہوگا اور کیا دم کی ادائیگی کے لئے حدود حرم ضروری ہے؟

اس سلسلہ میں موصولہ چھیالیس مقالوں میں سوائے تین مقالہ نگار کے تمام ارباب افتاء اس بات پر متفق ہیں کہ بشکل مجبوری حالت حیض ونفاس میں طواف زیارت کرنے کی اجازت ملے گی اور رکن ادا ہو جائے گا لیکن دم جنایت کے بطور ذمہ میں بدنہ لازم ہوگا، اور اس دم کی ادائیگی حدود حرم میں ضروری ہوگی۔

ان حضرات نے مندرجہ ذیل عبارتوں سے استدلال کیا ہے:

۱- "**ولو حاضت قبل طواف الزيارة ولم تطهر وأراد الرفقة العود تهجم وتطوف حائضا و تذبح بدنة**" (منحۃ الخالق علی ہامش البحر ۳/۵۷)۔

۲- "**أي يجب بدنة لو طاف الركن جنبا كذا روى عن ابن عباسؓ، ولأن الجنابة أغلظ فيجب جبر نقصانها في البدنة إظهاراً للتفاوت بينهما والحيض والنفاس كالجنابة**" (البحر الرائق ۳/۱۸)۔

Marfat.com

۳- "حدثنا هنا، ثنا ابن أبی عروبة عن أبی معشر عن إبراهیم قال ما کان من دم فبمکة وما کان من صدقة أو صوم حیث شاء، أخرجه الإمام الطبرای فی تفسیره (۳۶/۷) وسنده حسن صحیح ،قال الجصاص فی أحکام القرآن له: لا خلاف بین الفقهاء أن الهدی لا یجزئ إلا بمکة و أن بلوغه الکعبة أن یذبحه هناک فی الحرم" (اعلاء السنن ۳۳۵/۱۰)۔

اس رائے سے اتفاق رکھنے والے حضرات یہ ہیں:

۱- مفتی عبید اللہ اسعدی
۲- مولانا عتیق احمد قاسمی
۳- مولانا قمر الزماں ندوی
۴- مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی
۵- مولانا محمد ارشاد قاسمی
۶- مولانا عبد الرشید قاسمی
۷- مولانا سید اسرار الحق سبیلی
۸- مولانا عبد السلام ابوہریرہ سلفی
۹- مولانا برہان الدین سنبھلی
۱۰- مولانا اشتیاق احمد اعظمی
۱۲- مولانا سراج الدین قاسمی
۱۳- مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی
۱۴- مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی
۱۵- مولانا جمیل احمد نذیری
۱۶- حکیم ظل الرحمٰن
۱۷- مولانا محبوب علی وجیہی
۱۸- مولانا عبد الفتاح عادل
۱۹- مولانا تنویر عالم قاسمی
۲۰- مولانا ابرار الحق صدیقی
۲۱- مولانا محمد جنید احمد فلاحی
۲۲- مولانا اختر ضیا قاسمی
۲۳- مولانا فضل الرحمٰن افضل قاسمی
۲۴- مولانا محمد عمر فلاحی
۲۵- مولانا ابرار خاں ندوی
۲۶- مولانا محمد نور القاسمی
۲۷- مولانا سید مصلح الدین قاسمی
۲۸- مولانا ظفر الاسلام
۲۹- مولانا خورشید احمد اعظمی
۳۰- مولانا منظور احمد قاسمی
۳۱- مولانا خورشید انور اعظمی

Marfat.com

۳۲۔ مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی
۳۳۔ مولانا محمد ابراہیم فلاحی
۳۴۔ مولانا عبدالقیوم پالنپوری
۳۵۔ مولانا انور علی اعظمی
۳۶۔ مولانا عبداللطیف مظاہری
۳۷۔ مولانا راشد حسین ندوی
۳۸۔ مولانا حبیب اللہ قاسمی
۳۹۔ مولانا ابوسفیان مفتاحی
۴۰۔ مولانا شکیل احمد سیتاپوری
۴۱۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
۴۲۔ ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی
۴۳۔ مفتی عبدالرحیم قاسمی

اختلاف رائے رکھنے والے حضرات یہ ہیں:

۱۔ ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی
۲۔ مولانا محمد ایوب صاحب ندوی شافعی۔

(یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ طواف زیارت کے لئے پاکی شرط ہے لہذا حیض و نفاس کی حالت میں طواف کسی طرح درست نہیں)۔

۳۔ جناب شمس پیرزادہ صاحب۔

ان کے نزدیک حائضہ عورت کے لئے مکہ میں رک کر طواف زیارت کر لینا قابل عمل ہے، انہیں قانونی دشواریاں تسلیم نہیں، بصورت دیگر طواف زیارت کے لئے وہ کسی کو نائب بنا سکتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک مناسک میں مجبوری کی صورت میں نیابت کی گنجائش ہے، موصوف نے بدائع جلد ۲ کا مجمل حوالہ تحریر فرمایا ہے، لیکن احقر کو تلاش کے باوجود ایسی کوئی عبارت نہ مل سکی۔

ہمارا خیال ہے اس مسئلہ میں جن تین حضرات نے اختلاف رائے ظاہر کیا ہے، یہ اختلاف دراصل وہی قدیمی اختلاف ہے جو مشہور دبستان فقہ میں ائمہ احناف اور حضرات شوافع کے درمیان معروف ومتداول ہے، اور فقہ واصول فقہ میں ''الطّواف کالصلوۃ'' وغیرہ عنوانوں سے استدلال اور پھر جواب استدلال کے مباحث ملتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

Marfat.com

عرض مسئلہ:

(سوال نمبر ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۳)

مفتی جمیل احمد نذیری☆

اس موضوع سے متعلق میرے سامنے ۴۶ مقالے ہیں، سوال نمبر ۷ یہ تھا:

سعودی عربیہ میں رہنے والے غیر ملکیوں کے لئے بھی حج کرنے کے لئے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے، بعض لوگ حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جاتے ہیں، کیا ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہیں، ان کا احرام کس طرح ختم ہوگا اور انہیں کیا کرنا ہوگا؟

ایسے شخص کو تقریباً تمام مقالہ نگاروں نے محصر قرار دیا ہے اور وہی شرطیں ذکر کی ہیں جو محصر کی ہیں، صرف شمس پیرزادہ صاحب اختلاف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں "احصار تو اس صورت میں ہے جبکہ اس کا سفر حج یا سفر عمرہ صحیح ہو اور پھر دشمن یا مرض وغیرہ کی طرف سے رکاوٹ کھڑی ہو جائے"۔ ان کے نزدیک حکومت کی اجازت کے بغیر ایسے شخص کا احرام باندھنا صحیح تھا ہی نہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ احرام کے صحیح اور قابل ہونے کے لئے کسی دوسرے شخص کی اجازت شرط نہیں، عورت شوہر کی اجازت کے بغیر، غلام آقا کی اجازت کے بغیر احرام باندھ لے، اس احرام کو بھی احرام کہا جائے گا، اور اس پر احرام کی پابندیاں بھی عائد ہوں گی، اگر شوہر یا آقا روک دے تو احصار ہوگا، اسی طرح حکومت کی پابندی کے باوجود، خواہ مصالح کے تحت ہی یہ

☆ ناظم جامعہ عین الاسلام، نواده، مبارکپور، اعظم گڑھ۔

Marfat.com

پابندی ہو، اگر کوئی بلا اجازت احرام باندھ لے، حج کا ہو یا عمرہ کا، اس کے احرام کو بھی احرام ہی کہا جائے گا، اس پر احرام کے احکام نافذ ہوں گے، روک دیئے جانے پر محصر قرار دیا جائیگا۔

ارکان حج وعمرہ ادا کرنے سے جو رکاوٹ بھی پیدا ہو جائے وہ احصار ہے، خواہ مرض، دشمن، بادشاہ، یا کسی مانع قاہر کی طرف سے پیش آئے، مقالہ نگاروں نے مدلل انداز میں اس کی وضاحت کردی ہے، ساتھ ہی مقالہ نگاروں نے صراحت کردی ہے کہ یہ شخص محصر اس وقت قرار پائے گا جب رکن کی ادائیگی سے قبل گرفتار ہو گیا ہو، یعنی حج کے احرام میں وقوف عرفہ اور طواف زیارت سے قبل اور عمرہ کے احرام میں طواف سے قبل، اگر گرفتاری ان ارکان کی ادائیگی کے بعد ہوئی ہو تو محصر نہ ہوگا، "وفی الشریعة هو منع الوقوف والطواف" (البحر الرائق ۳/۵۳)۔

اگر احصار زائل نہ ہو تو اس شخص کا احرام کیسے ختم ہوگا؟ اکثر مقالہ نگاروں نے اس کے جواب میں درج ذیل احکام لکھے ہیں:

۱- اگر صرف حج یا عمرہ کا احرام باندھا تھا تو ایک قربانی (بکری، خصی، دنبہ وغیرہ) کی قیمت حرم میں بھیج دے، اگر قارن ہو تو دو قربانیاں یا ان کی قیمت بھیجے، اس قیمت سے وہاں قربانی کا جانور خرید لیا جائے اور حدود حرم میں کسی جگہ ذبح کر دیا جائے، گرچہ ۱۰/ذی الحجہ سے پہلے ہی کیوں نہ ہو، ذبح کا وقت اور دن پہلے سے مقرر کرلیا جائے تا کہ اسی دن اسی وقت سے یہ اپنے کو احرام سے باہر سمجھے، خواہ بال کٹوائے یا نہ کٹوائے۔

۲- جس نے حج کا احرام باندھا تھا وہ ایک حج اور عمرہ کی قضا کرے گا، جس نے قران کا احرام باندھا تھا وہ دو عمرہ اور ایک حج کی قضا کرے گا، جس نے عمرہ کا احرام باندھا وہ صرف ایک عمرہ کی قضا کرے گا۔

حرم میں قربانی کی قیمت بھیجنے کے متعلق مولانا عبید اللہ اسعدی اور مولانا ارشاد قاسمی لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نہ ملے تو حرم میں قربانی کرانے کے بجائے ضرورۃً جہاں ہے وہیں قربانی کردے، اس گنجائش کے لئے ان حضرات نے عمدہ وزبدہ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔

Marfat.com

قربانی کرنے کے بجائے امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق ہدی کی قیمت کا غلہ بھی دے سکتا ہے، ہر مسکین کو نصف صاع دے (عمدۃ الفقہ ۲/۶۱۲) (مولانا ابراہیم فلاحی)۔

غلہ بھی نہ دے سکتا ہو تو ہر نصف صاع کے بدلے روزہ رکھے (محمد اسعد اللہ قاسمی)

یہ محصر بحق العبد ہے، بغیر ہدی کے احرام کھول دے، دم احصار کبھی بھی دیدے (مولانا سراج الدین ندوی)۔

ایسے شخص کو مشروط احرام باندھنا چاہئے، یعنی احرام کے وقت یہ نیت کرلے کہ اگر پکڑ گیا تو حلال ہو جاؤں گا، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ حلال ہونے کے لئے قربانی کی ضرورت نہ ہوگی۔

"إن اشترط الإحلال عند الإحرام إذا حصر جاز له التحلل بغير هدى" (شامی ۲/۵۹۱)۔

"عن أبی حنيفة أن الاشتراط يفيد سقوط الدم" (المغنی لابن قدامہ ۳/۱۲۴۴)۔

ایسے افراد کو یہ مشورہ دیا ہے مولانا عبید اللہ اسعدی، مفتی محمد عبد الرحیم اور مولانا محمد نور القاسمی صاحبان نے، احقر بھی اس مشورہ پر صاد کرتا ہے۔

سوال نمبر ۱۱

سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا، تو وہ ایام عدت میں عمرہ و حج ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں مقالہ نگاروں نے مختلف رائیں ظاہر کی ہیں:

۱- محصر ہے، دم دے کر حلال ہو جائے، "زاد فی اللباب مما يكون محصراً أمور أخر منها العدة" (رد المحتار ۲/۲۵۳) مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا نور القاسمی، مولانا صدر عالم قاسمی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، جمیل احمد نذیری۔

Marfat.com

۲- محصر ہے لیکن اگر اسی حالت میں حج وعمرہ کرے تو حج وعمرہ ہو جائے گا مگر گنہ گار ہوگی، "فإن حجت وهي في العدة جازت بالاتفاق و كانت عاصية" (مولانا ظفر الاسلام ومولانا عبداللطیف مظاہری)۔

۳- حج وعمرہ کرسکتی ہے، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا محمد ایوب ندوی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، حکیم ظل الرحمٰن، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مفتی محمد عبدالرحیم، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا محمد رئیس ندوی۔

۴- قانونی مجبوریوں اور سفر حج وعمرہ کی موجودہ مشکلات کے پیش نظر حج وعمرہ کرسکتی ہے۔

مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا محمد ابراہیم فلاحی، مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی، مولانا محمد عمر فلاحی، شمس پیرزادہ، مفتی محبوب علی، مولانا عبیداللہ اسعدی۔

۵- موجودہ حالات کے تحت ملک سے نکلنے کے بعد گنجائش ہے (مولانا محمد ارشاد القاسمی)۔

۶- مکہ پہنچنے سے قبل محصر کے حکم میں ہے، مکہ پہونچ کر دن میں حج کرسکتی ہے، رات میں اسی مقام پر عدت گذارے، مولانا قمر الزماں ندوی۔

۷- اگر گھر کے قریب ہے تو واپس آجائے، مکہ مکرمہ کے قریب ہے تو پہلے حج کرے، پھر عدت گذارے (مفتی شکیل احمد)۔

۸- امام شافعیؒ کے قول میں عورت مطلقاً حالت عدت میں حج یا عمرہ کرسکتی ہے (المجموع ۳۳۵/) (مولانا فضل الرحمٰن افضل قاسمی)۔

۹- شوافع وحنابلہ کے یہاں گنجائش ہے، احناف کے یہاں بھی سفر شرعی نہ ہو تو گنجائش ہے (مولانا زبیر احمد قاسمی)۔

۱۰- جس جگہ شوہر کا انتقال ہوا ہے، مجبوری کی صورتوں میں جب وہاں سے منتقل

Marfat.com

ہونے کی شرعاً اجازت ہو، حج وعمرہ کی گنجائش ہے اگر رفقائے سفر میں کچھ ثقہ خواتین بھی ہوں جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے: "یجوز لها الحج إذا خرجت في رفقة ومعها نساء ثقات لحصول الأمن بالمرافقة" (فتح القدیر ۲/۴۱۹) (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)۔

۱۱- ملک سے نکلنے کے بعد سفر حج وعمرہ کی گنجائش ہے، اگر رفقاء سفر میں کچھ ثقہ خواتین بھی ہوں جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے: "یجوز لها الحج إذا خرجت في رفقة ومعها نساء ثقات لحصول الأمن بالمرافقة" (فتح القدیر ۲/۴۱۹) (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)۔

۱۲- مکہ کی دوری مسافتِ شرعی سے کم ہو تو حج وعمرہ کی گنجائش ہے، مفتی انور علی اعظمی، مولانا عبد الفتاح عادل، مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا سید مصلح الدین قاسمی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا ابرار الحق صدیقی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی۔

۱۳- اگر سفر شرعی سے آگے بڑھ چکی ہے تو گنجائش ہے (مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا محمد جنید احمد فلاحی)۔

مذکورہ بالا آراء کی روشنی میں سفر حج کی موجودہ مشکلات کو دیکھتے ہوئے احقر کے نزدیک قابل ترجیح رائے یہی ہے کہ ملک سے نکلنے کے بعد اگر شوہر کی وفات کا واقعہ پیش آتا ہے تو عورت کے لئے حج وعمرہ کی گنجائش ہونی چاہئے، اس لئے کہ ملک سے باہر نکل جانے کے بعد کسی بھی شخص کا نہ ہر جگہ قیام ممکن ہے نہ اپنی مرضی سے واپسی ممکن ہے، جب وہاں رہنا ہی ہے تو حج وعمرہ ادا کرنے کی بھی اجازت ہونی چاہئے، پھر یہ کہ حج وعمرہ کی قضا بھی آسان نہیں، کیونکہ اسفار بھی دو ملکوں کے قوانین کے پابند بنا دیئے گئے ہیں، ایک وہ جہاں سے سفر ہوا ہے، دوسرا سعودی عرب، ظاہر ہے کہ حج وعمرہ کے سفر میں بھی کوئی شخص اپنی مرضی کا مالک نہیں رہا، ان دشواریوں کے پیش نظر ملک کی سرحد پار کرنے کے بعد عورت کو حج وعمرہ کی اجازت ہونی چاہئے، جیسا کہ زبدۃ المناسک ۳۶/۲، العرف الشذی علی الترمذی ۱/۲۲۱، فتاوی رحیمیہ ۵/۲۳۸ وغیرہ

Marfat.com

میں ہے۔

جہاں تک اصل مسئلہ کا تعلق ہے وہ وہی ہے جو محصر کا ہے مگر گنجائش و اجازت موجودہ حالات کے مدنظر ضرورت وحاجت کی بنا پر دی جانی چاہئے۔

سوال نمبر ۱۲

حج کا سفر کرنے والا ایام حج یعنی ۷۔۸ ذی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہونچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵/ یوم قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں، اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے، تو وہ مقیم ہوگا یا نہیں؟ جبکہ پہلے دونوں آبادیاں الگ الگ تھیں مگر اب مکہ مکرمہ شہر پھیلتے ہوئے منیٰ کی آبادی کے متصل ہو گیا ہے۔

اس کے جواب میں بھی مختلف رائیں سامنے آئی ہیں، مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی نے مکہ مکرمہ اور منیٰ کی آبادیوں کے اتصال کو تسلیم نہیں کیا، وہ لکھتے ہیں: ''آبادیوں کا فصل اب بھی موجود ہے، اگرچہ کم ہو گیا ہے''۔ لہذا مکہ اور منیٰ دونوں جگہ کا قیام مل کر ۱۵ دن کا ہو جائے تو یہ شخص مقیم نہ ہوگا، یہی رائے درج ذیل حضرات کی بھی ہے:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی محمد عبد الرحیم، مولانا ابراہیم فلاحی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا محمد ایوب ندوی، حکیم ظل الرحمٰن، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا جمیل احمد نذیری، مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا محمد ابرار خاں ندوی، مولانا انور علی اعظمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا ظفر الاسلام، مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا جنید احمد فلاحی، مولانا نور القاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی۔

دوسری رائے یہ ہے کہ اگر مکہ مکرمہ کی بلدیہ (کارپوریشن، میونسپلٹی) نے منیٰ کو مکہ کے ساتھ ملا دیا ہے تو منیٰ مکہ مکرمہ کا ایک محلہ شمار ہوگا اور منیٰ کا قیام مکہ کا قیام سمجھا جائے گا، یہ رائے ہے مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا ارشاد القاسمی، مولانا عبد القیوم پالن پوری اور مولانا محبوب علی کی،

Marfat.com

مولانا عبید اللہ اسعدی نے لکھا ہے کہ مکہ اور منیٰ انتظاماً ایک ہی کارپوریشن کے تحت ہیں، ان کا رجحان مقیم تسلیم کرلئے جانے کی طرف ہے۔

مولانا سراج الدین قاسمی اور مولانا محمد عمر فلاحی کی رائے ہے کہ اگر مکہ اور منیٰ کے مابین مقدار غلوہ یعنی ۷ ۱۳ء۱۶ میٹر سے فاصلہ کم ہو تو مقیم ہوگا ورنہ مسافر۔

کچھ حضرات کے جواب سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے سوال میں درج دونوں آبادیوں کے اتصال کو تسلیم کرلیا ہے اور اس اتصال سے دونوں آبادیوں کا ایک حکم لگا کر مقیم ہونے کی رائے دی ہے، مثلاً یہ حضرات شمس پیرزادہ، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا عبد الفتاح عادل، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا فضل الرحمٰن افضل قاسمی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا صدر عالم۔

مولانا رئیس ندوی لکھتے ہیں کہ مقیم نہ ہوگا لیکن حاجی ہونے کی وجہ سے قصر کرے گا۔

احقر کی رائے یہ ہے کہ اولاً حکومت سعودیہ نے منیٰ کو مکہ میں داخل کرکے دونوں آبادیوں کو مکہ کا نام دے کر منیٰ کو مکہ کا محلہ نہیں بنادیا، دوم دونوں آبادیاں نصاً الگ الگ ہیں، لہٰذا اتصال آبادی کے باوجود دونوں آبادیاں الگ الگ مانی جائیں گی اور دونوں جگہ ملا کر مدت اقامت ۱۵ دن ہوجائے تو بھی مقیم نہ ہوگا۔

سوال نمبر ۱۳

رمضان المبارک میں جو لوگ عمرہ کے لئے جاتے ہیں نیز سعودیہ وغیرہ میں مقیم احناف کے لئے ایک مسئلہ وتر میں اقتداء کا ہے کہ بلاد عرب میں عموماً وتر کی تینوں رکعات فصل کے ساتھ یعنی دو رکعت پر سلام کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، تو اب دو ہی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اپنے مذہب کی رعایت میں مسجد وحرمین کی جماعت کو چھوڑ کر ایسا آدمی وتر کی نماز تنہا ادا کرے، یہ صورت مناسب معلوم نہیں ہوتی، دوسری صورت یہ ہے کہ امام کی اقتداء میں وتر کو ادا کرے تو مذکورہ خرابی

Marfat.com

لازم آتی ہے کہ امام فصل کے ساتھ وتر ادا کرتا ہے تو کیا اس کی گنجائش ہے کہ جماعت و مجمع کی رعایت میں وہ امام مسجد کی اقتداء کرے؟

اس کے جواب میں اکثر لوگوں نے جماعت اور مجمع کی رعایت میں امام مسجد کی اقتداء کی رائے دی ہے۔

درج ذیل حضرات نے الگ پڑھنے کی رائے دی ہے:

مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا سید مصلح الدین قاسمی، مولانا ارشاد القاسمی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا عبدالقیوم پالن پوری، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا محبوب علی، مولانا منظور احمد قاسمی۔

اس کے برعکس مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا اسعد اللہ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا صدر عالم قاسمی اور جمیل احمد نذیری نے امام کی اقتداء میں نماز وتر ادا کرنے کی اجازت اس تدبیر کے ساتھ دی ہے کہ جب دو رکعت پر امام سلام پھیر دے تو یہ نہ پھیرے بلکہ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، جب امام تیسری رکعت پڑھے تو اس کے ساتھ یہ بھی سلام پھیرے۔

ان حضرات کا استدلال ابو بکر جصاص رازی کی درج ذیل عبارت سے ہے:

"وجوزه أبو بكر الرازی و يصلی معه بقية الوتر لأن إمامه لم يخرج بسلامه عنده وهو مجتهد فيه" (البحر الرائق ۲/۳۹)۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: "ومعنیٰ كونه لم يخرج بسلامه أن سلامه لم يفسد وتره لأن ما بعده يحسب من الوتر فكأنه لم يخرج منه" (ردالمحتار ۱/۴۹۴)۔

مولانا محمد ابراہیم فلاحی نے نظام الفتاویٰ ۱/۲۷ کے حوالہ سے دوسری تدبیر یہ لکھی ہے کہ دو رکعت نفل کی نیت کرے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر ایک رکعت اور ملا کر دو رکعت مکمل کرے۔

Marfat.com

لیکن خیال رہے کہ اس صورت میں وتر اس کے ذمہ باقی رہے گی جو بعد میں پڑھنی ہوگی۔

احقر کا رجحان امام ابوبکر رازی کے قول کی طرف ہے اور پہلی تدبیر کو زیادہ پسند کرتا ہے۔

Marfat.com

دوسرا باب

تفصیلی مقالات

Marfat.com

Marfat.com

حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی ☆

۱- احناف کے تمام ائمہ، جمہور فقہاء اور امام شافعی کے علاوہ دیگر ائمہ کے نزدیک بھی (بلکہ امام شافعی کا پہلا قول) یہی ہے کہ باہر سے آ کر مکہ مکرمہ کے اندر بغیر احرام باندھے داخل ہونا ممنوع ہے جیسا کہ (بدائع الصنائع ۲/ ۱۶۴، طبع اول) میں حضرت عباسؓ کی یہ روایت: "فإني سمعت رسول الله ﷺ يقول لا يجاوز أحد الميقات إلا محرما" (میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میقات سے بغیر احرام کے کوئی شخص تجاوز نہ کرے) نقل کرنے کے بعد صاحب بدائع لکھتے ہیں:

"اگر کسی نے ان مواقیت کو پار کر کے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا خواہ حج کے ارادہ سے ہو یا تجارت یا کسی دوسری ضرورت کی وجہ سے، ہمارے نزدیک بغیر احرام میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں، اور امام شافعی نے فرمایا کہ اگر کوئی مکہ میں حج کے ارادہ سے داخل ہو تو اس پر احرام واجب ہے اور اگر کسی ضرورت کی وجہ سے داخل ہوا ہے تو بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے، جواز کی وجہ یہ ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے سکنی جائز ہے، تو دخول بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا، اس لئے کہ وہ سکنی سے کمتر ہے۔ ہماری دلیل جو آپ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جان لو کہ مکہ اس دن سے قابل احترام ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود بخشا، مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں اور نہ میرے بعد...... (الحدیث) اور تین طریقے پر اس حدیث سے

☆ استاذ تفسیر وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

Marfat.com

استدلال کیا ہے:

۱- "ألا إن مكة حرام"۔

۲- "لاتحل لأحد بعدي" (کسی کے لئے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں)۔

۳- "ثم عادت حراماً إلى يوم القيامة" (قیامت تک کے لئے مکہ کی حرمت باقی رہے گی)۔ اور حضرت ابن عباسؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بغیر احرام کے مکہ میں دخول حلال نہیں، اور اس لئے کہ یہ زمین کا وہ مقدس ٹکڑا ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف وعزت اور قدر ومنزلت ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں داخل ہوتے وقت عبادت کا التزام ہو، تاکہ دیگر تمام حصۂ زمین سے اس کا شرف مقام ممتاز رہے"

(بدائع الصنائع ۲/ ۱۶۴، نیز دیکھئے: ہدایہ ا/ ۲۱۴)۔

اور نیل الاوطار (۵/ ۲۸) میں علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں:

"اور بغیر کسی عذر کے میقات سے آگے جانے کے جواز میں اختلاف ہے، جمہور فقہاء کے نزدیک میقات سے آگے بڑھنا ممنوع ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ بغیر احرام کے میقات سے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے، خواہ حج وعمرہ کی غرض سے جانا ہو، یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور غرض سے، اور جو بغیر احرام کے جائے تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر دم لازم ہوگا، اور عبداللہ ابن عمر اور اسی طرح الناصر سے مروی ہے، اور امام شافعی کا آخری قول یہی ہے اور ابن عباس کا بھی ایک قول یہی ہے کہ احرام اس شخص پر واجب ہوتا ہے جو حج وعمرہ میں سے کسی کے ارادہ سے داخل ہوا ہو، صرف داخل ہونے سے واجب نہیں ہوتا ہے، جمہور فقہاء نے اللہ تعالیٰ کے قول "اور جب تم حلال ہو جاؤ تو شکار کرو" سے استدلال کیا ہے" (نیل الاوطار ۵/ ۲۸، طبع بیروت)۔

اس دلیل پر نقد کرنے کے بعد علامہ شوکانی نے دوسری دلیل یہ ذکر کی ہے:

"جمہور کی دوسری دلیل ابن عباس کی وہ حدیث ہے جس کو بیہقی نے لفظ "لا يدخل

Marfat.com

أحد مكة إلا محرما'' (کہ مکہ میں محرم ہی داخل ہوگا) سے روایت کیا ہے، اس روایت کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس کی اسناد جید ہے، اور ابن عدی نے اس کو دو ضعیف سندوں سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اور امام شافعی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جو شخص بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرے گا اس کو لوٹا دیا جائے گا''۔

علاوہ ازیں فتح القدیر مع الکفایہ (طبع کوئٹہ پاکستان) میں اس پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، اور اس سلسلہ کی روایات مع مآخذ نقل کی گئی ہیں، ان میں ایک روایت یہ بھی ہے:

''عن ابن عباس قال إذا جاوز الوقت فلم يحرم حتى دخل مكة رجع إلى الوقت فأحرم وإن خشي إن رجع إلى الوقت فإنه يحرم و يهرق لذلك دما'' (۲/۳۳۵)۔

اس پر علامہ ابن ہمام نے یہ نوٹ لکھا ہے:

''اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ آپ علیہ السلام کے کلام میں سے ہے راوی کا کلام نہیں ہے، تو رسول اللہ علیہ السلام کے اس قول ''ممن أراد الحج و العمرة'' میں منطوقات مراد لینا مفہوم مخالف سے بہتر ہے'' (حوالہ سابق)۔

۲- جن فقہاء کے نزدیک بغیر احرام کے مکہ معظمہ یعنی حدود حرم میں داخل ہونا مطلقاً ممنوع ہے، ان کے نزدیک ان اعذار کی بنا پر بھی جو سوالنامہ میں مذکور ہیں، بغیر احرام کے مکہ جانا ممنوع ہوگا، البتہ اس کے لئے بعض حیلے اختیار کرنے کی اجازت حنفی کتب فقہ مثلاً عنایہ، کفایہ اور شامی ۲/۱۵۴-۱۵۵ وغیرہ میں مذکور ہیں، ایک یہ کہ حِل کی نیت کرنا پھر وہاں سے مکہ معظمہ جانا وغیرہ، لیکن کتب فقہ میں (حِل) سے مکہ معظمہ بغیر احرام کے جانے کی جو عقلی وجوہ اور حکمتیں بیان کی گئی ہیں، مثلاً بدائع میں مذکور یہ وجہ:

''اس لئے کہ اہل بستان (یعنی حِل) کے مصالح مکہ سے متعلق ہیں، کیونکہ ان لوگوں کو ہمہ وقت وہاں جانے کی ضرورت پڑتی ہے، اگر انہیں بغیر احرام کے داخل ہونے سے روکا جائے

Marfat.com

تو وہ حرج میں پڑ جائیں گے اور شریعت نے حرج کو دور کیا ہے۔ اور اگر کوئی حرم سے حِل کی طرف نکلتا ہے اور میقات پار کئے بغیر مکہ لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ بغیر احرام کے مکہ لوٹ سکتا ہے، اس لئے کہ اہل مکہ کو لکڑیاں اور گھاس کے لئے حِل کی جانب نکلنے اور پھر مکہ لوٹنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ لہٰذا اگر ہم ان کے لئے ہر خروج پر احرام لازم کردیں گے تو وہ حرج میں پڑ جائیں گے"۔

ان سے تو یہ نکلتا ہے کہ اگر حِل کے باہر مکہ والوں کو آنے جانے کی ایسی ہی شدید ضرورت پیش آجائے جیسا کہ حِل میں پیش آتی ہے تو انہیں حِل کے باہر آفاق سے بھی بغیر احرام کے مکہ آنے جانے کی اجازت ہو، اگر مسئلہ صرف قیاسی ہوتا تو ایسا قول اختیار کرلینے کی گنجائش ہوتی، خاص طور سے اس اصول کی موجودگی میں جو بدائع الصنائع ۲/۱۵۹ میں بایں الفاظ بتایا گیا ہے " لأن الضرورة سبب لتخفيف الحكم وتيسيره"۔

لیکن مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے علامہ شوکانی کی اس دلیل: "وقد كان المسلمون في عصره ﷺ يختلفون إلى مكة لحوائجهم ولم ينقل أنه أمر أحد منهم بإحرامه" (اور مسلمان آپ ﷺ کے زمانہ میں مختلف ضرورتوں کے پیش نظر مکہ جایا کرتے تھے، لیکن یہ منقول نہیں ہے کہ ان میں سے کسی کو احرام کا حکم دیا گیا ہو) کا جواب دیتے ہوئے تحریر کیا ہے:

"میرا خیال ہے کہ اگر مکہ جانے سے مراد وہ شخص ہے جو میقات میں داخل ہو تو ہم پر اعتراض نہیں ہوگا، اور اگر اس شخص کا جانا مراد ہو جو میقات سے خارج ہے تو یہ تسلیم نہیں ہے، کیونکہ مواقیت مکہ سے بہت دور ہیں، اور انسانی اور شہری ضروریات شہر سے قریب ہی ہوا کرتی ہیں، اور شہر سے دور بہت ہی نادر ہیں" (اعلاء السنن ۱۰/۱۸)۔

اس صورت حال پر غور کرنے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس بقعہ مبارکہ میں قیام کرنے، وہاں کاروبار یا دوسرے ذرائع کسب معاش اختیار کرنے کا موقع دیا ہے،

Marfat.com

تو اس کے انعام کا تقاضہ یا حق ہے کہ اس بقعہ سے متعلق دو خاص عبادتوں (حج، عمرہ) میں سے ایک ادا کرے، عموماً عمرہ میں بمشکل دو گھنٹے خرچ ہوتے ہیں، تو کیا ایک مسلمان تاجر، یا ٹیکسی ڈرائیور کے لئے دو گھنٹے نکال لینا مشکل کام ہے؟ جب کہ قہوہ خانوں، ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں روزانہ اس سے کہیں زیادہ عام طور سے وقت گذارتے ہیں یا گنوادیتے ہیں، دراصل احساس بیدار کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ سہولت پسند بلکہ سہل انگار طبیعتوں کے لئے حیلے اور فرار کے راستے سجھانے کی۔

علامہ شوکانی نے حجاج بن علاط کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کا جواز ثابت کیا ہے، اس کا جواب دیتے ہوئے مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے کیا خوب لکھا ہے:

''احتمال یہ ہے کہ حجاج والا واقعہ مواقیت کی تعین سے پہلے کا ہو، اس لئے کہ فتح خیبر کے بعد ان کا مکہ آنا اپنے اسلام کو چھپا کر اپنا مال جمع کرنے کے لئے تھا، بعض نے کہا کہ حج کی فرضیت سن نو میں ہوئی اور بعض نے سن چھ کہا ہے۔ اور جنہوں نے حج کی فرضیت کو سن چھ میں کہا ہے انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی دلیل نہیں دی کہ فرضیت حج فتح خیبر سے پہلے ہوئی یا بعد میں'' (اعلاء السنن ۱۰/ ۱۸)۔

۳- مکہ میں مستقل (مکی) کے لئے عندالاحناف جائز نہیں ہے۔

۴- مکی یعنی جو مکہ کا مستقل باشندہ ہو، یا اشہر حرم شروع ہونے سے قبل صحیح طریقہ سے مکہ مکرمہ آ کر مقیم ہو گیا ہو (زبدہ/ ۳۰۵) یا کم از کم ایک سال وہاں مقیم رہنے والا ہو (بدائع ۲/ ۱۶۵)، سے مستفاد ہوتا ہے کہ اقامت مکہ پر ایک سال گذرنے سے مکی کے مخصوص احکام متعلق ہو جاتے ہیں، جس سال حج کرنے کا ارادہ کرے اس سال اشہر حج میں عمرہ نہ کرے، ظاہر ہے کہ حج وعمرہ اللہ تعالی کی رضا کے لئے ہی کئے جاتے ہیں اس کی رضا اسی میں ہے کہ مکی دونوں کو جمع نہ کرے جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ کی آیت: ''فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر

Marfat.com

من الهدی..... ذلک لمن لم یکن أهله حاضری المسجد الحرام ''میں صاف طور سے بتایا گیا ہے کہ تمتع (اور قران) ان لوگوں کے لئے مشروع ہیں جو مسجد حرام (مکہ) کے باشندے نہ ہوں۔

جبکہ مکی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمع بین النسکین کی اجازت نہیں ہے، لہٰذا ایسا کرنے سے وہ گنہگار ہوگا، ظاہر ہے کہ یہ عبادتیں ''اجر'' کے لئے کی جاتی ہیں نہ کہ ''وزر'' کے لئے، اور یہ بھی بدیہی سا ہے کہ ایسے مکی نے حج ضرور کرلیا ہوگا، اور جو جمع بین الحج والعمرہ کا شائق ہے (اگر حج نہ کیا ہو تو وہ ایک سال صرف حج کرے اور عمرہ نہ کرے) تو پھر اسے عمرہ کے ساتھ حج کرکے گنہگار ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اس حکم میں تو اس کے لئے آسانی ہے نہ کہ مشقت، پھر مسلک سے عدول کی کیا ضرورت اس لئے سوال میں مذکور عبارت ''اہل مکہ کو پابند کرنا..... تنگی اور دشواری کی بات ہے'' بے محل اور غیر ضروری معلوم ہوتی ہے، کیونکہ ترک حج میں کوئی تنگی و دشواری نہیں کیونکہ ایسا کرنا صرف ایک سال ضروری ہوگا نہ کہ ہمیشہ، اور اگر اس نے ابھی حج فرض نہیں کیا ہے تو پہلے حج فرض ادا کرے اور حدود حرم کے باہر اشہر حج میں نہ جائے، جب حج فرض کے لئے دنیا بھر سے لوگ بے پناہ مشقتیں اٹھا کر اور کثیر رقم خرچ کرکے آتے ہیں، تو مکہ میں مقیم حج فرض ادا کرنے والے کے لئے صرف اتنی پابندی برداشت کرلینا کہ وہ صرف دو مہینہ دس روز تک حدود میقات سے باہر نہ جائے کیا دشوار ہے؟ اور یہ ''مشقت'' کے ذیل میں کیسے آسکتا ہے، ورنہ تو ایسی مشقت ہر شرعی حکم کی بجا آوری میں ہوتی ہے تو پھر سرے سے (تکلیف) ہی مرتفع کردی جائے۔

۵- اس مسئلہ میں فقہائے حنفیہ کے درمیان بھی خاصا اختلاف نظر آتا ہے، علمائے دیوبند کی رائیں بھی مختلف ہیں، مولانا مفتی سعید احمد صاحب مظاہری (سابق صدر مفتی مظاہر علوم) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب معلم الحجاج صفحہ ۲۲۱ پر دونوں قول نقل کرکے جواز کو ترجیح دی ہے، لیکن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے جواہر الفقہ (۱/ ۴۹۲) میں صرف عدم جواز کا

Marfat.com

قول نقل کیا ہے، جس سے ان کا رجحان عدم جواز ہی متبادر ہے، اپنے اکابر میں مناسک کے ایک بہت بڑے عالم مولانا شیر محمد صاحب سندھی نے ''زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک'' میں اس مسئلہ پر بہت تفصیلی کلام کیا ہے، اس میں جواز کی گنجائش تو ذکر کی ہے لیکن بہتر نہ ہونے کا عندیہ دیا ہے (دیکھئے صفحہ ۳۰۶-۳۱۶) بحث کا خلاصہ کرتے ہوئے اس میں لکھا ہے: ''پس بہتر یہی ہے کہ معتمر کو بعد عمرہ، تمتع کے حج سے پہلے، دوسرا عمرہ نہ کرنا چاہئے (صفحہ ۳۱۶)۔

۶: الف، ب- صرف ایسے معذور کے لئے رمی میں اپنا نائب بنانے کی اجازت ہے جو نماز کھڑے ہو کر پڑھنے پر قادر نہ ہو بلکہ اس کے لئے بیٹھ کر فرض پڑھنے کا جواز ہو (زبدۃ/۸۸)، محض ازدحام کے خوف سے غیر معذور کو رمی کے لئے اپنا نائب بنانے کی اجازت نہیں ہے، البتہ دن کے بجائے رات کو رمی کرنے کی اجازت بعض مخصوص حالات میں مردوں کو بھی ہو سکتی ہے۔

۷- یہ لوگ بھی 'مُحْصَر' سمجھے جائیں گے، ان کے لئے بھی وہ تمام احکام ہوں گے جو ''محصر'' کے لئے عام کتب فقہ میں مذکور ہے۔

۸- اس سلسلہ میں راقم کا ایک تفصیلی مضمون ''البعث الاسلامی'' (عربی) میں چھپ چکا ہے، اس کا خلاصہ اردو کے ماہنامہ ''الفرقان'' وغیرہ میں بھی چھپا ہے۔

۹- بغیر آمر کی اجازت کے نہیں کر سکتا، کیونکہ حج بدل کرنے والا اصلاً تمتع نہیں کر سکتا، اس لئے بغیر اجازت کے تمتع نہ کرے یعنی آج کل کے محض نام نہاد عرف کی بنا پر (اگرچہ عرف بھی محل نظر ہے، کیونکہ ہمیشہ سے تمتع کا رواج زیادہ رہا ہے) تمتع کی اجازت نہ ہوگی۔

الف- کر سکتا ہے

ب- نہیں

ج- نہیں

د- حج بدل کرنے والے ہی پر دم تمتع آئے گا الا یہ کہ آمر صراحتہً دم کے لئے رقم ہدیہ کر دے، لیکن حج بدل کرنے والا دم تمتع کے لئے آمر سے مطالبہ نہیں کر سکتا (فتاویٰ رحیمیہ ۸/۳۲۴)۔

Marfat.com

ھ- جو شخص طویل احرام کی پابندیاں جھیلنے کا متحمل نہ ہو وہ حج بدل کے لئے نہ جائے، اس کے علاوہ دوسرے بہت سے اللہ کے بندے طویل احرام کی پابندیاں بخوشی برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے، ایسے ہی لوگوں کو بھیجا جائے جو اس کے لئے آمادہ ہوں، حج بدل کی پیشکش قبول کرنا ضروری نہیں ہے، جو تحمل نہ کر سکتا ہو وہ حج بدل کے لئے نہ جائے، پھر آج کل تو حج کمیٹی کے توسط سے جو لوگ حج کے واسطے جاتے ہیں وہ بہت سے بہت حج سے بیس پچیس روز پہلے ہی جا سکتے ہیں، ان کے لئے شرعاً پوری گنجائش ہے کہ وہ پہلے سیدھے جدہ سے مدینہ منورہ چلے جائیں، وہاں سے ایام حج کے قریب، حج کا احرام باندھ کر آئیں، اس طرح بمشکل آٹھ دس روز احرام کا پابند رہنا پڑے گا، ابھی چند سال قبل جب کہ بحری جہازوں سے لوگ حج کے لئے جاتے تھے بالعموم ہر حاجی کو دس پندرہ روز تک بلکہ اس سے بھی زیادہ احرام کی حالت میں رہنا پڑتا تھا، اور بہت پہلے تو مہینہ بھر یا اس سے زیادہ مدت تک، اور لوگ اسے بخوشی گوارا کرتے تھے، تو آج کل ہفتہ عشرہ کی پابندی کیونکر ناقابل برداشت مشقت قرار دی جا سکتی ہے۔

و- ورثاء کی اجازت سے بظاہر جائز ہونا چاہئے، ورثاء کی اجازت حج بدل میں تمتع کے جواز کے بارے میں بھی کافی ہونا علامہ شامی کی حسب ذیل عبارت سے مستفاد ہوتا ہے: ”لأن الوارث خليفة المورث“ (۲۳۹/۲) (اس لئے کہ وارث مورث کا خلیفہ ہے)۔

۱۰: الف، ب، ج، د- ناپاکی یعنی حیض ونفاس وغیرہ کی حالت میں اگر طواف ناگزیر ہو تو حدود حرم کے اندر اسے دم (بدنہ) دینا ضروری ہوگا، یہ گنجائش بھی صرف فقہ حنفی میں ہی ہے، بقیہ مکاتب فقہ میں تو طواف ہی کرنا ضروری ہے اس کے بغیر صحبت حرام رہے گی اور حج نامکمل، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ کو جب ایک زوجہ مطہرہ (حضرت صفیہؓ) کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے حیض آنے کی وجہ سے طواف نہیں کیا ہے (اور آپ ﷺ کو گمان ہوا کہ انہوں نے طواف افاضہ نہیں کیا ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”لعلها حابستنا“ (ابوداؤد ۲/ ۲۷۴ طبع مجیدی کانپور، باب الحائض تخرج بعد الافاضة)، اس سے معلوم ہوا کہ طواف افاضہ کے لئے حائضہ کو مکہ

Marfat.com

مکرمہ میں ٹھہرنا ضروری ہے تاکہ پاک ہوکر طواف کرے، پھر وطن روانہ ہو۔

الف-اجازت ہے بدرجہ مجبوری۔

ب-رکن ادا ہو جائے گا اور دم (بدنہ) دینا لازم ہوگا (شامی ۲/۲۰۵)۔

ج-بدنہ (گائے یا اونٹ) ذبح کرنا ہوگا، بکرا نہیں (ایضا)۔

د-حدود حرم میں ادائیگی ضروری ہوگی اس کے باہر نہیں، ورنہ واجب ادا نہ ہوگا، جیسا کہ حج کی جنایات کے ''دم'' کا حکم ہے (جو تمام قابل ذکر کتابوں میں ملتا ہے)، حیض ونفاس وغیرہ کی حالت میں بھی طواف کرنے سے فریضہ ادا ہو جانے کا ذکر ''بدائع الصنائع'' میں یوں آیا ہے: "**فأما الطهارة عن الحدث والجنابة والحيض والنفاس فليست بشرط لجواز الطواف وليست بفرض عندنا بل واجبة حتى يجوز الطواف بدونها** (بدائع ۲/۱۲۹) (رہا حدث، جنابت، حیض اور نفاس سے پاک ہونا تو یہ ہمارے نزدیک جواز طواف کے لئے شرط نہیں ہے اور نہ کوئی فرض ہے بلکہ واجب ہے، اس کے بغیر بھی طواف جائز ہو جاتا ہے)۔

احناف کے نزدیک طواف کر لینے کے بعد، چاہے بحالت جنابت ہی کیا ہو، دم دینے سے قبل بھی جماع حلال ہو جائے گا، ردالمحتار میں ہے: "**حل في حق النساء بطواف الزيارة جنباً**" (شامی ۲/۲۰۵) (طواف زیارت عورتوں کے حق میں جنابت کی حالت میں بھی حلال ہے)۔

۱۱-اصل حکم شرعی تو یہی ہے کہ عورت کو جس جگہ اپنے شوہر کی وفات کی اطلاع ملے، اگر وہ جگہ اقامت کے لائق ہو یعنی وہاں قیام میں کوئی مانع طبعی، عقلی، شرعی نہ ہو، تو وہیں ٹھہر کر عدت گذارے، لیکن مجبوری کی صورتوں میں یعنی جب وہاں سے منتقل ہونے کی شرعاً اجازت ہو تو حج وعمرہ کی ادائیگی کے جواز کی گنجائش مستبعد نہیں، اگر معتدہ بحالت عدت عمرہ وحج ادا کرلے تو بہرحال حج وعمرہ صحیح ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

۱۲- تقریباً تمام کتب فقہ میں مکہ و منیٰ کو الگ الگ شہر قرار دیا گیا ہے، اور یہ بھی صراحت کی گئی ہے کہ ان دونوں جگہ مشترک طور پر پندرہ دن و رات قیام کرنے کی نیت سے ٹھہر نے والا مسافر ہی رہے گا، مقیم نہ ہوگا، آج بھی یہی حکم ہوگا کیونکہ اب بھی مکہ و منیٰ کی آبادیوں کے درمیان فصل موجود ہے، اگرچہ وہ پہلے کے مقابلہ میں کم ہو گیا ہے، دونوں کے درمیان فصل کا مشاہدہ ہر وہ شخص کرسکتا ہے جو وہاں جائے۔

۱۳- یہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں جو "فقہ اکیڈمی" میں موضوع بحث بنایا جائے، اس میں مذہب حنفی کی رعایت بہت ضروری ہے کیونکہ فقہ حنفی میں ایک رکعت مشروع ہی نہیں، اگر کوئی پڑھتا ہے تو وہ نامشروع کام کرتا ہے، پھر وتر کی جماعت (رمضان میں) صرف مستحب ہے، واجب یا سنت مؤکدہ نہیں، بلکہ تراویح کی جماعت سے بھی کم درجہ ہے۔

فتاوی شامی میں ہے:

"والصحيح أن الجماعة فيها (في الوتر) أفضل إلا أن سنيتها ليست كسنية جماعة التراويح" (۱/۴۷۷)۔

(اور صحیح یہ ہے کہ وتر میں جماعت افضل ہے مگر اس کی سنیت تراویح کی جماعت کی سنیت کی طرح نہیں ہے)۔ اور علامہ شامی نے تو یہ بھی صراحت کردی ہے کہ شافعی (غیر حنفی) امام کے پیچھے اقتداء کی صحت مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ امام وتر کی تینوں رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھے) (شامی ۱/۳۹۷)۔

چنانچہ ماضی میں (چاروں مصلی ختم ہونے کے بہت بعد بھی) حرم شریف میں وتر کی جماعت حنفیہ علیحدہ کرتے تھے، اور اس میں اکثریت یعنی کل حاضرین میں سے زیادہ تعداد، شریک ہوتی تھی جیسا کہ مولانا قاری حمید الدین صاحب سنبھلی (جو علامہ کشمیری کے شاگرد تھے) نے اپنے سفرنامہ میں نقل کیا ہے، یہ سفرنامہ "نصف صدی قبل کا سفرنامہ حج" کے عنوان سے کتابی شکل میں چھپ چکا ہے اس کے صفحہ ۵۰ پر ہے: تمام حنفیہ اس (وتر کی) جماعت سے

Marfat.com

علیحدہ ہوکر "باب العمرۃ" کے قریب جمع ہو گئے اور وتر کی اپنی علیحدہ جماعت (ان کی جماعت ہو جانے کے بعد) کی، کیونکہ وہ حنبلی کہلاتے ہیں، وہ وتر کی تین رکعتیں دو سلام سے پڑھتے ہیں، ......اس لئے حنفی......وتر کی جماعت علیحدہ کرتے ہیں، جب حنفیہ وتر کی جماعت کے لئے علیحدہ ہوتے تھے تب معلوم ہوتا تھا کہ ماشاء اللہ حنفیہ کس قدر ہیں، نصف سے زیادہ لوگ الگ ہو جاتے تھے (نصف صدی قبل کا سفرنامہ حج صفحہ/۵۰ مطبوعہ لکھنؤ)۔

علاوہ ازیں کتب فقہ حنفی میں صراحت ہے کہ اگر امام ایسی کوئی بات کرتا ہے جو موجب بطلان ہو یا ترک واجب و فرض لازم آتا ہو تو اس کی اقتداء جائز نہیں (دیکھئے شامی ۱/ ۳۸۷-۳۸۹)۔

مزید قابل غور یہ ہے کہ متعدد معتبر کتب فقہ میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ ایک زمانہ میں عرفات کے میدان میں امامت مکی امام کرتا تھا، اور وہ (باوجود ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مقیم ہونے کے) قصر پڑھتا تھا، تو تمام مسالک کے علماء نے اس کی اقتداء کرنے سے منع کیا، حالانکہ وہاں جماعت و مجمع کی رعایت زیادہ اہم ہے۔

اس جماعت میں شریک ہونے کے بارے میں امام نسفی نے فرمایا:

"العجب من أهل الموقف يتابعون إمام مكة في القصر فأنّى يستجاب لهم أو يرجىٰ لهم الخير وصلوتهم غير جائزة"۔

اور شمس الائمہ فرماتے ہیں:

"كنت مع أهل الموقف فاعتزلت وصليت كل صلوٰة في وقتها و أوصيت بذلك أصحابي"۔

(میں موقف والوں کے ساتھ تھا لیکن میں ہر نماز کو اس کے وقت میں الگ ہو کر پڑھتا اور اسی کی اپنے اصحاب کو وصیت کی)۔

(یہ تمام تفصیلات علامہ شامیؒ نے "مطلب في شروط الجمع بين الصلاتين

Marfat.com

بعرفة" کے ذیل میں ذکر کی ہیں، جنہیں فتاویٰ رحیمیہ ۳۲۱/۸) میں نقل کر دیا گیا ہے)۔

اس صورت حال کا تقاضہ تو یہ ہونا چاہئے کہ فقہی اکیڈمی ایک تجویز منظور کرے جس میں حکومت سعودیہ سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ سابق کی طرح حنفی نمازیوں کو رمضان میں وتر کی جماعت علیحدہ کرنے کی اجازت دے، یا امام حرم دو سلام کے بجائے ایک سلام سے تینوں رکعات پڑھائیں، جو ان کے مذہب (حنبلی) میں بھی بہر حال جائز ہے، چاہے خلاف اولیٰ ہو، مگر فقہ حنفی میں تو دو سلام سے تین رکعت جائز و مشروع ہی نہیں۔

Marfat.com

حج ــــ نئے اور اہم مسائل

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی☆

''حج'' ارکان اسلام میں سے ایک ہے، جس سے ایمان کی تجدید ہوتی ہے اور دل ونگاہ کو نیا یقین حاصل ہوتا ہے، شاید اسی لئے آپ ﷺ نے اسلام کو بھی پچھلی زندگی کے گناہوں کے لئے کفارہ قرار دیا اور حج کو بھی ''الإسلام یھدم ما کان قبلہ والحج یھدم ما کان قبلہ''۔

عمر بھر میں ایک ہی بار صاحب استطاعت مسلمانوں سے یہ فریضہ متعلق ہے، اور اصل میں پانچ دن ہی اس عبادت میں صرف ہوتے ہیں، لیکن مسافرت، زبان وماحول کی اجنبیت، موسم کی ناموافقت اور سب سے بڑھ کر لاعلمی اور ناتجربہ کاری اور ان سب سے مستزاد نامانوس اور خیال وامید سے بھی بڑھ کر ازدحام، ایسی باتیں ہیں، جو ترقی کے اس دور میں بھی حاجی کو مشقت سے دوچار کرتی ہیں اور قدم قدم پر ارشاد نبوی ''الحج جھاد'' کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

حج فرض ہونے اور کعبہ مطہرہ کے کفر وشرک کی آلائشوں سے پاک ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ایک ہی بار حج فرمایا ہے، یہی اول وآخر حج تھا، جس میں قریب ایک لاکھ جاںنثار آپ ﷺ کے ساتھ تھے، اشارہ غیبی سے آپ ﷺ کو اندازہ ہو چکا تھا کہ شاید پھر اس عظیم مجمع سے آپ کی ملاقات نہ ہوگی، اس لئے آپ ﷺ نصیحت بھی فرماتے جاتے تھے: ''خذوا عنی مناسککم''۔ صحابہ نے حسب معمول بلکہ معمول سے بڑھ کر آپ کے ایک ایک

☆ جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، وناظم المعھد العالی الاسلامی حیدرآباد۔

Marfat.com

عمل کا بہ نظر غائر مشاہدہ کیا، اور علم کی اس امانت کو امت تک پہنچایا، اس لئے "حج" کے مسائل میں بہ مقابلہ دوسری عبادت کے فقہاء کے درمیان اختلاف کم ہے اتنا کم کہ جسے انگلیوں پر شمار کیا جاسکے۔

چونکہ یہ عبادت عمر میں ایک ہی بار فرض ہے، اور اس کی ادائیگی کے لئے جسمانی مشقت اور مالی قربانی دونوں ہی کا حصہ کثیر ہوتا ہے، شاید اسی لئے امام ابوحنیفہ نے خاص طور پر حج کے مسائل میں احتیاط کی روش کو قدم قدم پر ملحوظ رکھا ہے تاکہ یہ عبادت غیر مشکوک طریقہ پر انجام پاسکے، حج کے افضل ترین طریقہ کی بحث ہو، افعال حج میں ترتیب کا مسئلہ ہو، ایام قربانی کا مسئلہ ہو، مکہ میں کسی ضرورت سے آفاقی کا ورود ہو وغیرہ، "احتیاط" ہمیشہ آبلہ پائی کے راستہ پر لے جاتی ہے اور طبع دشوار پسند ہی کو راس آتی ہے، اس لئے موجودہ حالات میں حجاج کی کثرت اور مسائل حج سے عام حجاج کی ناواقفیت وغیرہ کی وجہ سے فقہ حنفی کے بعض مسائل میں مشکلات کا سامنا ہے، انہی کو مدنظر رکھتے ہوئے حج سے متعلق سوالات نہایت اہم اور فکر انگیز ہیں۔

۱،۲-تجار کے لئے بلا احرام مکہ میں داخل ہونے کا مسئلہ

اگر حرم محترم کا سفر حج یا عمرہ کے ارادہ سے کیا جائے تو میقات سے بلا احرام آگے بڑھنا جائز نہیں، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ اگر سفر کا مقصد تجارت، اہل مکہ سے ملاقات وغیرہ ہو تو اس صورت میں اختلاف ہے: حنفیہ کے نزدیک بلا احرام میقات سے آگے نہیں بڑھ سکتا (فتح القدیر ۴۲۶/۲) اور اگر بلا احرام آگے بڑھ گیا تو یا میقات تک واپس جائے اور احرام باندھ کر آئے، یا دم جنایت ادا کرے۔

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک احرام باندھنا مسنون تو ہے واجب نہیں، مناسک حج پر مشہور محدث امام نوویؒ کی کتاب الایضاح میں مذکور ہے:

"ینبغی لمن یاتی من غیر الحرم أن لا یدخل مکة إلا محرما لحج أو

Marfat.com

عمرة و هل يلزمه ذلک أم هو مستحب؟ فيه خلاف منتشر يجمعه ثلاثة أقوال أصحها أنه مستحب" (کتاب الایضاح ۱۹۷)۔

(جو شخص غیر حرم سے آرہا ہو اس کو مناسب ہے کہ مکہ میں حج یا عمرہ کے احرام کے ساتھ داخل ہو، اور یہ کہ یہ حکم وجوبی یا استحبابی ہے اس میں کافی اختلاف ہے جو سمٹ کر تین اقوال میں آجاتا ہے جن میں صحیح ترین یہ ہے کہ مستحب ہے)۔

امام مالک سے بھی یہی استحباب نقل کیا گیا ہے (المدونۃ الکبری ۱/ ۳۰۳)، ابن قدامہ نے اسی طرف امام احمد کا رجحان نقل کیا ہے (المغنی ۳/ ۱۱۶)، البتہ اگر کسی شخص کو بار بار حرم میں آنا پڑتا ہو جب بھی فقہاء شوافع کے یہاں احرام باندھ کر آنا مسنون ہے، ترک احرام مکروہ ہے، اور ترک احرام کی وجہ سے دم ادا کرنا سنت ہے، تاکہ اپنے عمل کو فقہاء کے اختلاف سے بچایا جاسکے۔

"اس کے لئے احرام مسنون اور اس کا ترک مکروہ ہے، اور اس کے ترک کی وجہ سے دم دینا مسنون ہے، اگر چہ بار بار اس کو داخل ہونا پڑے، یہ اس لئے تاکہ ان لوگوں کے اختلاف سے نکل سکے جو اس کو واجب کہتے ہیں، جیسے حضرت ابن عباس اور امام ابوحنیفہ" (الافصاح علی مسائل الایضاح ۱۲۱)۔

احرام کے واجب نہ ہونے کے باوجود اسی وضاحت وتاکید کے ساتھ احرام کی اور نہ باندھنے کی صورت میں دم کی تاکید مجھے مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں نہ مل سکی۔

حنفیہ نے مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت کو پیش نظر رکھا ہے جو عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ بلا احرام میقات سے آگے نہ بڑھا جائے، خود امام شافعی نے اپنی مسند میں عبد اللہ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ وہ بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے والوں کو واپس لوٹا دیا کرتے تھے (مسند امام شافعی ۱۱۶)، دوسرے فقہاء نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی حدیث مرفوع "**لا يجاوز الوقت إلا بإحرام**" کو حج وعمرہ کے سفر پر محمول کیا ہے۔

دلائل سے قطع نظر اس میں شبہ نہیں کہ حنفیہ کی رائے زیادہ احتیاط پر مبنی ہے، لیکن یہ بھی

Marfat.com

ایک حقیقت ہے کہ گذشتہ ادوار میں آفاقی کا ایک دن دو دن میں مکہ آنا ممکن نہیں تھا، اور نہ تجارتی روابط آج کی طرح تھے، موجودہ دور میں تیز رفتار سواریوں اور تجارتی روابط میں اضافہ نے ہفتہ عشرہ کے سفر کو چند گھنٹوں کا سفر بنا دیا ہے، تو اس صورت حال میں جو لوگ بار بار تجارت یا ملازمت کی غرض سے مکہ آئیں ان کو احرام وعمرہ کا مکلف قرار دینے میں حرج کا پایا جانا ایک امر واقعہ ہے، اور خود اس مسئلہ میں فقہاء حنفیہ نے حرج کو حکم کی بنیاد بنایا ہے۔

غور فرمایئے کہ حضور علیہ کا ارشاد مطلق ہے کہ میقات سے آگے نہ بڑھا جائے "لا یجاوز الوقت" اور جیسے آفاقی کے لئے مقررہ مقامات میقات ہیں، اسی طرح جو لوگ میقات سے اندر رہتے ہیں ان کے لئے حلِ کا آخری علاقہ میقات ہی کے حکم میں ہے کہ اگر حج یا عمرہ کا قصد ہو تو اس سے پہلے احرام باندھ لینا ضروری ہے، اور قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ ان مقامات کے لوگوں کے لئے بھی بلا احرام مکہ جانے کی گنجائش نہ ہو، لیکن فقہاء نے اس حرج ومشقت کی رعایت کرتے ہوئے ان کو بلا احرام مکہ میں داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی، ابن ہمام کی گفتگو ملاحظہ فرمایئے:

"من كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته لأنه يكثر دخوله مكة وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بين" (فتح القدیر ۲/۴۲۵)۔

(جو لوگ میقات کی حدود کے اندر رہتے ہیں ان کے لئے جائز ہے کہ وہ مکہ کے اندر اپنی ضرورتوں سے بغیر احرام داخل ہوں، اس لئے کہ ان کا بار بار آنا جانا ہوتا ہے اور ہر مرتبہ احرام کو لازم کرنے میں کھلی ہوئی تنگی ہے)۔

ان حضرات کے زمانے میں آفاقی کو مکہ میں عبادت کے علاوہ دوسری اغراض سے بار بار آنے کی نوبت کم آتی تھی، اس لئے نہ قابل لحاظ حرج تھا اور نہ اس کو دور کرنے کی ضرورت، پھر بھی فقہاء نے ان لوگوں کے لئے جو احرام کے ساتھ داخل ہونے میں مشقت محسوس کرتے ہوں، جواز کی ایک بالواسطہ صورت یعنی حیلہ کی رہنمائی کردی، جو فقہ حنفی کی اکثر کتابوں میں موجود ہے

Marfat.com

(دیکھئے: عنایہ علی ہامش فتح القدیر ۲/۳۲۶)۔

حیلہ میں جو تکلف ہے وہ تو ظاہر ہی ہے، علاوہ اس کے خیال ہوتا ہے کہ فقہاء نے جہاں کہیں حیلوں کی رہنمائی کی ہے وہاں کسی سخت ضرورت کی وجہ سے عارضی طور پر اس عمل کی گنجائش فراہم کرنا مقصود ہے، اب روز روز آنے والے تاجروں کو مشورہ دینا کہ وہ ہمیشہ اس حیلہ سے کام لیا کرے اور حیلہ کو ایک مستقل عمل بنالے، درست نظر نہیں آتا، کہ اس طرح دین کے بازیچہ اطفال بن جانے اور شریعت کے اوامر ونواہی کی بابت بے حسی و بے احترامی پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

اس لئے اس حقیر کا خیال ہے کہ اس مسئلے میں ائمہ ثلاثہ کی رائے پر فتوی دیا جانا چاہئے، اور میرا تو خیال ہے کہ یہ ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف عدول نہیں ہے، کہ عدول تو اس وقت ہوتا ہے جبکہ دلیل و برہان کا اختلاف ہو، یہ اختلاف زمان کی بنا پر اختلاف احکام ہے، "**ولا ینکر تغیر الأحکام بتغیر الزمان**"۔

۳-اہل مکہ کا حج تمتع

حنفیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اہل مکہ کے لئے تمتع اور قران نہیں ہے، ان کو حج افراد ہی کرنا چاہئے: "**لیس لأهل مكة تمتع ولا قران وإنما لهم الإفراد خاصة**" (ہدایہ مع الفتح ۳/۱۰) جو حکم اہل مکہ کا ہے وہی حکم ان لوگوں کا ہے جو حدود میقات کے اندر رہنے والے ہوں (عنایۃ مع الفتح ۳/۱۰)، حنفیہ نے اس سلسلے میں حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبداللہ ابن عباس کے آثار کو پیش نظر رکھا ہے (عنایۃ مع الفتح ۳/۱۰)۔

تاہم حنفیہ کے مسلک کی تفصیل دیکھی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اہل مکہ کی تین قسمیں کی ہیں:

اول: جو مکہ میں مقیم ہیں۔

Marfat.com

دوم: جو حج کے مہینے شروع ہونے سے پہلے ہی میقات سے باہر کے سفر پر جاچکے ہیں۔

سوم: مکہ میں مقیم ہو اور ماہ حج شروع ہونے کے بعد میقات سے باہر سفر پر گیا ہو۔

پہلی قسم کے لوگوں کے لئے نہ تمتع کی گنجائش ہے اور نہ قران کی، اور اگر تمتع یا قران کرلے تو گنہگار ہوگا، اور تلافی کے لئے دم بھی واجب ہوگا، اور دم بھی اس شان سے واجب ہوگا کہ اگر تنگی اور عسرت کی وجہ سے ان کے بدلہ روزہ رکھنا چاہے تو اس کی بھی گنجائش نہ ہوگی (فتح القدیر ۱۱/۳)، لیکن یہ ان مشائخ حنفیہ کے قول پر ہے جن کے نزدیک المام (بال بچوں کے ساتھ اپنے وطن میں بود و باش) حج تمتع کے لئے مانع نہیں ہے۔ دوسری صورت میں یعنی جب ماہ حج سے پہلے ہی میقات سے باہر کے سفر پر جاچکا ہو تو قران کی گنجائش ہے، تمتع کی نہیں۔

"فإذا خرج إلى الكوفة وقرن صح بلا كراهة....قال المحبوبی هذا إذا خرج إلى الكوفة قبل أشهر الحج" (ردالمحتار ۲/ ۱۹۷)۔

(اگر کوفہ کا سفر کرے اور قران کرے تو بغیر کراہت درست ہے، اور محبوبی کا کہنا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اشہر حج سے پہلے کوفہ کا سفر کرے)۔

تیسری صورت میں جبکہ ماہ حج شروع ہونے کے بعد سفر پر گیا ہو تو قران بھی درست نہیں: "وأما إذا خرج بعدها فقد منع من القران" (ردالمحتار ۲/ ۱۹۷)، یہ امام محمدؒ سے منقول ہے، لیکن فقہاء حنفیہ کا اس پر اتفاق نہیں، بعض حضرات کا رجحان اس صورت میں بھی قران کے جائز ہونے کا ہے، چنانچہ ابن ہمام ناقل ہیں:

"اور کہا جاتا ہے کہ ممانعت کا تعلق اس کے ساتھ مطلقاً نہیں ہے بلکہ جب تک مکہ کے اندر رہے، لہذا اگر نکل کر آفاق میں چلا جائے تو وہ آفاقیوں میں ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ معروف ہے کہ جو جہاں پہنچا وہاں کے لوگوں کے حکم میں ہوتا ہے، جیسے کہ آفاقی اگر بستان بنی عامر کا ارادہ کرے تو اس کے لئے بغیر احرام مکہ کے اندر جانا درست ہے" (فتح القدیر ۳/ ۱۴-۱۵)۔

Marfat.com

اس وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مشائخ حنفیہ نے ان اہل مکہ میں جو مکہ میں مقیم ہوں اوران میں جو میقات سے باہر سفر پر گئے ہوں فرق کیا ہے، پہلی صورت میں قران اور تمتع کو منع کیا ہے، اور دوسری صورت میں اہل مکہ کو آفاقی کے حکم میں رکھا ہے، اوران کے لئے تمتع اور قران کو جائز سمجھا ہے، ان حضرات نے ایک اجماعی مسئلہ کو اپنے قیاس کی بنیاد بنایا ہے، اسی لئے ابن ہمام کہتے ہیں: "وأصل هذه الكلية الإجماع" (فتح القدیر ۳/ ۱۵)۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مکی کے لئے بھی تمتع اور قران کی گنجائش ہے، البتہ اگر مکی نے تمتع کیا تو اس پر دم تمتع واجب نہیں ہوگا، نووی رقمطراز ہیں:

"إن المكى لا يكره له التمتع والقران وإن تمتع لم يلزمه دم" (شرح المہذب ۷/ ۱۶۹)۔

مکی کے لئے تمتع وقران مکروہ نہیں ہے، اور اگر تمتع کرے تو اس پر دم لازم نہیں ہوگا۔

ابن سحنون نے امام مالک سے نقل کیا ہے:

"والذين لا دم عليهم إن قرنوا أو تمتعوا فى أشهر الحج إنما هم أهل مكة و ذى طوى لاغيرهم" (المدونۃ الکبری ۱/ ۳۰۰)۔

(جن لوگوں پر اگر وہ قران کریں یا تمتع کریں، دم نہیں ہوتا وہ مکہ اور وادی ذی طوی کے رہنے والے ہیں دوسرے نہیں)۔

اور یہی نقطۂ نظر حنابلہ کا ہے (الروض المربع ۱۷۶)۔

خیال ہوتا ہے کہ اہل مکہ میں سے جو لوگ حج کے مہینوں میں حدود میقات سے باہر کا سفر کرنے پر مجبور ہوں، ان کو سعادت حج کی محرومی سے بچانے کے لئے ائمہ ثلاثہ اور بعض مشائخ حنفیہ کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، واللہ اعلم۔

۴- اہل مکہ کی مشکلات کا حل

اگر حنفیہ کے مسلک کی تفصیل پیش نظر رکھی جائے تو اس مشکل کا حل آسان ہے، حنفیہ کا

Marfat.com

نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر کوئی مکی حج کے مہینوں میں حدود میقات کے باہر جا کر مکہ واپس آئے اور عمرہ کرے اور پھر اسی سال حج کرے تو اس کا تمتع ہوگا ہی نہیں، کیوں کہ اہل مکہ کا مکہ آنا ''المام صحیح'' ہے، اور جب حج وعمرہ کے درمیان ''المام صحیح'' کی نوبت آجائے تو پھر وہ متمتع باقی نہیں رہتا، چنانچہ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

''لو أحرم مكی بعمرة أو بهما و طاف للعمرة فی أشهر الحج ثم حج من عامه لا يكون متمتعا و لا قارنا'' (فتح القدیر ۳/۱۱، فتاوی ہندیہ ۱/۲۳۹)۔

(اگر کوئی مکی عمرہ کا یا حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھے اور اشہر حج میں عمرہ کرلے پھر اسی سال حج کرے تو وہ متمتع اور قارن نہیں ہوگا)۔

اسی لئے قاضی ابوزید دبوسی نے لکھا ہے کہ مکی کے لئے تمتع ناقابل تصور ہے، اس لئے جہاں کہیں مکی کے لئے تمتع کی نفی کی گئی ہے، وہاں صرف یہ مراد ہے کہ اس پر دم تمتع واجب نہ ہوگا (ردالمحتار ۲/۱۹۸)، حنفیہ کے یہاں یہی قول راجح ہے، گو بعض مشائخ حنفیہ کا خیال ہے کہ تمتع کے درست ہونے کے لئے ''المام کا نہ ہونا'' شرط نہیں ہے، ان حضرات کی رائے پر مکی کا حج تمتع ہو جائے گا، لیکن وہ گنہگار ہوگا اور اس پر دم جنایت واجب ہوگا، جن حضرات نے اہل مکہ کے تمتع پر دم واجب قرار دیا ہے وہ اسی قول پر مبنی ہے۔

۵- حاجی متمتع کے لئے حج سے پہلے مزید عمرے

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اگر حج کا مہینہ شروع ہونے کے بعد مکہ آیا اور عمرہ کرلیا تو یہ عمرہ حج تمتع کے لئے کافی ہے، اگر اس کے بعد حج سے پہلے مزید نفل عمرہ کرنا چاہے تو اس کی گنجائش ہے، غالباً حدیث سے کہیں یہ ثبوت نہیں ملتا کہ اگر آفاقی دوبارہ حِل سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرے تو اس کا حج تمتع نہیں ہو سکے گا۔ جہاں تک فقہاء کی صراحتیں ہیں، تو دوسرے دبستان فقہ میں تو اس کے جواز کی صراحت موجود ہے، امام نووی فرماتے ہیں:

Marfat.com

"ثم المعتمر إن كان متمتعا أقام بمكة حلالا يفعل ما أراد من الجماع وغيره ما كان عليه حراما بالإحرام، فإذا أراد أن يعتمر تطوعا كان له ذلك ويستحب الإكثار من الاعتمار" (کتاب الایضاح فی مناسک الحج والعمرة/ ۲۶۳)۔

(پھر عمرہ کرنے والا اگر متمتع ہے تو مکہ کے اندر حلال ہو کر رہے اور جو چاہے (جماع وغیرہ) کرے یعنی وہ کام جو اس پر احرام کی وجہ سے حرام تھے، اگر وہ نفل عمرہ کرنا چاہے تو کرسکتا ہے اور مستحب ہے کہ کثرت سے عمرہ کرے)۔

حنفیہ کی بعض عبارتوں سے یہ خیال ہوتا ہے کہ آفاقی کو دوبارہ عمرہ نہیں کرنا چاہئے، جیسے علامہ شامی کی یہ عبارت:

"والحيلة لمن دخل مكة محرما بعمرة قبل أشهر الحج يريد التمتع أن لا يطوف بل يصير إلى أن تدخل أشهر الحج ثم يطوف فإنه متى طاف وقع عن العمرة ثم لو أحرم بأخرى بعد دخول أشهر الحج و حجّ من عامه لم يكن متمتعا فی قول الكل لأنه صار فی حكم المكی بدليل أن ميقاته ميقاتهم" (ردالمختار مع الدر ۲/۲۱۱)۔

(اور جو شخص مکہ کے اندر اشہر حج سے قبل عمرہ کے احرام کے ساتھ داخل ہوا اور وہ تمتع کرنا چاہتا ہو تو اس کے لئے حیلہ یہ ہے کہ طواف نہ کرے بلکہ صبر کرے رکا رہے حتی کہ اشہر حج آجائیں پھر طواف کرے، اس لئے کہ جب طواف کرلے گا تو عمرہ ہوجائے گا پھر اگر دوسرے عمرہ کا احرام باندھے (اشہر حج کے آنے کے بعد) اور اسی سال حج کرے تو سب کے نزدیک وہ متمتع نہیں ہوگا، اس لئے کہ اب وہ مکی ہوگیا کیونکہ اس کی میقات ان کی میقات ہے)۔

لیکن اس عبارت کا تعلق حج تمتع کرنے والے کے عمرہ کرنے یا نہ کرنے سے نہیں ہے بلکہ اس بات سے ہے کہ جو شخص حج کے مہینوں سے پہلے مکہ آگیا ہو اس کے لئے حج تمتع کرنے کی کیا صورت ہے؟ کیوں کہ حج تمتع میں ضروری ہے کہ عمرہ اشہر حج میں ہو، اور اس صورت میں حاجی

Marfat.com

اشہر حج سے پہلے ہی مکہ پہنچ جاتا ہے، اسی طرح ایک اور مقام پر علامہ شامی رقمطراز ہیں:

"پانچ دنوں پر، لباب وغیرہ کی تصریح کے مطابق، یہ اضافہ کیا جائے کہ اشہر حج میں عمرہ مکروہ ہے اہل مکہ کے لئے نیز ان لوگوں کے لئے جو ان کے حکم میں ہیں یعنی مکہ کے مستقل مقیم اور میقات کے اندر رہنے والے، اس لئے کہ غالب یہ ہے کہ وہ حج اس سال کریں گے تو متمتع ہو جائیں گے جبکہ تمتع سے ان کو روکا گیا ہے" (ردالمحتار مع الدر ۲/۱۶۵)۔

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ جن حضرات نے اشہر حج میں پہلے سے عمرہ نہ کیا ہو اور مکہ میں مقیم ہوں ان کو اب عمرہ نہیں کرنا چاہئے، کیوں کہ وہ اہل مکہ کے حکم میں ہیں، اور اہل مکہ کے لئے تمتع مناسب نہیں، غرض عمرہ سے روکنا مقصود نہیں، بلکہ جو لوگ پہلے سے مکہ میں مقیم ہوں ان کو تمتع سے روکنا مقصود ہے، اسی لئے شامی نے لکھا ہے:

"وإلا فلا منع للمكى عن العمرة المفردة فى أشهر الحج إذا لم يحج فى تلك السنة" (ردالمحتار مع الدر ۲/۱۶۵) آفاقی چونکہ پہلے ہی حج تمتع کے لئے عمرہ کر چکا ہے اس لئے مزید نفل عمرے اس کے لئے جائز ہوں گے، کیوں کہ وہ ان عمروں کی وجہ سے متمتع حاجی نہیں ہوگا، بلکہ پہلے سے حاجی متمتع ہے، واللہ اعلم۔

۶-رمی میں نیابت

(الف) حج ایک ایسی عبادت ہے کہ شریعت نے عجز و مجبوری کے وقت پوری عبادت ہی میں نیابت کی گنجائش رکھی ہے، رمی، اس عبادت کا ایک حصہ ہے، اسی لئے عذر اور عجز کی بناء پر رمی میں نیابت بدرجہ اولیٰ درست ہوگی، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے (دیکھئے: فتح القدیر ۲/۴۱۸، المدونۃ الکبریٰ ۱/۳۲۶، شرح مہذب ۸/۲۴۵، المغنی ۳/۲۵۶)۔

ب-نیابت صرف مریض اور معذور ہی کے لئے درست ہے، امام محمدؒ فرماتے ہیں:

"والمريض الذى لا يستطيع رمى الجمار يوضع الحصى فى كفه حتى

Marfat.com

يرمى به وإن رمى عنه أجزأه" (کتاب الاصل ۲/۴۲۹)۔

(اور جو بیمار خود رمی نہ کر سکتا ہو وہ اپنی ہتھیلی میں کنکری کو رکھے اور پھر پھینکے اور اگر کوئی دوسرا اس کی طرف سے کرے تو کافی ہے)۔

یہ عذر کس درجہ کا ہو؟ اس کی صراحت نہیں، کاسانی نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ ایسا مریض ہو جو رمی کرنے پر قادر نہ ہو "كالمريض الذى لا يستطيع الرمى" (بدائع الصنائع ۲/۱۳۷، المبسوط للسرخسی ۴/۶۹) اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اس عذر کی تعیین وتحدید دشوار ہے، کیوں کہ مختلف لوگوں میں مشقتیں برداشت کرنے اور تکلیف کو انگیز کرنے کی صلاحیت بھی مختلف ہوتی ہے، نیز موسموں کے فرق سے بھی اس صلاحیت میں فرق واقع ہوتا ہے۔

بعض فقہاء نے تحدید کی کوشش کی ہے، خاص کر مالکیہ نے، امام مالک کی صراحت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کنکری پھینکنے پر قادر نہ ہو، یا قادر ہو لیکن وہاں تک چل کر نہ جا سکتا ہو، اور سواری میسر نہ ہو، یا سواری بھی میسر ہو لیکن سواری پر بھی بیٹھنے کی قدرت نہ ہو (المدونۃ الکبری ۱/۳۲۶)، میرے خیال میں مالکیہ نے عذر کی حد بندی کی ہے، اس میں انضباط پایا جاتا ہے مگر دشواری یہ ہے کہ امام مالک کے یہاں اس صورت میں اس کی طرف سے نیابۃً رمی تو ادا ہو جائے گی لیکن دم دینا ہوگا۔

"قال مالك و عليه الهدى لأنه لم يرم وإنما رمى عنه" (المدونۃ الکبری ۱/۳۲۶)۔

شوافع نے نیابت کے لئے شرط لگائی ہے کہ مایوس کن مرض ہو، اگر ایام رمی ہی میں صحت یاب ہو جانے کی امید ہو تو پھر نیابت کی گنجائش نہیں (شرح المہذب ۸/۲۴۳)، پھر شوافع کے یہاں بہتر طریقہ یہ ہے کہ حلال شخص کو یا ایسے شخص کو نائب بنائے جو اپنی رمی کر چکا ہو، اور اگر اپنی رمی نہ کیا ہو تو پہلے اپنی رمی کرے پھر اس دوسرے شخص کی طرف سے رمی کرنی چاہئے (شرح المہذب ۸/۲۴۵)۔

Marfat.com

فقہاء حنابلہ کے یہاں اس مسئلہ میں کسی قدر وسعت معلوم ہوتی ہے، ابن قدامہ نے بیماری، قید اور دوسرے اعذار کی بناء پر رمی کی اجازت دی ہے۔

"إذا كان الرجل مريضا أو محبوسا أو له عذر جاز أن يستنيب من يرمي عنه" (المغنی ۳/۲۵۶)۔

محض ازدحام کی وجہ سے رمی میں نیابت درست نہیں، حقیقت یہ ہے کہ فقہاء نے رمی کے اوقات میں جو وسعت رکھی ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے رمی کے لئے صحیح وقت کا انتخاب کیا جائے تو ازدحام سے بچا جاسکتا ہے، اور تجربہ ہے کہ وقت کے صحیح انتخاب کے ذریعے ضعیف اور بوڑھے لوگوں کو بھی رمی کرائی جاسکتی ہے، بنیادی طور پر تین صورتیں ہیں کہ جن میں رمی میں نیابت کی گنجائش ہے۔

اول: یہ کہ کنکری پھینکنے کی بھی قوت نہ ہو۔

دوم: کنکری پھینک سکتا ہو لیکن بیس پچیس قدم بھی پیدل چلنا دشوار ہو، کیوں کہ آج کل جمرات کے حصہ میں پیدل چلے بغیر چارہ نہیں، اور وہ بھی خاصے فاصلہ تک پیدل چلنا پڑتا ہے۔

سوم: اپنے خیمے سے جمرات تک کا طویل فاصلہ پیدل طے کرنا دشوار ہو اور سواری دستیاب نہ ہو، گو تھوڑا بہت پیدل چلنے پر قادر ہو۔

بہر حال ضرورت اس بات کی ہے کہ حجاج کو تساہل اور تن آسانی سے بچنے کی تلقین کی جائے اور رمی کے اوقات کے سلسلے میں شریعت میں جو گنجائش اور آسانیاں ہیں ان سے واقف کرایا جائے۔

۷-جن کو حج سے روک دیا جائے؟

حجاج کی تعداد کو محدود کرنے کے لئے ان لوگوں کو ہر سال حج سے روکنا اور قانونی اجازت کا مکلف بنانا، جو پہلے حج کر چکے ہیں، جائز ہے اور ایک انتظامی مسئلہ ہے، شریعت نے جو

Marfat.com

اہل مکہ کو تمتع اور قران سے منع کیا ہے، اس کے پیچھے شاید یہ مصلحت بھی کارفرما ہے کہ اس طرح باہر سے آنے والے حجاج کو عبادت کے زیادہ مواقع مل سکیں گے، اور سہولت بہم پہنچے گی۔

ایسا شخص محصر کے حکم میں ہے، ابن ہمام نے صراحت کی ہے کہ جس شخص کو سلطان روک دے وہ بھی محصر ہے: "السلطان إذا منعه من مقصده فهو محصر" (فتح القدیر ۱۲۵/۲)، فقہاء شوافع میں امام نووی نے بھی سلطان کی طرف سے رکاوٹ کو احصار قرار دیا ہے (شرح المہذب ۳۰۵/۸)، بلکہ امام شافعیؒ نے بنفس نفیس اس بابت گفتگو فرمائی ہے (کتاب الأم ۱۶۳/۲)۔

دوسرے فقہاء کے قول پر بھی وہ محصر ہی ہوگا، اس لئے کہ مرض کے مانع سفر ہونے کی صورت میں احصار کا حکم جاری ہوگا یا نہیں؟ اس میں گو اختلاف ہے، لیکن اگر کوئی شخص سفر میں رکاوٹ بن گیا ہو تو تمام فقہاء متفق ہیں کہ اس کے لئے احصار کا حکم ہوگا۔

حنفیہ کے یہاں احصار کا حکم یہ ہے کہ اس کی جانب سے حرم میں قربانی ہو جائے قربانی کے بعد ہی وہ حلال ہو سکے گا، قربانی یوم النحر سے پہلے بھی ہو سکتی ہے، صاحبین کے نزدیک قربانی، یوم النحر کو کی جائے گی (فتح القدیر ۱۲۹/۲) اور آج کل سعودی حکومت کی طرف سے یہ سہولت بھی فراہم کی جاتی ہے کہ جن لوگوں کو روک دیا جاتا ہے ان سے قربانی کے پیسے لے لئے جاتے ہیں اور ان کی طرف سے قربانی کا نظم کر دیا جاتا ہے، دوسرے فقہاء کے نزدیک جہاں سفر سے روکا گیا ہے وہیں قربانی کر لے، نہ قربانی کے لئے کسی وقت کی قید ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ حرم میں قربانی ہو (دیکھئے: شرح المہذب ۳۰۲/۸)۔

ایسے لوگوں کے لئے جو روک دیئے جانے کے خطرہ سے دوچار ہوں، بہتر صورت یہ ہے کہ احرام کا کپڑا پہننے کے بعد جب تک اس چوکی سے نہ گذر جائیں جہاں پولیس متعین ہوتی ہے اور خلاف قانون سفر کرنے والوں کو واپس کرتی ہے اس وقت تک تلبیہ پڑھنے سے اجتناب کریں، کیوں کہ جب تک تلبیہ نہ پڑھے، احرام شروع نہیں ہوتا، اگر واپس کر دیا جائے تو واپس

Marfat.com

ہو جائے، صاحب ہدایہ کا بیان ہے:

"ولا يُعد شارعا في الإحرام بمجرد النية ما لم يأت بالتلبية" (ہدایہ مع الفتح ۲/۴۳۷)۔

(اور جب تک کہ تلبیہ نہ کہے تو محض نیت کی وجہ سے احرام کو شروع کرنے والا نہیں کہا جائے گا)۔

۸- دس ذی الحجہ کے افعال میں ترتیب

دس ذی الحجہ سے متعلق چار افعال ہیں: رمی، قربانی، بال منڈانا اور طواف زیارت۔ طواف زیارت کو چھوڑ کر ان تینوں افعال کے درمیان امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ترتیب واجب ہے، اور اگر اس میں تقدیم وتاخیر ہوگئی تو دم جنایت بھی واجب ہوگا (بدائع الصنائع ۲/۱۴۴، المبسوط ۴/۶۵)۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان تینوں افعال میں ترتیب کی رعایت مسنون ہے نہ کہ واجب، اور اسی بنیاد پر اگر ترتیب کی رعایت نہ کی گئی ہو تو دم واجب نہیں (المدونہ ۱/۴۲۳، تحفۃ المحتاج ۴/۱۲۲، الاقناع ۱/۳۹۱)، البتہ امام مالک نے رمی سے پہلے بال منڈانے والے پر فدیہ واجب قرار دیا ہے، اور حنابلہ نے جانتے بوجھتے ترتیب کی خلاف ورزی کو باعث کراہت کہا ہے (الاقناع ۱/۳۹۱)۔

فقہاء حنفیہ میں بھی صاحبین کے نزدیک ترتیب سنت ہی ہے واجب نہیں، اگر ان افعال میں تقدیم وتاخیر ہو جائے تو کچھ واجب نہیں ہوتا (ردالمحتار ۲/۲۵۰، نیز دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/۱۴۱)۔

صاحبین کے نزدیک تاخیر نہ کرنا سنت ہے، لہذا اگر بال مونڈنے کے بعد قربانی کر دی تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

Marfat.com

جمہور اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں حجۃ الوداع کے واقعہ کا بیان ہے کہ مختلف حضرات سے دسویں تاریخ کے افعال حج میں ترتیب کی رعایت نہ ہو سکی اور انہوں نے آپ سے اس بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: کوئی حرج نہیں ''افعل ولا حرج''، یہ حدیث سند کے اعتبار سے قوی ہے، اور بظاہر اس سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ترتیب کی خلاف ورزی کی وجہ سے حکم دنیا کے اعتبار سے بھی کوئی حرج نہیں یعنی دم واجب نہیں، اور حکم اخروی کے اعتبار سے بھی حرج نہیں یعنی گناہ نہیں، جمہور نے یہی معنی مراد لیا ہے، حنفیہ کا خیال ہے کہ اس میں صرف گناہ کی نفی کی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دس ذی الحجہ کے افعال میں ترتیب کی رعایت قربانی گاہ کے فاصلہ کی وجہ سے بھی اور حجاج کی اکثریت کے مسائل حج سے ناواقفیت کے باعث بھی دشوار ہوتی ہے، اور جمہور کی رائے اس مشقت سے بچنے اور بچانے میں معاون ہے، اور یہ رائے بھی ایک قوی دلیل پر مبنی ہے، نیز صاحبین بھی اس رائے کے موافق ہیں اور صاحبین کا قول بھی درحقیقت امام ابوحنیفہ ہی کا ایک قول ہوتا ہے، بلکہ جہاں صاحبین کی رائے ایک طرف اور امام صاحب کی رائے ایک طرف ہے وہاں بعض اہل علم کے نزدیک دونوں قول میں سے ایک پر فتوی دینے کی گنجائش ہوتی ہے، اس لئے فی زمانہ صاحبین کی رائے پر فتوی دینا اور اس پر عمل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۹- حج بدل میں تمتع

عام طور پر فقہاء حنفیہ کے یہاں یہ بات معروف و متداول ہے کہ حج بدل میں تمتع کی گنجائش نہیں، لیکن فقہاء کی بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حج بدل میں بھی تمتع کی گنجائش ہے، چنانچہ علاء الدین حصکفی کا بیان ہے:

''ودم القران والتمتع والجناية على الحاج إن أذن له الآمر بالقران

Marfat.com

والتمتع وإلا فيصير مخالفا فيضمن" (الدر المختار علی ہامش الرد ۲/ ۲۴۷، نیز دیکھئے: تاتارخانیہ ۲/ ۵۴۸)۔

اور قران وتمتع وجنایت کا دم حج کرنے والے پر ہوتا ہے، اگر حج کرانے والے نے تمتع وقران کی اجازت دی ہو ورنہ تو وہ مخالفت کرنے والا ہوگا اور اس کی وجہ سے اس کو ضمان دینا پڑے گا۔

الف- پس معلوم ہوا کہ اگر آمر کی اجازت سے حج تمتع کیا جائے تو ایسا کرنا درست ہے۔

ب، ج- علامہ سرخسی کے بقول آمر کی طرف سے اگر قران کے لئے صراحتاً اجازت حاصل نہ ہو، جب بھی قران کی صورت میں حج بدل کیا جاسکتا ہے، کیوں کہ کبھی دلالۃً بھی اجازت ہوتی ہے: "إذ يثبت الإذن دلالة" (المبسوط ۴/ ۱۵۵، نیز دیکھئے: فتح القدیر ۳/ ۱۵۳)، اس سے معلوم ہوا کہ اجازت حج میں صراحتاً ضروری نہیں، صاحبین کی رائے پر دلالۃً بھی اجازت کافی ہے۔ ہمارے فقہاء کے زمانہ میں حج کی تینوں صورتیں: إفراد، قران اور تمتع بکثرت مروج تھیں، آمد ورفت کا نظام بھی اپنے قابو کا تھا، اور مشقت برداشت کرنے کا مزاج بھی زیادہ تھا اور اس کی صلاحیت بھی، ہمارے زمانہ میں حج تمتع عام ہے، اور عام طور پر جب کوئی شخص حج کے لئے جاتا ہے تو ذہن میں یہی بات ہوتی ہے کہ حج تمتع کا قصد ہوگا، آفاقی حضرات میں دس فیصد شاید ہی إفراد یا قران کرتے ہوں، اس لئے مطلق حج کی جازت دلالۃً تمتع کی اجازت متصور ہوگی، اور حج بدل کرنے والوں کے لئے تمتع کر لینا درست ہوگا۔

د- تمتع اجازت سے کیا ہو یا بلا اجازت، دم تمتع مامور کے ذمہ ہوگا، کیوں کہ آمر پر عمرہ واجب نہیں ہے، اس لئے اس کا حقیقی ثواب حج بدل کرنے والے کو حاصل ہوگا (الدر المختار علی الرد ۲/ ۲۴۷)۔

ھ، و- موجودہ زمانے میں چونکہ حجاج کی آمد ورفت اس کی مرضی سے متعلق نہیں ہے

Marfat.com

اور طویل عرصہ تک حالت احرام میں رہنا باعث مشقت ہے اس لئے میت کی طرف سے بھی حج تمتع کیا جاسکتا ہے، فقہاء نے میت کی طرف سے تمتع کو اس لئے نادرست قرار دیا ہے کہ متوفی نے اس کا حکم نہیں دیا تھا: "لأنه لم يامره بذلك" (المبسوط ۴/۱۵۵)، فقہاء کی اس تعلیل وتوجیہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اگر خود متوفی نے حج تمتع کی اجازت دی ہو تو پھر اس کی جانب سے حج بدل میں تمتع درست ہوگا۔

اور اگر متوفی نے مطلق حج کی وصیت کی تھی تب بھی یہ دلالۃً اس کی طرف سے تمتع کی اجازت متصور ہوگی، غور کیا جائے کہ حج مطلق ہے، اور اس میں اِفراد، تمتع اور قران تینوں صورتیں شامل ہیں، تو جب مطلق لفظ بولا جائے تو اس کی دلالت اپنے تمام اِفراد پر ہوگی یا نہیں ہوگی؟ ہاں اگر متوفی نے یہ کہا ہوتا کہ میقات ہی سے حج کا احرام باندھنے کی وصیت کرتا ہوں تو ضرور ہے کہ اِفراد ہوتا اور تمتع اور قران کی صورتوں کو شامل نہیں ہوتا۔

۱۰- ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت

الف- ایسی عورت کے لئے مجبوری کی وجہ سے ناپاکی کی حالت میں طواف کر لینے کی گنجائش ہے، کیوں کہ دوبارہ اس کا وطن سے واپس آکر طواف کرنا دشوار ہے، اور جب تک طواف نہ کرے وہ اپنے شوہر کے لئے حرام ہے، اور فقہاء حنفیہ کے یہاں ناپاکی کی حالت میں طواف کیا جائے تب بھی طواف ہو جاتا ہے (تاتارخانیہ ۲/۵۱۶-۵۱۷)۔

ب، ج- البتہ دم واجب ہوگا اور دم میں بدنہ واجب ہوگا (تاتارخانیہ ۲/۵۱۶، ۵۱۷)۔

د- نیز دم حرم میں ادا کرنا ہوگا (حوالہ سابق)۔

احناف کے علاوہ امام احمد سے بھی ایک قول اسی طرح کا منقول ہے، اور فقہاء شوافع نے بھی شافعی خواتین کو ابتلاء کی صورت میں اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی رائے پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے (فتح العلوم ۴/۴۱۹)۔

Marfat.com

۱۱-سفر حج میں شوہر کا انتقال

عدت کی حالت عبادت اور افعال حج میں مانع نہیں ہے بلکہ سفر کے لئے مانع ہے، اسی پس منظر میں فقہاء حنفیہ نے ایسی عورت کے لئے درج ذیل احکام دیئے ہیں:

الف-اگر اس کا گھر مسافت سفر سے کم دوری پر ہو تو گھر لوٹ آئے۔

ب-اگر مکہ مسافت سفر سے کم دوری پر ہو تو سفر حج جاری رکھے۔

ج-اگر دونوں ہی طرف مسافت سفر کا فاصلہ ہو اور شہر میں ورود پذیر ہو یعنی ایسی جگہ اس کی عدت شروع ہوگئی جہاں اس کا ٹھہرنا اور قیام کرنا ممکن ہو اور محرم ساتھ نہ ہو تو وہیں عدت گذار لے، اور سلسلہ سفر منقطع کردے۔

د-اگر محرم ساتھ ہو، تو صاحبین کے نزدیک محرم کے ساتھ سفر حج جاری رکھے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سلسلہ سفر ختم کردے (تاتارخانیہ ۲/ ۴۳۵، فتح القدیر ۲/ ۴۱۹)۔

موجودہ زمانہ میں اپنے ملک کی حدوں سے نکلنے کے بعد، مکہ سے پہلے قانونی مشکلات کی وجہ سے نہ قیام ممکن ہوتا ہے اور نہ سفر سے واپسی آسان ہوتی ہے، پھر قافلہ حج میں بڑی تعداد میں خواتین ہوتی ہیں، ان کے ساتھ کسی خاتون کے رہنے میں فتنہ کے مواقع کم ہو جاتے ہیں، اس لئے اگر ہندوستان سے نکلنے کے بعد شوہر کی وفات ہوگئی تو سفر حج مکمل کر لینے کی گنجائش ہونی چاہئے، اور امام شافعی کی اس رائے کو اختیار کرنا چاہئے کہ اگر رفقاء سفر میں کچھ ثقہ خواتین بھی موجود ہوں تو عورت محرم کے بغیر بھی ان کے ساتھ سفر حج کر سکتی ہے۔

"یجوز لها الحج إذا خرجت في رفقة ومعها نساء ثقات لحصول الأمن بالمرافقة" (ہدایہ مع الفتح ۲/ ۴۲۰)۔

۱۲-حاجی مقیم ہے یا مسافر؟

اس حقیر کا خیال یہ ہے کہ دو شہروں کا اتصال ان کو "ایک شہر" نہیں بناتا، بلکہ وہ دو الگ

Marfat.com

الگ شہروں ہی کے حکم میں ہے، شہر کی تحدید بنیادی طور پر عرف پر موقوف ہے، اور اس زمانہ کا عرف یہ ہے کہ بلدیہ شہر کے جو حدود متعین کرتی ہے اس کو شہر کی حد سمجھا جاتا ہے، تو جب تک بلدیہ مکہ اور منیٰ کو دو علیحدہ شہر تصور کرے ان کا حکم دو شہروں کا ہوگا۔ فقہاء کی ان جزئیات سے غلط فہمی میں نہ پڑنا چاہئے جن میں شہر سے متصل دیہات کو شہر کے حکم میں رکھا گیا ہے، کیوں کہ دیہات کی حیثیت شہر کے تابع کی ہے، اور دو شہروں کی حیثیت مستقل شہر کی ہے۔

لہذا اگر کوئی شخص ۸ رذی الحجہ سے پندرہ دنوں قبل مکہ نہیں پہنچے تو وہ مسافر ہی شمار ہوگا اور قصر کرے گا، علامہ شامی نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے:

"إنه إذا نوى الإقامة بمكة شهراً ومن نيته أن يخرج إلى عرفات و منى قبل أن يمكث بمكة خمسة عشر يوما لايصير مقيما لأنه لا يكون ناويا لإقامة مستقلة فلا تعتبر" (منحۃ الخالق علی البحر ۲/ ۱۴۳)۔

(جب مکہ کے اندر ایک ماہ قیام کا ارادہ کرے اور اس کی نیت یہ ہے کہ عرفات و منی کے لئے مکہ میں پندرہ دن کے قیام سے پہلے ہی جانا ہے تو مقیم نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ مستقل اقامت کی نیت نہیں کررہا ہے لہذا نیت معتبر نہ ہوگی)۔

۱۳-مخالف مذہب امام کی اقتداء

فقہاء کا اختلاف دراصل مسائل کے مجتہد فیہ ہونے کی علامت ہے، اور اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اختلاف صواب وخطا کا ہے نہ کہ حق وضلال کا، اس لئے ایسے مسائل میں توسع اختیار کرنا چاہئے، فقہاء حنفیہ میں ابوبکر جصاص رازی بڑے پایہ کے فقیہ ہیں، امام کرخی کے شاگرد ہیں، اور دو واسطوں سے امام محمد کے تلامذہ میں ہیں، ابوبکر جصاص رازی نے اس کی اجازت دی ہے کہ حنفی ایسے شافعی امام کے پیچھے نماز وتر پڑھ سکتا ہے جو فصل کے ساتھ نماز ادا کرتا ہو، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

Marfat.com

”وتر میں دو رکعات پر سلام پھیرنے والے کی اقتداء اگر حنفی کرے تو جائز ہے، اور بقیہ کو اس کے ساتھ پورا کرے، اس لئے کہ اس کا امام سلام کی وجہ سے نماز سے باہر نہیں نکلتا کیونکہ یہ ایک مجتہد فیہ معاملہ ہے“ (فتح القدیر ۱؍۴۳۷، نیز دیکھئے: البحر الرائق ۲؍۳۹)۔

علامہ ابن ہمام نے اپنے شیخ سراج الدین کا بھی یہ نقطۂ نظر نقل کیا ہے، اور خود ابن ہمام کا جھکاؤ بھی اسی طرف محسوس ہوتا ہے (حوالہ سابق) اس پر اس حدیث سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ امام ہی کی نماز اصل کی حیثیت رکھتی ہے، ”الإمام ضامن“۔ گویا امام کی نماز اس کے مسلک کے مطابق صحیح ہو جائے تو مقتدی کی نماز بھی کافی ہو جائے گی، حنفیہ نے اس اصول کو اقتداء کے اکثر مسائل میں برتنے کی کوشش کی ہے، تو جب دیگر مسائل میں امام کی نماز کو اصل مانا گیا ہے تو اس مسئلہ میں بھی یہی حکم ہونا چاہئے۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کے چند نئے مسائل

مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی ☆

۱- حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور غرض سے حرم میں داخل ہونے والے کا حکم

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حج یا عمرہ کی نیت سے جو شخص حرم کے حدود میں داخل ہوگا بلکہ میقات کے حدود میں، تو اس کو احرام باندھ کر داخل ہونا چاہئے۔

لیکن جو لوگ کسی دوسری نیت سے حرم ومکہ کا قصد کرتے ہیں خواہ تجارت ہو یا زیارت وعبادت یا ملازمت وغیرہ، تو ان کے حق میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے یہاں اس میں وسعت ہے، اگر چہ کچھ تفصیل کے ساتھ ہو جیسا کہ الفقہ الاسلامی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے، مگر حنفیہ کے یہاں اس صورت میں بھی احرام کی پابندی ہے، اس کے بغیر حرم میں داخلہ منع ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روایات وآثار میں اس کا حکم اطلاقاً بغیر کسی قید وتفصیل کے آیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس سے اس کو مرفوعاً وموقوفاً دونوں طرح روایت کیا گیا ہے، مرفوع روایت مصنف ابن ابی شیبہ وطبرانی کی ہے، اور موقوف بھی مصنف نیز امام شافعی وغیرہ کی ہے۔ مرفوع کے لئے حافظ نے کہا ہے ''اسنادہ جید'' اور موقوف کے لئے ''اسنادہ صحیح''

(ملاحظہ ہو: نصب الرایہ ۳/ ۱۵، اعلاء السنن ۱۰/ ۱۷۔ ۱۸، فتح القدیر ۲/ ۳۳۵)۔

بقیہ سب فعلی روایات ہیں جو ظاہر ہے کہ محتمل ہیں، اسی لئے ابن ہمام نے کہا ہے:

''هذه المنطوقات أولى من المفهوم المخالف في قوله ''ممن أراد الحج

☆ سکریٹری برائے سمینار، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)، شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورہ، باندہ یوپی۔

Marfat.com

والعمرة "إن ثبت أنه من كلامه عليه السلام دون كلام الراوى" (فتح القدیر ۳۲۵/۲)۔

(یہ ارشادات ممن أراد الحج والعمرة کے مفہوم مخالف سے اولی ہیں جبکہ اس کا قول رسول ہونا قطعی نہیں بلکہ امکان ہے کہ راوی کا قول ہو)۔

واقعہ یہ ہے کہ دوسرے حضرات کے پاس وسعت کی بابت کوئی صریح دلیل موجود نہیں ہے۔ اور مسئلہ نہی اور محرم و مبیح، نیز قول وفعل کے تعارض کا ہے۔ محرم اور قول کو بمقابلہ مبیح وفعل ترجیح دی جاتی ہے۔

۲- بار بار اور بکثرت آنے جانے والوں کے لئے رخصت

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اب حرم کی آمد و رفت بہت بڑھ گئی ہے، حرم والے اپنی ضرورتوں سے بار بار باہر جا کر واپس آتے ہیں اور باہر والے بھی آتے ہیں، کوئی ڈرائیور ہے، کوئی ملازم ہے، کوئی تاجر ہے اور روزانہ صبح وشام ان کی آمد ورفت بلکہ دن میں بار بار ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے ہر بار احرام وعمرہ یقیناً دقت طلب ہے، تو ان کے لئے رخصت وگنجائش کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

اس مسئلہ میں سب سے زیادہ تنگی فقہ حنفی میں ہے، اور فقہ حنفی کی رو سے ایسے لوگوں کے لئے کسی طرح کی گنجائش نہیں، چنانچہ ارباب افتاء اسی کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

لیکن اس فتویٰ وحکم کے مبنی بر زحمت وحرج ہونے سے، بالخصوص روز آنے والوں اور بار بار آنے والوں کے لئے انکار نہیں کیا جاسکتا، غور کرنے سے دو جہتیں رخصت کی سمجھ میں آتی ہیں:

ایک تو یہ کہ حدود میقات وحل کے باشندوں کی آمد ورفت اور وسعت کی جو بنیاد فقہاء حنفیہ نے ذکر کی ہے وہ ان لوگوں کے حق میں پورے طور پر بلکہ ماضی سے زیادہ متحقق ہے کہ پہلے

Marfat.com

حدود میقات وحل کے لوگ بھی اس کثرت سے، کہ روز آئیں اور دن میں بار بار آئیں، نہ آتے ہوں گے، اور آج وسائل کی کثرت وترقی نے دور کے لوگوں کی آمد ورفت بڑھادی ہے، تو اشتراک ملت کی وجہ سے ایسے لوگوں کے لئے بھی رخصت ہونی چاہئے۔ ہدایہ میں ہے:

"من كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته لأنه يكثر دخوله مكة وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بيّن فصار كأهل مكة حيث يباح لهم الخروج منها ثم دخولها بغير إحرام لحاجتهم بخلاف ما إذا قصد أداء النسك لأنه يتحقق أحيانا فلا حرج" (ہدایہ مع الفتح ۲/۳۳۵)۔

(جو آدمی میقات کے اندر رہتا ہو اس کو اجازت ہے کہ مکہ میں بغیر احرام داخل ہو اپنی ضرورت کے لئے، اس لئے کہ اس کا مکہ میں داخلہ کثرت سے ہوتا ہے تو ہر مرتبہ احرام کا مکلّف بنانے میں کھلا ہوا حرج (مشقت) ہے، لہٰذا اس کا حکم اہل مکہ کی طرح ہوگا کہ ان کے لئے مکہ سے نکلنا اور پھر بغیر احرام واپس ہونا ان کی ضرورتوں کی وجہ سے درست ہے، لیکن اگر حج یا عمرہ کا ارادہ ہو تو احرام باندھنا ہوگا کہ یہ کبھی کبھی ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج وپریشانی نہیں)۔

اور اس گنجائش کا مبنیٰ وہ رخصت ہے جو لکڑیاں جمع کرنے والوں کے حق میں مروی ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہے: "لايدخل أحد مكة إلامحرما ورخص للحطابين" (رواہ ابن ابی شیبہ، نصب الرایہ ۳/۱۵، الفقہ الاسلامی ۳/۷۳، عنایہ ۲/۳۳۵)۔

دوسری جہت یہ کہ ائمہ ثلاثہ کے یہاں اس مسئلہ میں جو وسعت اور اجازت ورخصت ہے عموم کے ساتھ، اس سے فائدہ اٹھایا جائے، اور مذہب غیر پر عمل وافتاء کی بنیاد پر اس کو گوارہ کیا جائے، اور یہ اس وجہ سے کہ عموم بلوی وعام ابتلاء کی وجہ سے ہی ایسی چیزوں کو بنیاد بنا کر رخصت دی جاتی ہے، اور آج اس مسئلہ میں (ابتلاء عام) اور پابند بنانے میں حرج ومشقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

فقہاء اور علماء محققین نے ایسے مسائل اور عبادات کے باب میں بھی ابتلاء کا اعتبار

Marfat.com

کرتے ہوئے قول ضعیف یا قول غیر پر فتویٰ دیا ہے۔

مثلاً علماء دیوبند میں مولانا ظفر احمدؒ نے حج کے مسائل میں ایک مسئلہ کے اندر حضرات صاحبین کے قول پر فتویٰ کو ذکر کیا ہے اور دوسرے میں شافعیہ کا قول ذکر کیا ہے، اور بنیاد ابتلاء عام کو بتایا ہے، اور یہ فتاویٰ انھوں نے تھانہ بھون میں حضرت تھانوی کی حیات میں لکھے ہیں۔

صاحبین کے قول پر فتویٰ قول مرجوح وضعیف پر عمل کے باب سے اس لئے ہے کہ مذکورہ مسئلہ میں فتاویٰ امام صاحب کے قول پر ہے، اور وہ مسئلہ ہے آفاقی کا تمتع کے عمرہ سے حلال ہونے کے بعد مدینہ طیبہ وغیرہ چلا جانا جو اس کا وطن نہیں ہے، امام صاحب کے نزدیک اس سفر سے تمتع باطل نہیں ہوتا، اور امام ابو یوسف وامام محمد کے نزدیک باطل ہو جاتا ہے، اور کثرت سے لوگ بعد عمرۂ تمتع مدینہ طیبہ جایا کرتے ہیں، تو امام صاحب کے قول پر واپسی میں عمرۂ قباحت رکھتا ہے اس لئے کہ یہ مکی کے لئے اشہر حج میں حج کے ساتھ عمرہ، اور تمتع کا مسئلہ بنتا ہے، لیکن صاحبین کے قول پر نہیں کہ سفر سے سابق عمرہ کا تعلق حج سے ختم ہو گیا۔ مولانا فرماتے ہیں: جب ابتلاء عام ہے تو اس مسئلہ میں قول صاحبین پر فتویٰ دینا چاہئے (امداد الاحکام ۲/ ۱۸۲) اور حج بدل میں تمتع کی بابت شافعیہ کے قول پر جواز کو ذکر کیا ہے (امداد الاحکام ۲/ ۱۸۶)۔

مولانا شیر محمد صاحب نے دم احصار کے سلسلہ میں امام شافعی کے قول کی بنیاد پر توسع کو ذکر کیا ہے (عمدہ وزبدہ) نیز اس مسئلہ کے بیان میں بھی خصوصیت سے ڈرائیوروں کا اور ان کے لئے گنجائش کے طور پر حیلہ کا تذکرہ کیا ہے لیکن ساتھ ہی شوافع کا مذہب بھی ذکر کیا ہے کہ ان کے نزدیک دم لازم نہیں ہوگا، بعض حضرات نے حیلہ کے قبیل کی بعض چیزوں کا تذکرہ کیا ہے، لیکن اس سے کہیں بہتر امام شافعی وغیرہ کے قول کا اپنانا سمجھ میں آتا ہے جیسا کہ انھیں حضرات کے کلام میں اس کا اشارہ موجود ہے (عمدہ وزبدہ رص ۲۲۱)۔

۳- مکی کا قران وتمتع

مکی جس سے مراد وہ شخص ہے جس کا مکہ وطن ہے یا جو مکہ میں قبل از اشہر حج مقیم ہے

Marfat.com

خواہ قیام کی جتنی مدت ہو، اس کے لئے حنفیہ کے نزدیک قران وتمتع کو منع کیا گیا ہے۔

لیکن اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مسلسل مکہ میں قیام ہے حتی کہ حج کا زمانہ آ گیا تو اب قران نہیں کرسکتا اور اگر اشہر حج سے قبل سفر کر کے کہیں جائے اور واپسی میں ارادہ کرلے اور پھر قران کا احرام باندھے تو قران درست ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر مکی شخص عین ایام حج میں حج کا احرام باندھنے کے موقع پر قران کا ارادہ کرے تو اس کو قران کی اجازت نہیں ہے۔

اور تمتع کا معاملہ یہ ہے کہ عمرہ اور حج دونوں کا احرام الگ الگ باندھا جاتا ہے، اور اگر قربانی کا جانور ساتھ میں موجود نہ ہو تو عمرہ کے بعد آدمی مکمل طور پر حلال ہو جاتا ہے کسی طرح کی کوئی پابندی نہیں رہ جاتی، البتہ گھر وطن کی واپسی منع ہوتی ہے۔ اگر گھر چلا گیا اور پھر آیا تو سابق عمرہ کا تعلق حج سے منقطع ہو جائے گا اور اب جو حج کرے گا وہ تمتع کا نہیں ہوگا۔ جو شخص مکہ مکرمہ میں ہی مقیم ہے، وہیں اس کے اہل وعیال رہتے ہیں، وہ اگر تمتع کے ارادہ سے عمرہ کرے تو حلال ہونے کے بعد وہ اپنے گھر وطن میں رہے گا، لہذا اس کا حج تمتع کا نہیں ہوگا بلکہ حج اِفراد ہوگا (شامی ۲/۵۳۹-۵۴۱) اور ایک قول یہ ہے کہ ہو تو جائے گا لیکن غلط ہے اور مکروہ ہے، اسی لئے جبر اُدم واجب ہوگا۔

اشہر حج میں مکی کا عمرہ

مکی شخص اگر اشہر حج میں عمرہ کرنا چاہے تو صرف عمرہ بہر حال قول راجح میں مکروہ نہیں ہے (شامی ۲/ ۴۷۳، رحیمیہ ۵/ ۲۲۳، زبدہ/ ۲۵۵)۔

۴- اشہر حج میں سفر کرنے والے اہل مکہ کیا کریں؟

حنفیہ جو حرم کے داخلے میں خواہ کسی وجہ وجہت سے ہو احرام کا پابند بناتے ہیں، اور جن کے مذہب پر اشہر حج میں سفر کرنے والے حضرات کے لئے جبکہ وہ حج کا ارادہ رکھتے ہوں زحمت ہے کہ بغیر احرام حرم میں واپس نہیں آسکتے اس خیال سے کہ حج کرنا ہے تو عمرہ نہ کریں کہ تمتع کا

Marfat.com

ارتکاب لازم آئے گا اور مکی کے لئے تمتع منع ہے، اور احرام کے ساتھ آئیں اور عمرہ کریں تو مکی کے لئے تمتع کا محظور لازم آتا ہے۔

ان کے نزدیک یہ مسئلہ اس لئے اہم نہیں ہے کہ اشہر حج میں عمرہ کرکے حلال ہونے والا اگر عمرہ اور حج کے درمیان اپنے گھر واہل وعیال میں پہنچ جائے تو اس کا تمتع نہیں ہوتا بلکہ حج اِفراد ہوتا ہے، لہذا مکی بصد شوق اپنی ضرورت سے اشہر حج میں مکہ ومیقات سے باہر کا سفر کریں اور واپسی میں عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور عمرہ کریں، اس کے بعد حج کا ارادہ رکھتے ہوں تو حج کرلیں، کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ عمرہ کے بعد وہ حلال ہوکر اپنے گھر و وطن اور بچوں میں ہونگے جس کی وجہ سے تمتع (عندالحنفیہ) باطل ہوجاتا ہے اور برقرار نہیں رہ جاتا۔ (جیسا کہ فقہاء حنفیہ نے عموماً صراحت کی ہے۔) (شامی ۲/ ۵۳۹، فتح القدیر ۲/ ۴۲۸، ۴۳۱)۔

۵- تمتع کرنے والے آفاقی کے لئے تعدد عمرہ

تمتع کرنے والا آفاقی شخص تمتع کے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد قبل حج مزید عمرے کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس بابت علماء حنفیہ کا اختلاف ہے، قدیم فقہاء کا بھی اور بعد کے حضرات کا بھی۔

صاحب فتح القدیر وملا سندھیؒ وغیرہ ممانعت کے قائل ہیں، اور صاحب بحر وعلامہ شامی اور ملا علی قاری وغیرہ اجازت دیتے ہیں۔

مفتی سعید صاحب نے معلم الحاج میں ملا علی قاری وغیرہ کے قول کو اختیار کیا ہے، اور حضرت گنگوہی ومولانا شیر محمد صاحب وغیرہ نے صاحب فتح کے قول کی تقویت کی ہے (شامی ۲/ ۵۳۷، ۵۴۰، مناسک القاری/ ۱۵۶، معلم الحاج/ ۲۱۴، عمدہ وزبدہ/ ۳۱۳-۳۱۹)۔

اس اختلاف کی وجہ سے احتیاط اسی میں ہے کہ عمرہ نہ کرکے طواف کی فضیلت حاصل کرے جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ وغیرہ نے فرمایا ہے، باقی عمرہ کرلے گا تو گنجائش ہے، بالخصوص جو

Marfat.com

حاجی تمتع کے ارادہ سے عمرہ کرنے کے بعد مدینہ طیبہ جائے اور پھر واپس ہو تو اس کو عمرہ کا احرام باندھ کر ہی آنا چاہئے۔

اس اختلاف کا مبنیٰ ایک دوسرا اختلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ مکی کو اشہر حج میں عمرہ کی ممانعت مطلقاً ہے یا یہ کہ جب وہ حج کا ارادہ رکھتا ہو تب ممانعت ہے، تاکہ اس کے لئے قران و تمتع کا مسئلہ نہ پیدا ہو۔

صاحب فتح القدیر وغیرہ اس کے لئے نفس عمرہ کو اور مطلقاً عمرہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں، اور آفاقی متمتع مکی کا حکم رکھتا ہے، لہذا ان کے نزدیک اس کے لئے بھی ممانعت ہے، اور شامی وغیرہ کا رجحان یہ ہے کہ مکی کے لئے عمرہ کی ممانعت مطلقاً نہیں ہے، لہذا وہ گنجائش دیتے ہیں۔

۶-رمی میں نیابت

الف-عمل رمی میں نیابت کی اجازت ہے، مگر معاملہ یہ ہے کہ اس کا وقت بہت وسیع رکھا گیا ہے اور معذوروں کے لئے وسعت ورخصت بھی، لہذا نیابت کی اجازت توسعاً نہیں بلکہ مجبوراً دی جاتی ہے۔

ب-اسی لئے یہ اجازت ونیابت صرف مریض ومعذور کے حق میں ہے اور اس کے معذور ومریض ہونے کی حد تک، اس لئے کسی صحتمند آدمی کی طرف سے یہ نیابت درست نہیں ہے، اور اگر رمی کا جو زمانہ ہے اس میں نیابۃً رمی کے بعد وہ آدمی صحتمند وقادر ہو گیا تو خود اس کے لئے دوبارہ رمی کرنا ضروری نہیں ہے، اور بغیر کسی عذر معقول کے نیابۃً رمی کرنے وکرانے کی بنا پر جزا لازم ہوگی، اور ازدحام کو اس کے لئے عذر نہیں سمجھا گیا ہے (زبدہ/ص ۱۸۴، معلم الحجاج/۱۸۱، احسن الفتاوی ۴/۵۲۵)۔

غنیہ میں آیا ہے:

"والرجل والمرأة فی الرمی سواء إلا أن رمیها فی اللیل أفضل فلا تجوز

Marfat.com

النيابة عن المرأة بغير عذر" (شرح غنیہ/۲۰۰) (مرد وعورت دونوں رمی میں برابر ہیں، مگر عورت کے لئے رات کو رمی افضل ہے، اور عورت کی طرف سے بغیر عذر نیابت جائز نہیں ہے)۔

"قد تبين مما قدمنا أنهم جعلوا خوف الزحام عذراً للمرأة ولمن به علة أو ضعف في تقديم الرمي قبل طلوع الشمس أو تأخيره إلى الليل لا في جواز النيابة عنهم لعدم الضروة فلو لم يرموا بأنفسهم لخوف الزحام تلزمهم الفدية" (غنیہ/ص ۱۰۰)۔

(گزشتہ تفصیل سے ظاہر ہے کہ فقہاء نے بھیڑ کے خوف کو عورتوں اور معذوروں وکمزوروں کے لئے عذر قرار دیا ہے کہ وہ رمی سورج کے نکلنے سے پہلے کرلیں یا رات تک مؤخر کردیں، لیکن اس کو جواز نیابت کے حق میں عذر نہیں مانا ہے اس لئے کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں، لہذا اگر یہ لوگ خود رمی نہ کریں (محض) ازدحام کے خوف کی وجہ سے تو ان پر فدیہ لازم ہوگا)۔

خلاصہ یہ ہے کہ صرف ازدحام کی وجہ سے نیابت کی اجازت نہیں ہے، اس کا حل تو تاخیر کی رخصت ہے، اور نیابت کے حق میں معذور وہ شخص ہے جو کھڑا ہوکر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہوکر آنے میں سخت تکلیف کا اندیشہ ہو، اگر سوار ہوکر جمرات تک آسکتا ہے اور مرض کی زیادتی اور تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے تو اس کو خود رمی کرنا ضروری ہے دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں، ہاں اگر سواری یا کوئی شخص اٹھانے والا نہ ہو تو معذور ہے دوسرے سے رمی کراسکتا ہے (عمدہ وزبدہ/ص ۱۸۶، معلم الحجاج/ص ۱۸۱، ۱۸۲)۔

۷- حالت احرام میں سرکاری پابندی کی وجہ سے واپسی

سعودیہ میں رہنے والے جو حضرات بغیر اجازت عمرہ یا حج کا سفر کرتے ہیں اور حالت احرام میں وہ قانون کی زد میں آکر واپس کردئے جاتے ہیں، فقہ حنفی کی رو سے ان کو محصر قرار دیا جاسکتا ہے اور ان کے لئے احصار کے احکام ہوں گے، اس لئے کہ فقہ حنفی میں احصار کے اسباب میں بہت توسع ہے حتی کہ شوہر کی طرف یا آقا کی طرف سے پابندی کا لگنا بھی اس کے

Marfat.com

تحت آتا ہے، اور قید ہونا نیز بادشاہ کا منع کرنا بھی (شامی ۲/۵۹۱، عالمگیریہ ۱/۱۵۵، معلم الحجاج رص ۲۶۶، تاتارخانیہ ۲/۵۳۵، ۵۳۶)۔

عمدہ وزبدہ نے احصار کے بیان وصورتوں میں جدہ یا کامران سے جہاز کے واپس کردینے کو بھی ذکر کیا ہے (ص ۴۳۱)۔

لہذا ایسے لوگ احصار کا حکم رکھیں گے، ان کا حکم یہ ہے کہ دم دے کر حلال ہوں اور آئندہ موقع ملنے پر قضا کریں، حج کا احرام ہو تو حج کی اور عمرہ کا ہو تو عمرہ کی۔

فقہ حنفی کی رو سے دم کا جانور حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے، مگر مجبوری میں کہ جب فوری طور پر یہ ممکن نہ ہو تو عمدہ وزبدہ میں حضرت گنگوہیؒ ومولانا شیر محمد صاحب نے گنجائش ذکر کی ہے کہ اپنے ٹھکانہ پر ہی جانور کو ذبح کرنے کا (اور گوشت کو صدقہ کرنے کا) نظم کرے، بعض فقہاء حنفیہ نے اس کو ذکر کیا ہے، پھر یہ بھی ایک ضرورت ہے جس کی وجہ سے امام شافعی وغیرہ کے مذہب پر عمل کیا جاسکتا ہے (عمدہ وزبدہ رص ۴۳۱)۔

جو لوگ بغیر اجازت سفر پر نکلیں اور اندیشہ رکھتے ہوں ان کے حق میں 'عمدہ وزبدہ' کی تصریح کے مطابق ایک حل یہ ہے کہ احرام مشروط باندھیں کہ اگر پھنس گیا تو حلال ہو جاؤں گا۔ یہ گنجائش بھی فقہ حنفی کے معروف قول اور اصل مذہب کی رو سے نہیں ہے لیکن امام محمدؒ کی ایک روایت ہے، ضرورت پر عمل کی گنجائش ہوگی، عمدہ وزبدہ میں اس کو ذکر کیا ہے اور بحوالہ شرح اللباب وشرح کبیر عبارت بھی نقل کی ہے (عمدہ ر ۴۳۱، ۴۳۲، شرح اللباب ر ۲۷۹، کبیر ر ۲۴۰)۔

ایک بات یہ بھی لائق توجہ ہے کہ احصار کی صورت میں دم کے بعد حلال ہونے کی بات ہر حال میں نہیں ہے جیسا کہ علامہ شامی نے وضاحت فرمائی ہے، بلکہ اگر احصار کا سبب وعذر بندوں کی طرف سے ہو تو آدمی فوراً ہی حلال ہو جائے گا، اگرچہ دم واجب ہے اور اس کو ادا کرنا ہوگا، مگر دم دینے تک تاخیر وانتظار نہیں (شامی ۲/۵۹۱)۔

تو مذکورہ صورت تو اسی طرح کی ہے کہ اس میں رکاوٹ بندوں کی طرف سے ہے۔

Marfat.com

۸-ترتیب اور ذبح کا مسئلہ

فقہ حنفی کی رو سے معروف ومفتی بہ قول کے مطابق قارن ومتمتع کے لئے دس ذی الحجہ کے اعمال (رمی وذبح وحلق) کے درمیان ترتیب واجب ہے اوراس کی خلاف ورزی پر دم واجب ہوتا ہے، آج کل حکومت سعودیہ نے سہولت کے لئے ادارے قائم کئے ہیں وہ قربانی کراتے ہیں ،اور یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ ان کے یہاں ترتیب واجب نہیں ہے جو فقہ حنفی کے حکم کے خلاف عمل ہوتا ہے اور دم واجب ہوتا ہے لہذا کیا کیا جائے؟

اولاً تو یہ کہ ادارہ اوراس کے نمائندے پیسے جمع کرتے وقت دن کی تعیین کرتے اور کراتے ہیں لہذا ان کی بات پر اعتماد کیا جانا چاہئے۔

ثانیاً خود قربانی کرنے والے صحتمند حضرات کو معذور حضرات اپنا وکیل بنادیں۔ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا تو ضروری ہے نہیں، اس لئے یہ مسئلہ ایسا سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں مذہب غیر وقول مرجوح کو اختیار کیا جائے جبکہ اس کے بغیر کام چل سکتا ہے۔

پھر یہ کہ ترتیب حکماً واجب ہے، اور واجبات حج میں عذر کی وجہ سے بہت توسع ہے، وہ عذر کی وجہ سے معاف بھی ہوجاتے ہیں۔ عورت، عمر دراز شخص، کمزور وبیمار تو عذر والے ہیں، ان کے حق میں اس کی وجہ سے یہ وجوب حکماً ساقط ہوجائے گا، تو فقہ حنفی کی رو سے ہی ان کو گنجائش ہے جیسا کہ مفتی نظام الدین صاحب نے اپنے فتاوی میں تحریر فرمایا ہے، اس لئے بھی مذہب غیر یا قول ضعیف پر عمل وفتویٰ کی ضرورت نہیں رہ جاتی، مفتی نظام الدین صاحب نے تفصیلی جواب دیا ہے، جس میں بنیادی بات اصحاب عذر کے لئے ترتیب کے سقوط اور عدم لزوم کی آئی ہے (نظام الفتاویٰ ۱/ ۱۵۷-۱۵۸)۔

۹-حج بدل اور تمتع وقران اور موجودہ حالات

جب کوئی آدمی کسی کی طرف سے حج کرنے جاتا ہے تو عنوان چونکہ حج کا ہوتا ہے اس

Marfat.com

لئے وہ اسی کا مامور و مکلف ہوتا ہے، عمرہ حج سے الگ ایک عمل ہے جس کو حج کے ساتھ جمع کیا جاتا ہے بعض صورتوں میں، مگر حج بدل کا عنوان اس کو شامل نہیں، اس لئے عام بات یہی لکھی گئی ہے اور ذکر کی جاتی ہے کہ حج بدل کرنے والا صرف حج کرے، جس کا مطلب ہے کہ میقات سے حج کا احرام باندھے، اور ظاہر ہے کہ تمتع وقران میں عمرہ کا احرام ہوتا ہے، اور پھر یہ کہ تمتع وقران کی وجہ سے ایک خرچ بڑھتا ہے جو حج اِفراد میں نہیں ہوتا یعنی قربانی کا۔

لیکن اس کے ساتھ فقہاء کی تفصیلات وتصریحات سے ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں وسعت بھی ہے، اور حج بدل میں تمتع وقران دونوں کی گنجائش ہے، البتہ قربانی کے زائد خرچ کا ذمہ دار خود حج کرنے والا ہوگا، الا یہ کہ حج بدل کرانے والا اس کو برداشت کرنے کو تیار ہو جائے یعنی بخوشی اس کو منظور کرلے بالخصوص قران میں کہ اسمیں میقات سے ہی حج کا احرام باندھا جاتا ہے، البتہ تمتع میں چونکہ حج کا احرام بعد میں مکہ سے باندھا جاتا ہے اور اس طرح حج کرنے والا آفاقی نہیں رہ جاتا بلکہ مکی ہوتا ہے جبکہ حج بدل کرانے والا آفاقی ہے اور یہ بات حج بدل کرانے والے کے مقصد کے بالکل خلاف ہے، اس لئے بہت سے اکابر بعدِ اجازت بھی تمتع کی صحت سے انکار کرتے ہیں، اور اس اختلاف کی وجہ سے مولانا ظفر احمد صاحب ومولانا شیر محمد صاحب نے فرمایا ہے کہ بعدِ اجازت بھی اس سے بچنا اولی ہے، جیسے کہ اس میں ممانعت وتنگی کا جو قول ہے اس کے پیش نظر ان حضرات نے لکھا ہے کہ بہتر ہے کہ حج بدل کرانے والا ہر طرح کی اجازت دے یعنی عمومی طور پر حج کی بات کرے اور مکمل اختیار دے دے (شامی ۲/۶۱۱، معلم الحجاج ر۲۷۷، عمدہ وزبدہ ر۴۵۵-۴۵۷، امداد الاحکام ۲/۱۸۷، احسن الفتاوی ۴/ ۵۱۳، فتح القدیر ۳/ ۷۲، ۷۳، نظام الفتاوی ۱/ ۱۵۱، جواہر الفقہ اول)۔

یہ تو اصل حکم ہوا، سوال موجودہ صورت حال کا ہے کہ آج حاجی سفر کے نظام میں بااختیار نہیں ہے اور کچھ مزاج بھی بن گیا ہے جس کی وجہ سے کثرت سے تمتع کی شکل ہی پائی جاتی ہے یا ممکن ہوتی ہے کہ آدمی سفر کر کے اصل ایام حج سے اتنے قبل مکہ پہنچتا ہے کہ اس وقت سے

Marfat.com

مسلسل احرام میں رہنا خواہ قران کا ہو یا افراد کا، آدمی کے لئے انتہائی زحمت طلب ہے اور دشوار کن بھی، اس لئے حاجی مجبور ہوتا ہے کہ عمرہ کے احرام کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ کر کے حلال ہو جائے، پھر خواہ مکہ مکرمہ میں رہے یا مدینہ طیبہ چلا جائے، اس لئے عموماً حجاج تمتع ہی کیا کرتے ہیں۔

ایسی صورت حال میں جبکہ اپنا حج کرنے والے اسی خاص قسم کے حج پر مجبور ہیں یا مجبور سے ہیں، تو جسکو حج بدل کے لئے بھیجا وطے کیا جائے ظاہر ہے کہ اس کے حق میں حج افراد کے لئے بھیجنا نہیں سوچا جائے گا بلکہ عام حال کے مطابق جو حج عموماً ہو رہا ہے اس کے لئے بھیجنا متصور ہوگا، اس لئے کہ اجازت کے بعد اس میں وسعت ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا، اور اجازت کا جہاں اعتبار ہوتا ہے عرف و دلالت کی اجازت بھی کافی و معتبر قرار دی جاتی ہے الا یہ کہ صریح ممانعت پائی جاتی ہو، جیسا کہ کتب فقہ میں معروف ہے، لہذا حسب توفیق و موقع حج بدل کرنے والا، حج قران یا حج تمتع جو چاہے کرے، اجازت ہوگی۔

اب درج سوالات وشقوں کا جواب ملاحظہ ہو:

الف- حج بدل کرنے والا، آمر (حج کرانے والے) کی اجازت سے تمتع کر سکتا ہے، اگر چہ بعض حضرات نے اختلاف کی وجہ سے احتیاط کی بنیاد پر بچنا اولی لکھا ہے (امداد الاحکام ۲/۱۸۷)۔

ب- آمر کی طرف سے صریح اجازت ضروری نہیں دلالۃً بھی کافی ہے، الا یہ کہ صریح ممانعت پائی جائے یا صریح حکم صرف حج کرنے کا کیا جائے تو تمتع نہیں کر سکتا، پھر حیلہ کرے یا از خود ایسا کرے اور دم دیدے جو کہ جبر کا دم ہوگا۔

ج- اگر یہ خیال ہے کہ اجازت دے گا، گوارا کرے گا اور خوش ہوگا تو بھی کافی ہے، یہ دلالۃً اجازت کے تحت داخل ہے۔

د- جہاں تک سوال ہے دم یعنی قربانی کے خرچ کا، تو اس کے لئے لکھا ہے کہ اس کا

Marfat.com

وجوب بہر صورت حج کرنے والے پر ہوگا خواہ اس کو دم شکر قرار دیں یا دم جبر، اس لئے کہ دم شکر ہے تو دونوں عبادتوں کو فعلاً اس نے جمع کیا ہے، اور اگر دم جبر ہے تو غلطی وکوتاہی اس کی ہے۔

البتہ وہ خوشی سے منظور کرلے تو درست ہے، اور جب آمر (حج کرانے والا) خود اس کا حکم کرے، یا عرف ومعمول کی وجہ سے اس کو متعین سمجھا جائے جیسا کہ آج کل ہے تو یہ خرچ آمر کو ہی برداشت کرنا چاہئے، جب سارا خرچ وہ دے رہا ہے تو یہ ایک خرچ کیوں نہ برداشت کرے۔

ھ۔ تفصیل آچکی کہ حج بدل کرنے والے کو تمتع کی گنجائش ہے اس لئے کسی حل کے تلاش کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

اگرچہ معروف قول پر ہمارے علماء نے حیلہ کا بھی تذکرہ کیا ہے مگر خود ہمارے فقہاء بھی اس میں توسع کے قائل ہیں، اور فقہ حنفی میں تنگی کی صورت میں ضرورۃً حالات کو دیکھتے ہوئے دوسرے مذاہب کی وسعت واجازت سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ مولانا ظفر احمد صاحب اس بابت ایک فتوی میں فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں شافعیہ کے قول پر بھی مامور بالحج کو تمتع کرنا باذن الآمر جائز ہے بلکہ ان کے نزدیک اگر تمتع کی اجازت بھی نہ ہو اور تمتع کرلے تب بھی حج ہو جائے گا صرف اجرت میں کسی قدر کمی کردی جائے گی (اس کے بعد "الوجیز" کی روایت نقل کی ہے) (امداد الاحکام ۲/۱۸۶، ۱۸۷)۔

الفقہ الاسلامی میں حنابلہ کا مذہب بھی بغیر اجازت جواز کا ذکر کیا ہے، البتہ یہ لکھا ہے کہ اگر احرام مکہ مکرمہ سے باندھے تو ایک تو دم واجب ہوگا اور دوسرے میقات سے مکہ تک کے سفر (اور بظاہر ماقبل الاحرام) کے اخراجات واپس کرے گا (الفقہ الاسلامی ۳/۵۹، المغنی ۳/۲۳۴، ۲۳۵، شرح المہذب ۷/۱۳۲، ۱۳۳)۔

آمر کی صریح ممانعت اور صریح حکم کہ صرف حج کرنا، ان صورتوں میں یہ حیلہ کیا جاسکتا ہے کہ ابتداء جدہ کی اور وہاں قیام کی نیت کی جائے، اس کے بعد حج کا وقت آنے پر حج کا احرام جدہ سے باندھا جائے (امداد الاحکام ۲/۱۸۶)۔

Marfat.com

و- میت (مردہ) کی طرف سے حج، اگر حج کرنے والا خود اپنی طرف سے کر رہا ہے تو معاملہ اس کے اختیار کا ہے جیسا حج چاہے کرے اور ثواب پہنچائے، اور اگر کسی کی طرف سے بھیجا جارہا ہے تو بھیجنے والے کی رعایت کرنی ہوگی، اور وہ ساری تفصیل ہوگی جس کا تذکرہ تمہید اور (دفعہ الف تا ھ) میں آیا ہے، اس بابت احقر کو کوئی چیز نہ مل سکی۔

خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں ہمارے اکابر بہر حال جواز کا رجحان رکھتے ہیں، اور امام شافعی و امام احمد کے یہاں اجازت کے بعد قران وتمتع میں کوئی قباحت نہیں ہے اور دم حج کرنے والے پر ہی ہوگا، اور بدون اجازت بھی گنجائش ہے مگر تفصیل ہے، اس لئے اجازت ہی دینا اور لینا بہتر بلکہ ضروری ہے (دیکھئے: احسن الفتاوی ۴؍ ۵۱۳، جواہر الفقہ وغیرہ)۔

۱۰- حیض اور طواف زیارت

طواف کے لئے پاک ہونا ضروری ہے، اس لئے حیض ونفاس کی حالت میں طواف منع ہے، پھر اس کے لئے مسجد میں بھی داخل ہونا پڑتا ہے، ناپاکی کی حالت میں یہ بھی منع ہے، اور طواف زیارت رکن ہے جس کے بغیر حج نامکمل ہوگا، تو عورت کو پاکی کا انتظار کرکے اس طواف کو ادا کرنا چاہئے، البتہ طواف وداع چونکہ رکن نہیں، اس مجبوری کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینے کی اجازت آئی ہے جیسا کہ معروف ہے۔

مگر کبھی عورت مجبور ہوسکتی ہے، اس مجبوری کا تصور قدیم عہد میں بھی تھا کہ قافلہ پہلے سے طے شدہ نظام کے مطابق حج کے معا بعد روانہ ہوگا، اور عورت اس حال میں نہ ہوگی کہ طواف زیارت پاکی کے ساتھ کرسکے، تو یا تو قافلہ کو چھوڑے جس کے بغیر سفر ہی ناممکن تھا یا اسی حال میں طواف کرے۔

اور اب بھی یہ مجبوری اہم ہے بلکہ مزید اہم کہ حکومت ویزے کی پابندیاں، ایک لمبا نظام سفر، جو مہینوں سے طے پاتا ہے بروقت اس میں رد وبدل بہت زحمت طلب ہوتا ہے، اور

Marfat.com

ظاہر ہے کہ حج میں عورتوں کی تعداد معمولی نہیں ہوتی جس میں ایسے حال سے دوچار ہونے والی عورتیں بھی غیر معمولی تعداد کی حامل ہوں گی۔

تو ایسی صورت حال میں طواف کے لئے طہارت کی پابندی کے باوجود فقہ حنفی کی رو سے گنجائش ہے، اولاً تو طہارت کی اہمیت کے پیش نظر نظام سفر میں تبدیلی کی سعی کرنی چاہئے اور اتنا موقع نکالنا چاہئے کہ پاک ہوکر طواف کیا جاسکے۔

چونکہ حنفیہ کے یہاں طہارت، صحت طواف کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ صرف واجب ہے، لہذا خواہ حدث اصغر ہو یا اکبر دونوں کے ساتھ طواف شرعاً معتبر وصحیح قرار پاتا ہے اگرچہ واجب کے ترک کی وجہ سے دم بھی واجب ہوگا، حدث اصغر کی حالت میں چھوٹا دم یعنی بکری، اور حدث اکبر یعنی جنابت وحیض کی حالت میں بڑا دم، یعنی گائے واونٹ واجب ہوگا۔ لہذا ایسی عورت اسی حال میں طواف کرلے اور دم ادا کرے یا اس کا نظم کرے اور سفر پر روانہ ہوجائے۔

سنن سعید بن منصور میں بسند صحیح روایت آئی ہے کہ ایک عورت حضرت عائشہؓ کے ساتھ طواف کررہی تھی اسی درمیان اس کو حیض آنے لگا تو حضرت عائشہؓ نے اس کا طواف پورا کرایا (اعلاء السنن ۱۰/۳۴۰ بحوالہ فتح القدیر ونصب الرایہ)۔

رہ گئی بات ناپاکی کی حالت میں مسجد کے اندر داخلہ کی کہ مطاف مسجد حرام کے حدود کے اندر ہے، تو جب ضرورۃً طواف کی اجازت ہوگی تو اس کی بھی لزوماً ہوگی کہ طواف بغیر اسکے ممکن نہیں، اور پھر یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کہ کوئی ناپاکی کی حالت میں مسجد سے گزر کر دوسری طرف جانے پر مجبور ہو، اور ایک بات یہ بھی کہ حج کے واجبات میں عذر کی وجہ سے بڑی وسعت آئی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بھی عذر ہے۔

اس مجبوری کی وجہ سے یہ گنجائش ان حضرات نے بھی دی ہے جن کے نزدیک طہارت شرط ہے، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے حنابلہ و مالکیہ کا ایک قول دم کے ذریعہ تلافی کا ذکر کیا ہے (فتح الباری ۳/۵۰۵)۔

Marfat.com

میرا خیال ہے کہ اس بابت سب سے زیادہ تفصیل وتطویل شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتاوی میں آئی ہے، چنانچہ فتاوی کی جلد ۲۶ میں صفحہ ۱۷۶ سے ۲۴۸ تک مسلسل یہی بحث وگفتگو ہے اور کئی فتاوی آئے ہیں، شیخ نے اس میں اس بابت اختلاف کا تذکرہ کیا ہے اور بار بار امام احمد کی دوسری روایت وقول کو ذکر کیا ہے بلکہ اس کو بہت تفصیل و وضاحت سے مؤکد کیا ہے اور گنجائش واجازت کو اختیار کیا ہے، اور اس ضمن میں یہ بات بھی آتی ہے کہ حائض وجنبی کے لئے مسجد میں گزرنے یا ٹھہرنے کے حق میں امام شافعی وامام احمد کے یہاں کافی وسعت ہے، وضو کے ساتھ عورت مسجد کے اندر ٹھہر بھی سکتی ہے (فتاوی ۲۶/۱۷۸)۔

لہذا طواف کرنے کی اجازت ہے جو طہارت کے اہتمام یعنی غسل ووضو کے ساتھ ممکن ہے، ان کے شاگرد رشید علامہ ابن القیم نے بھی "اعلام الموقعین" میں لمبی بحث کی ہے اور یہی موقف اختیار کیا ہے (اعلام الموقعین ۳/۱۰-۲۴)۔

خلاصہ یہ کہ یہ حکم جواز وگنجائش کا صرف فقہ حنفی کا ہی نہیں ہے بلکہ دوسرے مذاہب میں بھی وسعت ہے اور دوسرے مذاہب کے اکابر علماء وفقہاء نے اس کو اختیار کیا ہے، جس کی وجہ پابند بنانے کی صورت میں زحمتوں سے دوچار ہونا ہے جس کو شیخ نے بھی بار بار اپنے کلام وفتاوی میں ذکر کیا ہے۔

الف- سفر کی مجبوری کی وجہ سے حیض ونفاس والی عورت کو ناپاکی میں طواف زیارت ادا کرنے کی اجازت ہے۔

ب- اس ناپاکی کے حال کے طواف سے رکن ادا ہو جائے گا اگرچہ نقص کے ساتھ۔ اسی لئے بطور تلافی دم واجب ہوگا۔

ج- اور دم بڑا یعنی گائے یا اونٹ کا ذبیحہ، بکری وبھیڑ کافی نہ ہوگی۔

د- یہ دم جنایت (غلطی) کا ہے، اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اس کا وجوب فوری نہیں ہوتا، اس میں تاخیر کی گنجائش ہے، بعد میں بھی نظم کیا جا سکتا ہے، اور اگر موت کا مرحلہ آگیا تو

Marfat.com

وصیت لازم ہے، مرنے پر ورثہ بدون وصیت ادا کردیں تو کافی ہے۔

البتہ دم کا جانور حرم میں ہی ذبح کیا جا سکتا ہے، لہذا عورت واپسی سے قبل نظم کرے یا واپس ہوکر کسی آنے جانے والے کے ذریعہ اس کا انتظام کرائے۔

جنایات کے باب و بیان میں یہ تفصیلات موجود ہیں۔

۱۱-سفر حج وعمرہ میں شوہر کا انتقال

سفر حج وعمرہ میں اگر کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو چونکہ اس کے لئے محرم کی معیت کی شرط ہے پھر عدت کا معاملہ واحکام بھی ہوتے ہیں، اس لئے اصل حکم تو اس کے لئے یہ ہے کہ اب آگے کے اعمال کو وہ روک دے اور بعد میں قضا کرے، اس کو بھی احصار کے اسباب میں شمار کیا ہے جیسا کہ معروف ہے (شامی ۲/ ۵۹۰، ۵۹۱)۔

مگر عموماً حجاز کا سفر دور دراز اور مشکلات کا ہوتا ہے اور اب مشکلات میں اضافہ ہی ہوا ہے، اخراجات سفر بھی بہت بڑھ چکے ہیں، اس لئے ضرورت اس میں گنجائش کی، یعنی حج وعمرہ کو مکمل کرنے کی اجازت کی متقاضی ہے، یوں بھی بدون محرم اگر عورت حج کو جائے اور حج کرے تو حج ادا ہو جاتا ہے، بس یہ کہ کراہت تحریمی کے ساتھ (معلم الحجاج/ ۸۸) تو مشکلات کی وجہ سے یہ وسعت دینی چاہئے۔

پھر مشکلات وضرورت کی وجہ سے دوسرے مذاہب کی وسعت سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، گزر چکا ہے کہ ہمارے علماء نے ان مسائل میں بھی ضرورت، پریشانی وابتلاء کی وجہ سے دوسرے مذاہب پر عمل کو ذکر کیا ہے اور اس کو اختیار کیا ہے۔

اور یہ ساری تفصیل خصوصیت سے اس صورت میں ہے جبکہ وفات کا قصہ مکہ یا جدہ کے علاوہ کہیں دوران سفر یا مدینہ طیبہ میں پیش آئے، اور اگر مکہ مکرمہ میں اور آس پاس پیش آیا ہے جدہ تک مثلاً، تو عمرہ کے ادا کرنے میں کوئی اشکال ہی نہیں کہ اعمال عمرہ سب مکہ مکرمہ میں ادا کئے

Marfat.com

جاتے ہیں، مکہ میں عورت ہے، اور نہیں ہے تو جہاں ہے وہاں سے آسکتی ہے، اتنی مختصر مسافت کا سفر ممنوع نہیں ہے۔

اور اگر حج کا موقع اور اس کا احرام ہے تو احرام تو عمرہ کر کے کھولا جاسکتا ہے بعد میں قضا کی نوبت آئیگی، جبکہ اس کو کسی بنیاد پر حج کی رخصت وگنجائش نہ دی جائے۔

رخصت وگنجائش کی ایک جہت یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ عدت وفات میں عورت کو معاشی ضرورتوں کے لئے دن کے وقت میں رات تک کے لئے گھر سے باہر نکلنے وجانے کی اجازت ہے، رات اپنے مقام پر گزارنی لازمی ہے، تو یہ بھی سوچا جاسکتا ہے کہ رات کو مکہ مکرمہ کے قیام کا پابند بنا کر اس کو وقوف عرفہ اور رمی وغیرہ کی اجازت دے دی جائے، وہ دن میں جاکر ان اعمال کو انجام دے لے، اور اس طرح حج کو مکمل کر کے آئندہ سال یا بعد میں قضا کی شکل سے بچ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس مشکل کا احساس اہل نظر نے ہر عہد میں کیا ہے اور بالخصوص موجودہ حالات میں، مولانا شیر محمد صاحب نے عمدہ میں تحریر فرمایا ہے: اس صورت میں دوسرے سال تک وہاں رہنا، اور اگر گھر کو واپس آئے تو پھر واپس جاکر حج کرنا، اور وہاں رہنے کی صورت میں سال بھر کا نفقہ کا موجود ہونا، اور واپسی کے وقت رفاقت کا ہونا وغیرہ بہت سی مشکلات پیش آئیں گی، تو یہ بھی اسی طرح معذور سمجھی جائے، جیسے بوادی وغیرہ میں جہاں اقامت مشکل ہو تو مکہ مکرمہ کو چلے جانے کا جواز ہے (عمدہ وزبدہ/۳۶)۔

مفتی عبدالرحیم صاحب نے مولانا شیر محمد صاحب کی مذکورہ تصریح کو بنیاد بنا کر گنجائش ذکر کی ہے یعنی حج کو پورا کرنے کی اجازت دی ہے (فتاوی رحیمیہ ۵/۲۳۸، ۲۳۹)۔

دوسرے مذاہب پر وسعت کا معاملہ یہ ہے کہ شافعیہ و مالکیہ کے یہاں حج فرض میں محرم وشوہر کی رفاقت کی شرط نہیں ہے بلکہ اطمینان بخش معاشرہ ورفقاء صرف عورتوں کا یا مخلوط کافی ہے (الفقہ الاسلامی ۳/۳۶)۔

Marfat.com

البتہ عدت کی پابندی اہم ہے لیکن وسعت آئی ہے، المغنی میں آیا ہے:

"وإذا مات محرم المرأة في الطريق فقال أحمد :إذا تباعدت مضت فقضت الحج... قيل له: قدمت من خراسان فمات وليها ببغداد؟ فقال: تمضي إلى الحج وإذا كان الفرض خاصة فهو آكد...وهذا لأنها لابد لهامن السفر بغير محرم فمضيها إلى قضاء حجها أولى لكن إن كان حجها تطوعا و أمكنها الإقامة في بلد فهو أولى من سفرها بغير محرم" (المغنی ۳/۲۴۰، ۲۴۱)۔

(عورت کا محرم اگر راستہ میں فوت ہوجائے تو امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر دور تک جاچکی ہے تو سفر پورا کرے اور حج کرے، ان سے پوچھا گیا کہ ایک عورت خراسان سے چلی اور بغداد میں محرم مرگیا تو فرمایا کہ حج کو جائے بالخصوص اگر حج فرض ہو....اس لئے کہ سفر تو اس کو بغیر محرم ہی کرنا ہوگا تو حج کو چلا جانا بہتر ہے، ہاں نفل حج ہو اور کسی جگہ قیام ممکن ہو تو یہ قیام سفر سے بہتر ہے)۔

"إذا خرجت للحج فتوفي زوجها وهي قريبة رجعت لتعتد في منزلها وإن تباعدت مضت في سفرها" (المغنی ۳/۲۴۰، ۲۴۱)۔

(عورت حج کو چلی اور اس کا شوہر مرگیا، اگر گھر سے قریب ہے تو واپس ہوکر عدت گزارے، اور اگر دور جاچکی ہے تو سفر کو جاری رکھے)۔

واضح رہے کہ حنابلہ کے یہاں بھی ایک روایت وقول مثل شوافع ومالکیہ ہے کہ محرم کی شرط نہیں ہے۔

۱۲- مکہ مکرمہ ومنیٰ کا تعلق

منیٰ کی آبادی مکہ مکرمہ سے اتصال کے باوجود اگر انتظاماً الگ ہے تو دونوں دو متصل شہروں کی طرح ہیں، لہذا اگر حاجی مکہ مکرمہ میں ۱۵/دن کے قیام سے پہلے منیٰ جاتا ہے تو وہ مکہ

Marfat.com

مکرمہ میں مقیم نہیں ہوگا۔

اور اگر انتظاماً ایک ہیں کہ ایک ہی کارپوریشن وغیرہ کے تحت ہیں تو دونوں ایک شہر کے دو حصوں کی طرح ہیں، اس لئے مکہ مکرمہ آنے پر اگر شہر مکہ میں ۱۵ ر دن سے کم رہا تو بھی منیٰ کی مدت قیام ملا کر وہ مقیم سمجھا جائے گا۔

اور خیال یہ ہے کہ دونوں کا بلدیہ وکارپوریشن ایک ہی ہے۔

۱۳- وتر میں حنابلہ وغیرہ کی اقتداء

بلاد عرب وغیرہ میں جہاں غالب اکثریت غیر حنفیہ کی ہے اور وتر کی نماز وہ لوگ دو سلاموں سے ادا کرتے ہیں اور ایک سلام سے ادا کرنے والے امام نہیں ملتے تو اس صورت میں احناف اگر ایسے لوگوں کی اقتداء جماعت کی رعایت میں کریں جب کہ رمضان میں وتر کا باجماعت ادا کرنا ہی افضل قرار دیا گیا ہے (تاتارخانیہ ۱ر۶۷۰) اور مجمع کی رعایت میں کہ لاکھوں کی تعداد میں اسی مسلک کے لوگ ہوتے ہیں یا لحاظ نہ کرنے والے، تو درست ہے۔

متعدد فقہاء حنفیہ نے اس کی اجازت دی ہے جیسا کہ درمختار وشامی وغیرہ میں آیا ہے (شامی ۲ر۷،۸، البدائع) لیکن اجازت کے ساتھ ان حضرات نے قید لگائی ہے کہ اگر امام فصل نہ کرے تو اقتداء کی جائے گی ورنہ نہیں، چنانچہ ارباب افتاء نے بھی اس کو ذکر کیا ہے (امداد الاحکام ۱ر۵۰۳، ۵۱۲)۔

لیکن صورت حال یہ ہے کہ دوسرے حضرات فصل کے ساتھ ہی وتر ادا کرتے ہیں، اور معاملہ جماعت کی فضیلت حاصل کرنے اور مجمع عام کی مخالفت سے بچنے کے لئے ایک درجہ ضرورت کا ہے، بالخصوص حرمین وحجاز وغیرہ میں، تو عمل بمذہب الغیر کے تحت فصل کی صورت میں بھی گنجائش سمجھ میں آتی ہے، اور فقہاء حنفیہ میں امام ابوبکر جصاص رازی نے فصل کے ساتھ بھی اقتداء کی اجازت دی ہے۔

Marfat.com

درمختار میں ہے:

"وصح الاقتداء فيه بشافعي مثلا لم يفصله بسلام لا إن فصله على الأصح فيهما" (اور وتر کی نماز میں شافعی وغیرہ کی اقتداء صحیح ہے جبکہ وہ سلام کے ساتھ فصل نہ کرے اور فصل کرے تو درست نہیں، دونوں مسئلوں میں اصح قول پر)۔

اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں:

دونوں مسئلوں سے مراد شافعی کی اقتداء کا جواز ہے، اور یہ کہ عدم فصل کی شرط ہے برخلاف اس قول کے جو "ارشاد" میں آیا ہے کہ ہمارے فقہاء (احناف) اس پر متفق ہیں کہ یہ درست نہیں ہے، اس لئے کہ یہ اقتداء المفترض خلف المتنفل ہے (وتر ہمارے نزدیک واجب ہے اور امام شافعی وغیرہ کے یہاں سنت ہے، تو فرض پڑھنے والا سنت ونفل والے کی اقتداء کر رہا ہے اور یہ ہمارے یہاں درست نہیں ہے)۔ اور عدم فصل کی شرط کا قول امام رازی کے قول کے خلاف ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ اقتداء فصل کی صورت میں بھی صحیح ہے، اس لئے کہ اس کا امام سلام کی وجہ سے نماز کی حرمت سے باہر نہیں ہوتا، اور مسئلہ مجتہد فیہ ہے، لہذا یہ اقتداء ایسے ہی صحیح ہے جیسے کہ کوئی حنفی ایسے امام کی اقتداء کرے جس کی نکسیر بہہ رہی ہو (تو امام کے عقیدہ وخیال کے مطابق اس کی نماز درست ہے لہذا حنفی اس کی اقتداء کرلے) (شامی ۲/۸)۔

اصولی طور پر یہ مسئلہ مذہب میں مخالف کی اقتداء ہی کا ہے، راجح اس کا جواز ہے، پھر اس میں گفتگو کی گئی ہے کہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کی قید کے ساتھ، یا یہ کہ امام کے مذہب پر نماز کی صحت کے ساتھ بھی کافی ہے، ہندوانی وغیرہ اسی کے قائل ہیں کہ امام کے مذہب پر اگر اس کا عمل درست وجائز ہے تو اقتداء درست ہے، جس کی شامی نے باب الامامۃ میں تفصیل فرمائی ہے۔

فصل کے باوجود اقتداء کی صحت کا معاملہ یہ ہے کہ یہ سلام (درمیان کا) سلام تحلّل نہیں یعنی نماز کو ختم کرنے کے لئے نہیں بلکہ یہ سلام بھی تین رکعات نماز کا ایک عمل ہے جو درمیان نماز رکھا گیا ہے، چنانچہ فقہ حنفی کی رو سے بھی نمازی کا ہر سلام اس کی نماز کو باطل وختم نہیں کرتا، البتہ اگر

Marfat.com

امام صرف سلام ہی نہ پھیرے بلکہ درمیان میں گفتگو کرے اور دوسرے کام بھی تو اقتداء یقیناً محل نظر ہوگی اور اس صورت میں تو ممانعت ہی سمجھ میں آتی ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

''خلاصہ یہ کہ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ وتر کی تین رکعات دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ ہیں، لیکن اگر کوئی حنفی وتر میں کسی شافعی کی اقتداء کرے اور وہ دو رکعت پر سلام پھیرنے کے بعد وتر کو پورا کرے تو ابوبکر رازی اور ابن وہبان کے نزدیک حنفی کی وتر درست ہے'' (معارف السنن ۴/۱۷۰)۔

فتح القدیر میں بھی اس بابت کچھ تفصیل آئی ہے، اور یہ کہ دوسرے بعض ممتاز فقہاء اور بعض مشائخ ابن ہمامؒ بھی اس کے قائل تھے، اور کہتے تھے کہ اس کی وجہ سے متقدمین (فقہاء حنفیہ) میں سے کسی سے فساد صلاۃ کا حکم نقل نہیں کیا گیا ہے (فتح القدیر ۱/۳۸۱، نیز البحر الرائق ۲/۳۹، ۴۰)۔

Marfat.com

حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا زبیر احمد قاسمی ☆

۱- اس سلسلے میں پہلے سوال کا جزء اول تو متفق علیہ ہے کہ حج وعمرہ کی نیت سے حرم مکی میں داخل ہونے والے آفاقی کے لئے بغیر احرام میقات سے آگے بڑھنا موجب دم جنایت ہے اور ممنوع ہے، بلکہ تفصیل میں جزوی اختلاف سے صرف نظر کر کے کہا جاسکتا ہے کہ اس جنایت کا موجب دم ہونا ائمہ اربعہ کا اجماعی مسلک ہے (الفقہ علی مذاہب الاربعہ ۱/۶۴۰)۔

لیکن سوال کا دوسرا جز کہ جو آفاقی حج وعمرہ کے بجائے تجارت وملاقات یا کسی دوسرے مقصد سے حرم مکی میں داخل ہونا چاہے تو کیا اس کے لئے بھی بلا احرام میقات سے تجاوز ممنوع ہی ہے؟

ظاہر ہے کہ اس میں حضرات ائمہ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک تو اس صورت میں بھی ممانعت کا حکم باقی رہتا ہے اور یہ موجب دم جنایت ہی کہلاتی ہے، کیونکہ "عن ابن عباسؓ أن النبی ﷺ قال: لاتجاوزوا المیقات إلا بإحرام، رواہ ابن أبی شیبة" (اعلاء السنن ۱/۱۸) جیسی احادیث کا اطلاق اسی کا مقتضی ہے۔

اور پھر عقل کا تقاضہ بھی یہی ہے، جیسا کہ فقہاء حنفیہ لکھتے ہیں:

"لأن هذه البقعة الشريفة لها قدر وخطر عند الله تعالى فالدخول فيها يقتضي التزام العبادة إظهارًا لشرفها على سائر البقاع" (بدائع ۲/۱۶۴)۔

☆ ناظم مدرسہ اشرف العلوم، کنہواں، سیتامڑھی بہار۔

Marfat.com

البتہ حنابلہ وشافعیہ کے مسلک میں کچھ تفصیل نقل کی جاتی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حرم مکی میں داخلہ کی حاجت وضرورت بہ کثرت اور بار بار پڑتی ہے جسے اصطلاحاً حاجت متکررہ سے تعبیر کرتے ہیں، یا محض اتفاقاً اور کبھی کبھار، جسے حاجت غیر متکررہ کہتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں امام احمد بن حنبل کے نزدیک بلا احرام دخول حرم اور تجاوز عن المیقات جائز ہے، جب کہ امام شافعیؒ حاجت متکررہ میں تو بلا احرام دخول حرم کی اجازت دیتے ہیں، لیکن حاجت غیر متکررہ کے متعلق بعض شافعیہ سے اجازت کا تو دوسرے بعض اصحاب شوافع سے ممانعت کا، دونوں ہی قول منقول ہیں (المغنی ۳/ ۲۱۸-۲۲۰)۔

ان حضرات کے دلائل نقلیہ اور عقلیہ "المغنی ۳/ ۲۱۸ تا ۲۲۰" میں تفصیلاً دیکھے جاسکتے ہیں اور حنفیہ کی طرف سے ان دلائل کے جوابات وتوجیہات کے لئے بدائع ۲/ ۱۶۴، اور اعلاء السنن ۱۰/ ۱۸۰- ۱۹۰ لائق مراجعت ہے۔

مسئلہ بالا میں اپنا ذاتی خیال اور رجحان

اپنا خیال یہ ہے کہ حنفی المسلک حضرات کے لئے حکم عزیمت تو وہی رکھا جائے جو فقہ حنفی میں مذکور ہے، لیکن حاجت متکررہ میں فقہ شافعی کے مطابق بطور رخصت اس کی اجازت ہونی چاہیے کہ وہ بلا احرام تجاوز عن المیقات کر کے حرم مکی میں داخل ہوسکتا ہے۔

کیونکہ "وما جعل علیکم فی الدین من حرج" (سورہ حج: ۷۸) (دین کے حق میں تم پر کوئی تنگی نہیں کی ہے)، "إن الدین یسر" (دین تو آسان ہے) "رخص رسول الله ﷺ للضعفة فی ترک الوقوف بمزدلفة" (حضور ﷺ نے اپنے گھر کے کمزور حضرات کو مزدلفہ کا وقوف ترک کرنے کی اجازت دی) (اعلاء السنن ۱۰/ ۱۳۶) "جاز ترک الواجب دفعاً للمشقة" (اشباہ نسخہ قدیم رص ۹۱) (واجب کا چھوڑنا دفع مشقت کے لئے جائز ہے)، "المشقة تجلب التیسیر" (مشقت سہولت کو لاتی ہے) اور "الحرج مدفوع ما

Marfat.com

شرع" (حرج شریعت میں دور کیا جاتا ہے) جیسے نصوص واصل سے یہی متقاضی معلوم ہوتا ہے، بعض نظائر فقہیہ سے بھی اس کی تائید ہو جاتی ہے۔

۲- سوال نمبر دو کا جواب تفصیل بالا میں آچکا کیونکہ اس کا تعلق حاجت متکررہ ہی سے ہے۔

المغنی لابن قدامہ (۲۱۸/۳) میں ہے:

"اگر ہم اس شخص پر احرام کو لازم کردیں جو بار بار حرم کے اندر جاتا رہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ پوری زندگی محرم ہی رہے، اس لئے حرج کی بناء پر اس سے احرام ساقط ہے"۔

۳- آیت قرآنی "ذلک لمن لم یکن أهله حاضری المسجد الحرام" کی روشنی میں فقہ حنفی کی جو صراحت ہے "لا تمتع ولاقران لمکی" (بحرالرائق ۳۶۶/۲)، گو ایسی صراحت دوسرے دبستان فقہ میں تلاش کے باوجود نہ مل سکی، مگر دوسرے قرائن کے سبب ہمارا خیال ہے کہ مکی کے حق میں قران وتمتع کی ممانعت ائمہ اربعہؒ کا اجماعی مسلک ہے، کیونکہ آیت قرآنی " فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى" (سورہ بقرہ:۱۹۶) اور حدیث شیخین "ذبح عن نسائه البقر يوم النحر وكن قارنات" (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۶۸۸/۱) (یوم النحر کو آپ ﷺ نے ازواج کی طرف سے گائے ذبح کی اس لئے کہ وہ سب قران کرنے والی تھیں) سے ہر متمتع اور قارن پر دم شکر کے طور پر ہدی کا لزوم بالکل واضح ہے، مگر پھر چاروں دبستان فقہ میں اس کی بھی صراحت ملتی ہے کہ متمتع وقارن پر ہدی شکر کے لزوم کے لئے شرط ہے اس کا غیر مکی یعنی آفاقی ہونا (ایضاً)، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکی کے لئے تمتع وقران کی اجازت کسی فقہ میں نہیں۔ اگر کوئی مکی تمتع وقران کرے گا تو یہ ایک جنایت ہوگی اور اس پر دم شکر نہیں بلکہ باجماع ائمہ اربعہ دم جنایت لازم آئے گا۔

۴- مکہ مکرمہ میں مقیم جو حضرات حج کا ارادہ رکھتے ہوں اور انہیں اشہر حج میں میقات

Marfat.com

سے باہر جانا پڑے تو اس کی تین صورتیں ممکن ہیں:

الف- کسی حاجت متکررہ کے سبب میقات سے باہر جانا پڑے تو ان کے لئے ''دفعا للحرج'' رخصت و گنجائش ہے کہ وہ بلا احرام داخل ہو جائیں جبکہ اوپر مفصلاً لکھا جاچکا ہے اور اس صورت میں ان پر کسی بھی قسم کے دم جنایت کے لزوم کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔

ب- حاجت غیر متکررہ کے سبب میقات سے باہر جانا پڑے، مگر یہ شخص آج سے پہلے کبھی اپنا حج فرض ادا کر چکا ہے تو ایسا آدمی احرام باندھ کر واپس آئے اور عمرہ کر کے احرام کھول دے، اس سال حج ہی نہ کرے، قاعدہ شرعیہ "درء المفاسد أولى من جلب المصالح" کے تحت تمتع ممنوع، یا بلا احرام تجاوز عن المیقات میں سے کسی ایک جنایت کے ارتکاب کے مفسدہ سے بچنا ہی اس کا فریضہ ہوگا اور حج نفل کا ترک کر دینا ہی اولیٰ و انسب ہوگا۔

ج- دشواری و پیچیدگی ہوگی اس صورت میں کہ اب تک وہ حج فرض بھی ادا نہ کر سکا ہے اور حاجت غیر متکررہ کے سبب میقات سے باہر جانا پڑے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس صورت میں اسے حج فرض کی ادائیگی کی اہمیت مخصوص کر کے اشہر حج میں میقات سے باہر جانے کی جرأت ہی نہیں کرنی چاہیے، ناگزیر ضرورتوں کو اپنے کسی نائب سے پوری کرنے، یا پھر اس ناگزیر حاجت و ضرورت کی عدم تکمیل سے جو نقصان و خسارہ ہو اسے دنیوی خسارہ سمجھ کر اخروی خسارہ یعنی حج فرض کے ترک و تاخیر، یا بلا احرام تجاوز عن المیقات کی جنایت کے مقابلہ میں سہل و غنیمت جانے، اس موقع سے کوئی حیلہ، محض حیلہ فاسدہ ہی ہو سکتا ہے۔

۵- آفاقی متمتع اپنے عمرۂ تمتع سے فارغ ہو کر احرام حج سے پہلے حسب سہولت اور حسب موقع و ہمت جتنا عمرہ چاہے کر سکتا ہے، "لا حرج فيه مصرح في كتب الفقه" (منحۃ الخالق علی ہامش البحر ۲/۳۶۶)۔

۶- رمی جمرات واجبات حج میں سے ہے جس میں عبادت بدنیہ کی حیثیت غالب ہے اور کسی بھی بدنی عبادت میں علی الاطلاق نیابت جائز نہیں۔

Marfat.com

اس لئے رمی جمرات میں نائب بنانا صرف انہیں بوڑھے، مریضوں اور کمزور عورتوں کے لئے درست ہوگا جنہیں اپنی کمزوری کے سبب ازدحام کے اندر بذات خود رمی کرنے میں اپنی قوت مدافعت کی کمی کے سبب کچل جانے، یا کسی عضو کے ٹوٹ پھوٹ جانے، یا ازدحام میں دب جانے سے ایسی اذیت شدیدہ پہنچنے کا ظن غالب ہو جو عادۃً ناقابل برداشت ہوتی ہے، عورتوں کے حق میں ازدحام کی وہ حالت جس میں مردوں کے ساتھ دھکے اور دبنے سے دوچار ہونا پڑے نیابت کے جواز کے لئے عذر کافی ہے۔

لیکن جو عورتیں بلا دھکے کھائے اور ازدحام سے دبے ہوئے رمی کر سکتی ہوں ان کے لئے نائب بنانا درست نہیں، اسی طرح جو جوان مرد بلکہ بوڑھے اور مریض اپنے اندر اتنی قوت مدافعت رکھتے ہوں کہ وہ ازدحام کے دھکوں کو سہار کر معمولی مشقت کا تحمل کرتے ہوئے بذات خود عمل رمی کو انجام دے سکتے ہوں اور اس قدر وقوت پر خود ان کا ضمیر وقلب شہادت دے تو ان کے لئے بھی محض آرام پسندی اور کسل کے سبب نائب بنانا درست نہیں۔

دور حاضر میں رمی جمرات کے موقع سے ازدحام کا حل

یہ حقیقت ہے کہ آجکل حجاج کی کثرت انتہائی غیر معمولی ہوگئی ہے اور رمی جمرات کی جگہ بس وہی انتہائی محدود کی محدود ہی ہے، جس کے سبب رمی جمرات کے موقع سے عام طور پر ازدحام میں دبنے اور کچل جانے کے حادثات ہوتے رہتے ہیں۔

لیکن میرا خیال ہے کہ اگر شریعت کی دی ہوئی وسعت وسہولت سے آنکھیں بند نہ کی جائیں تو اس طرح کے حادثات بھی کم ہوں گے اور ازدحام کا غیر معمولی ہونا بھی ختم ہوسکتا ہے۔

شریعت نے یوم نحر میں جمرہ عقبہ کی رمی کے اوقات بہت وسیع رکھے ہیں، مثلاً حنفیہ کے نزدیک شام تک، بلا کراہیت رمی ہوسکتی ہے اور رات میں مع الکراہیۃ۔

اگر صرف حنفی المسلک حجاج اپنے مسلک کے مطابق وسعت وقت سے فائدہ اٹھائیں

Marfat.com

اور قبل الزوال عمل رمی جمرہ عقبہ پر اصرار نہ کریں تو آدھا ازدحام کم ہو جائے اور خطرات ٹل جائیں، ضرورت ہے کہ کم ازکم علماء حنفیہ فقہ حنفی کی اس سہولت اور وسعت وقت کی عام تبلیغ کریں اور حجاج کو واقف کرائیں۔

۷-عمرہ کے افعال چونکہ مختصر سے وقت میں ادا ہو جاتے ہیں اور اس کے لئے کوئی خاص وقت متعین بھی نہیں ہے، اس لئے احرام عمرہ کے بعد اس کی ادائیگی میں ایک حکومت مسلمہ کی رکاوٹ شاذ و نادر ہی موثر ہوسکتی ہے، تاہم اگر حکومت کی رکاوٹ سے، یا کسی مرض و عذر کے سبب کوئی محرم العمرہ افعال عمرہ ادا کرنے سے معذور ہو جائے تو انہیں بھی محصر کہا جائے گا، یہ حلق کرا کے احرام کھول دے، بعد میں جب موقع ملے اس کی قضا کرنی ہوگی اور اداء نسک سے پہلے احرام کھولنے کے نتیجہ میں دم واجب ہوگا، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ سب یہی فرماتے ہیں، حصر حدیبیہ کا واقعہ بھی ان حضرات کی دلیل ہے۔

امام مالک معتمر کو حلال ہونے کی اجازت نہیں دیتے "لأنه لايخاف الفوات" (المغنی ۳/ ۳۷۱)۔

ہاں افعال حج کے اوقات چونکہ ممتد اور مخصوص ہوتے ہیں، اس لئے سعودی حکومت میں رہنے والے غیر ملکی کے حق میں احرام حج کے بعد افعال حج کی ادائیگی میں حکومت کی رکاوٹ موثر ہوسکتی ہے۔ اب اگر کسی غیر ملکی محرم بالحج کو حکومت پکڑ کر تکمیل حج سے پہلے موضع اقامت پر واپس بھیج دے تو بظاہر اس کی تین صورتیں ممکن ہوسکتی ہیں:

الف- وقوف عرفہ اور طواف رکن کے بعد یہ رکاوٹ سامنے آئے تو ظاہر ہے کہ حج مکمل ہو چکا ہے کچھ واجبات حج رہ گئے ہوں گے جو وجہ عذر متروک ہوں گے "فلا شئ عليه، كما قال الصاحبان" (البحر الرائق ۳/ ۵۶)۔

ب- طواف رکن سے پہلے مگر وقوف عرفہ کے بعد یہ رکاوٹ اور حکومت کی گرفت ہوئی ہوگی تو اسے باصطلاح شریعت محصر نہیں کہا جائے گا۔ "كما قالت الفقهاء، لا إحصار بعد

Marfat.com

ما وقف بعرفة" (کنز الدقائق) (وقوف عرفہ کے بعد احصار نہیں ہوتا)، ایسے شخص کے متعلق ائمہ اربعہ کا اجماعی مسلک ہے کہ وہ جب تک طواف رکن ادا نہ کرلے گا فی حق النساء محرم ہی رہے گا۔ اس کے بعد تفصیلات میں جزوی اختلاف ہے، مثلاً امام مالکؒ تو اسی سال کے شہر ذوالحجہ کی آخری تاریخ تک طواف رکن کی ادائیگی ضروری کہتے ہیں، اس مہینہ سے مؤخر کرے گا تو دم لازم ہو جائے گا (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/ ۶۵۳)۔

لیکن بقیہ تینوں حضرات ائمہ چونکہ "لانهاية لآخر وقتها" (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/ ۶۵۳) کے قائل ہیں اس لئے لزوم دم کا حکم تو نہیں لگاتے مگر حنفیہ شہر ذوالحجہ ہی میں ادائیگی کو لازم کہتے ہیں، خواہ اس سال کے ذوالحجہ میں کرے یا آئندہ کسی سال میں، جبکہ امام احمد و شافعی شہر ذوالحجہ کی بھی تخصیص نہیں کرتے، جب جس مہینے میں چاہے وہ طواف رکن ادا کرکے فی حق نساء بھی حلال ہو سکتا ہے (ایضاً)۔

ج- حکومت کی طرف سے یہ رکاوٹ وقوف عرفہ سے بھی پہلے سامنے آجائے تو ظاہر ہے کہ حج کے دونوں ارکان (وقوف عرفہ اور طواف زیارت) معرض خطر میں آگئے تو ایسا شخص یقیناً باصطلاح شریعت محصر کہلائے گا، اور محصر بالحج کے لئے ایک راہ عمل تو تحلل بافعال العمرہ کا ہے جو یہاں حکومت کی پکڑ کے سبب ممکن ہی نہیں، تو اب وہ یہی کرسکتا ہے کہ کم از کم ایک دنبہ خرید کر حرم میں ذبح کرکے یا بذریعہ وکیل وقت متعینہ پر کرائے اس کے بعد حلق کرکے احرام سے نکل آئے، آئندہ قضا تو کرنی ہی ہوگی (کلہ مصرح فی کتب الفقہ)۔

غیر ملکی مقیم سعودی عربیہ کے لئے ایک خاص مَخلَص

علامہ ابن قدامہ نے ایک فصل قائم کرکے لکھا ہے:

"وإن شرط في ابتداء الإحرام أن يحل متى مرض أوضاعت نفقته أو نفدت أونحوه، أوقال إن حبسني حابس فمحلّي حيث حبسني، فله الحل متى

Marfat.com

وجد ذلک ولاشیء علیه لا هدی ولا قضاء ولا غیر ہ فإن للشرط تاثیرًا فی العبادات الخ" (المغنی ۳/۳۷۷)۔

(اور اگر کوئی شخص ابتداء احرام میں شرط لگائے کہ اگر بیمار ہوا یا نفقہ سفر ضائع ہوگیا، یا ختم ہوگیا وغیرہ تو میں احرام کھولدوں گا، یا کہا اگر مجھ کو کسی امر نے روکا تو جہاں روکا وہیں میرا احرام کھلے گا، تو ایسے شخص کو شرط کے پائے جانے پر حلال ہونے کا حق ہے اور اس پر کچھ واجب نہیں، نہ ہدی نہ قضاء اور نہ کچھ، اس لئے کہ شرط کا اثر عبادات میں بھی ہوتا ہے)۔

اس کے علاوہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ ضباعہ بنت زبیر نے جناب رسول ﷺ سے عرض کیا کہ میں حج کا ارادہ رکھتی ہوں مگر ہوں میں مریضہ، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"حجی واشترطی ان محلّی حیث حبسنی" (اس حدیث اور "المغنی" کی مذکورہ بالا طویل عبارت سے تو اس کی دلیل ملتی ہے کہ اگر سعودیہ عربیہ میں مقیم غیر ملکی حضرات جنہیں بعض اوقات حکومت کی اجازت کے بغیر احرام حج باندھنے کے بعد رکاوٹ پیش آجاتی ہے اور نہیں حکومت پکڑ کر واپس بھیج دیتی ہے اور وہ عجب مخمصہ میں پڑ جاتے ہیں، ایسے لوگ ابتداء احرام ہی میں یہ شرط لگائیں کہ اگر حکومت کی طرف سے افعال حج کی ادائیگی اور تکمیل سے پہلے کوئی رکاوٹ آئی تو وہی وقت میرے حلال ہوجانے کا ہوگا تو پھر یہ لوگ کسی پریشانی وزیرباری کے بغیر حلق کرکے احرام سے نکل سکتے ہیں۔

علامہ ابن قدامہ نے اس مسئلہ میں کسی امام کا اختلاف بھی نقل نہیں کیا ہے۔ ہمارے خیال میں اس مسئلہ مخلص کی دیگر دبستان فقہ کی روشنی میں تحقیق کرکے غور وفکر کرنا چاہئے اور اس فقہی سیمینار سے اجماعی فیصلہ ضرور ہونا چاہیے۔

۸- افعال حج میں سے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب کا ضروری ہونا صرف امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک ہے، امام مالکؒ گرچہ رمی اور حلق کے مابین وجوب ترتیب اور اس کے فوات سے دو دم کے قائل ہیں، مگر کم از کم حلق وذبح کے درمیان تو ترتیب ان کے یہاں بھی

Marfat.com

سنت ہی ہے۔

اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ذبح وحلق کے درمیان ترتیب کا مسنون ہونا ہی ائمہ ثلثہ اور احناف میں سے امام صاحبین کا اجماعی مسلک ہے (الشرح الکبیر مع المغنی ۳/۴۶۱)۔

دور حاضر میں ذبح وحلق کے درمیان ترتیب کی رعایت مختلف وجوہ واسباب کی بنا پر واقعتاً مشکل ترین کام ہو چکا ہے۔ اس لئے ہمارے خیال میں حدیث رسول اللہ ﷺ "قال رجل حلقت قبل أن أذبح قال اذبح و لاحرج" (کے ظاہر نص سے استفادہ کرتے ہوئے ائمہ ثلثہ اور صاحبین علیہم الرحمہ کے اجماعی مسلک کو اختیار کر کے مقلدین ابی حنیفہ حجاج کرام کو اس کے لئے گنجائش واجازت ہونی چاہئے کہ اگر یہ حجاج قربانی کی ذمہ داری حکومت وقت کے طرف سے مجاز اداروں کے سپرد کردینے کے بعد پہلے رمی کرلیں پھر حلق کرالیں تو ان پر کوئی دم واجب نہ ہوگا خواہ واقعہ کے اعتبار سے یہ نیابتاً ذبح والا فعل، رمی وحلق سے پہلے متحقق ہو، یا بعد میں دفعاً للمشقۃ ترک واجب تک کی رخصت خود فقہ حنفی میں بھی نظر آتی ہے۔

۹- جب آج کل عموماً حج تمتع ہی کیا جانا امر معروف بن چکا ہے تو جب تک آمر کی طرف سے صراحتاً حج إفراد کی تخصیص اور تمتع سے ممانعت نہ ہو "المعروف کالمشروط" کے قاعدہ سے مامور کے حق میں آمر کی طرف سے دلالۃً تمتع کی اجازت ہی سمجھی جائے گی۔ اس کے ساتھ ذیلی سوالات کے جوابات اس طرح ہوں گے:

الف- آمر کی اجازت صریحہ سے حج بدل کرنے والا مامور تمتع کرسکتا ہے۔

ب- آمر کی اجازت صراحتاً نہ ہو، مگر حاجیوں کا تمتع ہی کرنا معروف بن چکا ہو تب بھی وہ مامور اپنے حق میں دلالۃً اجازت تصور کر کے تمتع کرسکتا ہے۔

ج- اگر مامور کو ظن غالب ہے کہ آمر ہمارے تمتع سے ناراض نہ ہوگا بلکہ اس کا ہم کو مجاز ہی سمجھے گا، تب بھی صریح اجازت لئے بغیر وہ تمتع کرسکتا ہے۔

د- دم تمتع تو بہر حال مامور کو اپنے مال سے ادا کرنا ہوگا، فقہ حنفی میں تو یہی صراحت ہے،

Marfat.com

بلکہ اگر صراحتاً یا دلالتاً کسی بھی قسم کی اجازت آمر کی طرف سے نہ ہو، افراد ہی کا اس نے حکم کیا ہو، تب تو حنفیہ کے یہاں وہ مامور پورے مال کا ضامن بھی ہوگا، وہ مامور خواہ تمتع کرے یا قران (شامی ۲/۲۴۷)۔

ھ- جب آمر کی اجازت سے تمتع کی گنجائش ہو جاتی ہے تو احرام کے طویل ہونے اور کسی دشواری سے دوچار ہونے کا سوال ہی نہیں ہو سکتا۔

و- اپنا حج فرض ادا کئے بغیر کوئی مرجائے تو امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے یہاں فرضیت حج ہی اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر وہ حج کرنے کی وصیت کر گیا ہوگا تو ترکہ کے ثلث سے اس وصیت کی تکمیل جہاں سے ممکن ہوگی کرائی جائے گی، لیکن اگر وہ وصیت بھی نہ کر سکا تو ظاہر ہے کہ اس کی طرف سے حج بدل کرانا محض تبرعاً وارث کی سعادت مندی ہوگی، اور اس صورت میں یہی ورثہ آمر بنیں گے، اور اگر ورثہ ہی حج بدل پر جانے والے کو صراحتاً یا دلالۃً تمتع کی اجازت دیدیں گے تو میت ہی کی جانب سے تمتع بھی کیا جا سکتا ہے۔

اور امام شافعی اور امام احمد کے یہاں چونکہ موت سے حج فرض ساقط نہیں بلکہ اس کے ذمہ قرض رہ جاتا ہے، اس لئے پورے مال سے اس کی ادائیگی کرانی ورثہ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ (المغنی ۳/۱۹۶)۔

لیکن حج افراد سے بھی نفس فریضہ کی ادائیگی ہو جاتی ہے، اس لئے ہمارا قیاس یہ ہے کہ ان دونوں امام کے یہاں پورے مال سے حج افراد ہی کرانا ورثہ کی ذمہ داری ہوگی، لیکن مال میں وسعت ہو اور ورثہ راضی ہوں تو ورثہ کی اجازت سے تمتع کی گنجائش بھی ہو سکتی ہے۔ ویسے امام شافعی اور امام احمد علیہما الرحمہ کا مصرحہ مسلک تو یہی ہے کہ آمر کی اجازت کے بغیر تمتع کیا جا سکتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

۱۰: الف- حج کرنے والی خاتون حیض، نفاس کے سبب طواف زیارت نہ کر سکے اور اس کے لئے مکہ میں ٹھہر کر پاک ہونے کا انتظار کرنا کسی سبب سے ممکن نہ رہے اور نہ دوبارہ وطن

Marfat.com

سے واپس آ کر اس رکن کی ادائیگی کا تصور کیا جا سکے تو ایسی خاتون کے لئے اسی ناپاکی کی حالت میں ہی طواف زیارت کر لینے کی گنجائش ہوگی۔

ب- بحالت ناپاکی طواف زیارت کر لینے سے رکن حج ادا ہو جائے گا مگر جبراً للنقصان دم لازم آئے گا۔

ج- یہ جنابت وناپاکی چونکہ اغلظ ہے، اس لئے بدنہ ہی لازم آئے گا بکری، دنبہ کافی نہ ہوگا۔

د- مقام ذبح کا حرم میں ہونا متعین اور ضروری ہے، خارج حرم کسی بھی دم کی ادائیگی صحیح نہیں ہوتی (البحر الرائق ۳؍۵۷)۔

۱۱- سفر حج وعمرہ میں کوئی خاتون یا تو اپنے کسی محرم کے ساتھ ہوگی یا خود شوہر ہی اس کے ساتھ ہوگا، پھر احرام سے پہلے یا احرام حج کے بعد شوہر کی وفات کے سبب اس پر عدت وفات لازم آجائے تو چونکہ عدت وفات شوہر کے گھر میں گذارنی ضروری ہے اور پوری مدت عدت میں گھر سے نکلنا بلا عذر جائز نہیں، اس لئے ایسی خاتون کو شوہر کے گھر تک واپسی پر اور گھر ہی میں رکنے پر شرعاً مامور ومکلف سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ دوران سفر احرام سے پہلے عدت وفات لازم آجائے تو فقہ حنفی میں "رجوع إلی منزل الزوج" (شوہر کے گھر کو لوٹنا) یا "مضی إلی المقصد" (مقصد کی طرف بڑھنا) میں سفر شرعی کی مسافت ہونے نہ ہونے کے ساتھ محرم کے ہونے نہ ہونے اور پھر اس مقام کے صحرا اور آبادی ہونے کے علاوہ وہاں ہی مقیم ہو کر عدت گذارنا ممکن ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ، اختلاف احوال ومقام کی مختلف صورتوں میں مختلف احکام مذکور ہیں جن میں سے بعض صورت کے خروج وانتقال مکانی کی توجیہ "لیس بابتداء الخروج معنی" سے کی جاتی ہے تو بعض صورت میں عذر وحشت اور مسافرت وغربت کے سبب متوقعہ اذیت کا نکتہ پیش کر کے کہا جاتا ہے:

"إن التربص علی المعتدة فی منزلها إن کان واجبا لکن یجوز الانتقال

Marfat.com

بعذر" (ہدایہ ثانی/۴۲۹) (معتدہ اپنے گھر کے اندر رہنا اگر چہ واجب ہے مگر عذر کی وجہ سے منتقل ہونا جائز ہے)۔

اور اگر یہ عدت وفات خاتون پر احرام حج کے بعد لازم آئے تو حنفیہ اسے محصر کے حکم میں داخل کر دیتے ہیں:

"أو أحرمت ولامحرم معها لكن معها زوجها فمات زوجها فإنها محصرة هكذا في البدائع" (ہندیہ ۱/۲۵۵)۔

اس کا حاصل یہی نکلا کہ عورت محرمہ عدت وفات میں حج یا عمرہ نہیں کرسکتی، محصرہ کی طرح ہدی ذبح کر کے یا بذریعہ وکیل متعینہ وقت پر کرا کے قصر کر کے احرام کھول دے۔

لیکن علامہ ابن قدامہ نے المغنی ۹/۱۸۰ میں لکھا ہے:

"عورت نے حج فرض کا احرام باندھا اس کے بعد شوہر مرگیا تو اگر وقت میں وسعت ہو اور عورت کو حج کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو اور نہ ساتھیوں کے فوت ہونے کا تو گھر میں عدت گذارنا لازم ہے، اس لئے کہ دونوں حقوق کے درمیان جمع کرنا ممکن ہے تو کسی کو ساقط کرنا جائز نہیں ہے اور اگر حج کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو سفر کا جاری رکھنا لازم ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ فوبت کا خوف ہو تب بھی گھر میں رہنا لازم ہے، اس لئے کہ وہ معتدہ ہے جس کے لئے سفر کرنا درست نہیں ہے"۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرات شوافع وحنابلہ کے یہاں وقت میں وسعت ہو اور رفقاء سفر کا ملنا بھی متوقع ہو تو عدت گذار کر حج کرلے گی ورنہ وہ عدت کے دوران ہی حج کرسکتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے مذکورہ بالا عبارت میں امام ابوحنیفہ کا مسلک نقل کرنے کے بعد ان کی جو دلیل بیان کی ہے اس میں "فلم يجز لها أن تنشئ سفرا" کا لفظ تحقیق طلب ہے۔ لفظ سفر سے مراد مطلق خروج عن البیت ہے یا سفر شرعی، اگر سفر شرعی مراد ہے تو اس کا

Marfat.com

ایک نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ بلا سفر شرعی کئے اگر وہ معتدہ افعال حج کر سکتی ہے تو غالباً عندالاحناف بھی معتدہ حج ادا کرلے گی، بظاہر اس مراد کی تائید (ہدایہ ۲/۴۲۹) کے حاشیہ ۹ سے ہوجاتی ہے جس میں ''عینی'' کے حوالہ سے لکھا ہے ''خروج المعتدة مادون السفر مباح'' (سفر شرعی سے کم کے لئے معتدہ کا نکلنا درست ہے)۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ خود متن ہدایہ میں جو بات ''زوجها في مصر'' کی صورت میں محرم کے ہوتے ہوئے بھی مصر سے نکلنے نہ نکلنے کے جواز وعدم جواز کے متعلق امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف ذکر کیا گیا ہے، اس مسئلہ میں امام صاحب کی دلیل کے ضمن میں صراحت ہے کہ ''ليس للمعتدة ذلک'' (أي خروج إلى مادون السفر) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''المغنی'' کی عبارت بالا میں ''سفر'' سے مراد سفر معنوی ہی ہے یعنی مطلق خروج عن البیت۔

۱۲- مکہ اور منیٰ جبکہ پہلے سے دو مستقل مقام کی حیثیت سے دو ناموں کے ساتھ موسوم ہے اور آج بھی گرچہ آبادیوں کے پھیلاؤ کے سبب دونوں جگہیں تقریباً مل جل گئی ہیں، تاہم دونوں کا نام الگ الگ ہونا ہی معروف اور عام وخاص کی زبانوں پر ہے اور اب تک کوئی ان دونوں کی آبادیوں کے مروجہ اتصال کے باوجود دونوں مقام کو ایک نہیں سمجھتا ہے اور نہ ایک ہی نام سے جاننے پہچاننے کا عرف ہی ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ دونوں جگہیں علی حالہ دو مستقل مقام ہی سمجھے جائیں گی۔

اس لئے مکہ مکرمہ میں مسلسل پندرہ دنوں تک مسلسل رات گذارتے ہوئے قیام کی نیت کے ساتھ اگر نہیں ٹھہرے گا تو وہ مقیم نہیں ہوسکے گا۔ آج کل مکہ مکرمہ میں پندرہ دنوں کے قیام سے پہلے ہی منیٰ وغیرہ کی طرف حجاج روانہ ہوجاتے ہیں تو ایسے حاجی حضرات مقیم نہیں مسافر ہی رہیں گے۔

''لو نوى الإقامة خمسة عشر يوماً في موضعين فإن كان كل منهما أصلاً بنفسه نحومكة ومنىٰ .... لا يصير مقيماً'' (ہندیہ ۱/۱۴۰، شامی ۱/۵۲۸)۔

Marfat.com

(اگر پندرہ دن قیام کا ارادہ ہو دو جگہوں میں اور ان میں سے ہر ایک مستقل ہو، جیسے مکہ ومنیٰ تو مقیم نہیں ہوگا)۔

ممکن ہے کہ آئندہ کبھی آج کا عرف بدل جائے اور مکہ ومنیٰ کی آبادیوں کے اتصال کی بنا پر دونوں جگہیں ایک ہی نام سے معروف ومشہور ہو جائیں اور ایک ہی آبادی کے دو محلے سمجھے جانے لگیں تو پھر حکم بدل بھی سکتا ہے۔

۱۳- رمضان المبارک میں عمرہ کے لئے جانے والے اور سعودیہ عربیہ میں مقیم دیگر تمام حنفیہ کے لئے میں جائز اور مناسب یہی سمجھتا ہوں کہ وہ مسجد حرمین کے ان اماموں کے اقتداء ہی میں بہ جماعت نماز وتر ادا کریں، جو وتر کو فصل کے ساتھ یعنی دو رکعت پر سلام کر کے ادا کرتے ہیں۔

اس مسئلہ میں حضرت انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق کو میں قول فیصل، اقرب إلی الحق والصواب تسلیم کرتے ہوئے قابل قبول اور لائق عمل مانتا ہوں۔

علامہ شامی (۱/ ۳۷۸، ۴۴۹) نے مختلف فی الفروع امام ومقتدی یعنی ایک امام کے مقلدوں کی اقتداء دوسرے امام کے مقلدین کے لئے جائز ہے یا ناجائز، اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی جگہ موجود ہے اور ساری بحثیں اور تفصیلات یقیناً حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کی نظر میں تھیں، تاہم مختصراً ان تفصیلات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"قلت والذی تحقق عندی أنه (أی الاقتداء) صحیح مطلقاً ....

فإنی لا أجد أحداً من السلف إذا دخل فی المسجد أنه تفقد أحوال الإمام أوتسئل عنه، بید أنهم یقتدون وینصرفون إلی بیوتهم بلا سؤال وجواب....

وکان شیخنا شیخ الهند محمود الحسن أیضاً یذهب إلی مذهب الجصاص"۔

مذکورہ بالا اقتباس سے بالکل صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام ومقتدی میں فروعی اختلاف جیسا بھی ہو، ایک دوسرے کی اقتداء ہر حال میں جائز اور درست ہے، یہی اسلاف کا تعامل

Marfat.com

وتوارث تھا، علامہ جصاص کا مسلک بھی یہی تھا اور یہی مختار و پسندیدہ شیخ الہند کا بھی تھا۔

اور بات سچ یہی ہے کہ کوئی بھی مقلد دوسرے مقلد کی کسی بھی طریقہ پر ادا کی ہوئی کسی نماز کو قطعی باطل اور غیر صحیح نہیں کہہ سکتا۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کے اہم اور مشکل مسائل

مفتی شبیر احمد قاسمی ☆

جدہ اور محاذات میقات بھی میقات ہیں

سرکار دو عالم ﷺ کے مقرر کردہ کل پانچ میقات ہیں:

(۱) ذو الحلیفہ، (۲) جحفہ جس کو اس زمانے میں رابغ کہتے ہیں، (۳) قرن المنازل (۴) یلملم اور (۵) ذات عرق، یہ پانچ مقامات حدیث میں میقات ہیں، بغیر احرام ان مقامات سے آگے بڑھنا جائز نہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان میقاتوں کے محاذات کو بھی میقات کا حکم حاصل ہے یا نہیں؟ جیسا کہ طائف وجدہ وغیرہ محاذات میقات یا اس سے دوری پر واقع ہیں، ان کو میقات کے حکم میں قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

تو اس سلسلے میں بعض علماء نے محاذات میقات کو حکم میقات میں تسلیم نہیں کیا ہے۔ مگر فقیہ العصر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ مہاجر مدنی، حضرت تھانویؒ، علامہ ابن حجر مکی، علامہ ابن زیاد یمنی، اور صاحب غنیۃ الناسک وغیرہ نے محاذات میقات کو بھی میقات کے حکم میں قرار دیا ہے، اسی وجہ سے ان حضرات کے نزدیک جدہ اور طائف بھی میقات ہے، لہذا ساحلی علاقہ سے بحری جہاز سے پہنچنے والوں کے لئے نیز مغربی ممالک سے ہوائی جہاز سے پہنچنے والوں کے لئے مذکورہ علماء کبار کے نزدیک احرام باندھنا بلا کراہت جائز ہوگا، اور ان حضرات کی رائے زیادہ صحیح اور معتبر ہے، اس لئے اس کو معمول بہ اور مفتی بہ قرار دیا جائے گا (مستفاد امداد الفتاوی ۲/۱۶۹،

☆ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد۔

Marfat.com

فتاوی خلیلیہ ا/ ۹۲، جواہر الفقہ ا/ ۴۸۷، زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک/ص ۶۱)۔

مگر شمالی شرقی اور شرقی جنوبی ممالک سے ہوائی جہاز سے جدہ پہنچنے والوں پر پہلے ہی سے احرام باندھ لینا لازم ہوگا، کیونکہ شمالی شرقی ممالک سے آنے والوں کے سامنے قرن المنازل یا یلملم یا ان کے محاذات آتے ہیں، ان پر وہیں سے احرام باندھنا لازم ہے، اور شرقی جنوبی ممالک سے آنے والوں کے سامنے ذوالحلیفہ یا ذات عرق یا ان کے محاذات آتے ہیں، ان پر وہیں سے احرام باندھنا لازم ہے، کیونکہ اول میقات سے بلا احرام گذرنا مکروہ تحریمی اور موجب دم ہے، ہاں البتہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسرے میقات میں جا کر احرام باندھنے کی وجہ سے دم ساقط ہو جائے گا، مگر کراہت بھی باقی رہتی ہے (ایضاح المناسک/ ۸۵)۔

”لو جاوز ميقاتا من المواقيت الخمسة يريد الحج أو العمرة فجاوزه بغير إحرام ثم عاد قبل أن يحرم وأحرم من الميقات وجاوزه محرما لا يجب عليه دم بالإجماع“ (بدائع ۲/ ۱۶۵) وعليه العود إلى الميقات الذى جاوزه أو إلى غيره أقرب أو أبعد وإلى ميقاته الذى جاوزه أفضل الخ“ (غنیۃ الناسک/ ۳۰)۔

(اگر پانچوں میقات میں سے کسی ایک سے بلا احرام تجاوز کر گیا ہے اور وہ حج یا عمرہ کا ارادہ بھی رکھتا ہے تو بلا احرام گذرنے کے بعد پھر احرام سے قبل کسی میقات میں آ کر احرام باندھ لیتا ہے اور پھر محرم بن کر گذرتا ہے تو بالاجماع دم لازم نہ ہوگا۔ اس پر گذرے ہوئے میقات یا کسی دوسرے میقات جو پہلے سے قریب ہو یا بعید اس پر لوٹنا لازم ہے اور اپنے میقات پر لوٹنا زیادہ افضل ہے)۔

۱- آفاقی کا بلا احرام مکہ میں داخل ہونا

آفاقی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو میقات سے باہر کے رہنے والے ہیں، اگر یہ لوگ حج یا عمرہ کے ارادے سے مکۃ المکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ کریں، تو تمام ائمہ کے نزدیک میقات

Marfat.com

سے احرام باندھ کر داخل ہونا واجب ہے، لہذا اگر بلا احرام میقات سے تجاوز کریں گے تو بالاتفاق ایک دم کفارہ میں واجب ہوگا، اور اگر دخول مکہ کا ارادہ ہے مگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں ہے، بلکہ دوستوں سے ملاقات یا تجارت یا کسی اور ضرورت کے لئے داخل ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں بلا احرام داخل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں علماء امت کے دو نقطہائے نظر ہیں:

اول: حضرت امام حسن بصریؒ، امام بخاریؒ، ابن شہاب زہری، داؤد بن علی اور اصحاب ظواہر کے نزدیک جو آفاقی حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا ہے اس کے لئے بلا احرام میقات سے گذر جانا جائز ہے اور اس پر کوئی دم یا کفارہ بھی نہیں ہے، ہاں البتہ احرام باندھ کر جانا مستحب ضرور ہے (عمدۃ القاری ۱۰/ ۲۰۵)۔

نیز حضرت امام شافعیؒ اور امام مالک کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے، اور حضرت امام شافعیؒ کے یہاں یہی قول مفتی بہ اور معمول بہ ہے۔

دوم: حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، سفیان ثوریؒ، ابوثور اور لیث بن سعد کے نزدیک، نیز حضرت امام مالکؒ اور امام شافعی کے قول مشہور کے مطابق جو آفاقی حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا ہے اس کے لئے بھی بلا احرام میقات سے گذر جانا جائز نہیں ہے، اگر گذر جائے گا تو حضرت امام شافعیؒ اور ابوثور کے نزدیک کفارہ یا دم لازم نہ ہوگا، مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر ایک عمرہ یا حج کرنا لازم ہو جائے گا، اور بلا احرام گزرنے کی وجہ سے ایک دم بھی لازم ہو جائے گا (نخب الافکار ۵/ ۱۹۴، عمدۃ القاری ۹/ ۲۲۴، ۱۰/ ۲۰۵)۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب آفاقی دخول مکہ کے ارادے سے میقات سے تجاوز کرے گا تو چاہے حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو یا نہیں، دونوں صورتوں میں حج یا عمرہ میں سے ایک عبادت لازم ہو جاتی ہے اس لئے بلا احرام تجاوز جائز نہیں ہوتا، اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر ارادے کے یہ عبادت لازم نہیں ہوتی۔

"لو أراد بمجاوزة هذه المواقيت دخول مكة لا يجوز له أن يجاوزها

Marfat.com

إلا محرما سواء أراد بدخول مكة النسک من الحج أو العمرة أو التجارة أو حاجة أخرى عندنا" (بدائع ۲ر ۱۶۴)۔

۲-میقات سے بلا احرام بار بار گذرنے کی ضرورت

ماقبل کی تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک آفاقی کے لئے بلا احرام میقات سے گذر جانا جائز نہیں ہے، حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں ہر صورت میں احرام لازم ہے، اور اسی طرح اگر مکی میقات سے آفاق میں جائے گا تو اس پر بھی واپسی میں احرام باندھنا لازم ہوتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کل کے زمانہ میں کاروباری لوگوں کو کثرت کے ساتھ بار بار آنے اور جانے کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً اہل مکہ کو بار بار مدینہ جانا پڑتا ہے اور اہل مدینہ کو بار بار مکۃ المکرمہ اپنے کاروبار کے لئے جانا پڑتا ہے تو اگر ان پر ہر مرتبہ احرام باندھ کر عمرہ کا حکم لگایا جائے گا تو شدید مشقت اور حرج لازم آجاتا ہے تو ان کے لئے شرعی طور پر کوئی رعایت اور گنجائش ہوسکتی ہے یا نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ مہینے دو مہینے میں آتے جاتے ہیں ان کے حق میں تو کوئی گنجائش نہ ہوگی، البتہ جو لوگ روزانہ یا ہر ہفتہ آتے جاتے ہیں ان لوگوں کے لئے بلا احرام میقات سے گذرنے کے دو طریقے ہم کو نظر آتے ہیں:

طریقہ اول: ضرورت اور حاجت شدیدہ کی وجہ سے ان لوگوں کے لئے حضرت امام شافعیؒ، امام حسن بصریؒ، ابن شہاب زہریؒ، داؤد بن علی، عبد اللہ بن وہب، ابوثور وغیرہ کے مسلک پر اس مسئلہ میں عمل کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

طریقہ دوم: حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ میقات کے باہر سے لکڑیاں لانے والے اور عمال اور تجار اور کمانے والے جو بار بار جاتے آتے ہیں ان کے لئے بلا احرام میقات سے گذرتے رہنے کی اجازت ہے۔

Marfat.com

اس لئے کہ اگر ہر بار ان پر احرام کی پابندی لگائی جائے گی تو سخت مشقت کا خطرہ ہے، مصنف ابن ابی شیبہ اور نخب الافکار وغیرہ میں ابن عباس کی روایت اس طرح کے الفاظ سے مروی ہے:

"عن ابن عباس قال: لا يدخل أحد مكة إلا بإحرام إلا الحطابين والعمالين وأصحاب منافعهما..." (نخب الافکار قلمی ۲۱۹/۵، مصنف ابن ابی شیبہ ۲۱۱/۴، طحاوی شریف من عطاء ۴۳۸/۱، تلخیص الحبیر ۲۱۱/۱)۔

اور حنفی مسلک کے فقہاء اور محدثین بھی ضرورت کی وجہ سے میقات کے باہر سے لکڑیاں لانے والوں اور ان کی طرح ضرورت سے بار بار آنے جانے والوں کے لئے بلا احرام میقات سے گذرنے کی گنجائش لکھتے ہیں اور اس طرح کے الفاظ نقل فرماتے ہیں:

"كره الأكثر دخولها بلا إحرام و رخصوا للحطابين ومن أشبههم" (أوجز المسالک ۳۲۲/۳، عمدۃ القاری ۲۰۵/۱۰، تخریج ہدایہ ۲۱۵/۱)۔

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہوگیا کہ بار بار میقات سے باہر جانے والے مکی اور بار بار مکہ المکرمہ میں اپنی ضرورت کے لئے داخل ہونے والے آفاقی کے لئے بلا احرام میقات سے گذرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے، اور ان پر کوئی کفارہ بھی نہیں ہے۔

صاحب التسہیل الضروری لکھتے ہیں کہ تجارتی ضرورت کے لئے بار بار آنے جانے اور سواقین کے لئے بلا احرام میقات سے گذرتے رہنے کی گنجائش ہے:

"لو سومح في ذلك لمن يحتاج إلى الدخول متكررً الكسب ما يحتاج إليه من نفقة عياله كالسواقين قياسا على الحطابين لكان له وجه" (التسہیل الضروری ۱۸۲/۱)۔

اگر اس سلسلہ میں ایسے شخص کو گنجائش دی جائے جو اپنے بال بچوں کی معاشی ضروریات حاصل کرنے کے لئے بار بار داخل ہوتا رہتا ہے جیسا کہ ڈرائیور وغیرہ تو حطابین پر قیاس کرکے اس

Marfat.com

کے لئے گنجائش ہوسکتی ہے)۔

۳: الف- مکی کا اشہر حج میں میقات سے باہر جاکر واپسی میں عمرہ کرنا

اگر مکی اشہر حج میں میقات سے باہر کسی ضرورت کے لئے جاتا ہے تو واپسی میں اس کی تین شکلیں نظر آتی ہیں:

پہلی شکل: وہ مکی واپسی میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوتا ہے اور ارکان عمرہ ادا کر کے حلال ہو جاتا ہے اور وہ اسی سال حج نہیں کرتا ہے تو اس پر کوئی کفارہ اور دم وغیرہ لازم نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے واپسی میں احرام کے ذریعہ میقات کا حق ادا کر دیا۔

"المکی إذا خرج منها وجاوز المیقات لا یحِل له العود بلا إحرام ..." (تاتارخانیہ ۲/۴۷۵)۔

دوسری شکل: وہ مکی واپسی میں بلا احرام میقات سے گذر کر مکہ میں داخل ہو جاتا ہے تو بلا احرام میقات سے تجاوز کرنے کی وجہ سے اس پر کفارہ میں ایک دم واجب ہو جائے گا، ہاں البتہ اگر دوبارہ میقات یا محاذات میقات میں جاکر احرام باندھ کر عمرہ ادا کرتا ہے تو واجب شدہ دم ساقط ہوسکتا ہے، اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"من جاوز آخر المواقیت بغیر إحرام ثم عاد إلیه وهومحرم ولبیّ فیه فقد سقط عنه الدم الذی لزمه بالمجاوزة بغیر إحرام لأنه قد تدارک ما فاته" (البحر الرائق ۳/۴۸)۔

تیسری شکل: وہ مکی واپسی میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوتا ہے اور ارکان عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیتا ہے اور پھر اسی سال حج بھی کر لیتا ہے تو یہ اس کا حج تمتع نہ ہوگا اور نہ ہی اس کو تمتع کا ثواب ملے گا، اس لئے کہ حج تمتع کے لئے شرط یہ ہے کہ عمرہ اور حج ایسے ایک سفر میں کیا جائے کہ دونوں کے درمیان اپنے وطن نہ پہنچ جائے جس کو فقہاء المام صحیح

Marfat.com

کہتے ہیں۔

اور مکی جب میقات سے احرام باندھ کر مکہ پہنچ جاتا ہے تو لازمی طور پر اس کی طرف سے المام صحیح کا ثبوت ہو جاتا ہے اور حج اور عمرہ کے درمیان المام صحیح مفسد تمتع ہے، اس لئے مکی اگر تمتع کر بھی لیتا ہے تو اس کا تمتع صحیح نہ ہوگا اور اس پر ایک دم جبر بھی لازم ہو جائے گا جس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہیں ہے، اور دم جبر اس لئے لازم ہے کہ اس نے امر ممنوع کا ارتکاب کرلیا ہے (دیکھئے: شامی ۳/ ۵۶۸، عنایہ ۳/ ۱۵، تاتارخانیہ ۲/ ۵۲۸)۔

ب- مکی کا میقات سے باہر جا کر واپسی میں حج قران کرنا

اگر مکی اشہر حج آنے سے کافی پہلے میقات سے باہر ضرورت کے لئے چلا جائے اور اشہر حج آنے کے بعد واپسی میں میقات سے حج قران کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو جائے اور آفاقی کی طرح احرام کی پابندی کر کے حج قران ادا کرتا ہے تو اس کا حج قران بلا کراہت صحیح ہو جائے گا، اس لئے کہ اشہر حج سے قبل میقات سے باہر جانے کی وجہ سے وہ مکی آفاقی کی طرح ہو گیا ہے، اور اگر اشہر حج میں میقات سے باہر جا کر واپسی میں میقات سے حج قران کا احرام باندھ لیتا ہے تو ایسی صورت میں اس کا حج قران جائز نہ ہوگا، اور دونوں صورتوں میں اس پر ایک دم واجب ہو جائے گا اور یہ دم دم جبر ہوگا اس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہ ہوگا، حضرات فقہاء نے اس کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''مکی اور جو شخص مکی کے حکم میں ہے اس کے لئے صرف حج افراد جائز ہے، اگر حج قران یا حج تمتع کر لے تو جائز ہوگا لیکن گنہگار ہوگا اور ایک دم کفارہ بھی لازم ہوگا۔ اس کے تحت شامیؒ لکھتے ہیں کہ اگر وہ کوفہ جا کر واپسی میں حج قران کر لیتا ہے تو بلا کراہت صحیح ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کا عمرہ اور حج دونوں میقاتی ہو گئے اور وہ آفاقی کے حکم میں ہو گیا ہے۔ محبوبی نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے جب وہ اشہر حج سے قبل آفاق میں گیا ہو، اور اگر اشہر حج میں گیا ہے تو قران

Marfat.com

جائز نہ ہوگا، لہذا اس کا اشہر حج میں آفاق میں جانے کی وجہ سے مکی ہونے کا حکم ختم نہ ہوگا، اور محبوبی کا قول صحیح اور مفتی بہ ہے'' (شامی ۳/ ۵۶۷، عنایہ ۳/ ۱۵)۔

ج- مکی نے اشہر حج میں میقات سے باہر جا کر واپسی میں حج کا احرام باندھ لیا

مکی اشہر حج میں میقات سے باہر جا کر واپسی میں حج کا احرام باندھ کر آئے تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

اول: مکی نے مکہ سے باہر جاتے وقت واپسی میں حج کا احرام میقات یا حِل میں باندھ کر آنے کا ارادہ کر رکھا ہے تو ایسی صورت میں اس پر کفارہ میں ایک دم دینا لازم ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کے حج کا میقات حدود حرم ہے، اس نے گویا اپنے میقات سے بلا احرام تجاوز کر لیا ہے جو موجب دم ہے۔

دوم: مکی نے مکہ سے نکلتے وقت یہ ارادہ نہیں کیا کہ حدود حرم سے باہر حِل یا آفاق میں جا کر حج کا احرام باندھنا ہے بلکہ اپنی مخصوص ضرورت کے لئے نکلا ہے اور چونکہ حج کا موسم ہے تو واپسی میں حِل یا میقات سے بجائے عمرہ کے حج کا رادہ کر لیا تو ایسی صورت میں اس کا حج اسی احرام کے ساتھ بلا کراہت جائز ہو جائے گا اور کوئی دم بھی لازم نہ ہوگا۔

اس کو حضرات فقہاء نے ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

''اور اگر مکی حدود حرم سے باہر نکلا پھر حج کا احرام باندھ لیا تو اس پر ایک دم لازم ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کے حج کا میقات حدود حرم ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے'' (تبیین الحقائق ۲/ ۴۷)۔ ہدایہ میں ہے: ''جب مکی نے حرم سے حج کے ارادے سے نکل کر عرفہ میں وقوف کر لیا تو اس پر ایک دم ہے، اس لئے کہ اس کا میقات حدود حرم ہے اور اس نے بلا احرام اپنے میقات سے تجاوز کر لیا ہے''۔ اور اس کے تحت بنایہ میں ہے: ''وہ حج کا ارادہ رکھتا ہو، اس لئے کہ اگر حدود حرم سے کسی ضرورت کی وجہ سے نکلا ہے پھر حج کا احرام باندھ لیا ہے تو اس پر کوئی

Marfat.com

جرمانہ لازم نہیں ہے لوٹ کر آنا ہو یا نہ آنا ہو، اس لئے کہ جب وہ اس مقام میں کسی حاجت کے لئے نکلا تو وہ اس مقام والوں میں سے ہو گیا ہے" (بنایہ شرح الہدایہ ار ۵۸۷)۔

بے موقع احرام سے مکی پر تعدد دم

مکی کے لئے قران یا تمتع کرنا جائز نہیں، اور حج کا احرام حدود حرم سے باہر جا کر باندھنا اور عمرہ کا احرام حدود حرم میں باندھنا جائز نہیں، لہذا اگر مکی حج قران یا تمتع کرتا ہے اور حج کا احرام حِل میں جا کر اور عمرہ کا احرام حدود حرم میں باندھتا ہے تو ایسی صورت میں اس پر تین دم واجب ہو جائیں گے: (۱) قران یا تمتع کی وجہ سے، (۲) حج کا احرام حِل میں جا کر باندھنے کی وجہ سے، (۳) عمرہ کا احرام حدود حرم میں جا کر باندھنے کی وجہ سے، ان میں سے ایک کا بھی گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہ ہوگا۔

اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"ولوقرن المکی أو تمتع فأحرم للحج من الحِل وللعمرة من الحرم فعلیه ثلاثة دماء: دمان لترک الوقتین و دم للقران أو للتمتع وهو دم جبر" (غنیۃ الناسک ر ۳۰)۔

۴- مکی کا میقات سے باہر جا کر واپسی میں احرام

جب اہل مکہ میں سے کوئی میقات سے باہر جائے گا تو پھر واپسی میں اگر حج یا عمرہ کا ارادہ کرتا ہے تو سب کے نزدیک میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا واجب ہے اگر بلا احرام داخل ہوگا تو جرمانہ میں ایک دم واجب ہوگا۔

اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو حضرت امام شافعیؒ، امام حسن بصریؒ، ابن شہاب زہریؒ، داؤد بن علیؒ، ابن وہب اور ظاہریہ کے نزدیک احرام لازم نہیں ہے، اور حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ، سفیان ثوریؒ وغیرہ کے نزدیک احرام باندھ کر داخل ہونا واجب ہے،

Marfat.com

بلا احرام داخل ہوگا تو ایک دم لازم ہو جائے گا۔

"المکی إذا خرج منها وجاوز المیقات لا یحل له العود بلا إحرام لکن إحرامه من المیقات" (شامی ۲/۴۷۸)۔

"اور امام شافعیؒ کے نزدیک احرام اس وقت لازم ہوتا ہے کہ جب حج یا عمرہ کا ارادہ کرتا ہو لہذا جب اس کے علاوہ کسی اور کام کے لئے ہو تو احرام لازم نہیں ہے" (تاتارخانیہ ۲/۴۷۵، بدائع ۲/۱۶۴)۔

دم ساقط ہونے کی شکل

اگر آفاقی بلا احرام میقات سے تجاوز کر کے حدود حرم اور مکۃ المکرمہ میں داخل ہو گیا ہے یا جو مکی میقات سے باہر جانے کے بعد بلا احرام میقات سے گذر کر مکۃ المکرمہ میں داخل ہو گیا ہو تو اس کے اوپر جرمانہ کا دم واجب ہو چکا ہے، اب اگر وہ دوبارہ کسی بھی میقات میں جا کر حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آئے گا تو واجب شدہ دم اس کے اوپر سے ساقط ہو جائے گا اور بلا احرام میقات سے گذرنے کا جو گناہ ہوا تھا وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح گذرے ہوئے میقات کے محاذات یا اس سے دور جا کر بھی احرام باندھنا جائز ہے (غنیۃ الناسک/۳۰)۔

بدائع اور فتح القدیر میں اس کو ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

"اگر میقات سے بلا احرام گذر جانے کے بعد حج یا عمرہ کے کسی رکن کے ادا کرنے سے قبل حِل یا حرم میں احرام باندھ لیا ہے پھر واپس میقات میں آ کر احرام کا تلبیہ پڑھ لیا ہے تو لازم شدہ دم اس سے ساقط ہو جائے گا" (بدائع ۲/۱۶۵)، "جو اپنے میقات سے بلا احرام تجاوز کر جائے پھر کسی دوسری میقات میں آ کر احرام باندھ لے تو جائز ہو جائے گا مگر اپنے میقات پر جا کر باندھنا زیادہ بہتر ہے" (فتح القدیر ۲/۴۲۶، نیز دیکھئے: التسہیل الضروری ۱/۱۸۴، غنیۃ الناسک/۳۰، البحر الرائق ۳/۶۰۶)۔

Marfat.com

۵- متمتع کا حج سے پہلے بار بار عمرہ کرنا

جو شخص حج تمتع کرتا ہے اس کا حج سے پہلے اشہر حج یعنی شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے عشرۂ اول میں بار بار عمرہ کرنا کیسا ہے؟ تو راجح اور صحیح قول کے مطابق حج سے قبل مذکورہ ایام میں بار بار عمرہ کرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے، اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں (مستفاد از اوجز المسالک ۳/ ۲۷۴، غنیۃ الناسک/ ۱۱۵، معلم الحجاج/ ۲۲۱)۔

غنیۃ میں ہے:

"اور حاجی کے لئے جائز ہے کہ حج سے قبل جتنے چاہے عمرہ کرے، اور لباب میں جو حج سے قبل ممانعت لکھی ہے وہ صحیح نہیں ہے" (غنیۃ الناسک/ ۱۱۵)۔

"اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ متمتع ارکان عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد جب دوسرا عمرہ کرے گا تو تمتع باطل ہو جائے گا، ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ جب دوسرا عمرہ کرے گا تو اس کے ذریعہ تمتع ہو جائے گا اور جب تیسرا عمرہ کرے گا تو اس کے ذریعہ علی ہذا القیاس جتنے عمرے کرے گا ان میں آخر والے کے ذریعے سے تمتع صحیح ہو جائے گا" (فتاوی محمودیہ ۱۳/ ۱۸۳)۔

۶- رمی جمرات میں نیابت

صحیح تندرست مرد یا عورت کی طرف سے رمی جمرات میں محض بھیڑ کی وجہ سے نیابت جائز نہیں ہے، ہاں البتہ دن میں بھیڑ ہونے کی وجہ سے عورتیں رات میں رمی کر سکتی ہیں، اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں ہے مگر نیابت جائز نہیں ہے، لیکن ایسے مریض اور کمزور اور بوڑھے اور اپاہج وغیرہ جو از خود جمرات تک پہنچ کر رمی کرنے پر قدرت نہیں رکھتے ہیں چاہے مرد ہو یا عورت ان کی طرف سے رمی جمرات میں نیابت جائز ہے اور رمی کرنے والا نائب جب ان کی طرف سے رمی کریں گے تو بوقت رمی انہیں کی طرف سے نیت بھی کر لیا کریں، البتہ بہتر یہی ہے کہ نائب پہلے اپنی رمی کرے اس کے بعد دوسرے کی طرف سے رمی کرے نیز نیابت کے ذریعہ سے رمی

Marfat.com

ہو جانے کے بعد اگر معذور کا عذر زائل ہو جائے تو دوبارہ وقت کے اندر اندر از خود رمی کرنا لازم نہیں اور نا ہی ان کے اوپر کوئی فدیہ ہے، لیکن اگر کسی نے صحیح تندرست کی طرف سے نیابتاً رمی جمرات کر لیا تو تندرست پر دوبارہ کرنا لازم ہوگا۔

اس کو حضرات فقہاء نے ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"السادس: أن يرمي بنفسه فلا تجوز فيه النيابةُ عند القدرة و تجوز عند العذر فلو رمى عن مريض بأمره أو مغمى عليه ولو بغير أمره أو صبي أو معتوه أو مجنون جاز" (غنیۃ الناسک/۱۰۰)۔

اور بدائع میں ہے:

"چاہے از خود رمی کرے یا بوقت عجز اس کی طرف سے دوسرا کر دے یکساں حکم ہے جیسے مریض" (بدائع ۲/ ۱۳۷) اور اگر ان کی طرف سے رمی کر دی تو یہ جائز ہے اور عذر زائل ہونے کے بعد اعادہ یا فدیہ لازم نہیں ہے...... مرد و عورت رمی میں برابر ہیں مگر عورت کا رات میں کرنا افضل ہے، لہٰذا بغیر عذر کے عورت کی طرف سے نیابت جائز نہیں ہے" (غنیۃ الناسک/۱۰۰)۔

۷- سعودیہ میں مقیم شخص کی حالت احرام میں گرفتاری

اگر سعودیہ میں مقیم شخص چاہے وہ اقامت پر رہتا ہو یا یوں ہی حکومت کا قانون ہے کہ ہر شخص قانون کے اندر رہ کر حج یا عمرہ کرے گا، لہٰذا اخلاف قانون کسی کے لئے بھی اجازت نہیں ہے، چنانچہ اگر کوئی اقامہ والا کفیل کے ورقہ کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتا ہے یا غیر قانونی طور پر وہاں مقیم ہے وہ حالت احرام میں پکڑا جائے تو حکومت اس کو اسی حالت میں اس کے ملک روانہ کر دیتی ہے، تو ایسا شخص شرعاً محصر کے حکم میں ہوتا ہے، اس کو حضرات فقہاء نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"من أحصر بمكة وهو ممنوع عن الطواف والوقوف فهو محصر لأنه

Marfat.com

تعذر علیه الإتمام و صار کما إذا أحصر فی الحل" (ہدایہ ۱/۲۹۵، فتح القدیر ۳/۱۲۵، ہندیہ ۱/۲۵۶)۔

اگر اس شخص نے حج کا احرام باندھ رکھا تھا اور ہدی بھیجنے سے قبل احرام کھول دیا ہے تو اس پر آئندہ ایک حج، ایک عمرہ اور ایک قربانی واجب ہو جائے گی اور اگر ہدی بھیجنے کے بعد احرام کھولا ہے تو دم واجب نہ ہوگا بلکہ ایک حج اور ایک عمرہ واجب ہوں گے، اس کو حضرات فقہاء نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''لہذا جس نے حج کا احرام باندھ رکھا تھا پھر رکاوٹ پیش آ جائے تو وہ ہدی بھیج کر احرام کھول دیتا ہے تو اس پر ایک حج اور ایک عمرہ لازم ہو جائیں گے'' (غنیۃ الناسک ر ۱۶۸)۔

اور اگر اس نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا اور اسی حالت میں پکڑا گیا ہے تو اگر اس نے ہدی بھیج کر احرام کھول دیا ہے تو ایک عمرہ قضا کرنا کافی ہوگا، اور اگر ہدی بھیجے بغیر احرام کھولا ہے تو ایک عمرہ اور دم لازم ہو جائیں گے، عمرہ قضاء کے طور پر اور دم بے وقت احرام کھولنے کی وجہ سے۔

"وعلی المحصر بالعمرة قضاء لا غیر" (غنیۃ الناسک ر ۱۶۸)۔

۸-افعال حج میں ترتیب

افعال حج میں سے یوم النحر میں (۱) جمرۂ عقبی کی رمی (۲) قارن یا متمتع کی قربانی، (۳) حلق، (۴) طواف زیارت، حضور اکرم ﷺ سے ان افعال کو علی الترتیب ادا کرنا صحیح روایات سے ثابت ہے، لہذا تمام امت کے نزدیک ان افعال کو اسی ترتیب سے ادا کرنا درجہ سنت سے نیچے نہیں ہے، نیز اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ طواف زیارت کو ترتیب میں باقی رکھنا مسنون ہے کسی کے نزدیک واجب نہیں ہے، مگر سوال یہ ہے کہ طواف زیارت کے علاوہ باقی امور ثلاثہ میں ترتیب واجب ہے یا نہیں؟ اور ترتیب پلٹ جانے کی وجہ سے دم واجب ہوگا یا نہیں؟ تو

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ ترتیب پلٹنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) عمداً ترتیب بدل دی جائے، (۲) جاہلاً یا نسیاناً بدل جائے، دونوں کی الگ الگ تفصیل یہ ہے:

عمداً ترتیب بدل دینا

اگر بالقصد جان بوجھ کر امور ثلاثہ کی ترتیب بدل دی ہے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، نیز امام مالک، امام شافعی (نووی ۱/۴۲۱) اور امام احمد بن حنبل (البحر الرائق ۳/۲۴) کی ایک روایت کے مطابق اس پر ایک دم واجب ہو جائے گا، مگر حضرت امام شافعیؒ اور امام احمد اور امام مالک کے مشہور قول کے مطابق، نیز حضرت امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے نزدیک اس پر دم واجب نہ ہوگا، اس لئے کہ ترتیب ان سب کے نزدیک سنت ہے اور ترک سنت کی وجہ سے دم واجب نہیں ہوتا ہے، نیز حضرت ابن عباس کی جس روایت سے امام ابوحنیفہؒ نے استدلال فرمایا ہے وہ روایت ضعیف ہے، علامہ بدر الدین عینی طحاوی کی شرح نخب الافکار قلمی میں "ولا یصح ذلک عنه" فرما کر ابن عباس کے اس اثر کو ضعیف قرار دیا ہے جس سے وجوب دم کا ثبوت ہوتا ہے (نخب الافکار قلمی ۵/۸۱)۔

ناواقفیت سے ترتیب بدل دینا

اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یا بھول اور نسیان کی وجہ سے ترتیب بدل دی ہے تب بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول مشہور کے مطابق دم واجب ہو جاتا ہے، جیسا کہ عام کتب فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول ملتا ہے، مگر امام محمد بن حسن الشیبانی نے کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول صراحت کے ساتھ نقل فرمایا ہے کہ اگر بھول اور نسیان یا ناواقفیت کی وجہ سے ترتیب بدل گئی ہے تو اس پر دم واجب نہیں ہوتا، نیز اس کے نتیجے تعلیق میں حضرت العلامۃ مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ نے یہ نقل فرمایا ہے کہ ان تمام احادیث شریفہ کا مدار جن سے وجوب دم کا ثبوت ہوتا ہے اس بات پر ہے کہ جان بوجھ کر کے ترتیب بدل دی گئی ہو، اور اگر ناواقفیت اور

Marfat.com

لاشعوری کی وجہ سے ترتیب بدل گئی ہے تو وجوب دم کی روایات کے دائرہ میں نہیں آتا، ملاحظہ ہو کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ کی عبارت:

"اخبرنا محمد عن أبی حنیفة فی الرجل یجهل وهو حاج فیحلق رأسه قبل أن یرمی الجمرة أنه لا شئ علیه" (کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ ۲/۷۱۳)۔

(حضرت امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہ سے نقل فرمایا ہے کہ جو حاجی ناواقفیت کی بناپر ترتیب بدل دے، مثلاً جمرۂ عقبہ کی رمی سے قبل حلق کرلیتا ہے تو اس پر کوئی جرمانہ لازم نہیں ہے)۔

اس کے نیچے مفتی سید مہدی حسن صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

"اس باب میں وارد ہونے والی روایات سے اس شخص کا حکم ثابت ہوجاتا ہے کہ جس نے ناواقفیت سے ترتیب بدل دی یا بے خبری سے ترتیب بدل گئی ہو، پھر اس نے خلاف ترتیب عمل کیا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ کوئی دم ہے، اور وہ شخص جو واجبات کے درمیان ترتیب کے مسائل جانتا ہے پھر جان بوجھ کر اس کے خلاف تقدیم وتاخیر کرتا ہے وہ شخص مذکورہ روایات میں داخل نہیں ہے (اس پر دم لازم ہوتا ہے)" (تعلیق کتاب الحج علی المدینہ ۲/۷۱۳)۔

نیز حضرات صاحبین، حضرت امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، حسن بصری، طاؤس بن کیسان، مجاہد بن جبر، سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، ابوثور، داؤد بن علی، ابن جریر طبری، قتادہ بن دعامہ، عبدالملک بن ماجشون اور جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ بھول ونسیان اور جہالت سے ترتیب کے بدل جانے کی وجہ سے دم لازم نہیں ہوتا ہے، اس کو حضرات علماء امت نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"فإن أخل بترتیبها ناسیاً أو جاهلا بالسنة فلا شئ علیه فی قول کثیر من أهل العلم منهم الحسن و طاؤس و مجاهد و سعید بن جبیر و عطاء وإلیه ذهب الشافعی و أحمد و إسحاق وأبوثور و داؤد و محمد بن جریر الطبری وقال ابن عباس علیه دم وهو قول النخعی والحسن فی روایة و قتادة و إلیه

Marfat.com

ذهب أبو حنيفة والنخعي وابن الماجشون" (معارف السنن ۲۱۰/۶، اوجز المسالک ۱۵/۳،
نخب الافکار قلمی ۸۱/۵، نووی ۴۲۱/۱)۔

امام صاحب کے قول مشہور کی دلیل

حضرت امام ابوحنیفہؒ ابن مسعودؓ اور ابن عباس کے اثر سے استدلال فرماتے ہیں:

"عن ابن مسعود قال من قدم نسكا على نسك فعليه دم، قلت هكذا هو في غالب النسخ ويوجد في بعضها ابن عباس وهو أصح، و قال إبراهيم بن مهاجر ضعيف" (نصب الرایہ ۱۲۹/۳)۔

(حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جو شخص افعال حج میں سے کسی کو دوسرے پر مقدم و مؤخر کرتا ہے اس پر دم واجب ہے، ایسا ہی اکثر نسخوں میں ابن مسعود کا ذکر ہے اور بعض نسخوں میں ابن عباس کا ذکر ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، اور فرمایا کہ اس کا راوی ابراہیم بن مہاجر ضعیف ہے) نیز دیکھئے: البحر الرائق ۱۴/۳، فیض الباری ۱۱۹/۳۔

جمہور کی دلیل

حضرات صاحبین اور جمہور کے نزدیک کسی بھی صورت میں ترتیب بدلنے کی وجہ سے دم لازم نہیں ہوتا ہے، ان کی دلیل صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن عباس کی مرفوع روایت ہے، حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں بھول و ناواقفیت کی قید بھی موجود ہے، دونوں روایتیں حسب ذیل ہیں:

"عن ابن عباسؓ أن النبي ﷺ سئل في حجته فقال ذبحت قبل أن أرمي قال فأومأ بيده قال: ولا حرج، قال: حلقت قبل أن أذبح فأومأ بيده ولا حرج" (بخاری شریف ۱۸/۱، ۲۳۲/۱)۔

(حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے حجۃ الوداع کے موقع پر سوال

Marfat.com

کیا گیا کہ میں نے رمی سے قبل قربانی کرلی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، سائل نے کہا کہ ذبح سے قبل میں نے حلق کرلیا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں)۔

"عن عبد الله بن عمرو بن العاصؓ أن رسول الله ﷺ وقف في حجة الوداع بمنى للناس يسألونه فجاءه رجل فقال لم أشعر فحلقت قبل أن أذبح قال اذبح ولا حرج فجاء آخر فقال لم أشعر فنحرت قبل أن أرمي قال ارم ولا حرج فما سئل النبي ﷺ عن شئ قدم ولا أخر إلا قال افعل ولا حرج" (بخاری شریف ۱/ ۱۸، ۱/ ۲۳۲)۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ حجۃ الوداع میں منیٰ میں لوگوں کے لئے تشریف فرما ہوئے تا کہ لوگ سوال کریں، ایک شخص نے کہا کہ میں نے لاعلمی میں ذبح سے پہلے حلق کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ذبح کرلو کوئی حرج نہیں، دوسرے نے آکر کہا میں نے رمی سے قبل قربانی کرلی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، اس تقدیم و تاخیر سے متعلق جو بھی سوال کیا گیا تو فرمایا کہ کرتے رہو کوئی حرج نہیں)۔

اور حضرت امام محمدؒ نے مؤطا محمد میں صحیح روایات کی بنا پر اس پر زور دیا ہے کہ تقدیم و تاخیر کی وجہ سے کوئی کفارہ لازم نہ ہونا چاہئے (موطا محمد/ ۲۳۵)۔

اور صاحب بحر اس کو ان الفاظ سے نقل فرماتے ہیں:

"وعندهما لا يلزمه شئ بتقديم نسك على نسك للحديث السابق" (البحر الرائق ۳/ ۲۴ بکذا فی الزیلعی ۲/ ۶۱)۔

حاصل بحث

اب پوری بحث پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جمہور کے دلائل زیادہ مضبوط اور زیادہ صحیح ہیں، اور حضرت امام اعظمؒ کے قول مشہور کی دلیل میں صرف حضرت ابن عباسؓ کا اثر ہے اور

Marfat.com

وہ بھی متکلم فیہ ہے، اور قول غیر مشہور کی تائید میں کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ کی عبارت ہے، اور تطبیق کی بہترین شکل یہ ہوسکتی ہے کہ صحیحین کی مرفوع روایات میں کفارہ لازم نہ ہونے کی بات اس صورت میں ہے کہ جب لاعلمی یا بھول سے ترتیب بدل دی ہو اور حضرت ابن عباس کے اثر میں کفارہ اس وقت لازم سمجھا جائے جبکہ جان بوجھ کر ترتیب بدل دی ہو، لہذا ایسی صورت میں تمام روایات پر عمل کرنا سب کے نزدیک ممکن ہوسکتا ہے، اس لئے اگر کوئی شخص لاعلمی یا بھول سے ترتیب بدل دے تو اس پر کوئی کفارہ لازم نہ ہونا چاہئے، اور جو شخص جان بوجھ کر ترتیب بدل دے گا اس پر کفارہ لازم ہو جائے گا، ایسی صورت میں بہت سی دشواریاں ختم ہوسکتی ہیں، لہذا متمتع اور قارن اگر رمی، ذبح اور حلق کے درمیان عمداً بلا عذر ترتیب بدل دے گا تو دم واجب ہوگا، اور اگر پریشان کن اعذار یا جہالت کی وجہ سے ترتیب قائم نہ رکھ سکے، تو صاحبین کے قول اور امام صاحب کے قول غیر مشہور پر عمل کی گنجائش ہوگی، اور ترتیب کے بدل جانے کی وجہ سے وجوب دم کا حکم نہ لگایا جائے۔

۹- حج بدل میں تمتع

حج بدل میں مامور کو حج افراد ہی کرنا چاہئے تاکہ حج بدل حج آفاقی اور حج میقاتی ہو جائے، کیونکہ تمتع کرنے میں عمرہ تو عمرۂ آفاقی ہو جاتا ہے مگر حج حج آفاقی نہیں ہوتا بلکہ حج مکی ہو جاتا ہے، لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ حج بدل میں مامور کلی طور پر آمر کی نیابت کرتا ہے اور آمر کو حج کی تینوں قسموں میں سے کسی بھی ایک کو اختیار کرنے کا حق حاصل تھا تو آمر جو فاعل مختار ہے وہ اگر اپنے مامور کو تینوں قسموں میں سے کسی ایک کا اختیار دے دے تو کیا اشکال ہے؟ اس لئے آمر کی اجازت سے حج بدل میں تمتع بھی بلا تردد جائز ہونا چاہئے، البتہ دم تمتع آمر کے مال میں سے لازم نہ ہوگا بلکہ مامور پر لازم ہوگا لیکن اگر آمر بخوشی ادا کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے، ہاں البتہ حج بدل میں حج افراد کرنا زیادہ افضل ہوگا (مستفاد جواہر الفقہ ۱؍۵۱۳-۵۱۴، ایضاح المناسک ر ۱۷۲، احسن الفتاوی ۴؍۵۲۳) اور اس زمانہ میں آفاقی کا حج تمتع ہی کرنا زیادہ معروف ہے، اس لئے عرفاً آمر کی

Marfat.com

طرف سے حج تمتع کی اجازت ثابت ہوتی ہے، لہذا صراحت کے ساتھ اجازت کی ضرورت بھی نہیں (مستفاد احسن الفتاوی ۴؍ ۵۲۳)، نیز میت کی طرف سے حج بدل ہو تب بھی یہی حکم ہے جبکہ ورثاء سب مل کر بخوشی اس کی اجازت دیتے ہوں۔

امام فخر الدین قاضی خاں نے امام ابوبکر محمد بن فضل کا قول ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

''شیخ ابوبکر محمد بن فضلؒ نے فرمایا کہ جب آمر اپنے غیر کو اس کی طرف سے حج کا حکم کرے تو مناسب یہی ہے کہ آمر مامور کو پوری طرح اختیار دے کر یہ کہے: میرے طرف سے اس مال سے جس طرح چاہے جونسا حج چاہے کرے، اگر چاہے صرف حج کرے اور اگر چاہے تو حج وعمرہ دونوں کرے اور چاہے تو قران کرے، جو کچھ بھی بچ جائے گا وہ میری طرف سے تم کو ہدیہ ہے تاکہ آمر کی طرف سے مامور پر کوئی تنگی نہ ہو، اور مامور کے اوپر بچا ہوا مال واپس کرنا لازم بھی نہ ہوگا'' (قاضیخان ۱؍ ۳۰۷)۔

امام علاء الدین حصکفیؒ نے آمر پر دم شکر لازم نہ ہونے کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''ودم القران والتمتع والجناية على الحاج إن أذن له الآمر بالقران والتمتع الخ'' (درمختار ۲؍ ۶۱۱ طبع کراچی)۔

(دم قران اور دم تمتع اور دم جنایت مامور پر لازم ہوتا ہے جب اس کو قران یا تمتع کرنے کی اجازت دی گئی ہو)۔

ملا علی قاری ارشاد الساری میں آمر کی اجازت سے حج بدل میں تمتع کے بالاتفاق جائز ہونے کو ان الفاظ سے نقل فرماتے ہیں:

''اس لئے کہ اگر میت حج تمتع کا حکم کرے تو مامور کا حج تمتع کرنا صحیح ہوتا ہے، اور علماء اسلاف کے درمیان ایسی صورت میں کوئی اختلاف نہ ہوگا'' (ارشاد الساری ملا علی قاری ر ۳۹۴، بحوالہ جواہر الفقہ ۱ر ۵۱۲)۔

Marfat.com

۱۰-رفقاء اور جہاز کی روانگی کی وجہ سے حالت حیض میں طواف زیارت

وقوف عرفہ اور طواف زیارت یہ دونوں ایسے ارکان ہیں کہ ان کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا، اس لئے شدید ترین اعذار کی وجہ سے بھی یہ دونوں رکن ساقط نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کی طرف سے ایسی نیابت جائز ہے کہ جس میں حاجی کو عرفات یا مطاف میں جانے کی ضرورت نہ ہو، ان دونوں ارکان کے علاوہ دیگر مناسک حج چاہے از قبیل واجبات ہوں یا سنن، شدید اعذار کی وجہ سے ذمہ سے ساقط ہو جاتے ہیں اور ان میں سے بعض میں نیابت بھی جائز ہے، مثلاً وقوف مزدلفہ شدید ازدحام کی وجہ سے کمزوروں سے ساقط ہو جاتا ہے اور دم بھی لازم نہیں ہوتا (شامی کراچی ۶۱۱/۲)۔

اور حیض ونفاس کے عذر کی وجہ سے عورت سے طواف وداع ساقط ہو جاتا ہے اور دم بھی لازم نہیں ہوتا، نیز ازدحام کی وجہ سے کمزوروں کی طرف سے رمی جمرات میں نیابت جائز ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک طواف میں طہارت از قبیل واجب ہے، از قبیل فرض یا رکن نہیں ہے، تو جس طرح اعذار کی وجہ سے وقوف مزدلفہ، طواف وداع وغیرہ کا وجوب معاف ہو جاتا ہے اسی طرح طواف میں طہارت کا وجوب بھی حیض یا نفاس کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو جانا چاہئے۔ خاص طور پر جب قافلہ اور رفقاء سفر یا مقررہ جہاز اس کے پاک ہو جانے تک انتظار نہ کرے تو ایسے اعذار میں طہارت کا وجوب ساقط کیوں نہیں ہوتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ واجبات دو قسموں پر ہیں:

(۱) وہ واجب جو عمل مستقل ہو کسی دوسرے عمل کا جز نہ ہو۔

(۲) وہ واجب جو عمل مستقل نہ ہو بلکہ کسی دوسرے عمل کا جز ہو۔

تو جو واجب کسی دوسرے عمل کا جز نہیں ہوتا بلکہ عمل مستقل ہوتا ہے وہ اعذار کی وجہ سے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ وقوف مزدلفہ کمزوروں سے ازدحام کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے (شامی کراچی ۵۱۱/۲) اور طواف وداع حیض ونفاس کے اعذار کی وجہ سے ساقط ہو جاتا

Marfat.com

ہے (تاتارخانیہ ۲/ ۵۲۲) اور کبھی اعذار کی وجہ سے نیابت بھی جائز ہو جاتی ہے، جیسا کہ رمی جمرات میں نیابت (بدائع الصنائع ۲/ ۱۳۷، فتح القدیر ۲/ ۴۹۸، غنیۃ الناسک/ ۱۰۰)۔

مگر جو واجب عمل مستقل نہیں ہے۔ اس کی طرف سے اعذار کی وجہ سے نیابت جائز نہیں ہے بلکہ خود اس کی ادائیگی لازم ہے اور طواف میں طہارت بھی اسی قسم کے واجبات میں سے ہے، اس لئے نہ اس میں اعذار کی وجہ سے نیابت جائز ہے اور نہ ہی ذمہ سے کبھی ساقط ہوتی ہے، لہذا عورت اگر روانگی کے اعذار کی وجہ سے حیض یا نفاس کی حالت میں طواف زیارت کرے گی تو طواف کا فریضہ تو اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر ساتھ ساتھ جرمانہ میں ایک اونٹ یا گائے یا بھینس کی قربانی بھی واجب ہو جائے گی اور قربانی کا حدود حرم میں کرنا لازم ہوگا، البتہ موسم حج میں کرنا لازم نہ ہوگا بلکہ کسی بھی زمانہ میں کی جا سکتی ہے (مستفاد فتاوی محمودیہ ۱۳/ ۱۷۷)۔

شامی میں مذکور ہے کہ یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے جس میں عورتیں متحیر اور پریشان ہو جایا کرتی ہیں۔

لیکن اگر پاک ہونے کے بعد طواف کا اعادہ کر لیتی ہے تو جرمانہ بالکل ساقط ہو جائے گا (مستفاد شامی ۲/ ۵۱۹ کراچی، معارف السنن ۶/ ۳۵۸، البحر الرائق ۲/ ۳۷۰)۔

مرد کے لئے اعذار کی وجہ سے طواف زیارت میں تاخیر

اگر کسی عذر کی وجہ سے کوئی واجب ترک ہو جائے تو دم واجب ہوگا یا نہیں؟ تو اس کی تفصیل یوں ہے کہ اعذار دو قسم پر ہیں:

۱- وہ اعذار جو انسان کی طرف سے پیش آتے ہیں، تو اگر انسان کی طرف سے پیش آنے والے عذر کی وجہ سے واجب ترک ہو جائے تو ترک واجب کا کفارہ معاف نہ ہوگا بلکہ لازم ہوگا، جیسا کہ کسی نے زبردستی خوشبو لگا دی، یا وقوف مزدلفہ سے روک لیا اور وقت گذر گیا، تو ایسی صورت میں ترک واجب کا دم لازم ہو جائے گا۔

۲- وہ اعذار جو انسان کی طرف سے پیش نہیں آتے بلکہ اللہ کی طرف سے پیش آتے

Marfat.com

ہیں، تو ایسے اعذار کی وجہ سے واجب ترک ہوجائے تو دم لازم نہ ہوگا اور نہ ہی اس پر کوئی گناہ ہوگا، مثلاً ازدحام اور بھیڑ کی وجہ سے وقوف مزدلفہ ترک ہوجائے، یا حیض ونفاس یا مرض کی وجہ سے، یا گرفتاری کی وجہ سے یا ناگہانی حادثہ کی وجہ سے طواف زیارت میں تاخیر ہوجائے، یہاں تک کہ ایام نحر گذر جائیں اور طواف نہ کرسکے تو ایسی صورت میں ایام نحر کے اندر اندر طواف کرنے کا جو وجوب ہے اس کے ترک ہوجانے کی وجہ سے دم واجب نہ ہوگا اور نہ ہی گناہ ہوگا، اس لئے کہ ان اعذار میں انسان کا کوئی اختیار نہیں، لہذا ۱۴۱۷ھ میں منیٰ میں آگ لگنے کی وجہ سے جو لوگ زد میں آچکے ہیں اور ایام نحر گذرنے تک ہسپتالوں میں پڑے رہے ہیں یا ان کو طواف کرانے والا میسر نہ ہوا ہو تو ان لوگوں پر طواف زیارت میں تاخیر کی وجہ سے دم واجب نہیں ہوگا، اور نہ ہی ان پر کوئی گناہ ہوگا، حضرات فقہاء نے اس حکم کو اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''عذر کی بنا پر واجبات کے ترک ہونے سے کوئی چیز لازم نہیں ہوتی، پھر عذر سے ایسا عذر مراد ہے جو من جانب اللہ پیش آتا ہے، لہذا جو من جانب الناس پیش آتا ہے وہ کفارہ کو ساقط کرنے والا عذر نہ ہوگا، اگر وقوف مزدلفہ سے مثلاً دشمنوں نے روک لیا ہے تو اس پر دم لازم ہوگا، اس کے برخلاف اگر خوف ازدحام کی وجہ سے وقوف مزدلفہ ترک ہوجائے تو یہ عذر من جانب اللہ ہے، اس لئے اس پر کوئی کفارہ لازم نہ ہوگا، لہذا جس عذر کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے وہ من جانب اللہ عذر ہے، خوف ازدحام کی وجہ سے یا ضعف کی وجہ سے وقوف مزدلفہ ترک ہوجائے، اور طواف زیارت کا ایام نحر سے تاخیر ہوجانا حیض یا نفاس یا گرفتاری یا مرض وغیرہ کی وجہ سے، اور مریض کو اٹھا کر لے جانے والا بھی کوئی نہیں ہے یا اٹھائے جانے کا متحمل نہیں ہے تو یہ تمام اعذار من جانب اللہ ہیں'' (غنیۃ الناسک ۱۲۸)۔

۱۱- اثناء سفر شوہر کا انتقال ہوجائے یا طلاق بائن ہوجائے تو عورت کیا کرے؟

اگر میاں بیوی ساتھ میں حج یا عمرہ کرنے جائیں، اور اتفاق سے ارکان حج یا ارکان عمرہ

Marfat.com

ادا کرنے سے قبل شوہر کا انتقال ہو جائے یا عورت پر طلاق بائن یا طلاق مغلظہ واقع ہو جائے اور ساتھ میں عورت کا کوئی محرم بھی نہ ہو، تو ایسی صورت میں بحالت عدت بلا محرم عورت ارکان حج یا ارکان عمرہ ادا کر کے تکمیل کر سکتی ہے یا نہیں؟

تو اس بارے میں ہمارے سامنے کل سات شکلیں آتی ہیں، ان میں سے پانچ شکلیں جواز کی ہیں، اور ایک عدم جواز اور ایک اختلافی ہے، سب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- مکۃ المکرمہ پہنچنے کے بعد حادثہ پیش آجائے، تو سب کے نزدیک بلا محرم عدت کی حالت میں حج یا عمرہ کے ارکان ادا کر کے تکمیل کرنا بلا کراہت جائز ہے، حضرات فقہاء نے اس مسئلہ کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"وإن كان بينها و بين منزلها مسيرة سفر فصاعداً و بينها و بين مكة دون ذلک فعليها أن تمضي عليها" (تاتارخانیہ ۲/۵۴۳، بدائع الصنائع ۲/۱۲۴)۔

(اور اگر جائے حادثہ سے عورت کا وطن مسافت سفر یا اس سے دوری پر ہے اور وہاں سے مکۃ المکرمہ مسافت سفر سے کم پر واقع ہے تو عورت پر لازم ہے کہ ارکان کی تکمیل کرے)۔

۲- مکۃ المکرمہ پہنچنے سے قبل حادثہ پیش آجائے، تو اگر جائے حادثہ سے مکہ المکرمہ مسافت سفر سے کم پر واقع ہے تب بھی سب کے نزدیک بلا محرم مکہ المکرمہ پہنچ کر حج یا عمرہ کی تکمیل کرنا عورت کے لئے جائز ہے۔ لہذا اگر جدہ پہنچنے کے بعد آفاقی عورت کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آجائے تو بھی عورت مکہ المکرمہ پہنچ کر حج یا عمرہ کر کے آسکتی ہے، اس لئے کہ مسجد حرام سے جدہ کی آبادی کے کنارے تک صرف ۶۷ کلومیٹر ہے اس سے مسافت پوری نہیں ہوگی، لہذا جس آفاقی عورت کا شوہر جدہ شہر میں داخل ہونے کے بعد فوت ہو جائے یا عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے، تو اس کے لئے بلا محرم مکہ المکرمہ پہنچ کر حج یا عمرہ کی تکمیل کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے، جیسا کہ حضرات فقہاء کی عبارتوں سے واضح ہوتا ہے (بدائع الصنائع ۲/۱۲۴)۔

۳- جائے حادثہ سے مکہ المکرمہ اور وطن دونوں مسافت سفر سے کم پر ہیں تو ایسی

Marfat.com

صورت میں سب کے نزدیک عورت کو بلامحرم مکہ المکرمہ پہنچ کر حج یا عمرہ کرنے کا اختیار ہے اور یہ بھی اختیار ہے کہ وطن واپس آجائے، لیکن اگر عورت نے احرام باندھ لیا ہے تو واپس نہ آئے بلکہ احرام کی شرائط کے مطابق ارکان کی تکمیل کے لئے ضرور مکہ مکرمہ پہنچ جائے تا کہ احرام کی جنایت سے محفوظ ہو جائے، اس مسئلہ کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"واجمعوا انه إذا كان دون مسيرة سفر من الجانبين فلها أن تختار إلى أيها شاءت" (تاتارخانیہ ۲/ ۱۳۶، شامی ۳/ ۴۶۶ طبع زکریا دیوبند)۔

(اور تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب دونوں جانب مسافت سفر سے کم ہوں تو عورت کو اختیار ہے کہ چاہے جانب مکہ کو اختیار کرے یا جانب وطن کو (یہ شکل صرف سعودی عرب کی عورتوں کے ساتھ پیش آسکتی ہے آفاقی کے ساتھ نہیں))۔

۴- ایسی جگہ حادثہ پیش آجائے جہاں رہ کر عدت گذارنے میں عورت کے لئے اپنی عفت نفس اور مال کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے تو وہاں سے موضع امن میں پہنچ جانا سب کے نزدیک جائز ہے، تو ظاہر بات ہے کہ جدہ ایئر پورٹ اس کے لئے موضع امن نہیں بن سکتا ہے، اور مکہ المکرمہ سے جدہ ایئرپورٹ سو کلومیٹر سے زیادہ مسافت ہے اور عورت کی عفت اور امن کی جگہ وہاں پر مکہ المکرمہ سے زیادہ اور کوئی جگہ نہیں ہوسکتی ہے، اس لئے اگر جدہ ایئر پورٹ میں حادثہ پیش آجائے تو سب کے نزدیک قافلہ کے ساتھ مکہ المکرمہ پہنچ جانا اس کے لئے جائز ہو جائے گا، اور جب مکہ مکرمہ پہنچ جائے گی تو اس کے بعد بلامحرم حج یا عمرہ کرنا سب کے نزدیک اس کے لئے جائز ہوگا، نیز اسی طرح اپنے یہاں ایئر پورٹ سے جہاز کے اڑان کے بعد اگر حادثہ پیش آجائے تب بھی مکۃ المکرمہ پہنچ کر بلامحرم حج یا عمرہ ادا کرنا مذکورہ طریقہ سے جائز ہوگا، کیونکہ اڑان کے بعد اس حادثہ کی وجہ سے جہاز واپس نہیں ہوگا، وہاں پہنچنے کے بعد اس کے مکہ المکرمہ سے زیادہ موضع امن اور کوئی جگہ نہیں ہوسکتی۔ یہ مسئلہ حضرات فقہاء کی اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے:

Marfat.com

"اور جائے حادثہ دونوں طرف سے تین دن کی مسافت پر ہے تو عورت کو اختیار ہے چاہے وطن واپس ہو جائے یا مکہ مکرمہ پہنچ کر فریضہ ادا کرے اس کے ساتھ محرم ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں جائز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مقصد کا مقام تین دن کی مسافت پر ہے، اس لئے کہ اس مقام پر رکنا اس کے حق میں وہاں سے سفر کرنے سے زیادہ خطرناک ہے" (ہدایہ ۲/۲۰۹)۔

اور بنایہ میں ہے: "الخوف عليها من خوف الخروج بغير محرم" (بنایہ ۲/۴۳۸) (بلا محرم سفر کرنے سے وہاں رک جانے میں زیادہ خطرہ ہے)۔

اور تاتارخانیہ میں ہے:

"وإن كان ذلك بالمفازة أو في بعض القرى لا تأمن على نفسها ومالها إن تمضي حتى تدخل موضع الأمن" (تاتارخانیہ ۲/۴۳۶)۔

۵- اگر راستہ میں جہاز جدہ پہنچنے سے قبل کسی اور شہر میں اترتا ہے، مثلاً دبئی، ریاض، ظہران وغیرہ میں جہاز اتر جائے اور وہاں حادثہ پیش آ جائے تو بھی جدہ پہنچ کر پھر وہاں سے مکہ مکرمہ پہنچ جانا جائز ہوگا کیونکہ دونوں جانب مسافت پر ہے اور جہاز چونکہ وطن کی طرف نہیں آئے گا بلکہ جدہ ہی اس کا رخ ہے، اور جائے حادثہ موضع امن نہیں ہے بلکہ نتیجۃً مکہ المکرمہ ہی موضع امن بن جائے گا اسی لئے مکہ المکرمہ پہنچ کر فریضہ ادا کرنا جائز ہو جائے گا، اسی طرح اگر مدینہ منورہ میں حادثہ پیش آ جائے تب بھی قافلہ کے ساتھ مکہ المکرمہ پہنچ کر فریضہ ادا کرنا جائز ہو جائے گا، اس لئے کہ مدینہ منورہ میں اتنی مدت تک روکنے کی اجازت نہیں ہوتی کہ جس میں وہ عدت گذار سکے، نیز وہ اس کے حق میں اجنبی ہونے کی وجہ سے موضع امن بھی نہیں ہے۔

نوٹ- یہ پانچ شکلیں ایسی ہیں جن میں عورت کے لئے اسی حالت میں بلا محرم حج یا عمرہ کرنا جائز ہے۔ اور سات شکلوں میں سے نمبر ۶ عدم جواز کی ہے اور ساتویں اختلافی ہے جو ذیل میں درج ہیں:

۶- جائے حادثہ سے وطن مسافت سفر سے کم پر ہے اور مکہ المکرمہ مسافت سفر یا اس

Marfat.com

سے زائد پر ہے اور وہاں سے وطن واپس آنے میں کوئی خطرہ یا رکاوٹ بھی نہیں ہے تو وطن واپس آجانا لازم ہے، لہذا جو آفاقی اپنے یہاں کے ایئر پورٹ سے ستر پچھتر کیلومیٹر دوری پر رہتے ہیں ان کے ساتھ اگر حج آفس یا ایئر پورٹ میں طلاق بائن یا انتقال کا حادثہ پیش آجائے تو وطن لوٹ جانا عورت پر لازم ہوگا، عدت کی حالت میں حج یا عمرہ کے لئے جانا محرم کے ساتھ بھی جائز نہ ہوگا، اس کو حضرات فقہاء نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"فإن كان منزلها أقل من مدة سفر وإلى مكة مدة سفرفإنها تعود إلى منزلها" (بدائع الصنائع ۲/۱۲۴) "وفي التاتارخانية فعليها أن تعود إلى منزلها الخ" (تاتارخانیہ ۲/۴۳۵)۔

۷-ایسی جگہ حادثہ پیش آجائے جہاں سے مکہ المکرمہ اور وطن دونوں مسافت سفر پر ہیں اور یہ حادثہ ایسے شہر میں پیش آجائے جس میں بظاہر اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک محرم کے ساتھ میں ہونے کے باوجود مکہ المکرمہ جانا اس کے لئے جائز نہیں ہے، اور حضرات صاحبین کے نزدیک اگر محرم ساتھ ہو تو اس کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر فریضہ کا ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

لہذا آفاقی کا وطن اگر اپنے یہاں کے ایئر پورٹ سے مسافت سفر پر ہے اور ایئر پورٹ پہنچ کر حادثہ پیش آجائے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گھر واپس آنا لازم ہوگا، یا آس پاس میں رشتہ دار رہتے ہوں تو وہاں جا کر عدت گذارنا لازم ہوگا، اور حضرات صاحبین کے نزدیک ساتھ میں محرم ہو تو ٹکٹ کینسل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے ساتھ حج کر کے آسکتی ہے، اس کو حضرات فقہاء کرام نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"اور اگر جانبین میں مسافت سفر ہے تو دیکھا جائے کہ اگر ایسے شہر میں واقعہ پیش آیا ہے جو اس کے حق میں موضع امن ہے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عدت پوری ہونے سے قبل وہاں سے نکلنا جائز نہیں ہے اگر چہ اس کے ساتھ محرم بھی کیوں نہ ہو، اور حضرات صاحبین

Marfat.com

کے نزدیک اگر اس کے ساتھ محرم ہے تو اس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے، اور بلا محرم کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے" (تاتارخانیہ ۲/۴۳۵)۔

نوٹ- معلوم ہوا کہ حضرت ابوحنیفہ کے نزدیک حکم عدت حکم محرم سے زیادہ اہم ہے، اور حضرات صاحبین کے نزدیک حکم محرم حکم عدت سے زیادہ اہم ہے۔

۱۲- حجاج کرام قیام مکہ کے زمانہ میں قصر کریں یا اتمام؟

یہاں یہ مسئلہ بھی اہمیت کا حامل ہے کہ حجاج مکۃ المکرمہ کے قیام کے زمانہ میں نمازوں کا اتمام کریں گے یا قصر؟

تو اس بارے میں مسئلہ کی وضاحت یوں ہے کہ منیٰ کی آبادی ایک زمانہ تک مکۃ المکرمہ سے بالکل الگ تھی اس لئے منیٰ اور مکہ میں اتحاد مکانی نہ ہونے کی وجہ سے حکم بھی دونوں کا الگ الگ تھا، اور اب دونوں کی آبادی متصل ہو جانے کی وجہ سے اتحاد مکانی ثابت ہو گیا ہے، اس لئے دونوں کا حکم ایک ہوگا، مگر مزدلفہ اور عرفات دونوں اب بھی مکہ مکرمہ اور منیٰ کی آبادی سے بالکل الگ اور فاصلہ پر ہیں، اس لئے دونوں کا حکم بھی مکہ مکرمہ سے الگ ہوگا، لہٰذا اگر کوئی حاجی نویں ذی الحجہ یوم عرفات سے پندرہ روز قبل مکہ مکرمہ پہنچ جاتا ہے تو وہ وہاں قیام کے زمانے میں شرعی طور پر مقیم ہوگا، اور اس پر نمازوں کا اتمام لازم ہوگا، اور جو حاجی اتنے دن پہلے نہ پہنچ سکے بلکہ تیرہ یا چودہ دن قبل پہنچتا ہے تو وہاں کے قیام کے زمانے میں شرعی طور پر مسافر ہوگا، اس لئے نمازوں کا قصر کرنا اس پر لازم ہوگا، ہاں البتہ اگر عرفات سے واپسی کے بعد مکۃ المکرمہ میں مسلسل پندرہ روز یا اس سے زائد قیام کا جو حاجی ارادہ کرے گا اس پر عرفات سے واپسی کے بعد نمازوں کا اتمام کرنا لازم ہوگا۔ اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"إن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر و نوى الإقامة نصف شهر لاتصح لأنه لابد له من الخروج إلى عرفات فلا يتحقق الشرط" (ہندیہ ۱/۱۴۰، حاشیہ چلپی علی التبیین ۱/۲۱۲)۔

Marfat.com

(بے شک جب حاجی عشرہ ذی الحجہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوکر پندرہ روز اقامت کی نیت کرے گا تو نیت صحیح نہ ہوگی، اس لئے کہ درمیان میں عرفات جانا لازم ہے، لہذا پندرہ روز کے قیام کی شرط متحقق نہ ہوگی)۔

''لہذا جب شروع عشرہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوجائے اور ایک ماہ قیام کی نیت کرے تو اول مدت میں نیت صحیح نہ ہوگی، اس لئے کہ منی سے لوٹنے سے قبل پندرہ روز کا قیام ثابت نہیں ہوگا، اسی لئے امام اعظمؒ کے شاگردوں نے عیسی بن ابان کو اول مدت میں قصر اور پھر لوٹنے کے بعد اتمام کا حکم کیا تھا'' (بدائع ۱/۹۸، البحر الرائق ۲/۱۳۲، منحۃ الخالق ۲/۱۳۲)۔

۱۳- حجاز مقدس میں حنفی کا وتر میں امام حرم کی اقتداء کرنا

حضرات حنفیہ کے نزدیک وتر کی تینوں رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھنا لازم ہے، دو رکعت پر سلام جائز نہیں ہے، مگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دو رکعت پر سلام پھیر دینا پھر ایک رکعت مستقل ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مسنون ہے، روایات و دلائل دونوں جانب موجود ہیں۔ اور حنفیہ کا راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ دو سلاموں کے ساتھ وتر پڑھنے والے کے پیچھے حنفی شخص کی نماز وتر صحیح نہیں ہوتی ہے، مگر مسلک حنفی کے طبقہ رابعہ کے مشہور ترین فقیہ حضرت امام ابوبکر رازی الجصاص (متوفی ۳۷۰ھ) اور علامہ ابن وھبان نے فرمایا کہ حنفی شخص کی نماز وتر اس کے پیچھے صحیح ہوجائے گی، اس لئے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے۔

اور مسجد حرام اور مسجد نبوی میں وتر کی نماز رمضان المبارک میں ہمیشہ دو سلاموں کے ساتھ ہوتی ہے، وہاں پر تراویح کے بعد جب وتر کی نماز با جماعت ہوتی ہے تو حنفیوں کے لئے بڑی دشواری پیش آتی ہے کہ مسجد حرام میں کسی طرح طواف میں لگ جانے کی شکل نکل سکتی ہے مگر مسجد نبوی میں کوئی شکل نہیں، یا حنفی کو جماعت میں شرکت کرنا ہوگا یا بیٹھا رہے یا الگ نماز پڑھے جس کی وجہ سے عملاً ایک بڑی جماعت کی مخالفت نظر آتی ہے، اس اضطرابی کیفیت میں خود حنفی شخص کو یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہماری وجہ سے اتنی بڑی جماعت کی ہیئت بدل رہی ہے اور

Marfat.com

افتراق پیدا ہو رہا ہے، اس لئے حجاز مقدس میں ان کے پیچھے حنفی کی وتر کی نماز صحیح ہو جانی چاہئے، اور صحت اقتداء کی دو دلیلیں ہم یہاں پیش کرتے ہیں:

دلیل نمبرا- ضرورت کے وقت قول غیر مشہور پر عمل کی گنجائش ہو جاتی ہے اور وہاں کی ضرورت سب کے سامنے واضح ہے، لہذا حضرت امام ابو بکر رازی اور علامہ ابن وہبان کی رائے کو اختیار کر کے حنفی شخص کے لئے حجاز مقدس میں وتر میں وہاں کے امام کے پیچھے اقتداء کرنا صحیح ہو جائے گا۔ اس کو حضرات فقہاء نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"فمذهب الحنفية أنه لا وتر عندهم إلا بثلاث ركعات بتشهدين وتسليم، نعم لو اقتدى حنفي بشافعي في الوتر وسلم ذلك الشافعي الإمام على الشفع الأول على وفق مذهبه ثم أتم الوتر صح وتر الحنفي عند أبي بكر الرازي وابن وهبان" (معارف السنن ۴/۱۷۰)۔

(پس حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کے یہاں ایک سلام اور دو تشہد کے ساتھ ہی تین رکعت وتر مشروع ہوتی ہے، ہاں اگر حنفی نے وتر میں شافعی امام کی اقتداء کر لی ہے اور امام نے اپنے مسلک کے مطابق دو رکعت پر بیٹھ کر پھر ایک رکعت کے ساتھ تکمیل کر لی ہے تو امام ابو بکر رازی اور ابن وہبان کے نزدیک حنفی کی وتر صحیح ہو جائے گی)۔

"وفي البحر لا يجوز اقتداء الحنفي بمن سلم من الركعتين في الوتر وجوزه أبو بكر الرازي ويصلي معه بقية الوتر لأن إمامه لم يخرج بسلامه عنده وهو مجهتد فيه" (تکملہ فتح الملہم ۱/۶۳۶)۔

(اور بحر میں ہے کہ وتر میں دو رکعت پر سلام پھیرنے والے کے پیچھے حنفی شخص کی اقتداء جائز نہیں اور امام ابو بکر رازی نے اس کو جائز قرار دیا ہے، اور حنفی اس کے ساتھ وتر کی بقیہ رکعت بھی پڑھ لے، اس لئے کہ اس کا امام اس کے نزدیک اپنے سلام کی وجہ سے نماز سے خارج نہیں ہوا، کیونکہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے)۔

Marfat.com

دلیل ۲-حکم حاکم رافع خلاف ہوا کرتا ہے کہ وہاں پر حاکم وقت کی طرف سے دو سلام کے ساتھ وتر پڑھنے کا حکم ہے اور جس طرح وہاں کے رہنے والے حنفی پر حکم حاکم کی پابندی لازم ہے اسی طرح مختلف ممالک اور آفاق سے جو لوگ پہنچتے ہیں وہ بھی وہاں کے قوانین واحکام کی پابندی کا وعدہ کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی وہاں کے اصول کے خلاف کرتے ہوئے نظر آجائے تو اس کو فوراً گرفتار کرلیا جاتا ہے، اور جب حاکم نے دو سلام کے ساتھ وتر پڑھنے کا حکم دے دیا تو مذاہب کا اختلاف بھی ختم ہو جائے گا اور حاکم کے حکم پر عمل بھی لازم ہو جائے گا، لہذا وہاں قیام کے زمانے میں حنفی کے لئے حاکم کے حکم کے مطابق اسی طرح دو سلام کے ساتھ وتر پڑھنا بھی جائز ہو جائے گا جس طرح وہاں کے لوگ پڑھتے ہیں، اور حاکم کا یہ حکم خلاف شرع بھی نہیں ہے کیونکہ چاروں اماموں میں سے تین کا قول اسی کے مطابق ہے، اس کو حضرات علماء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"إن حكم الحاكم رافع للخلاف فى الأمور المجتهد فيها فكما أن النزاع ير تفع بالتعامل السابق فانه يرتفع أيضا بتقنين من قبل الحكومة" (تکملہ فتح الملہم ۱/۶۳۶)۔

(پھر حاکم کا حکم مسائل مجتہد فیہ میں اختلاف کو ختم کر دیتا ہے، لہذا جس طرح تعامل ناس کی وجہ سے اختلاف مرتفع ہو جاتا ہے اسی طرح منجانب حکومت قانون سازی کی وجہ سے بھی اختلاف ختم ہو جاتا ہے)۔

Marfat.com

حج اور عمرہ سے متعلق چند اہم مسائل

مولانا نورالحق رحمانی☆

۱- حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور ضرورت سے حرم مکی میں داخلہ کا حکم

جولوگ حج یا عمرہ کے ارادہ سے حرم مکی میں داخل ہونا چاہیں ان کے لئے تو تمام ائمہ و فقہاء کے نزدیک میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا ضروری ہے، لیکن جولوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات، مریض کی عیادت یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ میں یا حرم مکی کے حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو جمہور ائمہ (احناف، مالکیہ اور حنابلہ) کے نزدیک ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام باندھ کر میقات سے آگے بڑھیں۔ حضرت امام شافعیؒ مشہور قول کی رو سے ایسے لوگوں کے لئے احرام کو مستحب قرار دیتے ہیں، لازم قرار نہیں دیتے، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

"ثم الآفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة، عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد لقوله عليه الصلاة والسلام: لا يجاوز أحد الميقات إلا محرما" (الہدایہ مع الفتح ۲/۴۲۵-۴۲۶)۔

(پھر جب آفاقی ان میقات تک پہنچے اور مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ احرام باندھ لے خواہ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو)۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

☆ استاذ المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء پھلواری شریف پٹنہ۔

Marfat.com

"بغیر کسی عذر کے میقات سے تجاوز کرنے کے جواز کے سلسلہ میں اختلاف ہے:
جمہور اس کے ممنوع ہونے کے قائل ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ احرام کے بغیر آگے بڑھنا جائز نہیں۔ ان کے نزدیک اس میں کوئی تفریق نہیں ہے کہ حج وعمرہ میں سے کسی عبادت کے لئے داخل ہو رہا ہے یا کسی اور مقصد سے اور جو شخص احرام کے بغیر میقات سے آگے بڑھے گا گنہگار ہوگا اور اس پر دم واجب ہوگا اور ابن عمر اور ناصر سے مروی ہے اور امام شافعی کا آخری قول یہی ہے اور ابو العباس کا ایک قول یہی ہے کہ احرام صرف اس شخص پر واجب ہے جو دونوں عبادتوں میں سے کسی ایک کے لئے داخل ہو، اور جو شخص محض داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اس پر احرام واجب نہیں ہے" (نیل الاوطار ۴/۳۰۰)۔

المہذب میں ہے:

"ومن حج أو اعتمر حجة الإسلام وعمرته ثم أراد دخول مكة لحاجة... وإن كان دخوله لتجارة أو زيارة ففيه قولان (أشهرهما) أنه لا يجوز أن يدخل إلا لحج أو عمرة... والثانى أنه يجوز" (المہذب مع المجموع ۷/۱۰)۔

(جو شخص اسلامی حج اور عمرہ کر لے پھر کسی ضرورت سے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے.... تو اگر اس کا داخلہ تجارت یا ملاقات کی غرض سے ہو تو اس سلسلے میں (امام شافعی کے) دو قول ہیں، زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ حج یا عمرہ کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں... اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے)۔

امام شافعی کے زیادہ مشہور اور صحیح قول کے سلسلے میں بھی اختلاف ہے، صاحب مہذب نے تو وجوب ہی کے قول کو اشہر قرار دیا ہے، البتہ علامہ نووی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ ابن القاص، مسعودی، بغوی اور دوسرے حضرات نے وجوب کو صحیح قرار دیا ہے، اور شیخ ابو حامد اور ان کے اصحاب، شیخ ابو محمد جوینی، غزالی اور اکثر لوگوں نے استحباب کے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام شافعی کی عام کتابوں میں اسی کی صراحت ہے۔ اس قول کی بنیاد پر ایسے لوگوں کے لئے بغیر احرام

Marfat.com

کے حرم میں داخل ہونا مکروہ ہے (المجموع شرح المہذب ۱۱/۷)۔

بہر حال امام شافعی کا مشہور اور راجح قول احرام کے استحباب کا ہے۔ جو حضرات ائمہ ایسے لوگوں کے لئے احرام کے بغیر میقات سے تجاوز کرنے کو جائز نہیں کہتے ان کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت ہے:

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یجاوز الوقت إلا بإحرام" (فتح القدیر ۲/۴۲۶ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ و الطبرانی)۔

(حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میقات سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کیا جائے)۔

یہ روایت مختلف طرق سے الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ (مصنف ابن ابی شیبہ، طبرانی، بیہقی ۵/۲۹، کتاب الام للشافعی ۲/۱۱۸ وغیرہ میں) مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح مروی ہے۔ کسی روایت میں "لا یدخل أحدکم مکة إلا محرما ورخص للحطابین" اور کسی میں "لا یجاوز أحد المیقات إلا محرما" کے الفاظ ہیں۔

جمہور ائمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عام حکم دیا گیا ہے کہ کوئی شخص بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے، اس میں حج اور عمرہ کی کوئی قید نہیں ہے۔ لہذا یہ حکم ہر داخل ہونے والے کے لئے عام ہوگا۔ جمہور ائمہ میں سے امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے لکڑی فروش جیسے ضرورت مندوں کو جنہیں باہر سے بار بار حدود حرم میں آنے کی ضرورت پیش آتی ہے اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

صاحب ہدایہ نے دوسری عقلی دلیل یہ پیش کی ہے کہ میقات سے احرام کا وجوب بیت اللہ اور اس مقدس سرزمین کی تعظیم کے لئے ہے، اور تعظیم ہر داخل ہونے والے کے لئے ضروری ہے۔ خواہ کوئی حج وعمرہ کی نیت سے جائے یا تجارت اور ملاقات وغیرہ کی غرض سے۔ واضح رہے کہ میقات سے احرام باندھنا حج کی شرط نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو مکہ یا میقات کے اندر رہنے

Marfat.com

والوں کو حکم دیا جاتا کہ وہ میقات جا کر حج کا احرام باندھ کر آئیں جبکہ ایسا نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ میقات سے احرام کا حکم اس مقدس خطہ کی تعظیم وتکریم کی خاطر ہے، اور اس علت میں داخل ہونے والے تمام لوگ برابر ہیں اس لئے احرام سب کے لئے واجب ہوگا۔

حضرت امام شافعیؒ راجح قول کی رو سے حج وعمرہ کے علاوہ دیگر مقاصد کے تحت حرم مکی میں داخل ہونے والوں کے لئے احرام کو مستحب کہتے ہیں لازم نہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

"عن جابرؓ أن النبی ﷺ دخل یوم فتح مکة وعلیه عمامة سوداء بغیر إحرام" (رواہ مسلم والنسائی)۔

ان کی دوسری دلیل مسلم شریف کی وہ روایت ہے جس میں آنحضور ﷺ نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لئے جحفہ، اہل نجد کے لئے قرن، اور اہل یمن کے لئے یلملم کو میقات قرار دیا ہے، اور آگے فرمایا:

"فهن لهن ولمن أتی علیهن من غیر أهلهن ممن أراد الحج والعمرة"

(مسلم، کتاب الحج، باب مواقیت الحج)۔

(پس یہ میقات ان مقامات والوں کے لئے ہیں اور اسی طرح باہر کے ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان سے ہو کر گزریں، ان لوگوں کے لئے جو حج وعمرہ کا ارادہ کرتے ہوں)۔

علامہ نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"یہ حدیث مذہب صحیح پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص میقات سے گزرے اور حج وعمرہ کا ارادہ نہ ہو تو اس پر مکہ میں داخل ہونے کے لئے احرام ضروری نہیں ہے" (نووی علی المسلم ۱/ ۳۷۲)۔

جمہور کی طرف سے پہلی حدیث کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضور ﷺ کا بغیر احرام کے داخل ہونا حضور ﷺ کی خصوصیت تھی، جیسا کہ خود حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے:

Marfat.com

"مكة حرام لم تحل لأحد قبلي ولا لأحد بعدي وإنما حلت لي ساعة من نهار ثم عادت حراما" (مکہ حرام ہے، وہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا ہے اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا، اور میرے لئے بھی وہ دن کی ایک گھڑی میں حلال ہوا تھا پھر پہلے کی طرح حرام ہوگیا)۔

قتال اور جہاد کی غرض سے مکہ میں داخل ہونا بغیر احرام کے بالاجماع جائز ہے (فتح القدیر۔ فصل فی المواقیت ۲ر ۴۲۷)، معلوم ہوا کہ قتال اور جہاد حلت کی علت نہیں تھی وہ تو سب کے لئے ہے، اس میں آنحضور ﷺ کی کیا خصوصیت ہے۔

صاحب فتح القدیر نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ "امام محمد نے فرمایا کہ ہمیں حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمرؓ مکہ سے قدید کی طرف نکلے پھر وہاں سے مکہ واپس ہوئے اور فرمایا: اسی طرح مکی اگر کسی ضرورت سے مکہ سے نکلے اور میقات تک پہنچ جائے لیکن اس سے آگے نہ بڑھے تو وہ وہاں سے بغیر احرام کے مکہ لوٹ سکتا ہے، لیکن اگر وہ میقات سے تجاوز کر جائے تو پھر اس کے لئے درست نہ ہوگا کہ وہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو (فتح القدیر)۔

۲- فقہ حنفی کی تصریحات کی رو سے ایسے لوگوں کے لئے بھی جو تجارتی غرض سے یا ٹیکسی ڈرائیور یا کمپنیوں کے ایجنٹ جنہیں بار بار حدود حرم کے اندر باہر آمدورفت کرنی پڑتی ہے میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرنا جائز نہیں صرف وہ لوگ جو داخل میقات ہیں وہ بغیر احرام کے آمدورفت کرسکتے ہیں۔ چنانچہ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

"اور جو شخص میقات کے اندر ہو وہ اپنی ضرورت سے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوسکتا ہے، کیونکہ مکہ میں اس کا داخلہ کثرت سے ہوتا ہے، اور ہر مرتبہ احرام کے واجب کرنے میں کھلا ہوا حرج ہے، لہذا وہ مکہ والوں کی طرح ہوگیا جن کے لئے اپنی ضرورت سے مکہ سے نکلنا پھر مکہ میں داخل ہونا بغیر احرام کے جائز ہے" (الہدایہ مع الفتح ۲ر ۴۲۷)۔

البتہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایسی ضرورت کے تحت بغیر احرام کے

Marfat.com

داخلہ کی اجازت میقات سے باہر رہنے والوں کے لئے بھی ہے۔

اور المدونۃ الکبریٰ میں ہے:

''امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ طائف، عسفان اور جدہ کے وہ لوگ جو میوے اور گندم لے کر بار بار آتے ہیں اور لکڑی والے اور ان کے مشابہ لوگ، تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ وہ بغیر احرام کے داخل ہوں، کیونکہ یہ چیز (یعنی احرام کی پابندی) ان کے لئے پریشانی کا باعث ہوگی'' (المدونۃ الکبریٰ ۱/ ۳۷۸، نیز دیکھئے: بدایۃ المجتہد ۱/ ۲۳۷)۔

ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں:

''جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرنا جائز نہیں الا یہ کہ جائز لڑائی کے لئے یا بار بار پیش آنے والی ضرورت کے تحت کوئی داخل ہو، جیسے لکڑی بیچنے والا وغیرہ'' (المقنع ۱/ ۳۹۰)۔

حضرت ابن عباسؓ کی ایک موقوف روایت میں جمالین اور حطابین کا استثناء موجود ہے:

''**روى حرب عن ابن عباسؓ لا يدخل إنسان مكة إلا محرما إلا الجمالين والحطابين وأصحاب منافعها**'' (الشرح الکبیر شرح المقنع ۱/ ۳۹۵)۔

(حرب نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ احرام کے بغیر کوئی شخص مکہ میں داخل نہ ہو سوائے اونٹ لے جانے والوں اور لکڑی بیچنے والوں اور ان کے منافع کے مالکوں کے لئے)۔

اس لئے دفع حرج، رفع مشقت اور ازالہ ضرر کے لئے ایسے حاجت مندوں کو احرام کے بغیر میقات سے تجاوز کرنے کی اجازت دینی ہوگی، اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

۳- مکی کے لئے تمتع اور قران کا حکم

مکہ مکرمہ میں مقیم شخص خواہ وہ مکہ کا باشندہ ہو یا تجارت و ملازمت وغیرہ کے سلسلہ میں

Marfat.com

وہاں مقیم ہوا گر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کے لئے حج کے مہینوں کے شروع ہو جانے کے بعد عمرہ کرنا حنفیہ کے نزدیک درست نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں مکی کے لئے تمتع یا قران کی گنجائش حنفیہ کے نزدیک نہیں ہے، بلکہ وہ گنہ گار ہوگا اور اس کی وجہ سے اس پر دم لازم آئے گا۔ ائمہ ثلاثہ (مالکؒ، شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک مکی کے لئے تمتع اور قران بلا کراہت درست ہے (فقہ السنہ ۱؍۶۵۹) اور اس کی وجہ سے اس پر کوئی دم (دم تمتع یا دم جنایت) واجب نہیں۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالی نے تمتع کا ذکر کیا ہے وہاں اخیر میں اس کی صراحت کر دی ہے کہ یہ سہولت مسجد حرام کے باہر رہنے والوں یعنی آفاقیوں کے لئے ہے:

"فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى، فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام في الحج وسبعة إذا رجعتم، تلك عشرة كاملة، ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام" (البقرہ؍۱۹۶)۔

اس آیت میں تمتع سے مراد تمتع اصطلاحی نہیں ہے بلکہ ایک سفر میں حج وعمرہ کو جمع کر کے فائدہ اٹھانا مراد ہے جس میں تمتع اور قران دونوں داخل ہیں۔ اس آیت کے اخیر میں فرمایا گیا "ایک ساتھ حج وعمرہ دونوں سے انتفاع کی سہولت اور گنجائش ان لوگوں کے لئے ہے جو مسجد حرام کے قریب رہنے والے نہ ہوں"۔

اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ "ذلک" کا مشار الیہ ہدی ہے جو قریب ہے، اور مطلب یہ ہے کہ تمتع اور قران کرنے کی وجہ سے دم تمتع یا اس کا بدل یعنی روزہ ان لوگوں پر لازم ہے جو باہر سے آئے ہیں، کیونکہ ان پر واجب تھا کہ حج کا احرام میقات سے باندھتے مگر جب انہوں نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام میقات سے نہیں باندھا تو اس کی وجہ سے حج میں خلل پیدا ہوا جس کی تلافی شریعت نے دم کے ذریعہ کرائی، اور مکی کے لئے میقات سے حج کا احرام باندھنا واجب نہیں ہے اس لئے اگر وہ تمتع کرے تو اس کی وجہ سے اس سے حج

Marfat.com

میں کوئی خلل پیدا نہ ہوگا، اس بنا پر نہ اس پر ہدی واجب ہوگی نہ اس کا بدل یعنی دس دنوں کا روزہ (التفسیر الکبیر ۱۳۵/۳)۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں امام شافعیؒ کے مسلک کی پرزور وکالت کی ہے اور حنفیہ کے دلائل کا جواب دیا ہے، لیکن شوافع کا استدلال چند وجوہ سے کمزور معلوم ہوتا ہے:

اول: یہ کہ ذلک اسم اشارہ بعید ہے، یہ ضمیر نہیں ہے جس کا قریب مرجع تلاش کیا جائے اور جسے زیادہ قریب کی طرف لوٹانا بہتر ہو۔ ذلک جب اسم اشارہ بعید ہے تو ابعد کو اس کا مشار الیہ قرار دینا بہتر ہے، اور وہ تمتع اور قران ہے جو " فمن تمتع " سے سمجھ میں آرہا ہے، نہ کہ ہدی جو کہ قریب ہے۔

دوم: نظم کلام سے بھی یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ ذلک کا مشار الیہ تمتع ہے نہ کہ ہدی، کیونکہ "ذلک لمن" کہا گیا "ذلک علی من" نہیں کہا گیا ہے، ''لام' انتفاع کے لئے آتا ہے اور ''علی'' الزام کے لئے، یہ بھی اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ذلک کا مشار الیہ تمتع ہے، جس میں حاجی ایک سفر سے حج وعمرہ دونوں کا شرف اور فائدہ حاصل کرتا ہے، اگر اس کا مشار الیہ ہدی ہوتا تو اس کے لئے "ذلک علی من" کی تعبیر مناسب تھی، کیونکہ ہدی تو اس پر لازم ہو رہی ہے۔

سوم: یہ کہنا کہ ذبح ہدی کا حکم اس نقص اور خلل کی تلافی کے لئے ہے جو میقات سے احرام نہ باندھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے صحیح معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ کسی عبادت میں نقص اور خلل تو حکم شرعی کی خلاف ورزی سے پیدا ہوتا ہے اور تمتع کی اجازت جب خود اللہ اور اس کے رسول نے دی تو پھر اس میں خلل پیدا ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ قران میں تمتع کی اجازت تو اسی آیت سے ثابت ہے اور حدیث میں ابن عباسؓ کی روایت صحیحین میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ مکہ پہنچنے کے بعد جو صحابہ اپنے ساتھ ہدی نہیں لائے تھے انہیں حکم دیا کہ عمرہ کر کے احرام سے حلال ہو جائیں پھر آٹھویں ذی الحجہ کو آپ نے ان صحابہ کو حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا، اور اس طرح

Marfat.com

انہوں نے حج وعمرہ کو جمع کیا۔ تو اگر آفاقی کے حج کا احرام مکہ سے باندھنے سے حج میں کوئی خلل پیدا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ بھلا انہیں یہ حکم کیونکر دے سکتے تھے۔

چہارم: اگر دم تمتع وقران دم جنایت ہے جو آفاقی پر میقات سے احرام نہ باندھنے کی وجہ سے ہے تو اس کا وجوب صرف متمتع پر ہونا چاہئے قارن پر نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اس نے تو حج کا احرام بھی میقات سے باندھا ہے۔ پھر تو اس کے حج میں کوئی خلل لازم نہیں آیا کہ جس کی وجہ سے دم کے ذریعہ اس کی تلافی کرائی جائے، جبکہ دم جس طرح متمتع پر ہے اسی طرح بالاتفاق قارن پر بھی ہے۔

پنجم: اگر تمتع کی وجہ سے حج میں خلل پیدا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں وہ حج اِفراد سے افضل نہیں ہوسکتا جس میں وہ خلل نہیں ہوتا ہے، جبکہ امام شافعی تمتع کو نہ صرف اِفراد بلکہ قران سے بھی افضل قرار دیتے ہیں، اس لئے راجح قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ دم تمتع اور قران دم شکر ہے جو ایک سفر اور ایک سال میں دو عبادتوں کی توفیق اور دو عبادتوں کو جمع کرنے کے شکرانے میں اس پر شارع نے لازم کیا ہے، اس لئے اس سے اس کا کھانا بھی جائز ہے۔

۴- ابن عربی نے احکام القرآن میں تمتع کی صحت کے لئے آٹھ شرائط کا تذکرہ کیا ہے: اول یہ کہ حج وعمرہ دونوں کو جمع کرے، دوم یہ کہ دونوں عبادتیں ایک ہی سفر میں انجام پائیں، سوم یہ کہ ایک ہی سال میں ہوں، چہارم یہ کہ حج کے مہینوں میں ہوں، پنجم یہ کہ عمرہ حج سے مقدم ہو، ششم یہ کہ دونوں کا احرام ایک ساتھ نہ باندھا جائے (کہ یہ قران ہے) بلکہ حج کا احرام عمرہ سے فراغت کے بعد باندھے، ہفتم یہ کہ حج اور عمرہ دونوں ایک ہی شخص کی طرف سے ہو، ہشتم یہ کہ تمتع کا یہ عمل غیر اہل مکہ کی طرف سے ہو (احکام القرآن ۱/۱۲۶)۔

تمتع کی صحت کے لئے مذکورہ بالا تمام شرائط تقریباً متفق علیہ ہیں، اس میں آٹھویں شرط یہ ہے کہ متمتع آفاقی ہو مکی نہ ہو۔ فقہ حنفی کی کتابوں (البحر الرائق، شامی وغیرہ) میں بھی یہ شرط مذکور ہے اور یہ کہ حج وعمرہ کے درمیان المام صحیح نہ پایا جائے یعنی متمتع عمرہ کے افعال سے فارغ

Marfat.com

ہونے کے بعد اپنے گھر لوٹ کر نہ آئے، حنفیہ کے نزدیک گھر لوٹ کر آنے سے تمتع باطل ہوجائے گا، لیکن بعض دوسرے ائمہ کے نزدیک سفر کر کے میقات سے باہر چلا جانا بھی مبطل تمتع ہے خواہ گھر آئے یا نہیں۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

''اور متمتع عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد اگر اپنے شہر لوٹ آئے اور وہ پہلے سفر میں ہدی اپنے ساتھ نہیں لے گیا تھا تو اس کا تمتع باطل ہوجائے گا کیونکہ وہ دونوں عبادتوں کے درمیان اپنے گھر آ گیا اور المام صحیح پایا گیا اور المام صحیح کی وجہ سے تمتع باطل ہوجاتا ہے۔ متعدد تابعین سے یہی منقول ہے'' (۱/۲۶۳، کتاب الحج باب التمتع)۔

پھر حاشیہ میں لکھا ہے کہ گھر آ جانے کی وجہ سے تمتع کے باطل ہونے کا قول امام طحاوی نے کتاب احکام القرآن میں سعید ابن المسیب، عطا، مجاہد اور ابراہیم سے نقل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا عمرہ کے بعد گھر آنا تمتع کو باطل کردیتا ہے۔ اور مکی کے ساتھ صورت حال یہ ہے کہ وہ عمرہ کے افعال سے فراغت کے بعد اپنے گھر میں ہے، اس لئے اس کا عمرہ باطل ہوگیا، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''فقہاء نے صراحت کی ہے کہ گھر نہ آنا تمتع کی صحت کے لئے شرط ہے، قران کی صحت کے لئے نہیں، اور یہ کہ المام صحیح تمتع کو باطل کردیتا ہے، اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ مکی کا تمتع باطل ہے چونکہ اس کے دونوں احراموں (یعنی حج وعمرہ کے احراموں) کے درمیان المام صحیح پایا جاتا ہے (حاشیہ ردالمحتار ۲/۱۹۸)۔

ائمہ ثلاثہ (ابوحنیفہ، مالک اور احمد بن حنبل) کے مسلک کی رو سے میقات سے باہر مکہ مکرمہ آنے والے ہر شخص کے لئے (خواہ اس کی نیت حج وعمرہ کی نہ ہو) میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا ضروری ہے۔ اس لئے مکہ مکرمہ میں مقیم جو حضرات حج کا ارادہ رکھتے ہوں اگر وہ اپنی کسی ضرورت سے حج کے مہینوں میں میقات سے باہر جائیں، پھر مکہ مکرمہ واپس آئیں تو انہیں عمرہ کا احرام باندھ کر ہی میقات کے اندر داخل ہونا چاہئے، اور عمرہ کے ارکان واعمال ادا کرنا

Marfat.com

چاہئے، یہ عمرہ ممنوع نہیں ہوگا۔ اور نہ امسال حج کرنے کی وجہ سے وہ متمتع قرار پائے گا، کیونکہ تمتع کی صحت کے لئے عمرہ کی ادائیگی کے بعد گھر نہ آنا شرط ہے، اور مکی اپنے گھر میں ہے اس بنا پر وہ متمتع نہیں ہوسکتا۔

مکی کو تمتع اور قران سے روکنے کی حکمت یہ ہے کہ جو لوگ باہر ملکوں سے مکہ آتے ہیں ان میں سے اکثر کو دوبارہ مکہ لوٹنا نصیب نہیں ہوتا (کم از کم اسی فی صد لوگ تو ایسے ہوتے ہیں) اس لئے آفاقیوں کے لئے شریعت نے یہ گنجائش رکھی ہے کہ وہ ایک ہی سفر میں عمرہ کی فضیلت اور شرف بھی حاصل کرلیں اور جو لوگ مکہ میں ہیں ان کے لئے سال بھر عمرہ کا موقع ہے۔ اگر مکہ والے بھی ان دنوں میں عمرہ کریں گے تو ازدحام زیادہ ہوگا اور عمرہ میں خود ان کو اور باہر سے آنے والے اللہ کے مہمانوں کو زحمت اور دشواری ہوگی، اس لئے طرفین کو مشقت اور مزاحمت سے بچانے کے لئے مکیوں کو تمتع سے منع کیا گیا۔ حتی کہ حج کا زمانہ شروع ہوجانے کے بعد تنہا عمرہ سے بھی روکا گیا، "بل اختار أيضا منع المكي من العمرة المجردة في أشهر الحج وإن لم يحج" (حاشیہ ردالمحتار ۲/۱۹۸)۔

اور مکہ کے باشندے یا مکہ میں مقیم حضرات اگر کسی ضرورت سے میقات کے باہر جائیں تو واپسی میں انہیں عمرہ کا احرام باندھ کر ہی آنا ہے، یہ حد ممانعت میں ہرگز داخل نہیں ہے بلکہ ضرورتا ہے۔ اور واقعی ضرورتوں کی بنیاد پر جو اہل مکہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں انہیں باہر جانے سے باز نہیں رکھا جا سکتا کہ اس میں بہت حرج اور مشقت ہے "والحرج مدفوع" اور "المشقة تجلب التيسير"۔ پھر یہ کہ یہ عمرہ تمتع کے ارادہ سے نہیں ہے بلکہ ضرورتا اور شریعت کے مقرر کردہ ضابطہ کی تعمیل کے طور پر ہے۔ اگر وہ عمرہ کے احرام کے بغیر میقات سے آگے بڑھیں تو شریعت کے اس ضابطہ کی خلاف ورزی ہوتی ہے جو اس مقدس سرزمین اور کعبۃ اللہ کی تعظیم واحترام کے طور پر شریعت نے مقرر کیا ہے، اور جمہور ائمہ کے نزدیک ایک محظور شرعی کا ارتکاب لازم آتا ہے اور اس پر دم واجب ہوتا ہے، اس لئے وہ بلا تکلف عمرہ کرے گا، اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ وہ

Marfat.com

اس عمرہ کی وجہ سے اگر اسی سال حج بھی کر لے تو متمتع قرار نہیں پائے گا چونکہ المام صحیح دونوں احراموں کے درمیان پایا گیا جو تمتع کے بطلان کا سبب ہے، اس لئے اس صورت میں اس پر نہ دم جنایت لازم آئے گا نہ دم تمتع، ہاں جن لوگوں کو بار بار آمد و رفت کی ضرورت پڑتی ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

۵-سفر حج میں آفاقیوں کے لئے ایک سے زائد عمرہ کرنے کا مسئلہ

تمتع کرنے والے آفاقیوں کے لئے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد اور حج کا احرام باندھنے سے قبل یا آفاقی حجاج کرام کے لئے حج سے فراغت کے بعد مزید عمرے ادا کرنے کا مسئلہ بھی حج کے اہم مسائل میں سے ہے، اور اس وقت وہ عوام وخواص کے درمیان بحث ومباحثہ اور فکر ونظر کا موضوع بنا ہوا ہے۔ مختلف بیرونی ممالک بالخصوص برصغیر ہندوپاک اور بنگلہ دیش کے مسلمان بار بار عمرہ کرنے کے عادی ہیں اور فقہ کی متداول کتابوں میں اس کی اجازت ملتی ہے جبکہ حرمین شریفین کے علماء اسے بہت سختی سے منع کرتے ہیں اور اسے بدعت اور معصیت قرار دیتے ہیں۔

مانعین کے دلائل یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے ایک سفر میں ایک سے زائد عمرہ کرنے کا ثبوت نہیں ہے، اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے زیادہ عبادت اور خیر کا حریص اور کون ہوسکتا ہے اور ہمیں ان ہی کی اقتداء اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے، لہذا ہمیں بھی ایک سفر میں ایک سے زیادہ عمرہ نہیں کرنا چاہئے۔

جبکہ جواز کے قائلین ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں عمرہ کی عمومی فضیلت بیان کی گئی ہے اور بار بار عمرہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ دو عمرے اپنے بیچ کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں اور حج اور عمرہ فقر اور گناہ کو اس طرح دور کردیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کچیل کو۔ اور بدعت اسے کہتے ہیں جس کی دین میں کوئی اصل اور

Marfat.com

اساس نہ ہو، اور قرآن وحدیث میں نہ صرف عمرہ کی اجازت دی گئی ہے بلکہ اس کی غیر معمولی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے، اور پے در پے عمرہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور سفر حج میں حج سے فراغت کے بعد عمرہ کا ثبوت خود آنحضور ﷺ کی اجازت سے موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو تنعیم سے عمرہ کرنے کی اجازت دی اور ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کے ہمراہ انہیں تنعیم سے عمرہ کرایا تھا، یہ اس کے جواز کی کھلی نظیر اور دلیل ہے، اس لئے بہت سے فقہاء نے اسے جائز قرار دیا ہے، اور خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں حج تو ایک ہی کیا لیکن عمرے چار کئے جس سے اس کی کثرت وتعدد کا پسندیدہ ہونا معلوم ہوتا ہے، یہ صحیحین کی روایت ہے جس کے راوی حضرت انسؓ ہیں۔

دلائل کی قوت دونوں طرف ایسی ہے کہ کوئی ایک فیصلہ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے، لیکن دونوں طرف کے دلائل، اسلاف کرام کے تعامل اور ان کے ارشادات وفرمودات کی روشنی میں اس مسئلہ پر غور وفکر کیا جائے اور اس کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا جائے تو مسئلہ کا حل دریافت ہو جاتا ہے اور دو انتہاؤں کے بیچ میں توسط اور اعتدال کی راہ نکل آتی ہے، اور وہ یہ کہ تمتع والے عمرہ سے فراغت کے بعد اور حج کا احرام باندھنے سے قبل آفاقی حجاج کے لئے مزید عمرے کرنا کم از کم مکروہ اور خلاف اولی تو ضرور ہے۔ قارن اور مفرد بالحج کے حق میں تو اس کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ انہوں نے میقات سے حج کا احرام باندھا ہے جو مزید کسی عمرہ سے مانع ہے۔ متمتع کے لئے عمرہ سے فراغت کے بعد مزید عمرے کرنا کراہت سے اسلئے خالی نہیں کہ اس میں وہی علت پائی جاتی ہے جس کی بنا پر اہل مکہ کو حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے روکا گیا ہے۔ واضح رہے کہ اس سلسلہ میں فقہ حنفی کی کتابوں میں دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں۔ علامہ شامی نے لباب سے نقل کیا ہے کہ متمتع حج کے احرام سے قبل مزید عمرے نہیں کرے گا کیونکہ وہ مکی کے حکم میں ہو گیا اور مکی گرچہ حج کا ارادہ نہ رکھتا ہو پھر بھی اس کے لئے عمرہ کرنا ممنوع ہے۔ صاحب فتح القدیر نے اسی قول کو ترجیح دیا ہے، لیکن صاحب البحر الرائق وغیرہ اس ممانعت کو اس صورت پر محمول کرتے ہیں

Marfat.com

جبکہ اس سال حج کا ارادہ ہو۔ اور صاحب غنیہ نے بالکل جائز لکھا ہے سوائے پانچ دنوں کے یعنی نویں ذی الحجہ سے تیرہویں تک، مجموعی لحاظ سے کراہت کا قول راجح معلوم ہوتا ہے (شامی ۲/۲۶۸، غنیۃ/۱۱۵)۔

اور جہاں تک حج سے فراغت کے بعد مزید عمروں کا سوال ہے تو اس میں اتنا غلو صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ روزانہ ایک عمرہ کیا جائے احادیث وآثار اور سلف صالحین کے اقوال اور تعامل سے اس کی تائید نہیں ہوتی، ابن قدامہ حنبلی نے ''المغنی'' میں اس مسئلہ سے متعلق صحابہ کرام اور سلف صالحین کے اقوال و آراء نقل کئے ہیں جن سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے (دیکھئے: المغنی ۳/۲۲۷)۔

بہر حال ان اقوال وآراء کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پے در پے عمرہ کرنے اور نہ کرنے کے سلسلے میں ان میں خود اختلاف ہے۔ زیادہ حضرات کا رجحان ترک کے اولی ہونے کی طرف ہے یعنی کثرت سے عمرے نہ کرنا افضل ہے، جبکہ کچھ لوگ مسلسل عمرہ کرنے کو پسندیدہ قرار دیتے ہیں، بہر حال ان کے اقوال اور تعامل سے اس تشدد اور تصلب کا ثبوت نہیں ملتا جو اس دور کی خصوصیت ہے، ان کا اختلاف افضلیت اور اولویت ہی کے سلسلہ میں ہے،

۶- رمی جمار میں نیابت کا مسئلہ

مرض اور دوسرے معقول اعذار کی بنیاد پر رمی جمرات میں نیابت ہوسکتی ہے، خصوصاً مریضوں، عورتوں اور بوڑھوں کے لئے جو خود سے رمی نہیں کرسکتے، کیونکہ جو چیز انسان کی قدرت اور استطاعت سے باہر ہو شریعت اسے اس کا مکلف نہیں بناتی، اور جس عمل سے کسی کو سخت مشقت اور تنگی کا سامنا کرنا پڑے اس میں وہ اپنا نائب بنا کر اس سے انجام دلا سکتا ہے، لیکن اس کے لئے یہ شرط ہے کہ دوسرے کی طرف سے رمی کرنے والا پہلے اپنی رمی سے فارغ ہو جائے اس کے بعد معذور کی طرف سے رمی کرے۔ حنفیہ اور مالکیہ نے کراہت کے ساتھ اس صورت کو بھی

Marfat.com

جائز لکھا ہے کہ ایک کنکری اپنی طرف سے مارے اور دوسری معذور کی طرف سے۔ صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم فتح القدیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وفي فتح القدير: من كان مريضا لا يستطيع الرمي يوضع في يده ويرمي بها أو يرمي عنه غيره، و كذا المغمى عليه، ولو رمى بحصاتين إحداهما لنفسه والأخرى للآخر جاز ويكره" (البحر الرائق ۲/۳۷۵-۳۷۶)۔

(فتح القدیر میں ہے کہ جو شخص ایسا مریض ہو کہ رمی نہ کرسکتا ہو اس کے ہاتھ میں کنکری رکھی جائے گی اور اس کے ہاتھ سے پھینکی جائیگی یا اس کی طرف سے کوئی اور رمی کرے گا، اسی طرح بے ہوش آدمی کی رمی کوئی اور کردے گا، اور اگر یکے بعد دیگرے دو کنکری پھینکی ایک اپنے لئے اور دوسری دوسرے کے لئے تو کراہت کے ساتھ جائز ہے)۔

اوپر کی تمہید کی روشنی میں مذکورہ سؤالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

الف- عمل رمی میں ایک شخص دوسرے کی نیابت کرسکتا ہے۔

ب- رمی میں نیابت صرف مریض، معذور اور عورت کے لئے ہوسکتی ہے۔

وہ معذوری جس کی وجہ سے رمی میں نیابت جائز ہے اس کی حد یہ ہے کہ خود سے رمی نہ کرسکے یا ضعف اور مرض کی وجہ سے رمی میں شدید مشقت لاحق ہو۔ ازدحام عورتوں، مریضوں اور بوڑھوں کے حق میں عذر سمجھا جائے گا، لہذا جو لوگ صحت مند ہونے کے باوجود محض کسل اور آرام پسندی کی وجہ سے رمی کے واسطے کسی دوسرے کو اپنا نائب بنائیں گے ان کی رمی درست نہیں ہوگی، اور واجب کے ترک کی بنا پر ان پر دم واجب ہوگا۔

۷- حالت احرام میں گرفتاری کا حکم

سعودی عرب میں مقیم وہ غیر ملکی حضرات جو حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جائیں، حنفیہ کے نزدیک ایسے لوگ

Marfat.com

محصر کے حکم میں ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک جس طرح دشمن کے روکنے سے احصار متحقق ہوتا ہے اسی طرح مرض اور حبس کی وجہ سے بھی متحقق ہو جاتا ہے۔ اب احرام ختم کرنے کے لئے انہیں دم احصار دینا ہوگا یعنی چھوٹے جانور کی قربانی۔ اگر عمرہ کا احرام تھا تو دم کی قربانی کسی دن ہو سکتی ہے، لیکن قربانی حدود حرم میں ضروری ہے، اور حج کا احرام تھا تو دسویں ذی الحجہ سے قبل دم کی قربانی نہیں ہو سکتی، اور قربانی حرم کے اندر ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے احصار کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى ولا تحلقوا رؤوسكم حتى يبلغ الهدى محلّه" (سورۃ البقرۃ:۱۹۶)۔

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہدی کے اپنے حلال ہونے کی جگہ پہنچنے سے قبل اپنا سر نہ منڈاؤ، اور قربانی کے حلال ہونے کی جگہ حرم ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا:

"ثم محلّها إلى البيت العتيق" (الحج:۳۳)۔

اس لئے اگر عمرہ کا احرام ہے اور حرم کے اندر گرفتاری ہوتی ہے تو وہاں دم احصار ذبح کر کے حلال ہو جائے گا، لیکن اگر حج کا احرام ہے تو یوم النحر سے قبل اس کی قربانی نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں وہ اپنی طرف سے کسی کو ذمہ دار بنا دے اور اس سے کہہ دے کہ دسویں ذی الحجہ کو یا اس کے بعد کسی متعین دن میں اس کی طرف سے جانور قربان کر دے، متعینہ تاریخ میں جب ظن غالب ہو جائے کہ جانور ذبح ہو گیا ہوگا تو حلق کرا کر احرام سے نکل جائے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

"محصر اگر حج کا احرام باندھے ہوئے ہے تو اسے چاہئے کہ ہدی کی قیمت بھیج دے کہ اس کے لئے مکہ میں جانور خرید کر قربانی کے دن اسے اس کی طرف سے ذبح کر دیا جائے، پھر وہ اپنے احرام سے حلال ہو جائے گا۔ اور یہ ہمارے علماء کا قول ہے کہ احصار کی ہدی حرم کے ساتھ خاص ہے" (المبسوط ۲/۱۰۶)۔

امام شافعیؒ کے نزدیک احصار دشمن کے علاوہ کسی اور طریقے سے متحقق نہیں ہو سکتا۔ ہاں

Marfat.com

اگر محرم نے احرام کے وقت یہ شرط لگادی تھی کہ اگر کوئی رکاوٹ پیش آجائے تو میں وہیں حلال ہو جاؤں گا جہاں اللہ تعالیٰ مجھے روک دے "فإن حبسني حابس فمحلي حيث حبسني" جیسا کہ حضرت ضباعہ بنت الزبیر ابن عبدالمطلب کے واقعہ میں آتا ہے کہ وہ سر کے درد یا کسی اور تکلیف میں مبتلا تھیں اور خطرہ تھا کہ اگر احرام باندھ لیں اور بیماری کی وجہ سے حج نہ ہو سکے تو پریشانی ہوگی، اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں مشروط احرام باندھنے کا حکم دیا تھا۔ یہ واقعہ صحیحین میں مذکور ہے۔ اس روایت کی بنیاد پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ مشروط احرام باندھنے کی صورت میں اگر گرفتاری یا اور کوئی رکاوٹ مرض وغیرہ پیش آجائے تو محرم حلال ہوجائے گا لیکن دم احصار ان کے نزدیک اسی جگہ ہوسکتی ہے جہاں اسے گرفتار کیا گیا ہے خواہ وہ حل ہو یا حرم۔ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر احرام اس شرط کے ساتھ مشروط تھا تو گرفتاری کی صورت میں وہ وہیں حلال ہوجائے گا، اور ان کے نزدیک اس صورت میں کوئی صدقہ واجب نہیں ہے۔

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب کے وجوب وعدم وجوب کا مسئلہ

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اور ایک قول کی رو سے امام شافعیؒ کے نزدیک بھی متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے، اس میں اگر تقدیم وتاخیر ہوجائے تو دم واجب ہوجاتا ہے، ان حضرات کا استدلال حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس روایت سے ہے:

"من قدم نسكا على نسك فعليه دم"۔

(جو شخص ایک نسک کو دوسرے پر مقدم کردے تو اس پر دم واجب ہے)۔

ان حضرات کی عقلی دلیل یہ ہے کہ جس طرح میقات مکانی میں تاخیر ہوجائے اور کوئی

Marfat.com

شخص احرام کے بغیر میقات سے تجاوز کر جائے تو دم واجب ہوتا ہے، اسی یوم طرح النحر وغیرہ میں جس عمل کے لئے جو وقت مقرر ہے مثلاً رمی، نحر، حلق، ان میں اگر تاخیر ہو جائے تو اس صورت میں بھی قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ دم واجب ہو (الہدایۃ مع الفتح ۲ر ۶۳)۔

امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور صاحبین کے نزدیک یہ ترتیب مسنون ہے واجب نہیں، اور خلاف ترتیب ہو جانے پر کچھ واجب نہیں۔ ان حضرات کا استدلال صحیحین کی درج ذیل روایت سے ہے:

"حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں لوگوں کے لئے کھڑے ہوئے، لوگ آپ سے مسائل پوچھ رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے معلوم نہیں تھا اس لئے ذبح کرنے سے قبل میں نے سر منڈا لیا، آپ نے فرمایا: اب ذبح کر لو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے خبر نہیں تھی اس لئے میں نے رمی سے قبل ذبح کر لیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا: اب رمی کر لو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ تقدیم وتاخیر کے سلسلہ میں جس چیز کے بارے میں بھی آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ جو کام باقی رہ گیا ہے اسے کر لو اس میں کوئی حرج نہیں ہے" (صحیح مسلم ۱ر ۴۲۱، باب جواز تقدیم الذبح علی الرمی)۔

احناف اور مالکیہ کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس حدیث سے صرف یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی گناہ نہیں ہے، لاحرج سے گناہ اور فساد کی نفی ہوتی ہے، دم کے واجب ہونے کی نفی نہیں ہوتی، اور دوسری حدیث سے دم کا وجوب ثابت ہو رہا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعد میں حضور ﷺ نے وجوب دم کا حکم بیان فرمایا ہو۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث کے ایک راوی حضرت عبد اللہ بن عباس بھی ہیں، انہوں نے اس حدیث کو ترتیب کی اباحت اور استحباب پر محمول نہیں کیا ہے بلکہ وجوب پر محمول کیا ہے۔ اور ترتیب کے خلاف ہونے کی صورت میں وہ بھی

Marfat.com

وجوب دم کے قائل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جن لوگوں کا سوال کرنا منقول ہے وہ احکام شریعت سے ناواقف تھے، اس بناپر آپ کی سنت کے خلاف عمل ہوگیا، اس عدم واقفیت کی بنیاد پر آنحضور ﷺ نے انہیں معذور قرار دیا اور انہیں احکام معلوم کرنے کا حکم دیا (فتح القدیر ۲/ ۶۳)۔

لیکن دلائل کے لحاظ سے ترتیب کے عدم وجوب ہی کا قول راجح معلوم ہوتا ہے، اول تو اس لئے کہ ''لاحرج'' کا کلمہ ترتیب کے عدم وجوب پر صراحتاً دلالت کر رہا ہے کیونکہ جو چیز واجب ہو اس کے ترک پر ''لاحرج'' نہیں کہا جاتا۔

دوم یہ کہ سند کے لحاظ سے وہ حدیث اس درجہ کی نہیں ہے جس سے دم کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ سوم یہ کہ ''لاحرج'' والی روایت حجۃ الوداع کی ہے جو لازماً بعد کی ہے، اور اگر دو حدیثوں میں تعارض ہو اور ایک مقدم اور دوسری کا موخر ہونا معلوم ہو تو بعد والی حدیث ناسخ ہوتی ہے، اس لئے ''لاحرج'' والی حدیث ماسبق کے لئے ناسخ ہوگی۔

بہر حال عام حالات میں تو اس ترتیب کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہئے، لیکن حجاج کا غیر معمولی ازدحام، موسم کی شدت، قیام گاہ اور مذبح میں کافی دوری ہونے کی وجہ سے اور سواری نہ ملنے کی وجہ سے خود مذبح جا کر قربانی کرنے کی مشکلات، ایسی مجبوری کی وجہ سے خود فقہ حنفی کی کتابوں میں یہ مسئلہ مصرح ہے کہ ترتیب واجب نہیں رہتی اور اعذار کی بناپر اگر کسی واجب کا ترک ہو جائے تو دم واجب نہیں، حتی کہ اگر وقوف مزدلفہ ازدحام کی وجہ سے چھوٹ جائے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور نہ کوئی گناہ ہے۔ چنانچہ علامہ شامی نے ''البحر الرائق'' کے حوالہ سے لکھا ہے:

''حج کا کوئی واجب عمل اگر کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ جائے تو اس میں کچھ نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر وقوف مزدلفہ بھیڑ کے خوف سے چھوڑ دے تو اس پر کوئی دم نہیں ہے۔ جیسے کہ حائضہ عورت کا حیض کی وجہ سے طواف صدر چھوٹ جائے تو کچھ نہیں ہے'' (حاشیہ رد المحتار ۲/ ۲۳۵، غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک/ ۱۳۸)۔

Marfat.com

لہذا ایسے اعذار کی بنیاد پر اگر ترتیب کے خلاف عمل ہو جائے اور رمی، ذبح، حلق میں تقدیم وتاخیر ہو جائے تو اس میں نہ کوئی گناہ ہے نہ دم۔

۹-حج بدل میں تمتع اور قران کا حکم

حج بدل میں جن فقہاء نے تمتع کو ناجائز قرار دیا ہے اس کی دو علتیں ذکر کی ہیں: ایک تو یہ کہ اگر ایک معذور اور عاجز شخص نے دوسرے کو اپنی طرف سے حج کے لئے بھیجا تو مامور اس بات کا مکلّف ہے کہ وہ بھیجنے والے کی طرف سے میقاتی حج کرے، کیونکہ مثلاً کوئی ہندوستانی حج کے لئے جائے گا تو اس کی میقات یلملم ہے، وہ یلملم سے حج کا احرام باندھے گا، اور اس کا حج میقاتی ہوگا، اور تمتع کی صورت میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے، پھر عمرہ کے افعال سے فراغت کے بعد حج کے لئے ۸ رذی الحجہ کو مکہ ہی سے احرام باندھا جاتا ہے تو اس صورت میں یہ حج مکی ہو جاتا ہے میقاتی نہیں رہتا۔

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

''اور اگر آمر نے حج کا حکم دیا تھا اور مامور نے اشہر حج میں پہلے عمرہ کر لیا پھر مکہ سے حج کیا تو امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے قول کی رو سے وہ حکم آمر کی خلاف ورزی کرنے والا سمجھا جائے گا، کیونکہ وہ اس بات پر مامور ہے کہ میت کی طرف سے میقات سے حج کرے اور تمتع کرنے والا جوف مکہ سے حج کرتا ہے اور یہ اس کے حکم کے خلاف ہے'' (المبسوط، ردالمحتار ۴ر ۳۲)۔

اور حج بدل میں تمتع کے عدم جواز کی دوسری علت یہ ذکر کی گئی ہے کہ اس میں بھیجنے والے کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ جو معذور اپنی طرف سے کسی کو حج کے لئے بھیج رہا ہے، اس پر صرف فریضہ حج ہے اور اسی کی ادائیگی کا اس نے مامور کو حکم دیا ہے۔ لہذا اگر وہ قران یا تمتع کرتا ہے تو اس میں اس کے حکم کی مخالفت لازم آتی ہے جبکہ یہ حج میں آمر کا نائب ہے، پھر تمتع اور قران کی صورت میں دم تمتع اور قران بھی واجب ہوگا جس کا آمر مکلّف نہیں ہے۔

Marfat.com

جہاں تک پہلی علت کا تعلق ہے تو اگر اسے ضروری قرار دیا جائے تو پھر کسی آفاقی کے لئے حج تمتع جائز ہی نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ تمتع کی صورت میں عمرہ میقاتی ہوتا ہے اور حج مکی۔ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کا حج تو راجح قول کی رو سے قران تھا، مگر وہ صحابہ جو قربانی کا جانور ساتھ نہیں لے گئے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تمتع کیا تھا۔ اس سلسلہ میں صحیحین کی روایت درج ذیل ہے:

"وقال ابن عمر تمتع الناس مع رسول الله ﷺ بالعمرة إلى الحج فلما قدم رسول الله ﷺ قال للناس: من لم يكن منكم الهدى فليطف بالبيت و بالصفا والمروة وليقصر ثم ليهل بالحج و يهدى فمن لم يجد هد يا فليصم ثلاثة أيام فى الحج و سبعة إذا رجع إلى أهله" (متفق علیہ)۔

(حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ (مکہ) تشریف لائے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو لوگ ہدی ساتھ نہیں لائے ہیں وہ بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کر کے سر کے بال کا قصر کرا لے پھر حج کا احرام باندھے اور ہدی ذبح کرے (یعنی دم تمتع)، اور جو شخص ہدی نہ پائے وہ تین دن حج کے زمانہ میں اور سات دن اپنے گھر لوٹنے کے بعد روزہ رکھے)۔

تو جن صحابہ نے تمتع کیا ظاہر ہے کہ ان کا حج مکی ہوا میقاتی نہیں اور یہ عمل خود رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تھا، اسلئے اسے غلط نہیں کہا جا سکتا، اکثر ائمہ نے تمتع کو افراد سے افضل قرار دیا ہے۔ بلکہ امام شافعی کے نزدیک تو تمتع سب سے افضل ہے۔ اس لئے یہ علت اصل اور بنیادی نہیں ہے۔ اصل علت آمر کی مخالفت ہی ہے۔ اگر وہ باقی نہ رہے تو پھر تمتع اور قران دونوں کو جائز ہونا چاہئے۔ پس اگر بھیجنے والا زندہ ہے اور اس نے مامور کو اجازت دے دی ہے کہ اپنی سہولت کو پیش نظر رکھ کر جون سا حج چاہے کرلے تو پھر مامور کے لئے تمتع کرنا بھی جائز ہوگا۔ البتہ مامور کو چاہئے کہ سفر سے قبل آمر سے اس کی اجازت حاصل کر لے۔ ارشاد الساری مناسک ملا علی قاری

Marfat.com

میں ہے:

”وينبغي للآمر أن يفوض الآمر إلى المأمور فيقول حجّ عني كيف شئت مفردا أو متمتعا“ (مناسک ر ۳۰۴، نیز دیکھئے: فتاوی قاضیخان ار ۳۰۷)۔

اور آمر کو چاہئے کہ معاملہ مامور کے سپرد کردے اور اس سے یہ کہہ دے کہ میری طرف سے جون سا حج چاہو کرلو، خواہ تنہا حج ہو یا تمتع ہو۔

لیکن اگر میت کی طرف سے حج بدل ہو رہا ہے تو پھر اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ آیا میت پر حج فرض تھا یا نہیں، اگر حج فرض تھا تو اس نے اس کی وصیت کی یا نہیں؟ اگر اس پر حج فرض تھا اور وہ اس کی وصیت کر گیا ہے تو وہ آمر ہوا، اب اگر اس نے وصیت کے ساتھ اس کی بھی صراحت کردی تھی کہ مامور اپنی سہولت کو سامنے رکھ کر جون سا حج چاہے کرسکتا ہے تو پھر مامور کے لئے تمتع اور قران کی بھی اجازت نکل آئی۔ البتہ اگر اس نے صرف حج کی وصیت کی تھی تو اس کی طرف سے حج تمتع جائز نہیں ہوگا۔ اور آمر کی اجازت کے بغیر تمتع کے عدم جواز پر ہمارے تمام ائمہ کا اتفاق ہے، اور اس صورت میں مامور تمتع کرے گا تو یہ حج آمر کی طرف سے نہیں ہوگا اور نہ اس صورت میں میت کے وارثوں کی اجازت معتبر ہوگی، لیکن اگر اس پر حج فرض نہیں تھا یا فرض تھا مگر اس نے وصیت نہیں کی اور اس کے وارثین اس کی طرف سے حج کرا رہے ہیں تو اس صورت میں وارثین کی حیثیت آمر کی ہوئی، ان کی اجازت سے مامور تمتع بھی کرسکتا ہے، قران تو باجازت آمر بالاتفاق جائز ہے بشرطیکہ حج اور عمرہ دونوں آمر کی طرف سے ہو، اسی طرح حج بدل میں تمتع کی صحت کے لئے بھی حج وعمرہ دونوں کا احرام آمر کی طرف سے باندھا جانا ضروری ہے، لیکن اجازت نہ ہونے کی شکل میں امام اعظمؒ کے نزدیک قران بھی صحیح نہیں، اور یہ حج آمر کی طرف سے واقع نہ ہوگا، اور حج کا نفقہ اسے آمر کو لوٹانا پڑے گا، صاحبین نے اسے استحساناً جائز قرار دیا ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

”اگر مامور نے حج کے ساتھ عمرہ کو ملا کر قران کرلیا تو وہ مخالفت کرنے والا ہوگا، امام

Marfat.com

ابوحنیفہ کے نزدیک نفقہ کا ضامن ہوگا، اور صاحبین کے نزدیک استحسانا مخالف نہیں شمار کیا جائے گا؛ کیونکہ اس نے مامور بہ کو ادا کیا اور اس کے ساتھ اسی کے جنس کی ایک چیز کا اضافہ کردیا، لہذا وہ مخالف نہیں سمجھا جائے گا، جیسا کہ وہ شخص جسے کسی نے کسی شی کو فرخت کرنے کے لئے وکیل بنایا اور موکل نے جتنی قیمت میں بیچنے کو کہا تھا اس سے زیادہ میں بیچا۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسے سفر میں مال خرچ کرنے کا پابند ہے جو صرف حج کے لئے ہو، اور اس کا یہ سفر صرف حج کے لئے نہیں رہا بلکہ حج اور عمرہ دونوں کے لئے ہوگیا، لہذا وہ مخالفت کرنے والا شمار کیا جائے گا، جیسا کہ تمتع کرنے کی صورت میں'' (المبسوط)۔

امام ابوحنیفہؒ کا قول قیاس پر مبنی ہے اور صاحبین استحسانا اس کے جواز کے قائل ہیں، اور اصول کی رو سے استحسان کو قیاس پر ترجیح حاصل ہوتی ہے، اس لئے صاحبینؒ کے قول کی بنیاد پر قران کو جائز قرار دیا جائے گا۔ لیکن تمتع کی صورت میں چونکہ مخالفت دوہری ہوجاتی ہے یعنی حج کے ساتھ عمرہ کا ملانا اور میقاتی کے بجائے حج مکی کرنا، اس لئے اس صورت میں صاحبین بھی اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔

اس تمہید کی روشنی میں سوالنامہ میں مذکور سوالات کا جواب درج ذیل ہوگا:

حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا عرفا حج تمتع تصور نہیں کیا جائے گا۔ فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں آمر کی اجازت کے بغیر مامور کے لئے تمتع کرنا جائز نہیں ہوگا۔

الف- حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کرسکتا ہے۔

ب- حج بدل کرنے والا آمر کی صریح اجازت کے بغیر حج تمتع نہیں کرسکتا ہے۔

ج- آمر سے تمتع کی صریح اجازت لئے بغیر حج بدل کرنے والا محض ظن غالب کی بنیاد پر تمتع نہیں کرسکتا ہے اور اس سلسلہ میں ظن غالب کا اعتبار نہیں ہوگا۔

د- فقہاء کی تصریحات کی رو سے دم تمتع حج بدل کرنے والے مامور کے ذمہ ہوگا، ہاں اگر آمر اپنے مال سے دم تمتع ادا کرنے کی اجازت دے دے تو جائز ہوگا۔

Marfat.com

ہ-حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے تمتع کرسکتا ہے۔آمر کی اجازت کے باوجود تمتع کے صحیح نہ ہونے کا قول مرجوح ہے، اس لئے موجودہ دشواریوں کے پیش نظر جواز ہی کے قول کو اختیار کرنا مناسب ہے۔

و-میت کی طرف سے حج کی صورت میں تمتع کی گنجائش صرف اس صورت میں ہوگی جبکہ میت نے اس کی صریح اجازت دیدی ہو یا حج کے لئے جس کو وصی بنایا ہوا سے اس کا پورا اختیار دیدیا ہو۔

حکومت کی حج کمیٹی کے تحت جو حج ہوتا ہے اس میں سفر کی تاریخ طے کرنا اپنے اختیار میں نہیں ہوتا اس صورت میں جو لوگ میت کی طرف سے حج اِفراد یا قران کرنے کے پابند ہیں ان کے لئے ایک طویل عرصہ تک احرام کی پابندیوں کو جھیلنا دشوار ہوگا۔اس کی دوسری متبادل صورتیں موجود ہیں مثلاً سعودی ایئر لائنس اور دیگر تنظیمیں جو اپنے طور پر حج کا نظم کرتی ہیں ان میں حاجیوں کے اختیار میں رہتا ہے کہ حج سے بالکل متصل تاریخوں میں سفر کریں، اس لئے ایسی صورت میں حکومت کی حج کمیٹی کے بجائے انہیں دوسرے ذرائع سے حج کرنا چاہئے، فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس صورت میں حج تمتع کی گنجائش بالکل نہیں نکلتی۔

۱۰-حالت حیض ونفاس میں طواف زیارت کا حکم

طواف زیارت جو فرض ہے اس کا اصل وقت دسویں ذی الحجہ سے بارہویں ذی الحجہ کی شام تک ہے۔رمی، نحر اور حلق کے بعد طواف ہے۔اور اس میں بلا عذر تاخیر کرنے سے امام اعظم کے نزدیک دم واجب ہوجاتا ہے۔اور عمر بھر میں جب بھی ادا کردے ادا ہوجاتا ہے۔اور حیض و نفاس جیسے اعذار کی بنا پر اگر تاخیر ہو تو اس میں کوئی دم نہیں ہے۔اگر کوئی عورت طواف کے زمانہ میں حالت حیض یا نفاس میں ہو اور واپسی کی جو تاریخ مقرر ہے معمول کے مطابق اس وقت تک پاک ہونے کی امید نہ ہو اور کوشش کے باوجود واپسی کی تاریخ میں تبدیلی نہ ہوسکے تو ایسی صورت

Marfat.com

میں اس کے لئے طواف کرنا درست تو نہیں ہے کیونکہ طواف مسجد حرام کے اندر ہوتا ہے اور اس کے لئے طہارت واجب ہے، لیکن اس مجبوری کے پیش نظر جس کا سوال نامہ میں تذکرہ ہے اگر وہ طواف کرلے تو وہ ایک ممنوع فعل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے گنہ گار تو ہوگی لیکن فریضہ ادا ہو جائے گا اور حج مکمل ہو جائے گا البتہ اس پر دم واجب ہوگا اور بڑے جانور کی قربانی دینی ہوگی۔

علامہ ابن الہمام لکھتے ہیں:

''یعنی حائضہ عورت کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں، خلاصہ یہ کہ حائضہ کے لئے طواف کی حرمت دو وجہ سے ہے: ایک اس کے مسجد میں داخل ہونے کی وجہ سے، اور دوسرے طواف کے واجب کو چھوڑنے کی وجہ سے، کیونکہ طواف میں طہارت واجب ہے، لہذا اس کے لئے پاک ہونے سے قبل طواف کرنا جائز نہیں، پس اگر وہ طواف کرلے تو گنہ گار اور اللہ تعالی کے عتاب کی مستحق ہوگی اور اس کے لئے پاک ہونے کے بعد طواف کا اعادہ لازم ہوگا۔ اگر اعادہ نہ کرے گی تو اس پر بدنہ (بڑے جانور مثلاً اونٹ یا گائے وغیرہ کا ذبح کرنا) واجب ہوگا اور اس کا حج مکمل ہو جائے گا'' (فتح القدیر ۳؍ ۲۴)۔

الف- ایسی معذور عورت جس کا سوالنامہ میں تذکرہ ہے اس کے لئے ناپاکی کی حالت میں طواف کرنا درست نہیں۔

ب- اگر اس نے ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرلیا تو اس کا رکن ادا ہو جائے گا لیکن دم لازم ہوگا۔

ج- اور بدنہ (بڑا جانور) ذبح کرنا ضروری ہوگا۔

د- اور دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ میں ہی ضروری ہوگی، حرم مکہ سے باہر یا اپنے مقام پر دم دینے سے دم ادا نہ ہوگا۔ چونکہ یہ دم جنایت ہے اور ہدی اور دم جنایت کا مکہ مکرمہ میں ذبح کیا جانا ضروری ہے اس لئے کہ وہ مکہ کے مساکین کا حق ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے سورہ مائدہ میں حکم دیا ہے یعنی وہ کعبہ (حرم مکہ) میں پہنچا کر ذبح کیا جائے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

Marfat.com

''بہر حال ہدی کے بارے میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کا مکہ میں ذبح کیا جانا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا: ہدی کو کعبہ پہنچنا چاہئے'' (الجامع لاحکام القرآن ۳۱۶/۶)۔
''والهدى حق لمساكين مكة'' (حوالہ سابق) اور ہدی مکہ کے مساکین کا حق ہے۔

۱۱- عدت کے دوران حج وعمرہ ادا کرنے کا مسئلہ

حج کے وجوب کے لئے جو شرائط مردوں کے لئے ہیں وہی عورتوں کے لئے بھی ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے لئے مزید دو شرطیں ہیں یعنی حج میں محرم کا ساتھ ہونا اور دوسرے اس کا عدت سے خالی ہونا، عدت خواہ شوہر کی وفات کی بنیاد پر ہو یا طلاق کی بنیاد پر (دیکھئے فتاوی تاتارخانیہ ۴۳۵/۲)۔

لہذا اگر سفر حج شروع کرنے سے قبل عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس صورت میں اس کے لئے سفر شروع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ بحق شرع محبوس ہے، جس طرح بغیر محرم کے اس کے لئے حج کو جانا درست نہیں۔ لیکن اگر سفر شروع کرنے کے بعد شوہر کا انتقال ہو جائے تو بھی اس کی دو صورتیں ہیں: حج کا احرام باندھنے سے قبل انتقال ہوا ہے یا حج کا احرام باندھنے کے بعد۔ آج کل حج وعمرہ کا سفر عام طور پر ہوائی جہاز کے ذریعہ ہوتا ہے، اور ہندوستان والوں کی پرواز مختلف مقامات سے ہوتی ہے: بمبئی، دلی، مدراس اور کلکتہ۔ اب اگر فرض کیا جائے کہ ایک مسلم خاتون اپنے شوہر کے ساتھ سفر کے لئے اپنے وطن سے کلکتہ روانہ ہوئی، اور کلکتہ میں شوہر کا انتقال ہو گیا تو اسے وطن واپس لوٹ آنا چاہئے کیونکہ ابھی اس نے احرام نہیں باندھا ہے اور اس کے حج یا عمرہ کا عمل شروع نہیں ہوا، اور معتدہ ہو جانے کی وجہ سے اس پر حج کی فرضیت نہیں رہی، لیکن اگر طیارہ کے پرواز کرنے کے بعد جہاز کے اندر وفات ہوتی ہے تو اب راستہ سے واپسی اس کے لئے ممکن نہیں، اب تو جدہ اسے پہنچنا ہی ہے اور جدہ احرام کے ساتھ ہی پہنچے گی، اور دوسری صورت یہ ہے کہ جدہ یا مکہ میں وفات ہو، اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر کا انتقال ایسی جگہ ہوا ہو

Marfat.com

جہاں سے مکہ کی مسافت، سفر شرعی کی مسافت سے کم ہو تو وہ اپنا سفر جاری رکھے گی، چنانچہ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

''یا عدت وفات ہو، پھر دیکھا جائے گا اگر اس کے درمیان اور اس کے گھر کے درمیان سفر شرعی سے کم کی مسافت ہو تو اس پر لازم ہے کہ اپنے گھر لوٹ آئے، اور اگر اس کے درمیان اور مکہ کے درمیان اس سے کم کی مسافت ہو تو اسے چاہئے کہ سفر جاری رکھے'' (۲/۴۳۵)۔

اس لئے جدہ، یا مکہ یا ہوائی جہاز یا پانی جہاز پر اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس صورت میں حج کی گنجائش ہے، کیونکہ جدہ سے مکہ کی مسافت مسافت سفر سے کم ہے، اسی طرح مکہ سے منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کا فاصلہ بیس کیلومیٹر کے اندر ہے جو سفر شرعی کی مسافت سے کم ہے اور عمرہ تو بیت اللہ کے اندر ہی ہوتا ہے۔

لیکن اگر مدینہ منورہ میں انتقال ہوتا ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں: حج سے قبل یا حج کے بعد۔ اگر حج کے بعد انتقال ہوا ہے تو حج مکمل ہو چکا ہے اور زیارت مدینہ بھی ہو گئی، لیکن اگر حج سے قبل انتقال ہوا ہے تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے لئے مدینہ سے مکہ جانا درست نہیں خواہ محرم کے ساتھ ہو، کیونکہ مدینہ سے مکہ کی مسافت سفر شرعی کی مسافت سے زیادہ ہے، اور مدینہ شہر ہے جنگل یا صحرا نہیں ہے جہاں جان و مال کو کوئی خطرہ لاحق ہو یا جہاں ٹھہر کر عدت گذارنا ممکن نہ ہو۔ اور صاحبین کے نزدیک اس صورت میں اگر محرم ہو تو وہ حج کے لئے مکہ جاسکتی ہے اور یہ مفتی بہ قول ہے (دیکھئے: فتاوی تاتارخانیہ ۲/۴۳۵)۔

ہمارے فقہاء کا فتوی اور فیصلہ تو یہ ہے، لیکن آج کی صورت حال کے پیش نظر اس میں کئی دشواریاں ہیں۔ ایک تو قانونی مجبوری ہے کہ حکومت کی طرف سے واپسی کی تاریخ مقرر ہے، چار ماہ دس دن قیام کر کے عدت گزارنے کی اجازت مدینہ یا مکہ یا جدہ میں نہیں مل سکتی، لازماً اسے عدت کے دوران وطن کا سفر کرنا ہی پڑے گا۔ دوسرا مسئلہ اس طویل مدت کے لئے نفقہ فراہم ہونے کا ہے، کیا اس کے ساتھ جو محرم ہے یا وطن کے دوسرے لوگ جن کے ساتھ وہ ہے وہ

Marfat.com

اس کی خاطر مدینہ میں ٹھہر سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ بھی ممکن نہیں، اس کے برخلاف قافلہ کے ساتھ رہنا اس کے لئے نسبۃً آسان ہے۔ مسئلہ کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اس پر اگر حج فرض ہے تو اس کی ادائیگی اس پر لازم ہے، اور حج نفل بھی ہے تو حنفیہ کے نزدیک احرام باندھنے کے بعد اس کی تکمیل اس پر واجب ہے، اور فوت ہو جانے کی صورت میں اس کی قضا لازم ہے، اس طرح دو آزمائشیں اور دو بلائیں اس کے سامنے ہیں: اگر مدینہ سے حج کے لئے جائے تو حکم عدت کی خلاف ورزی لازم آتی ہے، اور مدینہ میں رہتی ہے تو قانونی دشواری اور وحشت واجنبیت اور تنہائی کے علاوہ حج چھوٹتا ہے۔ اور آئندہ اس فریضہ کی ادائیگی یقینی نہیں ہے کہ دوبارہ نفقہ کا فراہم ہونا، محرم کا ملنا اور قانونی لحاظ سے پانچ سال سے قبل اجازت کا ملنا مشکل ہے۔ پھر عدت کی حالت میں بھی چند دنوں کے بعد اسے سفر کرنا ہی ہوگا، اس لئے اس صورت میں أھون البلیتین کو اختیار کرنا ہوگا، اور وہ یہ ہے کہ ساتھیوں کے ساتھ حج کے لئے چلی جائے گی۔ عدت کی حالت میں حج کرنے سے وہ شرعاً گنہ گار قرار پائے گی لیکن حج درست ہو جائے گا۔ چنانچہ صاحب ارشاد الساری الی مناسک الملاعلی قاری حسین بن محمد سعید المکی الحنفی لکھتے ہیں:

وإن حجت وهي في العدة جاز حجها و كانت عاصية (ص ۳۹)۔

لہذا صورت مسئولہ میں اگر معتدہ حج یا عمرہ کرلے تو اس کا حج وعمرہ شرعاً درست ہوگا، یہ اور بات ہے کہ عدت کی وجہ سے گنہ گار ہوگی اور مجبوری کی حالت کو اللہ دیکھ رہا ہے۔

۱۲- حج کا سفر کرنے والا اگر ایام حج ۷/۸ ذی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵/ دن قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور اس نے مکہ پہنچ کر مکہ میں اقامت کی نیت نہیں کی اور منیٰ چلا جاتا ہے تو وہ مقیم نہیں ہوگا اور منیٰ وعرفات وغیرہ میں اسے چار رکعت والی نمازیں قصر کرنی پڑیں گی، الا یہ کہ مقیم امام کے پیچھے پڑھے، اور اگر اس نے مکہ پہنچ کر پندرہ دنوں تک قیام کی نیت کرلی اور مثلاً دس دن مکہ میں گزرنے کے بعد حج شروع ہوا اور پانچ دن منیٰ وعرفات وغیرہ میں گزرے تو اس صورت میں وہ مقیم شمار ہوگا اور نمازیں پوری

Marfat.com

پڑھنی ہوں گی، کیونکہ مکہ اور منیٰ وعرفات کے درمیان سفر شرعی کی مسافت نہیں ہے۔

۱۳- رمضان المبارک میں وتر حرمین شریفین میں پڑھنے کا مسئلہ

وتر کی رکعات کی تعداد اور اسے فصل کے ساتھ یعنی دو رکعات پر سلام پھیر کر یا بلا فصل یعنی تینوں رکعات ایک سلام سے پڑھنے کا مسئلہ حدیث کے نہایت مشکل اہم اور معرکۃ الآراء مسائل میں سے ہے۔ اس سلسلہ میں روایات میں بڑا اختلاف ہے۔ اور جس پہلو کو بھی اختیار کیا جائے دوسری روایات میں تاویل کرنی پڑتی ہے۔ حنفیہ نے ایک سلام کے ساتھ تین رکعات پڑھنے کو اختیار کیا ہے کیونکہ اس میں مختلف روایات میں تطبیق کی صورت زیادہ نکلتی ہے اور پھر یہ کہ اس کی بنیاد حضرت عائشہؓ کی حدیث پر ہے۔ اور حضور ﷺ کا معمول عام طور پر وتر اخیر شب میں تہجد کے ساتھ پڑھنے کا تھا جو آپ گھر میں پڑھتے تھے۔ اس لئے اس سلسلہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت قابل ترجیح ہے کہ وہ اس کی عینی شاہد ہیں، لیکن جمہور ائمہ (مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ) کا مسلک فصل کے ساتھ تین رکعات پڑھنے کا ہے، اور اس کی بنیاد حضرت ابن عمرؓ کی حدیث پر ہے جسے امام ترمذی نے حسن صحیح قرار دیا ہے، اور بعض صحابہ وتابعین کا یہی عمل نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"قال أبو عيسى حديث ابن عمرؓ حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند بعض أهل العلم من أصحاب النبی ﷺ والتابعين رووا أن يفصل الرجل بين الركعتين والثالثة ويوتر بركعة وبه يقول مالك والشافعي وأحمد وإسحاق" (ترمذی ۱/۶۱: ابواب الوتر)۔

(ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ ابن عمر کی حدیث حسن صحیح ہے اور اس پر عمل بعض اہل علم نبی ﷺ کے اصحاب اور تابعین کا ہے، ان کی رائے یہ ہے کہ آدمی دو رکعتوں اور تیسری رکعت کے درمیان (سلام کے ذریعہ) فصل کرے اور ایک رکعت کو الگ سے پڑھے۔ امام مالک،

Marfat.com

شافعی، احمد اور اسحاق اسی کے قائل ہیں)۔

اس لئے وتر فصل کے ساتھ پڑھنے کو غلط نہیں کہا جا سکتا جبکہ اس کی بنیاد ابن عمر کی صحیح حدیث پر ہے اور اس پر بہت سے اہل علم صحابہ و تابعین کا عمل رہا ہے۔ اس لئے اگر کبھی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے فصل کے ساتھ وتر پڑھ لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، خاص طور پر حرمین شریفین کے اندر رمضان المبارک میں جماعت اور مجمع کی رعایت کرتے ہوئے امام حرم کی اقتداء میں نماز ادا کرنا بہتر ہے۔ حرمین شریفین کی جماعت کو چھوڑ کر تنہا وتر کی نماز ادا کرنا یا حرم سے باہر وتر کی جماعت کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔

Marfat.com

مسائل حج وعمرہ

مولانا خورشید احمد اعظمی ☆

مکہ مکرمہ "زادها الله شرفا وعظما" جسے اللہ رب العزت نے ام القریٰ کی حیثیت بخشی ہے اور جہاں وہ مقدس ومحترم بناء ابراہیمی ہے، جسے بیت اللہ شریف کہتے ہیں، اس بابرکت گھر کی عظمت اور اس کے تقدس واحترام کے سبب اللہ رب العزت نے زبان رسالت کے ذریعہ اس مقدس شہر کے اردگرد کچھ حدود اور مقامات کی تعیین کردی ہے، جنہیں میقات سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ ہر چہار طرف سے آنے والے جو لوگ بھی اس حدود سے گذرتے ہوئے اس مقدس شہر میں داخل ہونا چاہتے ہیں وہ ان حدود پر پہنچ کر ایک خاص ہیئت یعنی حالت احرام میں ہی آگے بڑھیں، جو لوگ حج یا عمرہ کے ارادہ سے آئے ہوں ان کے بارے میں تمام ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے کہ وہ بغیر احرام کے ان حدود سے تجاوز نہ کریں، بلکہ حالت احرام میں حرم مکی میں داخل ہوں۔

۱- البتہ وہ لوگ جو حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتے اور کسی دوسرے مقصد سے اس مقدس شہر میں داخل ہونا چاہتے ہیں، کیا ان پر بھی احرام ضروری ہے؟، اس سلسلہ میں ائمہ کے مختلف اقوال ملتے ہیں، تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آفاقی شخص کے لئے ہر حال میں دخول حرم مکی کے وقت احرام واجب ہے، خواہ وہ عمرہ یا حج کے ارادہ سے داخل ہورہا ہو، خواہ کسی اور مقصد تجارت یا

☆ رگھوناتھ پورہ، مئو۔

Marfat.com

زیارت کی غرض سے۔

"ثم الآفاقی إذا انتھیٰ إلیها علی قصددخول مکة علیه أن یحرم قصد الحج أو العمرة أو لم یقصد عندنا" (ہدایہ ۱/ ۲۱۴)۔

(پھر جب آفاقی دخول مکہ کے ارادہ سے میقات پر پہنچے تو اس پر ضروری ہے کہ احرام باندھے، حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو ہمارے نزدیک)۔

صاحب ہدایہ نے دلیل میں ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص بھی بغیر احرام میقات سے تجاوز نہ کرے۔

علامہ شوکانیؒ نے بیہقی کے حوالہ سے ایک حدیث کا ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر کے حوالہ سے یہ بھی صراحت کی ہے کہ اس کی سند جید ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"لا یدخل أحد مکة إلا محرما" (نیل الأوطار ۵/ ۲۸)۔

(بغیر احرام کے کوئی بھی مکہ میں داخل نہ ہو)۔

نیز مسند امام شافعیؒ میں ابوالشعثاء کی ایک روایت ہے: "أنه رأی ابن عباس رضی الله عنهما یرد من جاوز المواقیت غیر محرم" (مسند شافعی/ ۱۶)۔

(انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اس شخص کو جو بغیر احرام کے میقات سے گذرتا واپس کردیتے تھے)۔

ان جملہ احادیث مذکورہ میں چونکہ اطلاق ہے اور عموم ہے، اس لئے اس میں قاصد حج وعمرہ اور ان کے علاوہ سب شامل ہیں۔

صاحب ہدایہ نے دوسری دلیل یہ ذکر کی ہے کہ احرام کا وجوب اس بقعہ شریفہ کی تعظیم واحترام کی وجہ سے ہے، لہذا کوئی عمرہ وحج کے ارادہ سے داخل ہونا چاہے، یا کسی اور مقصد سے چونکہ اس بقعہ شریفہ کا قرب وجوار اسے حاصل ہوگا اس لئے اس پر احرام واجب ہے۔

(۲) امام مالکؒ کے نزدیک بھی ہر اس شخص کیلئے جو ان حدود سے تجاوز کرنا چاہتا ہے،

Marfat.com

اس پر احرام واجب ہے، البتہ وہ شخص جس کی آمدورفت بار بار ہوتی ہو، جیسے حطابین اور ان جیسے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۳) اور یہی قول امام احمد بن حنبلؒ کا بھی ہے۔

علامہ ابن رشد مالکیؒ رقمطراز ہیں:

"أما من لم یرد ھمنا ومر بھا فقال قوم کل من مر بھا یلزمہ الإحرام إلامن یکثر تردادہ مثل الحطابین وشبھھم وبہ قال مالک رحمہ اللہ" (بدایۃ المجتہد ۱/۳۹۸)۔

(بہر حال وہ شخص جو ان دونوں کا، یعنی حج وعمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور ان مواقیت سے گذرے تو ایک قوم نے کہا کہ ہر وہ شخص جو ان سے گذرے اس پر احرام لازم ہے، الا یہ کہ اس کی آمدورفت زیادہ ہو، جیسے حطابین اور ان جیسے لوگ، یہی امام مالکؒ نے بھی کہا ہے)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بلا احرام میقات سے تجاوز کرنا درست نہیں، حافظ ابن حجرؒ نے بھی یہی نقل کیا ہے: "والمشھور عن الأئمۃ الثلاثۃ الوجوب" (فتح الباری ۴/۵۹، باب دخول الحرم ومکۃ بغیر احرام)۔

(۴) البتہ امام شافعیؒ کا مشہور اور صحیح قول یہ ہے کہ احرام اس شخص پر واجب ہے جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہو اور جو حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا اس پر احرام واجب نہیں، وہ بغیر احرام مکہ میں داخل ہوسکتا ہے۔

"فالمشھور من مذھب الشافعی عدم الوجوب مطلقا وفی قول یجب مطلقا" (فتح الباری ۴/۵۹)۔

"بہر حال جو کوئی حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو، تو اس شخص پر ہمارے صحیح مذہب کے مطابق دخول مکہ کے لئے احرام ضروری نہیں ہے، عام اس سے کہ وہ ایسی ضرورت کے لئے داخل ہو جو متکرر ہو، جیسے لکڑی یا گھاس چننے والے یا شکاری یا ان جیسے لوگ یا وہ حاجت متکرر نہ ہو، جیسے

Marfat.com

تجارت اور ملاقات وغیرہ'' (شرح النووی ۸؍ ۸۲)۔

امام نوویؒ نے امام شافعیؒ کے اس عدم وجوب والے قول کو دوسری جگہ استحباب احرام سے تعبیر کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

''ورنہ جب مکہ یا حرم میں داخل ہو کسی ایسی ضرورت سے جو بار بار پیش نہ آتی ہو، جیسے تجارت یا ملاقات وغیرہ تو حج یا عمرہ کے احرام کے واجب ہونے میں علماء کا اختلاف ہے اور وہ دونوں قول امام شافعیؒ کے ہیں، ان میں کا زیادہ صحیح احرام کا مستحب ہونا ہے اور دوسرا اس کا واجب ہونا ہے'' (حوالہ سابق ۸؍ ۷۲)۔

صاحب سبل السلام نے ایک عقلی دلیل بھی ذکر کی ہے کہ یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ حج اور عمرہ زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض یا واجب ہے، ان لوگوں کے نزدیک جو عمرہ کو واجب کہتے ہیں، اب اگر ہر مرتبہ کے دخول مکہ پر عمرہ یا حج کے احرام کو واجب کہا جائے تو حج یا عمرہ کا عمر میں کئی دفعہ واجب یا فرض ہونا لازم آئے گا جو متفق علیہ مسئلہ کے خلاف ہے (سبل السلام ۱؍ ۲۰۷)۔

جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا، اس کے لئے احرام واجب نہ ہونے کا قول اصحاب ظواہر، نیز امام زہری اور حسن بصریؒ سے بھی منقول ہے۔

''وفی روایة عن کل منهم لا یجب وهو قول ابن عمر والزهری والحسن وأهل الظاهر'' (فتح الباری ۴؍ ۵۹)۔

جمہور علماء مجتہدین کا قول تو یہی ہے کہ دخول حرم مکی کے لئے احرام علی الاطلاق واجب ہے، بلکہ بقول امام نوویؒ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی اگرچہ واجب نہیں، لیکن مستحب یہی ہے کہ احرام کی حالت میں ہی میقات سے تجاوز کرے۔

۲- ایسے حضرات کے لئے جنہیں اپنی مختلف ضروریات کے باعث تقریباً روزانہ یا ایک سے زائد مرتبہ مکہ مکرمہ آمد و رفت کا اتفاق ہوتا ہے، امام شافعیؒ کے قول کے مطابق کوئی دقت نہیں، اسی طرح امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے اقوال کے مطابق بھی کوئی پریشانی

Marfat.com

نہیں کہ ان کے وہاں بھی حاجات متکررہ کا استثناء موجود ہے، بدایۃ المجتہد (۱/۳۹۸) کی عبارت ہے:

"إلا من يكثر تردادہ مثل الحطابين وشبههم وبه قال مالك رحمه الله"۔

(مگر وہ لوگ جن کی آمد ورفت زیادہ رہتی ہے جیسے لکڑیاں چننے والے اور ان جیسے لوگ، اسی کے قائل امام مالکؒ ہیں)۔

لہذا ائمہ ثلاثہ امام مالک وامام شافعی وامام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک ایسے لوگوں کے لئے گنجائش ہے کہ وہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوں۔

البتہ حنفیہ کے یہاں وجوب احرام علی الاطلاق کا ذکر ملتا ہے اور اس سلسلہ میں کسی استثناء کا ذکر نہیں، سوائے اس شخص کے جو میقات کے اندر حل میں رہتا ہو، اس کے لئے اجازت ہے کہ وہ حج یا عمرہ کے علاوہ اپنی دوسری کسی ضرورت سے مکہ میں بغیر احرام بھی داخل ہو سکتا ہے۔

"جو شخص میقات کے اندر ہو اس کے لئے اجازت ہے کہ وہ اپنی ضرورت سے بغیر احرام مکہ میں داخل ہو، اس لئے کہ مکہ میں اس کا داخل ہونا بار بار ہوگا اور ہر مرتبہ اس پر احرام واجب کرنے میں حرج بین ہے، لہذا وہ اہل مکہ کی طرح ہو گیا کہ ان کے لئے مباح ہے مکہ سے نکلنا اور پھر بغیر احرام اپنی ضروریات سے داخل ہونا، بخلاف اس کے جب کہ وہ نسک کا ارادہ کرے، اس لئے کہ وہ کبھی کبھی ہوتا ہے، لہذا کوئی حرج نہیں" (ہدایہ، مجمع الانہر ۱/۲۶۶)۔

ایسے شخص کے لئے جو کسی ضرورت سے مکہ میں بغیر احرام داخل ہونا چاہتا ہے، ایک حیلہ کی صورت ملتی ہے کہ وہ میقات کے اندر مقامات حل میں سے کسی مقام کے ارادہ سے میقات سے بلا احرام تجاوز کر جائے اور پھر جب مقام مقصود پر پہنچے گا تو وہ ان لوگوں کے حکم میں ہو جائے گا جو میقات کے اندر رہتے ہیں، جس طرح ان لوگوں کے لئے بلا احرام مکہ میں داخل ہونا جائز ہے اسی طرح اس کے لئے بھی بلا احرام مکہ میں داخل ہونا جائز ہوگا (البحر الرائق ۲/۳۱۸)۔

Marfat.com

لیکن موجودہ دور میں جب کہ ضروریات کی اس قدر فراوانی ہے کہ وقت تنگ ہو گیا ہے، یہ حیلہ مستقل ایک مسئلہ ہے اور اس کے اختیار کرنے میں خود حرج بین ہے۔

صاحب ہدایہ کے مذکورہ قول میں داخل میقات رہنے والوں کے لئے بلا احرام مکہ میں داخل ہونے کی جو علت بیان کی گئی ہے، یعنی ہر ہر مرتبہ احرام واجب کرنے میں حرج کا واقع ہونا، جب کہ سبب احرام، یعنی عظمت بقعہ مبارکہ ہر ایک کے لئے برابر ہے، خواہ آفاقی ہو یا غیر آفاقی اور قاصد حج وعمرہ ہو یا نہ ہو۔ اس علت پر غور کیا جائے تو یہ بہ نسبت پہلے کے آج کے لوگوں پر زیادہ صادق آتی ہے کہ ضروریات بڑھ گئی ہیں، وسائل آمد ورفت کی سہولت ہے، تیز رفتار سواریاں فراہم ہیں اور ایسے لوگ جو میقات سے باہر رہتے ہیں انہیں بھی بہ کثرت مکہ مکرمہ آمد ورفت رکھنی پڑتی ہے۔

لہذا مذکورہ علت اور موجودہ ضرورت ومجبوری کو سامنے رکھا جائے تو ایسے لوگوں کے متعلق جنہیں غایت درجہ مجبوری کی وجہ سے بار بار مکہ مکرمہ آنا جانا پڑے بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اجازت ہونی چاہئے، جب کہ ائمہ مجتہدین میں سے اکثر کے نزدیک حاجات متکررہ کا لحاظ کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ یہ رخصت چونکہ بدرجہ مجبوری ہے اس لئے ایسے لوگوں تک ہی محدود ہونی چاہئے جن کی ضروریات بغیر دخول مکہ پوری نہ ہو سکیں، جیسے ٹیکسی ڈرائیور، اس لئے کہ تجارتی ضروریات کی تکمیل کے دوسرے ذرائع ٹیلیفون، فیکس، ذرائع حمل ونقل موجود ہیں اور زیارت وملاقات کوئی ایسی شدید ضرورت نہیں ہے کہ روزانہ درپیش ہو، اس مقدس جگہ کی عظمت اور اس کا احترام ایک مسلمہ حقیقت ہے، جس کا لحاظ حتی الوسع ضروری ہے۔

۳- مکہ مکرمہ میں مقیم شخص اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کے لئے اشہر حج میں عمرہ کرنے میں بقول دیگر مکی کے لئے تمتع وقران کے جواز وعدم جواز میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔

Marfat.com

اس سلسلہ میں اصل اللہ تعالی کا قول: "ذلک لمن لم یکن أهله حاضری المسجد الحرام" ہے اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر نے حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے: "یا أهل مكة لا متعة لكم أحلت لأهل الآفاق وحرمت عليكم" (اے اہل مکہ تمہارے لئے تمتع نہیں ہے، آفاقی کے لئے حلال ہے اور تم پر حرام ہے)، اسی طرح حضرت طاؤس تابعی کا بھی قول ہے: "المتعة للناس لا لأهل مكة من لم يكن أهله من الحرم" (تمتع اہل مکہ کے لئے نہیں ہے، ان لوگوں کے لئے ہے جس کے اہل وعیال حرم میں نہ ہوں) (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۳۵)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذکورہ قول امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اپنی صحیح میں ایک حدیث کے ضمن میں نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: "وأباحه للناس غير أهل مكة" (صحیح بخاری مع الفتح ۳/ ۴۳۳)۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

"وليس لأهل مكة تمتع ولا قران وإنما لهم الإفراد خاصة خلافا للشافعي" (ہدایہ ۱/ ۲۴۳)۔

(اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے اور نہ قران اور ان کے لئے صرف افراد ہے خاص کر (یہ حنفیہ کے نزدیک ہے) بخلاف امام شافعیؒ کے)۔

البحر الرائق میں صراحت ہے:

"اہل مکہ اور جو لوگ اس کے گرد ونواح میں رہتے ہیں، ان کے لئے تمتع اور قران نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے قول "ذلک لمن لم یکن أهله حاضری المسجد الحرام" کی وجہ سے اور وہ اس بنا پر کہ (قواعد کی رو سے اسم اشارہ تمتع کی طرف لوٹے گا نہ کہ ہدی کی طرف، اس قرینہ کی بنیاد پر کہ وہ لام کے صلہ کے ساتھ آیا ہے اور اس کا استعمال اسی جگہ ہوتا ہے جس کا بجالانا ہمارے لئے آسان ہو (اور وہ تمتع ہے)، برخلاف ہدی کے کہ وہ تو ہمارے اوپر لازم ہوتا ہی ہے،

Marfat.com

(جبرا)"(البحر الرائق ۲/ ۳۶۵)۔

مذکورہ اقوال کی روشنی میں یہ واضح ہوگیا کہ مقیم مکہ مکرمہ کے لئے صرف حج افراد کی اجازت ہے، تمتع اور قران کرنا درست نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود اگر ان لوگوں نے تمتع یا قران کیا تو اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی عبارتیں وضاحت کرتی ہیں کہ وہ حج تمتع یا قران صحیح ہو جائے گا، یہ ایک گناہ کا کام ہوگا، اس لئے اس پر دم جبر لازم آئے گا۔

"إنهم لو تمتعوا جاز وأساء ويجب عليهم دم الجبر"۔

امام شافعی واحمد رحمہما اللہ کے نزدیک مکی کے لئے تمتع کرنا جائز ہے اور اس پر کوئی دم نہیں ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے (الروض المربع ۱/ ۴۷۰)۔

"وابوحنيفة يقول: إن حاضرى المسجد الحرام لا يقع منهم التمتع، وكره ذلك مالك" (بدایۃ المجتہد ۱/ ۴۰۷)۔

(امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مسجد حرام کے قریب رہنے والوں کی جانب سے تمتع واقع نہیں ہوگا، اور امام مالکؒ نے اس کو ناپسند کیا ہے)۔

۴- مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں ان حضرات کے لئے جو مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں تمتع کی اجازت نہیں معلوم ہوتی، بنابریں جو شخص اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے اسے اشہر حج میں عمرہ سے احتیاط کرنی چاہئے۔

اس دور ترقی میں جب کہ وسائل کی بھرمار ہے، ٹیلیفون، فیکس، ذرائع نقل وحمل کے ذریعہ تجارت وغیرہ کی بہت سی ضروریات گھر بیٹھے پوری ہوسکتی ہیں، اگر اسے فریضۂ حج کی ادائیگی لازم ہے تو ایک سال وہ اس تنگی ودشواری کو جھیلے، آخر وہ لوگ جو دوسرے ممالک سے سفر حج پر جاتے ہیں، اپنا ڈیڑھ دو مہینے کا نقصان برداشت کرتے ہیں، فریضۂ حج اور اس کے ثواب کی اہمیت کے پیش نظر دنیاوی معمولی نقصان برداشت کرنا ایک معمولی بات ہے، حج کی فرضیت عمر میں صرف ایک بار ہے، اس کے بعد پھر نفل ہی ہے، پھر مکہ مکرمہ میں مقیم ہونے کی فضیلت بجائے

Marfat.com

خود ایک بڑی چیز ہے، اس لئے وہ ایک سال فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے اشہر حج میں مکہ سے باہر جانے سے احتیاط کرے۔

عمرہ کے مواقع اس کے لئے بہت ہیں، عمرہ کی فضیلت اور اس کا ثواب بھی بہت ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ مکی شخص جب اشہر حج میں عمرہ کا احرام باندھے تو اگر اس کی نیت اس سال حج کرنے کی ہو تو وہ گنہگار ہوگا، کیونکہ یہ بعینہ وہی تمتع ہے جس سے ان کو روکا گیا ہے، تو اگر وہ اس سال حج کرلے گا تو اس پر دم جنایت لازم آئے گا نہ کہ دم شکر، اور اگر اس کی نیت اس سال حج کرنے کی نہ ہو اور وہ حج نہ بھی کرے تب وہ اشہر حج میں عمرہ کرنے سے گنہگار نہ ہوگا، کیوں کہ مکی وغیر مکی اشہر حج میں عمرہ کرنے کی اجازت میں برابر ہیں (البحر الرائق ۲/۳۶۶)۔

اس کے باوجود اگر کوئی مکی شخص اشہر حج میں عمرہ کرتا ہے اور پھر اسی سال حج بھی کرتا ہے تو اس کا یہ حج صحیح ہوگا، اگر چہ اس کا یہ فعل معصیت ہوگا (حوالہ سابق)۔

۵-تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کرسکتا ہے؟

اس سلسلہ میں عصر حاضر کے محدث فقیہ مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''رہبر حجاج'' میں لکھتے ہیں:

''جس نے تمتع کے ارادہ سے عمرہ کا احرام باندھا، وہ عمرہ سے فارغ ہوکر زمانۂ قیام مکہ میں حج سے پہلے مزید عمرہ بھی کرسکتا ہے، ملا علی نے ''المسلک المتقسط ر ۱۹۳'' میں اور علامہ شامی نے ''منحۃ الخالق'' میں نہایہ، مبسوط، البحر الرائق اور علامہ قاسم وغیرہم کے حوالہ سے اس کے جواز کی صراحت کی ہے اور صاحب ارشاد الساری نے ان جاہل معلموں پر سخت اعتراض کیا ہے جو پردیسی حاجیوں کو اس بڑے ثواب سے روک کر ان کی محرومی کا سبب بنتے ہیں'' (ارشاد الساری ر ۱۹۳، رہبر حجاج ر ۲۵)۔

منحۃ الخالق علی البحر الرائق میں علامہ شامی ''اللباب'' کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

Marfat.com

''اگر وہ ہدی نہ لے گیا اور حلق کے بعد حلال ہو گیا ہو تو وہ ایسا ہی کرے گا جیسا کہ حلال کرتا ہے، اس کے شارح نے کہا: اور ظاہر یہ ہے کہ اب اس کے لئے عمرہ کرنا جائز ہے، اس لئے کہ وہ مخصوص اوقات میں، اس کے مکروہ ہونے کی وجہ سے اس سے روکا گیا اور عمرہ مکی کے لئے اشہر حج میں مکروہ ہے، اس لئے کہ غالب یہ ہے کہ وہ حج کرے گا، گنہگار متمتع قرار پائے گا (منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ۲ر ۳۴۴)۔

''و أقام بمكة حلالا'' أفاد أنه يفعل ما يفعله الحلال فيطوف بالبيت ما بدا له ويعتمر قبل الحج'' (درمختار مع رد المحتار ۲ر ۲۶۸)۔

(مکہ میں قیام پذیر ہونا حلال ہونے کی حالت میں، معلوم ہوا کہ وہ ان تمام افعال کو کرے گا جس کو حلال آدمی کرتا ہے پھر بیت اللہ شریف کا طواف کرے جو اس سے ہو سکے اور حج سے پہلے عمرہ کرے)۔

۶- رمی جمار میں نیابت

یہ ایک حقیقت ہے کہ رمی جمار کے وقت کثرت ازدحام کے سبب بوڑھے اور ضعیف لوگوں کو خاصی دقت ہوتی ہے اور موجودہ دور میں مسائل دینیہ اور شرعی امور کے ساتھ قلت اہتمام کی وجہ سے لوگوں میں سہل پسندی پیدا ہو گئی ہے اور بہت سے ایسے لوگ جو معذور نہیں ہوتے محض آرام پسندی اور کسلمندی میں ازدحام اور بھیڑ سے بچنے کی خاطر رمی جمار کے لئے دوسروں کو نائب بنا دیتے ہیں، حالانکہ ان کا یہ فعل کسی بھی طرح درست اور جائز نہیں ہے، رمی جمار میں نیابت فی نفسہ اگرچہ جائز ہے لیکن اس کی کچھ حدود اور شرائط ہیں، ہر کس وناکس کے لئے جائز نہیں ہے۔

الف- عمل رمی میں نیابت جائز ہے، اگر کوئی شخص مریض ہے تو اس کی اجازت سے دوسرا شخص اس کی طرف سے رمی کر سکتا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح بے ہوش آدمی، مجنون اور بچے کی طرف سے بھی رمی جائز ہے۔

نیابت رمی میں تفصیل یہ ہے کہ وہ شخص جس کی طرف سے رمی کرنی ہے، اگر اس لائق ہے کہ اس کو جمرات تک لے جایا جاسکے اور اس کے ہاتھوں میں کنکری رکھدی جائے تو وہ کنکریاں پھینک دے گا، جمرات تک تو اس حالت میں اس کے ہاتھوں سے ہی رمی جمرات کرائی جائے گی، اور اگر وہ آدمی اس حد تک معذور ہے کہ وہاں تک لے نہیں جایا جاسکتا، یا کوئی لے جانے والا نہیں ہے، تب اسے کسی غیر کو بھیجنا درست ہوگا، فتح القدیر میں ہے:

"ومن كان مريضا لا يستطيع الرمي يوضع في يده وترمى بها أو يرمى عنه غيره وكذا المغمى عليه" (فتح القدیر ۲/ ۳۹۲)۔

(اور اسی میں سے یہ ہے کہ گویا وہ ایسا مریض ہے جو رمی کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کے ہاتھ میں کنکری رکھی جائے اور وہ اس کو پھینکے، یا اس کی طرف سے دوسرا آدمی پھینک دے، اور ایسے ہی وہ شخص جس پر بے ہوشی طاری ہو)۔

شرح اللباب کے حوالہ سے أوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک میں ہے:

"بذات خود رمی کرنے پر قادر ہونے کی صورت میں نیابت جائز نہیں ہے اور عذر کے وقت جائز ہے، تو اگر کسی نے ایسے مریض کی طرف سے جو رمی کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے حکم سے رمی کی، یا ایسے شخص کی طرف سے جس پر بے ہوشی طاری تھی، اگر چہ اس کے حکم کے بغیر، یا غیر ممیز بچہ، یا پاگل کی طرف سے رمی کی تو جائز ہے اور افضل یہ ہے کہ کنکری ان کی ہتھیلیوں میں رکھی جائے، پھر وہ لوگ پھینکیں، غنیۃ میں یہ اضافہ ہے: اور انہیں لوٹایا نہیں جائے گا، اگر چہ وقت کے اندر ہی عذر ختم ہو جائے، اور ان پر کوئی فدیہ نہیں ہے، اگر چہ انہوں نے رمی نہ کی ہو، سوائے مریض کے" (أوجز المسالک ۲/ ۶۶۰)۔

ب- مذکورہ بالا تفصیل سے یہ وضاحت ہوگئی کہ عمل رمی میں نیابت علی الاطلاق محض ازدحام اور بھیڑ کے خوف سے جائز نہیں ہے، بلکہ نیابت کی رخصت صرف مریض اور

Marfat.com

معذور لوگوں کے لئے ہے اور مریض کے معذور ہونے کی حد یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے۔

"وحد المريض أن يصير بحيث يصلي جالسا" (بغیۃ المناسک ر۱۰۰، معلم الحجاج ر ۱۸۵)۔

"وعن محمد" إذا كان المريض بحيث يصلي جالسا رمي عنه ولا شيئ عليه" (اوجز المسالک ۲ر۶۶۱)۔

(امام محمدؒ سے مروی ہے کہ جب مریض کی ایسی حالت ہو جائے کہ وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو اس کی طرف سے رمی کر دی جائے اور اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا)۔

۷- ایسے لوگ جو سعودیہ عربیہ میں اقامت پذیر ہیں ان کو حج کرنے کے لئے حکومت سعودی عرب سے اجازت لینی پڑتی ہے، ان حضرات کو چاہئے کہ بغیر حکومت کی اجازت کے حج یا عمرہ کا احرام نہ باندھیں، سعودی حکومت حج سے متعلق انتظامات میں اور حاجیوں کی آسانی اور آرام کے لئے ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ حکومت کے نظم ونسق میں اس کا تعاون کرنا ضروری ہے، اس نے حاجیوں کی سہولت کی خاطر ہی یہ نظم بنایا ہے کہ ہر شخص کو ہر سال حج کی اجازت نہیں دیتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو غیر ملکی سعودی عرب میں مقیم ہیں انہیں اپنے وطن اقامت سے دوسرے شہر میں جانے کے لئے بھی اجازت لینی پڑتی ہے، یہ ان کے شہری اور ملکی نظم سے متعلق ہے جن کی رعایت ضروری ہے۔

اس لئے بغیر اجازت سفر کرنا، خواہ عمرہ یا حج کے لئے ہی کیوں نہ ہو درست نہیں ہے باعث گناہ ہے، کیوں کہ پکڑ جانے کی صورت میں خود اپنے کو بھی مشقت میں ڈالنا ہے اور اپنے کفیل کو بھی پریشانی میں مبتلا کرنا ہے، اس لئے بغیر اجازت سفر نہیں کرنا چاہئے، ایسے لوگ اگر پکڑ لئے جائیں اور واپس بھیج دیئے جائیں دراں حالیکہ وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہوں، تو وہ محصر کے حکم میں ہوں گے، احصار کا حکم ان پر صادق آتا ہے، اور محصر کا حکم یہ ہے کہ یا تو وہ مانع

Marfat.com

کے زائل ہونے کا انتظار کرے اور مانع کے دور ہونے کے بعد حج مل جاتا ہے تو حج کرے ورنہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے۔

اگر انتظار میں دقت ہے اور اس نے صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے تو کسی شخص کو ایک دم (بکری) یا اس کی قیمت دے کر بھیج دے (جس کو اجازت ہو) اور اس سے تاریخ اور وقت کا تعین کر لے تاکہ وہ متعینہ وقت پر حدود حرم میں اس کو ذبح کرے، اگر قارن ہے تو اسے دو دم یا اس کی قیمت بھیجنا ہوگا، نیز اس کو اختیار ہے، چاہے تو جہاں روکا گیا ہے وہ اسی جگہ رکا رہے، یا اپنے مستقر پر واپس چلا جائے اور پھر جب موقع اور اجازت ملے تو اس حج یا عمرہ کی قضا کرنا ضروری ہے۔

احصار کے متعلق المناسک میں ہے:

"اور احصار متحقق ہو جائے گا ہر ایسے روکنے والے کی وجہ سے جو اس کو روک دے، اگرچہ مکہ ہی میں، ہمارے اماموں کے درمیان صحیح قول کے مطابق اس پر اتفاق ہے، جیسے ہڈی کا ٹوٹنا اور لنگڑا ہونا اور زخم کا ہونا اور قید ہونا اور سلطان کا روکنا اس کے انکار کے باوجود" (بغیۃ المناسک / ۱۶۶)۔

اس سے واضح ہو گیا کہ منع سلطان اور اس کی نہی سے بھی احصار متحقق ہوتا ہے۔

"والمحصر بالحج إذا تحلل فعليه حجة وعمرة.... وعلى المحصر بالعمرة القضاء وعلى القارن حجة وعمرتان" (ہدایہ ۱/ ۲۷۴)۔

(اور جس کو حج سے روک دیا جائے جب وہ حلال ہو جائے تو اس پر ایک حج اور عمرہ واجب ہے اور جس کو عمرہ سے روک دیا جائے تو اس پر قضا واجب ہے اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہوں گے)۔

معلوم ہوا کہ محصر کے حلال ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس کی طرف سے حدود حرم میں جانور ذبح کیا جائے، خواہ ایام نحر سے پہلے ہی کیوں نہ ہو، اور پھر حلال ہو جانے کے بعد جب

Marfat.com

سہولت ہو اس پر اس حج، یا عمرہ کی قضا لازم ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک نہ تو جانور کا حدود حرم میں ذبح ہونا ضروری۔ ہے اور نہ ہی محصر پر اس حج یا عمرہ کی قضا ہی لازم ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اس سلسلہ میں تفصیل سے بحث کی ہے (فتح الباری ۴/ ۱۲)۔

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب

دسویں ذی الحجہ یوم النحر کو حاجیوں کے ذمہ چار کام ہیں: جمرہ عقبہ کی رمی کرنا، پھر جانور کی قربانی کرنا، اس کے بعد حلق، یا تقصیر کرانا، پھر طواف افاضہ یعنی طواف زیارۃ جو فرض ہے، حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے:

"أن رسول الله ﷺ رمى جمرة العقبة يوم النحر ، ثم رجع إلى منزله بمنى فدعا بذبح فذبح ثم دعا بالحلاق فأخذ بشق رأسه الأيمن فحلقه..."

(سنن ابوداؤد ۲/ ۲۰۳، ۱۹۸۱)۔

(بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے قربانی کے دن جمرہ عقبہ کی رمی کی، پھر منیٰ میں اپنے قیام گاہ کی طرف لوٹے، ذبیحہ کو منگایا اور ذبح کیا، پھر حلق کرنے والے کو بلایا اور اپنے سر کے داہنے حصہ کے ایک شق کو لیا پھر اس کا حلق کیا)۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کا مفہوم ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: "وقد أجمع العلماء على مطلوبية هذا الترتيب" (فتح الباری ۳/ ۵۷۱)۔

اس لئے افضل اور بہتر سبھی فقہاء کے نزدیک یہی ہے کہ ان امور کے درمیان ترتیب باقی رہے، لیکن اگر اس ترتیب میں فرق پڑ جائے اور تقدیم و تاخیر ہو جائے تو اس سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ تقدیم و تاخیر کی وجہ سے متمتع یا قارن پر کوئی دم لازم آئے گا، یا نہیں؟

امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ ان امور مذکورہ میں

Marfat.com

صرف سنیت کے قائل ہیں، لہذا ان امور کی ترتیب میں خلل ہونے سے ان ائمہ کرام کے نزدیک متمتع یا قارن پر کوئی دم یا فدیہ لازم نہیں آئے گا، کیوں کہ ان حضرات کے نزدیک ترتیب غیر واجب ہے۔

مذکورہ ائمہ کرام نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ مختلف حضرات نے یوم النحر کو حضور ﷺ سے مختلف امور کے متعلق سوالات کئے کہ میں نے فلاں کام پہلے کر دیا اور فلاں کام بعد میں کیا، آپ ﷺ نے ہر ایک کو یہی جواب دیا: "افعل ولا حرج"، ان حضرات نے عدم حرج کو عدم اثم اور عدم فدیہ دونوں پر محمول کیا۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک ترتیب کے واجب ہونے کی وجہ سے خلاف ترتیب ہونے پر دم لازم ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک صرف رمی اور بقیہ امور ثلاثہ کے درمیان ترتیب واجب ہے، لہذا ذبح، حلق اور طواف افاضہ میں سے کسی بھی امر کو رمی پر مقدم کر دیا تو ان کے نزدیک دم واجب ہوگا اور اگر رمی کو مقدم کیا اور پھر بقیہ امور کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر ہوئی تو کوئی دم نہیں ہوگا۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک متمتع اور قارن کے لئے طواف زیارت کے علاوہ مذکورہ سبھی امور میں ترتیب واجب ہے، لہذا ان میں سے کسی ایک میں بھی تقدیم و تاخیر ہوگی تو دم لازم ہوگا۔

امام صاحب نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فتویٰ سے استدلال کیا ہے:

"عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: من قدم شيئا من حجه أو أخره فليهرق لذلک دما" (رواہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار ۱/۴۴۷)۔

(ابن عباسؓ سے مروی ہے جو شخص اپنے حج میں سے کسی چیز کو مقدم کرے یا مؤخر کرے اس کو چاہئے کہ خون بہائے)۔

یہ راوی کا فتویٰ ہے جو مذکورہ روایت "افعل ولا حرج" کے خلاف ہے جب کہ اس

Marfat.com

کی روایت بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے، لہذا اس اصول کے تحت کہ راوی کا فتوی خود اپنی روایت کے خلاف راجح اور مقدم ہوتا ہے ان امور کی تقدیم و تاخیر پر دم لازم آئے گا۔

جس نے حلق کو مؤخر کیا یہاں تک کہ قربانی کے ایام ختم ہو گئے تو ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہے اور ایسے ہی جب طواف زیارت کو مؤخر کرے، صاحبین نے فرمایا: دونوں صورتوں میں اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اور ایسے ہی اختلاف ہے رمی کے مؤخر کرنے اور ایک رکن کو دوسرے رکن پر مقدم کرنے میں، جیسے رمی سے پہلے حلق کرنا اور قارن کا رمی سے پہلے قربانی کرنا اور ذبح سے پہلے حلق کرنا (ہدایہ ۱/۲۵۶)۔

واضح ہو کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک طواف زیارت میں ترتیب واجب نہیں ہے، طواف زیارت مذکورہ تینوں امور سے پہلے کرے، بیچ میں کرے، اس کے خلاف ترتیب ہونے سے کوئی دم لازم نہیں ہوگا (اوجز المسالک ۲/۷۱۵)۔

غالباً اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے:

"والعجب ممن يحمل قوله "ولا حرج" على نفي الإثم فقط ثم يخص ذلك ببعض الأمور دون بعض، فإن كان الترتيب واجبا يجب بتركه دم فليكن في الجميع وإلا فما وجه تخصيص بعض دون بعض مع تعميم الشارع الجميع بنفي الحرج" (فتح الباری ۳/۵۷۱)۔

ٹھیک اسی کے برعکس شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ ان لوگوں پر بھی تعجب کا اظہار فرماتے ہیں جو وجوب ترتیب کے قائل نہیں ہیں، لکھتے ہیں:

"اور تعجب کی بات ہے ان بڑے اماموں پر کہ وہ لوگ ان چاروں افعال میں ترتیب کو واجب قرار نہیں دیتے، نبی کریم ﷺ کے قول "افعل ولا حرج" سے اس پر استدلال کرتے ہوئے لیکن وہ لوگ جمرات کی رمی میں ترتیب کو واجب قرار دیتے ہیں تو جس نے اولیٰ پر وسطیٰ کو

Marfat.com

مقدم کیا وہ ان لوگوں میں داخل ہے جس نے کسی چیز کو مقدم کیا یا موخر کیا، تو وہ لوگ اس میں ان کے قول "افعل ولا حرج" کو نہیں لیتے" (حجۃ الوداع وجزء عمرات النبی ﷺ/۱۴۷)۔

شیخ زکریا رحمہ اللہ نے "افعل ولا حرج" میں عدم حرج سے مراد صرف عدم اثم پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جو لوگ وجوب دم کے قائل نہیں اور صرف یہ کہتے ہیں: "لا حرج" سے مراد صرف نفی اثم ہے وہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اس شخص پر جو کسی مسلم شخص کی عزت پر حملہ کرے سوائے اس کے کہ وہ ظالم ہے اور یہی وہ چیز (ظلم) ہے جو حرج اور ہلاکت ہے، یہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ منفی صرف اثم اور گناہ ہے، اس لئے کہ سلف اور خلف میں سے کسی نے بھی کسی کی عزت پر حملہ کرنے والے شخص پر دم واجب ہونے کی بات نہیں کہی ہے" (حجۃ الوداع وجزء عمرات النبی ﷺ/۱۴۶)۔

لیکن وہ موقع جب کہ صحابہ کرام نے ان امور کے متعلق آں حضرت ﷺ سے استفسار کیا مسئلہ کی وضاحت کا تھا پھر بھی آپ ﷺ نے محض رفع حرج پر اکتفاء کیا، وجوب فدیہ وغیرہ کی صراحت نہیں کی، واجب ہوتا تو آپ ﷺ ضرور بیان کرتے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لو كان واجبا لبينه ﷺ حينئذ لأنه وقت الحاجة ولا يجوز تأخيره" (فتح الباری ۳/۵۷۱)۔

(اگر واجب ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس کو اسی وقت بیان فرمادیتے اس لئے کہ اس وقت ضرورت تھی اور اس کا موخر کرنا جائز نہیں تھا)۔

بہر کیف مذکورہ بالا تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "لا حرج" سے مراد "نفی الإثم" ہے، یہ جمیع علماء کا اتفاق ہے کہ اگر کسی متمتع اور قارن سے امور مذکورہ کی ترتیب میں خلل واقع ہو گیا تو

Marfat.com

آخرت میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

البتہ وجوب فدیہ کے سلسلہ میں اختلاف ہے، اس لئے موجودہ دور کی مشکلات میں اگر کسی حاجی کے ساتھ یہ حادثہ پیش آجائے کہ اس کی ترتیب میں خلل واقع ہو، تقدیم وتاخیر ہوجائے اور اس کا اسے علم بھی ہوجائے اور اللہ تعالیٰ نے اسے وسعت دی ہو تو بہتر یہ ہے کہ خلاف افضل ہونے کے سبب ایک دم دیدے۔

اور اگر وسعت نہ ہو، یا اسے علم ہی نہ ہوسکے تقدیم وتاخیر کا، تو اس کے حج میں کسی طرح کا فساد یا کراہت نہیں لازم آئے گی اور اللہ کی ذات سے امید ہے کہ مواخذہ نہیں فرمائیں گے۔

۹- حج بدل کرنے والا تمتع کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں خود علماء حنفیہ کے درمیان اختلاف ہے، بعض حضرات اکابر نے آمر کی اجازت کے باوجود حج تمتع سے منع فرمایا ہے، بنابریں یہ مسئلہ دشوار ہوجاتا ہے، لیکن اکثر علماء کرام اور مفتیان کرام نے آمر کی اجازت سے حج تمتع کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

اسی جواز کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے درج ذیل تفصیل کی جاتی ہے:

علامہ ابن عابدینؒ نے اپنے معروف رسالہ "**نشر العرف فی بناء بعض الأحکام علی لعرف**" میں عرف کی دو قسم کی ہے، عرف عملی اور عرف قولی اور اس کی تفصیل کرتے ہوئے عرف عملی کی مثال میں یہ پیش کیا ہے کہ اگر کسی قوم میں گیہوں اور بھیڑ کے گوشت کھانے کی عادت اور عرف ہو اور ان میں سے کوئی آدمی کسی سے کہے کہ میرے لئے کھانا اور گوشت خرید دو تو وہ گیہوں اور بھیڑ کے گوشت پر ہی محمول ہوگا (مجموعہ رسائل ابن عابدین ۲/ ۱۱۴)۔

لہذا موجودہ دور میں اگر کوئی شخص کسی کو حج کرنے کا حکم دے اور عرفاً حج بول کر حج تمتع ہی مراد ہوتا ہو تو حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا حج تمتع تصور کیا جائے گا۔

مولانا مفتی رشید احمد صاحب حج بدل سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

Marfat.com

''اس کو افراد کرنا چاہئے، آمر کی اجازت سے تمتع وقران بھی کر سکتا ہے، مگر دم شکر مامور پر ہوگا، اگر آمر بخوشی دم شکر کی قیمت ادا کردے تو جائز ہے، اس زمانہ میں عرفاً آمر کی طرف سے تمتع وقران ودم شکر کا اذن ثابت ہے اس لئے صراحۃً اذن ضروری نہیں، لہٰذا صراحۃً اذن حاصل کرلینا بہتر ہے'' (احسن الفتاوی)۔

الف- حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اس میں خود علماء حنفیہ کے درمیان اختلاف ہے، ملا علی قاریؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہم اللہ نے آمر کی اجازت کے باوجود عدم جواز کا ہی فتویٰ دیا ہے (معلم الحجاج / ۲۸۴ حاشیہ (۲)۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ زبدۃ المناسک میں فرماتے ہیں:

''تمتع کرنا کسی حال میں درست نہیں اگرچہ آمر نے اذن دیا ہو، کیونکہ میقات آمر سے حج نہ ہووے گا، مگر جو تمتع اذن آمر سے کیا ہے تو ضمان نہیں آتا، گو حج آمر کا ادا بھی نہیں ہوتا'' (زبدۃ المناسک فی ضمن تالیفات رشیدہ / ۶۴۷)۔

لیکن کثیر علماء کرام نے حج بدل کے صحیح ہونے کی شرائط میں ''میقات آمر سے حج کرنے'' کی شرط کا لحاظ نہیں کیا ہے اور آمر کی اجازت سے حج قران اور حج تمتع کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، صاحب احسن الفتاویٰ مولانا مفتی رشید احمد صاحب کا فتویٰ اوپر گذر چکا ہے، مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مفتی عبد الرحیم صاحبؒ نے بھی آمر کی اجازت سے تمتع کے جواز کا ہی فتویٰ دیا ہے۔

ملاحظہ ہو کفایت المفتی ۴ / ۳۲۵ وما بعدہا، نیز فتاویٰ رحیمیہ ۸ / ۳۱۳- ۳۲۳، بغیۃ المناسک / ۹۷ میں ''إلا إذا وجد الإذن'' کی صراحت موجود ہے۔

محدث ابو المآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ رہبر حجاج میں لکھتے ہیں: ''حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے قران یا تمتع کا احرام بھی باندھ سکتا ہے، اس مسئلہ میں کچھ

Marfat.com

اختلاف کتابوں میں مذکور ہے اور چند اکابر نے تمتع کو اجازت کے بعد بھی ناجائز قرار دیا ہے، مگر اصح یہ ہے کہ حج بدل کرنے والے کو تمتع کرنا آمر کی اجازت سے جائز ہے، غنیۃ المناسک میں ہے:

''لیکن لباب میں جس بات کا اضافہ کیا ہے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو بحر وغیرہ میں ہے کہ آمر کی طرف سے تمتع جائز ہے، جب کہ اس کے حکم سے ہو، جیسا کہ آگے آئے گا، کہا گیا ہے کہ اس بنیاد پر آمر کو یہ اختیار بھی ہے کہ وہ پہلے اپنی طرف سے صرف عمرہ کرنے کی اجازت مامور کو دے پھر اپنی ہی طرف سے حج کرنے کی'' (ص ر ۱۸۵)۔

درمختار میں ہے کہ قران اور تمتع اور جنایت کا دم حج بدل کرنے والے کے ذمہ ہے، بشرطیکہ آمر نے اس کو قران وتمتع کی اجازت دی ہو اور مولانا شیر محمدؒ کی عمدۃ الناسک میں ہے کہ آمر کو چاہئے کہ وہ اپنے مامور کو عام طرح اجازت دیدے کہ تمہاری مرضی پر ہے چاہے افراد با لحج کرو یا قران یا تمتع، پھر حاشیہ میں اس کی تائید میں چند عبارتیں لکھی ہیں (دیکھئے کتاب مذکور ر ۴۴۱۔ ۴۴۲، رہبر حجاج ر ۳۸)۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ آمر کی اجازت سے حج بدل کرنے والا تمتع کرسکتا ہے۔

ب- مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ حج بدل کرنے والے کے لئے تمتع کے جواز میں باوجود آمر کی اجازت کے اختلاف ہے، البتہ بغیر آمر کی اجازت کے سبھی علماء کا اتفاق ہے کہ اس کے لئے حج تمتع کرنا درست نہیں ہے۔

اوپر یہ بات بھی گذر چکی ہے کہ جب عرفاً حج بول کر حج تمتع ہی سمجھا جاتا ہو تو صرف حج کی اجازت سے تمتع کی اجازت متصور ہوگی۔

لیکن بہتر اور افضل یہ ہے کہ آمر مامور کو صراحۃً اجازت دیدے کہ وہ اپنی سہولت سے حج افراد، تمتع یا قران کرے اور مامور کو چاہئے کہ وہ آمر سے صراحۃً اجازت حاصل کرے۔

Marfat.com

ج- شریعت نے چونکہ ظن غالب کا اعتبار کیا ہے، اس لئے اگر مامور کا ظن غالب ہے کہ آمر اس کو حج تمتع کی اجازت دے دیتا ہے تو وہ تمتع کرسکتا ہے، خاص کر اس صورت میں جب کہ عرفا حج کا اطلاق تمتع پر ہوتا ہو۔

د- حج بدل کرنے والا خواہ باذن آمر تمتع کرے یا بدون اذن آمر، ہر حال میں دم تمتع حج کرنے والے مامور کے مال میں ہی لازم ہوگا، بلکہ اس صورت میں جبکہ آمر نے تمتع کی اجازت نہ دی ہو تو مخالفت آمر کی وجہ سے مامور پورے نفقہ حج کا ضامن ہوگا۔

"(ودم القران) والتمتع (والجناية على الحاج) إن أذن له الآمر بالقران والتمتع وإلا فيصير مخالفا فيضمن" (درمختار مع ردالمحتار ۲/ ۳۳۹)۔

"البحر الرائق" میں ہے:

"احصار کا دم آمر پر واجب ہوگا اور قران وجنایت کا دم مامور پر، قران سے مراد حج وعمرہ کے مابین جمع کرنے کا دم ہے خواہ قران ہو یا تمتع، جیسا کہ "غایۃ البیان" میں اس کی صراحت ہے، لیکن گذشتہ اجازت کے ساتھ" (البحر الرائق ۳/ ۶۶)۔

البتہ اگر آمر دم تمتع کی بھی اجازت دیدیتا ہے تو دم تمتع آمر کے مال سے دینا جائز ہے (احسن الفتاوی)۔

ھ- حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کرسکتا ہے۔

و- گذشتہ ابحاث میں گذر چکا ہے کہ حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے تمتع کرسکتا ہے؟ یہ حج بدل اگر میت کی طرف سے ہو اور میت نے وصیت کی ہے حج کرنے کی اور اس کا ثلث مال متروکہ اس کی کفایت کرتا ہے کہ اس سے حج تمتع کرایا جائے اور ورثہ کی اجازت بھی ہے، تمتع کے لئے، نیز عرفا حج کا اطلاق تمتع پر ہوتا ہو تو حج تمتع کیا جاسکتا ہے۔

اگر میت نے وصیت نہیں کی ہے، لیکن اس کے ورثہ اس کی طرف سے حج کرانا چاہتے ہیں تو یہ ان کی طرف سے تبرع ہے جس کا حق انہیں حاصل ہے، لہذا اگر ورثہ تمتع کی اجازت

Marfat.com

دیدیں تو میت کی طرف سے حج بدل کرنے والا تمتع کرسکتا ہے۔

صرف وصی کی اجازت سے تمتع درست نہیں ہوگا۔

۱۰- حالت حیض، یا نفاس میں طواف زیارت:

اس امر پر تو تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ طواف بیت اللہ کے لئے طہارت مسنون ہے، یا واجب، جیسا کہ ہدایہ میں ہے: "ثم قيل هي سنة والأصح أنها واجبة" (ہدایہ ۱/۲۵۲)۔

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ بغیر طہارت طواف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ امام مالک اور امام شافعی (اور ایسے ہی امام احمد بن حنبل) کے نزدیک بغیر طہارت کے طواف کرنا جائز نہیں، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بغیر طہارت طواف کرے تو طواف ہوجائے گا، مگر ناقص ہوگا، دم کے ذریعہ اس کی تلافی کرنی ہوگی (بدایۃ المجتہد ۱/۴۱۹)۔

جن فقہاء کرام نے طواف کے لئے طہارت شرط مانی ہے وہ مختلف احادیث سے استدلال کرتے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث ہے:

"أن النبي ﷺ قال: الطواف حول البيت مثل الصلاة إلا أنكم تتكلمون فيه، فمن تكلم فيه فلا يتكلمن إلا بخير" (سنن ترمذی: باب ماجاء فی الکلام فی الطواف)۔

(بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کے اردگرد طواف کرنا نماز کی طرح ہے، لیکن تم لوگ اس میں بات چیت کرسکتے ہو، تو جو اس میں بات کرے وہ خیر ہی کی بات کرے)۔

اس حدیث کے مرفوع یا موقوف ہونے میں اگرچہ اختلاف ہے، پھر بھی اہل علم کا اس پر عمل ہے اور اس حدیث میں طواف کو نماز کی طرح بتلایا گیا ہے، لہذا نماز کی طرح اس کے لئے بھی طہارت ضروری ہے۔

Marfat.com

دوسری حدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب وہ حج کے ارادہ سے چلیں اور مقام سرف پر پہنچیں اور حائضہ ہوگئیں تو رونے لگیں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

"افعلی ما یفعل الحاج غیر أن لا تطو فی بالبیت حتی تطهری" (صحیح مسلم مع شرحہ فتح الملہم ۳؍ ۲۶۳-۲۶۴، سنن الترمذی: باب ماجاء ماتقضی الحائض من المناسک) (تم ان افعال کو کرو جو حاجی کرتا ہے مگر تم جب تک پاک نہ ہو جاؤ بیت اللہ کا طواف مت کرو)۔

تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ہے:

"أن النبی ﷺ قال: الحائض والنفساء إذا أتتا علی الوقت تغتسلان وتحرمان وتقضیان المناسک کلها غیر الطواف بالبیت قال أبو معمر فی حدیثه: حتی تطهر" (سنن الترمذی: باب ماجاء ماتقضی الحائض من المناسک حدیث نمبر ۹۴۵)۔

(نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حیض اور نفاس والی عورتیں جب میقات پر آئیں تو دونوں غسل کر کے احرام باندھیں اور طواف بالبیت کے علاوہ تمام ارکان کو ادا کریں، ابو معمر نے اپنی حدیث میں فرمایا یہاں تک کہ پاک ہو جائے)۔

یہ ساری احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ طواف کے لئے مرد، یا عورت کو حالت طہارت میں ہونا چاہئے، اگر چہ جو لوگ طہارت کو شرط نہیں مانتے وہ یہ توجیہ کرتے ہیں کہ طواف کے لئے چونکہ مسجد حرام میں داخل ہونا ضروری ہے اور مسجد میں جنبی، حائضہ یا نفساء کے لئے داخل ہونا جائز نہیں۔

اس لئے ایسی عورتیں جو طواف زیارت کے موقع پر حیض یا نفاس کے عذر میں مبتلا ہو جائیں تو انہیں حتی الامکان بھر پور کوشش کرنی چاہئے کہ ان حالات میں بیت اللہ شریف کے طواف سے احتیاط کریں، اگر چہ بغیر طہارت طواف کرنا جائز ہو، مگر حالت جنابت میں مسجد حرام میں داخل ہونا بھی گناہ عظیم ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔

ذمہ داران حج سے اس سلسلہ میں بات چیت کریں، ویزا کی تاریخ بڑھوائیں، جہاز کی

Marfat.com

تاریخ میں تبدیلی کروائیں، اپنی طاقت بھر پوری کوشش کریں کہ ان اعذار میں مبتلا ہوتے ہوئے طواف کی نوبت نہ آئے۔

الف- اگر کوئی بھی صورت نہیں نکلتی ہے اور حالت جبر واضطرار کی سی ہے تو حالت حیض ونفاس میں ہی طواف زیارت کرلے۔

مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ''البتہ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس کا یہ حل بیان کیا ہے کہ ایسی عورت ناپاکی ہی کی حالت میں طواف کرلے اور امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق دم دے کر اس کی تلافی کرلے'' (درس ترمذی ۳/ ۲۱۸)۔

ب- ہاں یہ طواف جو اس نے ناپاکی کی حالت میں کیا ہے، وہ قابل اعتبار ہے اس کی وجہ سے اس کا رکن (طواف افاضہ) ادا ہوگیا اور وہ اپنے شوہر کے حق میں حلال بھی ہوگئی، البتہ اس پر دم لازم آئے گا، حالت جنابت میں طواف کرنے کی وجہ سے، اس لئے حتی الامکان عذر حیض یا نفاس کے زائل ہونے کا انتظار کرے۔

''واختار فی المحیط أن بعث الدم أفضل لأن الطواف الأول وقع معتداً به وفیه منفعة للفقراء وإذا عاد للأول یرجع بإحرام جدید بناء علی أنه حل فی حق النساء بطواف الزیارة جنبا'' (البحر الرائق ۳/ ۱۸)۔

''اگر حالت حدث میں طواف زیارت کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہوگی، اس لئے کہ اس نے رکن میں نقص پیدا کردیا تو وہ پہلے سے زیادہ فحش ہوگیا، لہذا دم سے پورا کیا جائے گا اور چونکہ جنابت حدث سے زیادہ غلیظ ہے، لہذا اس کے نقصان کی تلافی بدنہ سے واجب ہوگی تفاوت کو ظاہر کرنے کے لئے'' (ہدایہ ۱/ ۲۵۲)۔

ج- ہدایہ کی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ بدنہ ہی ذبح کرنا ہوگا، بکرا کافی نہیں ہے۔

''والشاة جائزة فی کل شیئ إلا فی موضعین من طاف طواف الزیارة

Marfat.com

جنبا ومن جامع بعد الوقوف فإنه لایجوز فیهما إلا بدنة" (ہدایہ ۱/ ۲۸۰)۔

(اور ہر چیز میں بکری جائز ہے دو جگہوں کے علاوہ، جو شخص طواف زیارت کرے حالت جنابت میں اور جو وقوف کے بعد جماع کرے، ان دونوں میں بدنہ کے علاوہ جائز نہیں ہے)۔

و- دم کی ادائیگی حرم مکہ میں ہی ضروری ہے، حرم مکہ سے باہر اپنے مقام پر ادا کرنے سے ساقط نہیں ہوگا، ہدایہ میں ہے:

"غیر حرم میں ہدی ذبح کرنا جائز نہیں ہے، شکار کی جزاء کے متعلق اللہ تعالیٰ کے قول "هدیا بالغ الكعبة" کی وجہ سے، یہی تو اصل ہے ہر اس دم میں جو کفارہ ہے، اور اس لئے کہ ہدی کہتے ہی اس کو جسے کسی جگہ لے جایا جائے اور اس کی جگہ حرم ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پورا منیٰ قربانی کی جگہ ہے اور مکہ کی ساری گلیاں منحر ہیں" (ہدایہ ۱/ ۲۸۱)۔

ایسی عورت جو حالت حیض ونفاس میں طواف کئے ہو قربانی یعنی دم سے پہلے اس طواف کا اعادہ حالت طہارت میں کرلے تو دم ساقط ہو جائے گا۔

۱۱-وہ عورت جو سفر حج میں چلی یا عمرہ کے ارادہ سے چلی اور درمیان سفر اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو جس وقت وہ معتدہ ہو رہی ہے، ایسی جگہ میں ہے کہ وہاں سے اس کا وطن مسافت شرعی یا اس سے زیادہ کی دوری پر ہے اور مکہ مکرمہ مسافت شرعی سے کم دوری پر ہے تو ایسی عورت اپنے سفر حج یا عمرہ کو پورا کرے گی، مکہ مکرمہ جائے گی اور حج یا عمرہ کی ادائیگی کرے گی، لیکن اگر اس کا وطن مسافت شرعی سے کم دوری پر ہے تو وہ اپنے وطن لوٹے گی اور وہ محصر کے حکم میں ہوگی۔

"فلو أحرمت ولیس لها محرم ولا زوج فهی محصرة كما فی اللباب والبحر، ثم هذا إذا كان بینها وبین مكة مسیرة سفر وبلدها أقل منه أو أكثر لكن یمكنها المقام فی موضعها و إلا فلا إحصار فیما یظهر" (شامی ۲/ ۳۱۹، ۳۲۰)۔

مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اس عورت کا وطن مسافت شرعی یا اس سے زیادہ

Marfat.com

دوری پر ہے، لیکن وہ ایسی جگہ پر ہے کہ وہاں ٹھہر کر عدت گذار سکتی ہے تو اسے وہاں رک کر عدت گذارنا چاہئے، یہ اسی وقت ہے جب کہ مکہ کی دوری مسافت شرعی کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔

۱۲- وہ شخص جو سفر حج کے لئے نکلا ہے، مکہ مکرمہ میں ایسے وقت پہنچتا ہے کہ پندرہ یوم سے پہلے ہی منیٰ کے لئے روانگی کا وقت آجاتا ہے تو اس میں ایک صورت تو یہ ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ تک اسے پندرہ دن مل جاتا ہے تو اسے مقیم سمجھا جائے گا، کیوں کہ آج کل جب کہ منیٰ کی آبادی مکہ سے متصل ہو چکی ہے تو منیٰ کا قیام بھی مکہ کا ہی قیام مانا جائے گا، اور اگر آٹھویں ذی الحجہ کو لے کر بھی پندرہ دن نہیں ملتے تو اسے مسافر کہا جائے گا، اس لئے کہ پھر اسے عرفات جانا ہے جو الگ ایک بستی ہے۔

"**فإذا كان أحدهما تبعا للآخر بأن نوى الإقامة في المصر وفي موضع آخر تبع لها وهو ما يلزم ساكنيه حضور الجمعة يصير مقيما لأنهما مكان واحد**" (عینی شرح الہدایہ ۱/ ۹۷۵)۔

(پھر جب ان دونوں میں سے ایک دوسرے کے تابع ہو، بایں طور کہ مصر میں اقامت کی نیت کرے اور ایسی جگہ میں جو اس کے تابع ہو اور وہ ایسی جگہ ہو کہ اس کے رہنے والوں پر جمعہ میں حاضر ہونا لازم ہو تو وہ مقیم ہو جائے گا اس لئے کہ وہ دونوں ایک جگہ ہے)۔

یعنی اگر کوئی مسافر ایسی دو جگہوں پر رہنے کی نیت کرتا ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کے تابع ہے اور اس کی نیت پندرہ دن کی دونوں جگہوں کو شامل کر کے ہے تو وہ مقیم سمجھا جائے گا۔

۱۳- یہ مسئلہ اس قاعدہ پر منحصر ہے کہ کسی شخص کا کسی شافعی مذہب امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ پر مولانا عبد الحئی صاحبؒ نے ہدایہ کے حاشیہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے، نیز علامہ شامیؒ نے بھی اس پر سیر حاصل بحث کی ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ہدایہ/ ۱۲۵-۱۲۶، نیز شامی ۱/ ۶۲۵)۔

Marfat.com

اس مسئلہ میں خود حنفیہ کے مابین مختلف اقوال ملتے ہیں کہ اقتداء اور امامت میں کس اعتبار کیا جائے گا، مقتدی کے اعتقاد کا یا امام کے اعتقاد کا۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"وظاهر الهداية أن الاعتبار لاعتقاد المقتدى ولا اعتبار لاعتقاد الإمام" (شامی ۱/۶۲۵)۔

(اور ہدایہ کی ظاہر عبارت ہے کہ مقتدی کا اعتقاد معتبر ہے، امام کے اعتقاد کا کوئی اعتبار نہیں ہے)۔

اسی قاعدہ کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر امام دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتا تو ایسے امام کی اقتداء صحیح ہے اور اگر دو رکعت پر سلام پھیر کر پھر تیسری رکعت کے لئے اٹھتا ہے تو ایسے امام کی اقتداء درست نہیں۔

ابوبکر رازی کا بھی قول نقل کیا ہے کہ اگرچہ امام دو رکعت پر سلام پھیرتا ہے پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوتا ہے کسی حنفی کا اس کی اقتداء کرنا درست ہے (شامی ۱/۶۲۵)۔

اس سلسلہ میں انہوں نے پہلے ایک بات لکھی ہے جو ان الفاظ میں ہے:

"والذى يميل إليه القلب عدم كراهة الاقتداء بالمخالف ما لم يكن غير مراع فى الفرائض لأن كثيراً من الصحابة والتابعين كانوا أئمة مجتهدين وهم يصلون خلف إمام واحد مع تباين مذاهبهم" (شامی ۱/۵۲۷)۔

(اور وہ بات جس کی طرف دل کا میلان ہوتا ہے وہ مخالف کی اقتداء کا مکروہ نہ ہونا ہے جب تک وہ فرائض میں رعایت کرنے والا ہو، کیوں کہ بہت سارے صحابہ اور تابعین جو کہ ائمہ مجتہدین تھے وہ لوگ ایک امام کے پیچھے اختلاف مذاہب کے باوجود نماز پڑھتے تھے)۔

ظاہر ہے کہ حضور ﷺ سے وتر میں دو رکعت پر سلام پھیرنا ثابت ہے، لہذا ایسے امام کی اقتداء کرنا درست ہے جو دو رکعت پر سلام پھیر کر پھر تیسری رکعت پڑھتا ہے۔

Marfat.com

"عن عائشةؓ قالت: كان رسول الله ﷺ يسلم فى كل ثنتين ويوتر بواحدة" (سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی الوتر برکعۃ)۔

(حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ ہر دو رکعت میں سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت ملا کر وتر بنا دیتے)۔

Marfat.com

حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا اشتیاق احمد اعظمی ☆

۱- اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ حج یا عمرہ کی نیت سے حرم مکی میں داخل ہونے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو، لیکن حج وعمرہ کی نیت، جو لوگ نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو اس سلسلہ میں ان کے لئے احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھنا ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں فقہائے امت اور ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف رائے ہے جو درج ذیل ہے:

۱- احناف: آفاقی شخص مکہ مکرمہ میں دخول کے ارادہ سے جب میقات پر پہنچے تو اسے بہر حال احرام باندھ کر ہی آگے بڑھنا ہوگا، خواہ اس کا قصد، حج یا عمرہ کا ہو یا نہ ہو، ہدایہ میں ہے:

"الآفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد" (۱/۲۱۴)۔

۲- مالک: جو شخص مکہ مکرمہ میں بغیر احرام، عمداً، یا جہالۃً داخل ہوا تو اس نے برا کام کیا، لیکن اس پر کوئی دم لازم نہیں، عینی میں ہے: "قال مالك: من دخل مكة غير محرم متعمداً أو جاهلاً فقد أساء ولا شئ عليه" (عینی شرح ہدایہ ۴/۱۴۰۴)۔

۳- شافعی: جو شخص مکہ مکرمہ میں حج، یا عمرہ کا ارادہ کر کے داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے میقات ہی سے احرام باندھ کر جانا واجب ہے، لیکن مکہ مکرمہ میں داخل ہونا کسی اور مقصد کے

☆ دار العلوم مئو، یوپی۔

Marfat.com

تحت ہو اور اس کی آمد و رفت مکرر اور بار بار ہوتی ہو تو اس پر احرام واجب نہیں۔ امام شافعی کا ایک دوسرا قول، مکہ مکرمہ میں دخول کے وقت استحباب احرام کا بھی ہے، جیسا کہ امام نووی نے منہاج میں لکھا ہے: "**وفي المنهاج للنووي: من قصد مكة غير لا شك أنه يستحب له أن يحرم بحج أو عمرة وفي قول يجب إلا أن يتكرر دخولها كحطاب و صياد**" (عینی ۴/۴۰۴)۔

۴- احمد: مکلف شخص اگر مکہ مکرمہ میں بلا ارادہ قتال مشروع، یا بلا حاجت متکررہ، جانا چاہتا ہو تو اس کے لئے میقات سے بلا احرام باندھے، تجاوز ناجائز ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی تحریر فرماتے ہیں: "**المكلف الذي يدخل بغير قتال و لا حاجة متكررة لا يجوز تجاوز الميقات غير محرم و به قال أبو حنيفة و بعض أصحاب الشافعي**" (المغنی ۴/۲۶۹)۔

لیکن اگر کوئی شخص بارادہ قتال مباح، خوف یا حاجت متکررہ، مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہتا ہو جیسے گھاس اکٹھا کر کے فروخت کرنے والا لکڑ ہارا اور غلہ اور چارہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے اور لیجانے والا یا ایسا شخص جس کی جائداد، حرم مکہ کی حدود میں ہو اور وہ ہر روز آمد و رفت رکھنے پر مجبور ہو تو ایسے تمام لوگوں پر احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں دخول واجب نہ ہوگا (المغنی ۴/۲۶۸)۔

قول اول کے دلائل

وہ حدیث جسے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اپنی سند کے توسط سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "**لا يجاوز أحد الميقات الإمحرما**" یعنی کوئی میقات سے بغیر احرام باندھے آگے نہ بڑھے، یہ حدیث طبرانی نے بھی اپنی معجم میں روایت کی ہے۔

Marfat.com

"عن أبی الشعثاء أنه رأی ابن عباسؓ: یرد من جاوز المیقات غیر محرم" (التعلیق الصبیح ۲/۱۷۶)۔

(ابوشعثاء سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ ہر اس شخص کو جو میقات سے احرام باندھے بغیر آگے بڑھ جاتا تھا، اسے واپس لوٹا رہے تھے)۔

عقلی دلیل: وہ یہ کہ احرام کا وجوب، اس مقدس سرزمین کے تقدس اور عظمت واحترام کے پیش نظر ہے، اس لئے وجوب احرام کے معاملہ میں، حاجی اور معتمر اوران کے علاوہ دیگر تمام لوگ یکساں حکم رکھیں گے، عینی میں ہے:

"ولأن وجوب الإحرام لتعظیم هذه البقعة الشریعة فیستوی فیه الحاج والمعتمر وغیرهما" (۴/۱۴۰۴)۔

دوسرے قول کی دلیل

حضرت عبداللہ بن عمر کا فعل کہ وہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جارہے تھے، راستہ پر ان کو ایسی خبر ملی جس کی بنا پر وہ مدینہ منورہ نہ جاکر مکہ کی طرف واپس لوٹ آئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے۔ چنانچہ امام محمدؒ نے اپنی مؤطا میں یہ باب قائم کیا ہے، "باب دخول مکة بغیر احرام" اوراس کے ذیل میں یہ روایت نقل کی ہے: "أخبرنا مالک حدثنا نافع أن ابن عمر اعتمر ثم أقبل حتی إذا کان بقدید جاءه خبر من المدینة فرجع فدخل مکة بغیر إحرام" (موطاامام محمد/۲۱۹)۔

تیسرے اور چوتھے قول کی دلیل

ا۔حج اور عمرہ کا قصد ہو تو بغیر احرام باندھے میقات سے تجاوز ناجائز ہونے کی دلیل وہی روایتیں ہیں جن کا ذکر قول اول کے دلائل میں آچکا ہے۔

لیکن اگر حج وعمرہ کا قصد نہ ہو تو بغیر احرام باندھے، میقات سے تجاوز کے جواز کی

Marfat.com

دلیل، اس روایت کا مفہوم ہے جس میں یہ کلمات وارد ہوئے ہیں: "فھن لھن ولمن أتی علیھن من غیر أھلھن لمن کان یرید الحج والعمرۃ" (مشکاۃ المصابیح باب المناسک بحوالہ التعلیق الصبیح ۱۷۶/۳)۔

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ حدیث کے ٹکڑے "لمن کان یرید الحج والعمرۃ" پر تحریر فرماتے ہیں: "وفیہ دلالۃ علی أن من مر بالمیقات لایرید حجاولا عمرۃ لا یلزمہ الإحرام لدخول مکۃ کما ھو الصحیح عند الشافعیۃ" (التعلیق ۱۷۶/۳)۔

۲-"إن النبی ﷺ دخل یوم الفتح مکۃ حلالا وعلی رأسہ المغفر" (متفق علیہ) وفی روایۃ مسلم: "وعلی رأسہ عمامۃ سوداء" (التعلیق ۲۶۹/۳)۔

۳-"روي عن ابن عمر أنہ دخلھا بغیر إحرام"۔

۴-اور اس لئے بھی مکہ مکرمہ میں احرام باندھ کر جانا واجب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ دوحرموں میں سے ایک ہے تو جیسے مدینہ منورہ جاتے وقت احرام باندھ کر جانا واجب نہیں ہوتا، اسی طرح مکہ مکرمہ میں جانے کے وقت بھی احرام واجب نہیں ہوگا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: "دلالۃ أحد الحرمین فلم یلزمہ الإحرام لدخولہ کحرم المدینۃ" (المغنی ۲۶۹/۳)۔

۵-"لو أوجبنا الإحرام علی من یتکرر دخولہ أفضی إلی أن یکون جمیع زمانہ محرما فقط للحرج" (المغنی ۲۶۹/۳) یعنی بار بار مکہ آنے جانے والے شخص کو اگر احرام باندھنے کا مکلّف بنادیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ہر وقت احرام کی حالت میں رہے اور یہ حرج کی بات ہے، اس لئے دفع حرج کے پیش نظر احرام باندھ کر جانے کی قید اٹھالی جائے گی۔

ترجیح: دلائل کی روشنی میں قول اول راجح معلوم ہوتا ہے کہ ہر مکہ جانے والے شخص پر

Marfat.com

احرام باندھ کر جانا واجب ہونا چاہئے الا یہ کہ وہ لوگ جو روزانہ آمد و رفت رکھنے پر مجبور ہوں تو رفع حرج کے پیش نظر انہیں مستثنیٰ کیا جانا چاہئے۔

۲-آج کل تیز رفتار تجارتی سرگرمیوں اور وسائل آمد و رفت کی کثرت و سہولت کی وجہ سے اہل مکہ کا حدود حرم سے باہر جاکر پھر مکہ مکرمہ واپس آنا اور حجاز مقدس کے دوسرے شہروں (مدینہ منورہ وغیرہ) کے باشندوں کا مختلف اغراض سے بار بار مکہ مکرمہ آنا ہوتا ہے، مثلاً ٹیکسی ڈرائیور بار بار مکہ، جدہ اور مدینہ کے درمیان آمد و رفت کرتے ہیں، اسی طرح تجارتی سامان لانے لے جانے والے ملازمین اور تجارتی کمپنیوں کے ایجنٹوں کو بار بار حدود حرم سے باہر آمد و رفت کرنی ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے ہر بار میقات میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنا اور ارکان عمرہ کی ادائیگی دقت طلب اور وقت طلب ہے، چونکہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک، حرم مکی میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے (خواہ وہ حج یا عمرہ کی نیت نہ رکھتا ہو) احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہونے کی پابندی ہے۔ تاہم اس جیسے حالات میں رفع حرج کے پیش نظر ایسے لوگوں کو صرف مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے جن کی واقعی روزانہ آمد و رفت رہتی ہو اور وہ اس کے لئے مجبور ہوں، کیونکہ فقہائے حنفیہ نے خود، میقات کے اندر رہنے والے افراد کو بغیر احرام باندھے، مکہ میں داخل ہونے کی اجازت صرف رفع حرج کے پیش نظر دے رکھی ہے، تو یہ بنیاد جب میقات سے باہر رہنے والوں کے لئے آج کل کے دور میں پائی جارہی ہے تو انہیں بھی احرام کی قید سے مستثنیٰ کیا جانا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے (ہدایہ ار ۲۱۴)۔

علامہ عینی نے اس موقع پر شرح کرتے ہوئے یہ روایت ذکر فرمائی ہے: "روي عن ابن عباس أنه عليه الصلاة والسلام رخص للحطابين أن يدخلوها بغير إحرام والظاهر أنهم لا يجاوزون الميقات فدل على أنه من كان داخل الميقات" (عینی ۲/ ۱۴۰۵) یعنی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے لکڑہاروں (حطابین) کو مکہ مکرمہ میں بغیر احرام باندھے، داخل ہونے کی اجازت دی تھی، علامہ عینی اس روایت کے ذیل

Marfat.com

میں فرماتے ہیں کہ یہ امر ظاہر ہے کہ حطابین عام طور سے، میقات سے باہر نہیں جایا کرتے تھے، اس لئے اس روایت کا ماحصل یہ نکلا کہ یہ اجازت انہی لوگوں کو حاصل ہوگی جو میقات کے اندر رہتے ہوں۔ لیکن آج کے دور میں مندرجہ بالا تیز رفتار ترقی کو سامنے رکھ کر یہ کہنا مشکل نہیں کہ حطابین جو آپ (ﷺ) کے زمانہ میں اپنے کام کے سلسلہ میں میقات کے اندر ہی آمدورفت رکھا کرتے تھے، ان کے بالمقابل آج کے پیشہ ور لوگ، میقات کے باہر اور اس سے کہیں زیادہ دور دراز کی مسافت میں آمدورفت رکھتے ہیں اور اپنے پیشہ کی بقا کے پیش نظر وہ اس کے لئے مجبور بھی ہیں، اس لئے ان حالات کو سامنے رکھ کر ہر ایسے شخص کو جس کی آمدورفت واقعی متکرر ہو اور وہ آنے جانے پر واقعی مجبور ہو تو اس کے حق میں رفع حرج کو بنیاد بنا کر احرام کی قید سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ دیگر فقہاء کرام کے مسلک میں اس باب میں توسع ہے۔

۳- مکی کے لئے قران وتمتع کا حکم

مکہ مکرمہ میں مقیم شخص، اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اشہر حج شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا درست نہیں ہے، یعنی مکی اور ان تمام لوگوں کے لئے جو مکی کے حکم میں ہیں، تمتع، یا قران، کی گنجائش نہیں ہے۔ ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں حضرت عمرؓ کا قول لکھا ہے:

"وصح عن عمر أنه قال: ليس لأهل مكة تمتع ولا قران" (۴۲۸/۲)۔

اور درمختار میں ہے: "والمكي ومن في حكمه يفرد فقط" (الدر المختار مع الشامی ۲۷۰/۲) یعنی مکی اور وہ شخص جو مکی کے حکم میں ہے، اسے صرف حج افراد کرنے کی اجازت ہے۔

لیکن مکی اور اس کے حکم میں آنے والا شخص، اگر قران، یا تمتع کر ہی لے، جس کی اس کے لئے شرعاً گنجائش نہیں تھی، تو فقہاء حنفیہ اسے جنایت کا مرتکب گردانتے ہوئے اس کے تمتع و قران کو جواز کی حیثیت دیتے اور اس پر دم جبر واجب قرار دیتے ہیں۔ "قال في التحفة: ومع هذا لو تمتعوا جاز وأساءوا وعليهم دم الجبر" (فتح القدیر ۴۲۸/۲، رد المحتار ۲۷۰/۲)۔

مکی کے حق میں تمتع وقران کے عدم جواز کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: "ذلک

Marfat.com

لمن لم يكن أهله حاضرى المسجد الحرام" (سورۃ البقرۃ:۱۹۶) (اور یہ (یعنی تمتع) اس شخص کیلئے ہے جس کے اہل وعیال، مسجد حرام یعنی کعبہ کے قرب میں نہ رہتے ہوں)۔

چونکہ قران وتمتع کی مشروعیت میں یہ علت کارفرما ہے کہ آفاقی حاجی کو بجائے دو مستقل سفر کے ایک ہی سفر میں، عمرہ و حج دونوں ادا کرنے کی سہولت حاصل ہو اور اس سہولت کی حصولیابی، آفاقی حاجی ہی کی صورت میں ہوسکتی ہے، اس لئے قران وتمتع، صرف آفاقی حاجی ہی کے لئے درست ہوگا، نہ کہ مکی اور ان لوگوں کے لئے جو مکی کے حکم میں ہوں۔

ہدایہ میں ہے:

"لأن شرعهما للترفه بإسقاط إحدى السفرتين وهذا في حق الآفاقي" (ہدایہ ار ۲۴۳)۔

۴- یہ بات مسلم ہے کہ مکی اور مکہ میں مقیم شخص کے لئے، تمتع وقران درست نہیں ہے، اور میقات کے باہر سے، مکہ مکرمہ جانے والے ہر شخص کے لئے (خواہ اس کی نیت حج، یا عمرہ کی نہ ہو) میقات سے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں داخل ہونا ضروری ہے۔ اب مکہ مکرمہ میں مقیم حضرات جو حج کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر وہ اپنی کسی ضرورت سے میقات سے باہر گئے، پھر اشہر حج کے اندر مکہ مکرمہ واپس لوٹنے لگے تو احرام باندھ کر آنا لازمی ہے اور احرام سے حلال ہونے کے لئے ارکان عمرہ کی ادائیگی کرنی ہوگی اور اگر اس سال وہ حج بھی ادا کرلے تو ایسی صورت میں اس پر دم جنایت واجب نہ ہوگا باتفاق ائمہ اربعہ، لیکن تمتع کرنے کی وجہ سے اس پر دم تمتع عند الجمیع لازم ہوگا، ملا علی قاری مناسک میں لکھتے ہیں:

"عز بن جماعہ نے اپنی کتاب "منسک" میں ذکر کیا ہے کہ مکی جب اپنی بعض ضروریات کی وجہ سے کسی آفاقی علاقہ میں چلا جائے، پھر لوٹے اور اشہر حج میں عمرہ کا احرام باندھے (اور عمرہ مکمل ادا کرلے) اور پھر اسی سال حج بھی کرلے تو اس مکی پر باتفاق ائمہ اربعہ دم لازم نہ ہوگا" (شرح اللباب ر ۱۵۳)۔

Marfat.com

یہاں جس دم کے عدم لزوم کی بات ہو رہی ہے، یہ وہ دم جبر ہے جس کا ترتب ترک سنت کے باعث ہوتا ہے، نہ کہ دم تمتع، کیونکہ دم تمتع کا لزوم بالاتفاق ہوا کرتا ہے، ہاں بعض فقہاء مثلاً حنفیہ اس کو دم شکر کہتے ہیں، اور غیر حنفی فقہاء اسے دم جبر کا نام دیتے ہیں، ملا علی قاری لکھتے ہیں: "**والمراد بعدم لزوم الدم، دم الجبر المتفرع علی ترکه السنة، لأن دم المتعة، سواء کان شکرا عندنا أو جبراً عند غیرنا فهو لازم اتفاقا**" (شرح اللباب، ۱۵۳)۔

مذکورہ بالا صورت میں مکی کا تمتع بالکل درست ہے، اس میں کوئی کراہت ہے اور نہ ہی کسی طرح کی جنایت جس پر دم لازم ہو، البتہ اس مکی کے تمتع کی درستگی اور صحت کے لئے ملا علی قاری نے ایک شرط لگائی ہے، وہ یہ کہ مکی کا تمتع اس وقت درست مانا جائے گا جب کہ اس کا مکہ مکرمہ سے باہر آفاق میں جانا اشہر حج سے پہلے ہوا ہو (شرح اللباب، ۱۵۳، ۱۵۴)۔

پھر ملا علی قاریؒ اس سلسلہ میں مکی اور مکہ میں مقیم شخص کے درمیان بھی فرق کرنے کے قائل ہیں اور وہ یہ کہ مذکورہ بالا صورت میں اصل مکی شخص کے حق میں تمتع کے جواز کے قائل نہیں، (کیونکہ مکی شخص عمرہ سے فراغت کے بعد المام صحیح کے زمرہ میں آجاتا ہے) ہاں جو شخص مکہ مکرمہ میں مقیم ہو اس کے لئے مندرجہ بالا شکل میں تمتع کی اجازت دیتے ہیں اور اس کے تمتع کو بالکل صحیح درست اور سنت کے مطابق قرار دیتے ہیں۔ ملا علی قاری رقم طراز ہیں:

"**ولا یبعد أن یفرق بین المکی المتوطن وبین المکی المقیم فیمتنع تمتع الأول دون الثانی**" (شرح اللباب، ۱۵۳-۱۵۴)۔

اس مبحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ مکہ مکرمہ میں مقیم شخص، اگر اشہر حج کے آغاز سے پہلے مکہ مکرمہ سے نکل کر آفاق میں کسی جگہ چلا جائے اور ضرورت پوری کر کے اشہر حج میں مکہ مکرمہ میں واپس آئے، تو عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں عمرہ ادا کرے اور پھر حج اسی سال کرے تو وہ یقیناً متمتع ہوگا، اس پر کسی طرح کا دم جنایت واجب نہ ہوگا، بلکہ دیگر تمتع کرنے والوں کی طرح اسے

Marfat.com

بھی صرف دم شکر ادا کرنا ہوگا۔

۵-آفاقی متمتع کے عمرہ سے فراغت کے بعد اور حج کا احرام باندھنے سے قبل مزید نفلی عمرہ کرنے کا حکم

عمرہ ایک عبادت ہے، اس کی ادائیگی کے لئے حج کی مانند شریعت نے مخصوص ایام کی تعیین وتحدید نہیں فرمائی ہے، بلکہ اس کی ادائیگی کے لئے پورے سال کے اندر صلاحیت موجود ہے، ہاں چند مخصوص ایام میں عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے اور وہ پانچ دن ہیں، یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق کے تین دن، بغیۃ المناسک میں مولانا حسن شاہ تحریر فرماتے ہیں: "وتصح فی کل السنة ولکن یکرہ تحریما إنشاؤھا بالإحرام فی خمسة أیام: یومُ عرفة و یوم النحر و أیام التشریق للنھی عنھا فیھا" (بغیۃ المناسک/۱۰۵)۔

رہا آفاقی متمتع شخص تو جب وہ عمرہ ادا کر کے حلال ہو جائے گا اور پھر حج تک وہ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے گا تو دوسرے اشخاص کی مانند حج سے پہلے نفلی طواف اور نفلی عمرہ ادا کرسکتا ہے۔ علامہ شامیؒ درمختار کی عبارت: "أقام بمکة حلالا (أی المتمتع)" کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں: "أفاد أنه یفعل ما یفعله الحلال فیطوف بالبیت ما بداله ویعتمر قبل الحج" (شامی ۲/۲۶۸، البحر الرائق)۔

ابوبکر جصاص رازی نے حضرت عمرؓ کا ایک اثر ابن عباس کی روایت سے نقل کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حج سے پہلے عمرہ کے تکرار میں کوئی مضائقہ نہیں ہے: "عن ابن عباسؓ قال وسمعت عمر یقول: لو اعتمرت ثم اعتمرت ثم حججت لتمتعت" (أحکام القرآن للجصاص الرازی ۱/۲۸۵)۔

حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد گرامی اس پس منظر میں ہے جب کہ ایام جاہلیت میں اشہر حج کے اندر عمرہ کرنا أفجر الفجور تصور ہوتا تھا۔

Marfat.com

دو عمروں کے درمیان کتنا فصل ہونا چاہئے

اس سلسلہ میں علماء امت کے مختلف اقوال ہمیں ملتے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-بعض حضرات کے نزدیک ایک سال میں صرف ایک مرتبہ عمرہ کیا جاسکتا ہے، یہ قول حسن بصری، ابن سیرین، امام مالک اور امام نخعی کا ہے (المغنی لابن قدامہ ۲۲۶/۳)۔

۲-صحابہ کرام کی ایک جماعت اور دیگر علماء امت اس بات کے قائل ہیں کہ سال کے اندر عمرہ کی تکرار میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یہ قول حضرت علی، ابن عمر، ابن عباس، انس، عائشہ رضی اللہ عنہم اور حضرت عطاء، طاؤس، عکرمہ اور امام شافعی سے مروی ہے۔

۶: الف-عمل رمی میں نیابت

رمی چونکہ مناسک حج میں سے ایک نسک ہے اس لئے جس طرح تمام افعال حج کو بشرط صحت و عدم مجبوری و معذوری حاجی خود ادا کرے گا، ایسے رمی بھی خود ادا کرنی ہوگی، بغیر معذوری کے خود سے نہ کرنا درست نہیں، لیکن مجبوری اور معذوری کی حالت میں نیابت جائز ہوگی، علماء کرام نے عمل رمی کی ادائیگی اور صحت کے لئے دس شرائط بیان کی ہیں، منجملہ ان شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ حاجی رمی خود کرے (بغیۃ المناسک ر۱۰۰)۔

مجبور و معذور کے لئے عمل رمی میں نیابت کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے جسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: "وعن جابرؓ قال: حججنا مع رسول الله ﷺ ومعنا النساء والصبيان فلبينا عن الصبيان ورمينا عنهم" (رواہ احمد وابن ماجہ بحوالہ فقہ السنۃ لسید سابق ار۶۳۳)۔

ب- رمی میں نیابت ہوسکتی ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، لیکن اس کی اجازت صرف معذور اور مریض تک محدود ہوگی۔ "وتجوز (النيابة) عند العذر" (بغیۃ المناسک ر۱۰۰)۔

Marfat.com

واضح ہو کہ عمل رمی کی حیثیت وجوب کی ہے اور واجب کا ترک بغیر عذر صحیح نہیں، لیکن اگر کوئی معذوری و مجبوری میں ترک کرے تو اس پر کوئی دم لازم نہ ہوگا "**لو ترک شیئا من الواجبات لعذر لاشئ فیه**" (بغیۃ المناسک/۱۲۸) اور عذر سے مراد وہ عذر ہوگا جو منجانب اللہ ہو، چنانچہ اگر عذر من جانب العباد ہو تو اس کا اعتبار نہ ہوگا جیسے کسی کے جبر و اکراہ کے باعث، کوئی اگر کسی محظورات احرام کا ارتکاب کرلے تو وہ شرعا معذور نہ ہوگا مثلاً کسی کے دباؤ اور اکراہ کے نتیجہ میں بحالت احرام، خوشبو لگا لے یا لباس پہن لے تو دم واجب ہوگا (حوالہ سابق)۔

مجبوری و معذوری کی تحدید

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معذوری و مجبوری کی حد کیا ہوگی جس کے باعث نیابت عمل رمی میں جائز ہوسکتی ہو تو اس کی تحدید فقہاء کرام کے یہاں ہمیں ملتی ہے:

"مریض اور معذور کی حد یہ ہے کہ وہ اتنا کمزور اور بیمار ہو جائے کہ نماز بیٹھ کر ہی پڑھ سکتا ہو، کیونکہ ایسا شخص نہ تو سوار ہو کر رمی کرسکتا ہے اور نہ اس صورت میں وہ رمی کرسکتا ہے کہ اسے دوسرا شخص لاد کر رمی تک لے جائے، یا تو اس کے لئے عمل رمی بالکل دشوار ہو چکا ہو، یا یہ کہ وہ رمی کسی طرح کرسکتا ہے لیکن اس رمی کی وجہ سے اسے ضرر اور نقصان لاحق ہونے کا اندیشہ ہے" (بغیۃ المناسک/۱۰۰)۔

چنانچہ اگر مریض کو لاد کر مرمی تک لے جایا جاسکتا ہے اور وہ وہاں محمولاً پہنچ کر بدون الم شدید کے رمی کرسکتا ہے اور اس عمل رمی کی وجہ سے اس کے مرض میں اضافہ کا اندیشہ ہے اور نہ صحت یابی میں تاخیر کا خدشہ، تو ایسے مریض اور معذور کے لئے، عمل رمی میں نیابت درست نہ ہوگی (حوالہ سابق)۔

ہاں اگر ایسا شخص کسی سہارا اور مدد دینے والے کو نہ پاتا ہو تو اس وقت اس مریض کے لئے نیابت جائز ہوسکتی ہے: "**إلا أن لا یجد من یحمله**" (بغیۃ المناسک/۱۰۰)۔

Marfat.com

ازدحام کے خوف سے رمی میں نیابت کا حکم

اگر حاجی اس قدر کمزور، ضعیف یا سن رسیدہ ہے کہ اسے یہ خوف لاحق ہے کہ اگر میں خود جا کر بھیڑ میں رمی کروں تو جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، تو ایسی صورت میں اس کے لئے عمل رمی میں نیابت جائز ہو سکتی ہے اس طرح کا فتوی ہمارے اکابر میں سے حضرت مفتی نظام الدین صاحب اعظمی نے دیا ہے (ملاحظہ ہو: فتاوی نظامیہ ۱/۱۹۱)۔

۷-سعودیہ عربیہ میں رہنے والے غیر ملکیوں کے لئے بھی حج کرنے کے لئے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے، بعض لوگ حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جاتے ہیں، ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہوں گے، بغیۃ المناسک میں ہے:

"ویتحقق بکل حابس یحبسه ولو بمکة بالاتفاق بین ائمتنا علی الأصح کالکسر والعرج والقرح ومنع السلطان" (ص/۱۶۶) (اور احصار کا تحقق ہر ایسے روکنے والے کے ذریعہ ہو جائے گا جو حاجی کو اعمال حج کی ادائیگی سے روک دے، اگرچہ یہ روکنا مکہ مکرمہ میں ہی کیوں نہ ہو اور یہ حکم صحیح مسلک کے اعتبار سے ہمارے ائمہ کے درمیان متفق علیہ ہے، حابس کی مثال یہ ہے کہ حاجی کسی حادثہ کا شکار ہو کر لنگڑانے لگے، یا اس کا کوئی عضو ٹوٹ پھوٹ جائے، یا زخمی ہو جائے، یا یہ کہ بادشاہ وقت آگے بڑھنے یا حج ادا کرنے سے روک دے)۔

چونکہ صورت مسئولہ منع السلطان کے ذیل میں آتی ہے، اس لئے اس پر احصار کا اطلاق ہوگا، ہاں اگر وہ جس راستہ اور چیک پوسٹ پر پکڑا گیا ہے اور واپس بھیج دیا گیا ہے، اس راستہ کے علاوہ کوئی راستہ مکہ مکرمہ جانے والا اختیار کر سکتا ہے، اگرچہ وہ راستہ طویل کیوں نہ ہو، تو اس صورت میں احصار نہ ہوگا، جیسا کہ آج کل سعودیہ کے مقیم لوگوں میں یہ بات مشہور و معروف ہے کہ عام ڈرائیور چونکہ مین روڈ ہی سے گذر کر مکہ مکرمہ جایا کرتے ہیں اور عام طور پر چیک

Marfat.com

پوسٹ مین روڈ پر ہی ہوا کرتے ہیں جہاں سے گذر کر بے اجازت جانے والوں کا پکڑا جانا تقریباً یقینی ہوا کرتا ہے، تاہم اس آڑے وقت میں اس کو اس مشکل سے نکالنے کے لئے کچھ دوسرے ڈرائیور اس طرح کا احرام باندھنے والوں کا تعاون کرنے کیلئے آمادہ اور تیار ہوتے ہیں اور وہ انہیں غیر معروف اور طویل راستوں سے گذار کر مکہ مکرمہ پہنچا دیا کرتے ہیں، تو اس طرح کے محرمین کے لئے ان جیسی صورتوں کے ہوتے ہوئے اول وہلہ میں احصار کا تحقق نہ ہوگا۔

محصر کا احرام کس طرح ختم ہوگا اور اسے کیا کیا کرنا ہوگا

جس شخص نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا پھر وہ محصر ہوگیا، تو جب وہ احرام سے حلال ہونا چاہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ کسی شخص کو اپنا نائب یا وکیل بنا کر اس کے ذریعہ ہدی کا جانور حدود حرم میں بھیجے، وہ نائب یا وکیل اس ہدی کے جانور کو اپنے موکل کی طرف سے حدود حرم میں ذبح کرے، نیز موکل کے لئے یہ بھی واجب ہے کہ وہ وکیل سے کسی خاص دن اور وقت کا تعین کرلے کہ اسی دن اور وقت میں وہ جانور ذبح کرے گا، تاکہ موکل کو اپنے حلال ہونے کے وقت کا علم رہے (شرح اللباب/۲۳۶)۔

محصر اگر قارن ہے تو اسے ہدی کے دو عدد جانور بھیجنے ہوں گے، "**ولو كان المحصر قارنا يبعث بهديين**" (شرح اللباب/۲۳۷)۔

اگر محصر نے حج افراد کا احرام باندھا تھا اور احصار کے بعد حلال ہوگیا تو اسے آئندہ ایک حج اور ایک عمرہ کرنا ہوگا۔

اگر محصر عمرہ کے احرام سے حلال ہوا ہے تو اسے صرف ایک عمرہ بعد میں کرنا ہوگا اور اگر محصر قران کا احرام باندھا تھا اور وہ حلال ہوگیا ہے، تو اس کے ذمہ ایک حج اور دو عمرہ کرنا ہوگا جیسا کہ فقہ کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے: "**إن حل من حج، حج وعمرة، ومن عمرة عمرة، ومن قران حج وعمرتان**" (شرح الوقایہ ۱/۲۸۶)۔

Marfat.com

اگر مفرد بالحج احصار کی وجہ سے حلال ہو گیا، پھر اس کا احصار زائل ہو گیا اور اس نے اسی سال نیا احرام باندھ کر حج بھی کر لیا تو اسے قضا نہ حج کی کرنی ہے اور نہ اس پر عمرہ کرنا لازم ہے، لیکن امام صاحب سے حسن بن زیاد کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسے حج اور عمرہ دونوں کرنا ہوگا اور قضا کی نیت بھی لازم ہوگی (عینی شرح ہدایہ ۲/ ۱۵۹۴)۔

اگر حج نفل کی صورت میں احصار ہوا ہے تو اس پر حج اور عمرہ کی قضا واجب ہوگی "المحصر بالحج النفل یجب علیه قضاء حجة و عمرة" (عینی شرح ہدایہ ۲/ ۱۵۹۲)۔

محصر ہدی کا جانور حدود حرم میں بھیجنے کے بعد کہاں رہے

جب محصر ہدی کا جانور بھیج دے تو اسے اس جانور کے ذبح ہونے تک احصار والی جگہ میں ٹھہرنا واجب نہیں، بلکہ وہ اپنے اہل و عیال میں بھی لوٹ سکتا ہے یا کہیں اور چاہے تو جا سکتا ہے لیکن ان دونوں صورتوں میں سے جو بھی صورت اختیار کرے اسے ہر حال میں جانور کے ذبح ہونے تک حالت احرام میں باقی رہنا ہوگا (شرح اللباب/ ۲۳۹)۔

محصر کو ہدی کے جانور کے ذبح ہو جانے کے بعد اپنے احرام سے حلال ہونے کے لئے حلق کرانا ضروری نہیں ہے۔

محصر کو جب اس بات کا یقین ہو جائے کہ اس کا وکیل جانور ذبح کر چکا ہوگا، تو اسے اپنے احرام سے نکلنے کے لئے حلق کرانا واجب نہیں ہے، بلکہ وہ ممنوعات احرام میں سے اگر کوئی عمل کرے گا تو حلال ہو جائے گا، لیکن محض ہدی کے جانور کے ذبح ہو جانے سے وہ احرام سے باہر نہیں نکل سکتا، محصر کو حلال ہونے کے لئے گرچہ حلق کرانا واجب تو نہیں تاہم وہ اگر حلق یا قصر کے ذریعہ حلال ہو تو یہ امر مستحسن اور جائز ہوگا (دیکھئے: شرح اللباب/ ۲۴۱)۔

دم احصار میں کون سا جانور کفایت کرے گا

دم احصار کے طور پر جو جانور محصر کو بھیجنا واجب ہوتا ہے اس میں بدنہ یا گائے کا

Marfat.com

ساتواں حصہ کفایت کرسکتا ہے اور مکمل ایک بکری بھی کافی ہوسکتی ہے، یہ جمہور صحابہ اور فقہاء کا مسلک ہے۔

لیکن حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ دم احصار میں بکری کفایت نہیں کرے گی۔ عینی شرح ہدایہ میں ہے: "الهدى بسبع بدنة أو بقرة أو شاة بكمالها وهو قول الجمهور وعن عائشة وابن عمر: لا تجزيه الشاة" (۲/۱۵۹۳)۔

دم احصار کے ذبح ہونے کے لئے زمان ومکان کی قید ہے یا نہیں؟

احناف کے نزدیک دم احصار خواہ حج کی طرف سے ہو یا عمرہ کی طرف سے، اس کا ذبح ہونا حدود حرم کے اندر متعین اور واجب ہے، لیکن دیگر ائمہ مثلاً امام مالک اور امام شافعی حج اور عمرہ دونوں میں اور امام احمد صرف عمرہ میں اس کے قائل ہیں کہ وہ شخص جہاں محصور ہوا ہے وہیں ہدی کا جانور ذبح کرے گا (عینی ۲/۱۵۹۱)۔

رہا دم احصار میں وقت کا تعین تو فقہاء حنفیہ کا اتفاق ہے کہ عمرہ کے دم احصار کا یوم النحر میں ذبح ہونا لازم نہیں، بلکہ اس سے قبل بھی اس کا ذبح جائز ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ کا حج کے دم احصار میں ہے، لیکن صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ حج کا دم احصار یوم النحر میں ہی ذبح کیا جانا چاہئے (حوالہ سابق)۔

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب

یہ بات واضح ہے کہ حاجی کو یوم النحر میں کل چار واجب کام انجام دینے ہوتے ہیں: رمی، ذبح، حلق اور طواف زیارت، عینی میں ہے: "واعلم أنه يفعل في يوم النحر أربعة أشياء: الرمي والنحر والحلق والطواف" (۲/۱۵۴۲)۔

ائمہ مسالک کا باہم اختلاف ہے کہ ان امور میں ترتیب ملحوظ رکھنا واجب ہے یا مسنون؟

پہلا قول: امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا ایک قول: ان چاروں امور میں

Marfat.com

سے پہلے تین امر، رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے اور یہ وجوب قارن اور متمتع کے لئے ہے، علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: "والحاصل أن الطواف لا يجب ترتيبه على شئ من الثلاثة وإنما يجب ترتيب الثلاثة: الرمى ثم الذبح ثم الحلق" (۲۸۶/۲)۔

چونکہ مفرد بالحج کے ذمہ ذبح لازم نہیں اس لئے مفرد بالحج کے لئے صرف دو امر یعنی رمی اور حلق کے درمیان ترتیب لازم ہے، شامی میں ہے: "لكن المفرد بالحج لا ذبح عليه فيجب عليه الترتيب بين الرمى والذبح فقط" (۲۸۶/۲)۔

دوسرا قول: صاحبین اور امام شافعی کا دوسرا قول: ان چاروں امور میں ترتیب مستحب ہے، اگر قارن یا متمتع نے حلق کو ذبح پر مقدم کردیا تو ان حضرات کے نزدیک یہ فعل درست ہے اور اس پر کچھ واجب نہیں، لیکن اگر حلق کو رمی پر مقدم کردیا تو امام شافعی کے نزدیک دم واجب ہوگا: "وعلى قول آخر للشافعي مستحب أما لو قدم الحلق على النحر جاز ولا يجب شئ عنده قولا واحدا وكذا عندهما ولو قدمه على الرمى لزمه دم عند الشافعي" (عینی ۱۵۴۲/۲)۔

تیسرا قول: امام احمد کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان امور میں سے اگر کسی کو دوسرے پر سہواً یا جہالۃً مقدم کردیا تو اس پر کچھ واجب نہیں اور اگر ایسا عمداً کیا ہو تو امام احمد سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں یعنی ایک روایت میں دم واجب ہوگا، دوسری روایت میں دم کا وجوب نہیں ہوگا (عینی ۱۵۴۲/۲)۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان امور کے درمیان تقدیم وتاخیر سہواً وجہالۃً دونوں حالتوں میں موجب دم ہے اور یہ قول امام زفر اور امام مالک کا بھی ہے (عینی ۱۵۴۲/۲)۔

تقدیم وتاخیر کی صورت میں صاحبین کے نزدیک کچھ واجب نہیں (عینی ۱۵۴۲/۲)۔

احناف کے مفتی بہ قول میں ترتیب کو واجب کہا گیا ہے اور ترتیب میں تقدیم وتاخیر

Marfat.com

ہونے پر دم لازم قرار دیا گیا ہے، دور حاضر میں اس ترتیب کی رعایت میں دشواری یہ ہے کہ حجاج کرام کے بے پناہ ازدحام، موسم کی شدت، قیام گاہ اور مذبح میں کافی دوری ہونے اور سواری نہ ملنے کے باعث حجاج بالخصوص ضعیف اور معذور حجاج کیلئے خود مذبح جا کر قربانی کرنا انتہائی دشوار اور مشکل ہو گیا، اس لئے حجاج عام طور پر قربانی کی رقم ان اداروں کے حوالہ کر کے فارغ ہو جاتے ہیں جو حجاج کی طرف سے نیابۃً قربانی کا نظم کرتے ہیں اور حکومت کی طرف سے اس کے مجاز ہیں۔ قربانی کا نظم کرنے والے ان اداروں کے ذمہ داروں کے مسلک میں ترتیب واجب نہیں، اس لئے یہ لوگ بسا اوقات ترتیب کا خیال نہیں کرتے۔ ان حالات میں اگر رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب قائم نہ رہ سکے تو مفتی بہ قول کے مطابق تو دم کا لزوم ہوگا۔ حجاج کرام کو ان اداروں کے ذمہ داروں سے وقت مقررہ پر ذبح کرنے کی تاکید کرنی چاہئے اور احتیاطاً ان اداروں کے ذمہ داروں کے بتائے اور متعین کئے ہوئے وقت ذبح کے کافی بعد، حلق کا عمل اختیار کرنا چاہئے، لیکن ان ساری احتیاطی تدابیر کے باوجود اگر تقدیم و تاخیر ہو ہی جائے تو اس مسئلہ میں فقہ حنفی کے قول مرجوح یعنی صاحبین کے قول پر فتوی دیا جا سکتا ہے، بالخصوص جب کہ آنحضور ﷺ سے متعدد صحابہ کرام نے یوم النحر میں تقدیم و تاخیر کے سلسلے میں سوالات فرمائے تو آپ کا سب کو ایک ہی جواب تھا "لا حرج" مشکوۃ میں یہ روایت ہے:

"عن عبد الله بن عمرو بن العاص أن رسول الله ﷺ وقف في حجة الوداع بمنیٰ للناس يسألونه فجاءه رجل فقال: لم أشعر فحلقت قبل أن أذبح فقال: إذبح ولا حرج فجاءه آخر فقال: لم أشعر فنحرت قبل ان ارمي فقال: ارم ولا حرج فما سئل النبي ﷺ عن شئ قدم وأخر إلا قال افعل ولا حرج" (متفق علیہ بحوالہ التعلیق الصبیح ۳/ ۲۴۲)۔

صحابہ کرام کے استفتاء کے جواب میں آپ کا "لا حرج" فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب نہیں اور نہ ہی ترتیب کے چھوٹنے پر دم واجب

Marfat.com

ہے، کیونکہ اگر "لا حرج" سے مراد صرف رفع اثم ہوتا اور دم کا وجوب باقی رہتا تو آپ ﷺ دم کے واجب ہونے کو بالتصریح بیان فرماتے کیونکہ "تأخیر البیان عن وقت الحاجة" درست نہیں۔ ہمارے اس خیال کی تائید امام الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے کلام سے ہوتی ہے۔شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"وأفتي فیمن حلق قبل أن یذبح أو نحر قبل أن یرمي أو رمی بعد ما أسیٰ أو أفاض قبل الحلق أنه لا حرج ولم یأمر بکفارة والسکوت عند الحاجة بیان ولیت شعری هل فی بیان الاستحباب صیغة أصرح ولا یتم التشریع إلابیان الرخص في وقت الشدائد" (حجۃ اللہ البالغۃ ۲؍۶۵)۔

شاہ صاحب نے بالکل وضاحت ہی فرمادی کہ استحباب کے بیان کے لئے لاحرج سے زیادہ کون سا صریح صیغہ ہوسکتا ہے، نیز یہ کہ دم کا حکم نہ دینا، اس کے عدم وجوب کے لئے کھلا ہوا بیان ہے۔

۹- آج عام طور پر معروف حج تمتع ہے، افراد، یا قران شاذ و نادر ہے، تاہم ایسی صورت میں حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا عرفاً حج تمتع تصور نہیں کیا جائے گا۔

اولاً تو اس وجہ سے کہ تمتع کا عام طور پر معروف و مشہور ہونا یہ ہمارے جیسے دور دراز ملکوں کے باشندوں کے لئے ہے، لیکن جو حضرات مکہ مکرمہ کے قرب و جوار، یا سعودی کے متصل ملکوں میں رہتے ہیں ان کے لئے حج کی ساری صورتیں قابل عمل اور معروف و مشہور ہیں، اس لئے صرف کسی خاص علاقہ کے رہنے والوں کا عرف شرعاً معتبر نہ ہوگا، کیونکہ فقہاء نے یہ صراحت کردی ہے:"التعارف الذی تثبت به الأحکام لا تثبت بتعارف أهل بلدة واحدة" (الأشباہ والنظائر ر ۱۲)۔

دوسرے اس وجہ سے کہ جو شخص صرف مامور بالحج ہوتا ہے، اس کے لئے حج کے علاوہ عمرہ کرنا درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں مخالفت آمر لازم آئے گی اور حج عن الغیر کی منجملہ

Marfat.com

شرائط میں سے ایک شرط عدم مخالفۃ الآمر بھی ہے۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

"فإن المأمور بالحج ليس له أن يحرم بعمرة أى لأنه إذا اعتمر ثم أحرم بالحج يصير مخالفا فى قولهم كما فى التاتارخانية" (۲۲۱/۲)۔

الف- حج فرض میں نیابت کے سلسلہ میں فقہاء حنفیہ نے تقریباً ۲۰ شرطیں ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ مامور سفر کو مامور بہ ہی کے لئے خاص رکھے، مثلاً اگر آمر نے حکم دیا ہے حج کرنے کا تو مامور مکہ مکرمہ جا کر سیدھے حج ادا کرے، اگر حج سے پہلے عمرہ کرے گا تو یہ سفر عمرہ کے لئے مانا جائے گا نہ کہ حج کے لئے، ان شروط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مامور بالحج کو میقات آمر سے احرام باندھنا ہوگا اور ایک شرط عدم مخالفۃ الآمر کی بھی ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

چنانچہ پہلی دو شرطوں کی روشنی میں حج بدل کرنے والے کو تمتع کی گنجائش نہیں نکل سکتی اگر اجازت دیدے تو مامور قران یا تمتع کر سکتا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ باذن الآمر کی صورت میں عدم مخالفت آمر کی بنا پر اس کا قران وتمتع کرنا جائز ہوگا۔ غنیۃ المناسک میں ہے: "إن الأمر بالحج تضمن الآمر بأمور، بالحج بنفسه ومن بلده وبماله وبركوب أكثر الطريق ويجعل السفرله و بإفراد السفر له و بإحرامه من الميقات و كذا لو أمره بالعمرة فلو أحل بواحد فهو مخالف إلا إذا وجد الإذن" (۱۷۹)۔

لیکن باذن الآمر کی صورت میں عدم مخالفت تو پائی گئی باقی اور شرطیں، مثلاً "إفراد السفر له" اور "إحرامه من الميقات" وغیرہ کا فقدان رہا اور چونکہ بروئے مذہب، حج بدل میں حج کا میقاتی ہونا شرط ہے، اس لئے آمر کی اجازت کے باوجود تمتع کرنے سے مامور بالحج کو احتراز کرنا ہوگا کہ اسی میں احتیاط کا پہلو ہے۔

اردو فتاوی میں مولانا عبد الرحیم صاحب لاجپوری نے تحریر فرمایا ہے کہ احوط اور ارجح یہ ہے کہ اجازت کے باجود تمتع کا احرام نہ باندھا جائے (فتاوی رحیمیہ ۶۰/۲)۔

Marfat.com

مولانا ظفر احمد تھانوی نے فتاوی مظاہر علوم میں بڑی طویل گفتگو فرمائی ہے اور آمر کی اجازت کے بعد تمتع کے جواز کا فتوی صادر فرمایا ہے اور اس کی تصویب حضرت تھانویؒ نے بھی فرمائی ہے (فتاوی مظاہر علوم ۱/۹۱)، لیکن یہ فتوی جب مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اس فتوی کی مخالفت فرمائی اور عدم جواز تمتع کی بات تحریر فرمائی۔ مولانا خلیل احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''میری رائے حج عن الغیر کے جواز کی نہیں ہے اور جو عبارتیں آپ نے (مولانا ظفر صاحب) تمتع کے استدلال جواز میں لکھی ہیں اور جو عبارتیں اس قسم کی اور پائی جاتی ہیں میرے نزدیک اس مدعا کے لئے مفید نہیں'' آگے لکھتے ہیں ''بروئے مذہب حج عن الغیر ادا ہونے کے لئے حج میقاتی ہونا شرط ہے تو پھر جواز تمتع کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا، ملا علی قاری اپنی مناسک میں ماتن کا قول نقل کرتے ہیں:

"وینبغي للآمر أن یفوض الأمرإلی المأمور فیقول حج عني کیف شئت مفردا أو قارنا أو متمتعا" ملا علی قاری اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں: **"وفیه أن هذا القید سهو ظاهر إذ التفویض المذکور في کلام المشائخ مقید بالإفراد والقران لا غیر"** (فتاوی مظاہر علوم ۱/۹۱) (مولانا خلیل احمد کی بات یہاں مکمل ہوئی)۔

ملا علی قاری کی مندرجہ شرح والی عبارت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ملا سندی نے لباب میں تفویض کے ضمن میں ''متمتعا'' کی جو صراحت کی ہے وہ صحیح نہیں ہے، بلکہ وہ ان کا سہو ہے کیونکہ مشائخ کے کلام میں جو تفویض کی عبارت ملتی ہے اس میں صرف افراد اور قران کی تفویض ہے نہ کہ تمتع کی۔ چنانچہ ملا علی قاری نے اس کے بعد کلام المشائخ سے وہ عبارت نقل کی ہے جس میں تفویض مقید بالقران والإفراد ہے (ملاحظہ ہو: شرح اللباب ص/۲۶۰)۔

اس کے بعد ملا علی قاری نے فتاوی قاضی خاں کی ایک عبارت نقل کی ہے جس سے حج عن الغیر کی صورت میں تمتع کے جواز کا شبہ پیدا ہوسکتا تھا، اس لئے ملا علی قاری نے اسے ذکر کر

Marfat.com

کے پیدا ہونے والی غلط فہمی کو دور کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"وأما ما فی فتاوی قاضی خان من التخییر بحجة أو عمرة أو حجة أو بالقران فلا دلالة علی جواز التمتع إذ الواو لا تفید الترتیب فیحمل علی حجة و عمرة بأن یحج أولا عنه ثم یأتی بعمرة له أیضا فتدبر فإنه موضع خطر" (شرح اللباب ۲۶۰)۔

فتاوی قاضی خاں کی عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ حج عن الغیر میں آمر، مامور کو اختیار دے کہ یا تو حج کرلو، یا عمرہ اور حج کرلو، یا قران کرلو (عمرۃ و حجۃ) سے تمتع کی گنجائش نہیں نکل سکتی کیونکہ واو مطلق جمع کے لئے آتا ہے نہ کہ ترتیب کے لئے، اس لئے اس کو "حجۃ و عمرۃ" پر محمول کیا جائے گا، یعنی مامور پہلے آمر کی طرف سے حج ادا کرلے پھر آمر کی طرف سے عمرہ بھی ادا کرے، ملا علی قاری نے آگے یہ جملہ بھی بڑھا دیا: "فتدبر فإنه موضع خطر" جس سے اشارہ مقصود ہے کہ قاضی خاں کے ظاہر کلمات سے کوئی جواز مستنبط نہ کرے، چنانچہ انہوں نے اس کو پر خطر مقام قرار دیا۔

ب- اوپر کے پورے مبحث کی روشنی میں ظاہر ہے یہی کہا جائے گا کہ آمر کی صریح اجازت کے بعد بھی تمتع نہ کرنا ہی احوط وارجح ہے۔

ج- آمر سے تمتع کی صریح اجازت نہیں لی، لیکن حج بدل کرنے والے کا ظن غالب ہے کہ آمر اس کی اجازت دے دے گا۔ اس صورت میں بھی تمتع نہ کرنا ہی احوط وارجح ہوگا کیونکہ جب صراحۃً اجازت ہونے کی صورت میں احوط وارجح عدم جواز تمتع ہے تو ظن غالب کی صورت میں گو احکام وہی ہوا کرتے ہیں جو یقین کی صورت میں، پھر بھی یہاں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ تمتع نہ کیا جائے۔

د- اگر مامور بالحج، خلاف احوط وارجح باذن الآمر تمتع کر ہی لے تو دم تمتع مامور کو اپنے مال سے ادا کرنا ہوگا اور اگر بدون اذن الآمر تمتع کیا ہے تو اس صورت میں مخالفت آمر کی بنا پر

Marfat.com

پورے حج کے نفقہ کا بھی ضامن ہوگا اور دم تمتع تو ہر حال میں مامور کو اپنے مال سے ادا کرنا ہوگا۔

”ولو أمره بأن يحج عنه، فاعتمر ضمن لأنه خالف ولو اعتمر ثم حج من مكة يضمن النفقة“ (بدائع ۲/ ۲۱۴)۔

اور دم تمتع، مامور کے مال سے ہوگا، اس سلسلہ میں درمختار کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:

”ودم القران والتمتع والجناية على الحاج إن أذن له الآمر بالقران والتمتع وإلا يصير مخالفا“ (درمختار مع الشامی ۲/ ۲۳۸)۔

ھ- حج بدل کرنے والے کے لئے آمر کی اجازت کے بعد بھی احوط وارجح یہی ہے کہ وہ تمتع نہ کرے، لیکن حج بدل کرنے والا جسے حکومت کے نظم وقانون کے تحت ایام حج سے بہت پہلے حج کا سفر کرنا پڑتا ہے اور اس صورت میں اسے طویل عرصہ تک احرام کی پابندیوں کو جھیلنا گو دشوار ہو تو اس کے لئے فقہاء کرام نے حیلہ شرعی پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے:

مامور بالحج طول احرام سے بچنے کے لئے اپنے گھر سے روانہ ہوتے ہوئے چند روز جدہ میں قیام کرنے کی نیت کرے اور اس سفر کو جدہ کا سفر قرار دے اور راستہ میں نہ عمرہ کا احرام باندھے نہ حج کا نہ اپنی طرف سے نہ آمر کی طرف سے اور بغیر احرام باندھے چند روز کے بعد جدہ کے قیام سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ چلا جائے اور عمرہ وغیرہ کچھ نہ کرے، صرف طواف وغیرہ بدون احرام کے کرتا ہے اور حج کا وقت آنے پر جدہ آ کر حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرے۔

یہ حیلہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ نے مامور بالحج کے طول احرام سے بچنے کے لئے تحریر فرمایا ہے (فتاوی مظاہر العلوم ۱/ ۹۰، تفصیل کے لئے دیکھئے: شامی ۲/ ۲۱۱)۔

و- حج عن المیت کی صورت میں بھی تمتع نہ کرنا احوط وارجح ہوگا، اس لئے کہ اگر میت پر حج فرض تھا تو حج بدل کرنے والا صرف حج ہی کرے نہ کہ تمتع، تاکہ اس کا حج آفاقی ہو سکے اور سفر صرف مامور بہ کے لئے، یہ اسی وقت ہو سکے گا جب کہ وہ پہلے عمرہ نہ کرے، اگر وہ عمرہ کر لیتا ہے، تو اس کا سفر عمرہ ہی کے لئے مانا جائے گا گو بعد میں وہ حج کر لے، کیونکہ فقہاء نے یہ تصریح فرمائی

Marfat.com

ہے: "أن الأمر بالحج تضمن الآمر بأمور بالحج بنفسه ومن بلده وبماله ومر کوب ..." (بغیۃ المناسک ص ۱۷۹)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر میت نے حج کی وصیت کی ہے اور اس کے پاس مال بھی موجود ہے تو اس کی یہ وصیت اور اس کا یہ امر بالحج بھی چندان امور کو متضمن ہوگا جن کا ذکر مذکورہ بالا عبارت میں ہوا، حج بدل کرنے والے کے لئے جو میت کی وصیت اور اس کے امر بالحج کی تنفیذ کے لئے جارہا ہے، اسے بھی ان مذکورہ بالا امور کا جن کا ذکر "بغیۃ" کی عبارت میں ہوا ہے، خیال رکھنا ضروری ہوگا، اگر ان میں سے کسی بھی امر میں خلل ہوگا تو مخالفت آمر کا تصور ناگزیر ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ حج عن المیت کی صورت میں بھی تمتع نہ کرنا احوط وارجح ہوگا۔

۱۰- حالت حیض ونفاس میں طواف زیارت کا حکم

حج کرنے والی عورت حیض ونفاس کی وجہ سے طواف زیارت نہ کرسکی، اس کے لئے پاکی کا انتظار نا قابل عمل ہے، کیونکہ اس کا ویزا نہیں بڑھ پارہا ہے، یا جہاز کی تاریخ میں تبدیلی نہیں ہو پارہی ہے، یا نفقہ کے ختم ہوجانے کی وجہ سے اس کا مکہ مکرمہ میں ٹھہر کر انتظار کرنا مشکل ہے، اگر وہ طواف زیارت کئے بغیر وطن واپس چلی جاتی ہے تو اس کا حج ترک رکن کی وجہ سے نامکمل رہے گا، دوبارہ اس کا وطن سے واپس آکر طواف زیارت کرنا نا قابل عمل ہے، کیونکہ اس میں استطاعت نہیں یا قانونی رکاوٹیں واپس آنے میں حائل ہیں۔

الف- ان امور مذکورہ بالا کے ہوتے ہوئے بھی اس عورت کے لئے شرعا حالت حیض ونفاس میں طواف زیارت کی اجازت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ حالت حیض وغیرہ میں طواف زیارت کی حرمت دو امور کی وجہ سے ہے، ایک تو اس کے لئے اس حالت میں دخول مسجد جائز نہیں۔ دوسرے یہ کہ طواف کے لئے طہارت واجب اور شرط ہے، بغیر طہارت کے طواف جائز

Marfat.com

نہیں ہوسکتا (فتح القدیر شرح ہدایہ ۲/۴۳۸)۔

ب- اگر عورت حالت حیض ونفاس میں طواف زیارت کرہی لے باوجودیکہ وہ منہی عنہ ہے، وہ طواف لازم الإعادہ ہوگا، اگر اعادہ نہ کرسکی تو اس پر دم جنایت کے طور پر بدنہ ذبح کرنا ہوگا اور اس طرح اس کا حج مکمل ہوجائے گا، علامہ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں: "**فإن طافت، کانت عاصیة لعقاب الله تعالی ولزمها الإعادة فإن لم تعد، کان علیها بدنة وتم حجها**" (فتح القدیر ۲/۴۳۸، ردالمحتار ۲/۲۵۲)۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اگر عورت ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرے گی تو گنہ گار ہوگی، لیکن اس کا رکن فرض ادا ہوجائے گا اور اس پر دم جنایت واجب ہوگا۔

ج- حالت ناپاکی میں طواف زیارت کرنے کی صورت میں بدنہ کا ذبح واجب ہوگا، بکرا ناکافی ہوگا، درمختار میں ہے: "**وتجوز الشاة (فی الحج) فی کل شئ إلافی طواف الزیارة (جنبا) أو حائضا**" (درمختار مع الشامی ۲/۳۴۳)۔

د- دم کی ادائیگی اور جانور کا ذبح ہونا حرم مکی میں ضروری ہے، حرم مکی کی حدود سے باہر یا اپنے مقام پر اس دم کا ادا کرنا صحیح نہیں۔ درمختار میں ہے: "**ویتعین الحرم للکل**" (درمختار مع شامی ۲/۳۴۴)۔

۱۱- سفر حج یا عمرہ میں خاتون کے شوہر کا انتقال ہوگیا، اگر انتقال ایسے مقام پر ہوا ہے کہ وہاں سے مکہ مکرمہ کی مسافت مدت سفر جتنی ہے اور اس کا شہر خواہ مدت سفر کی مسافت سے کم پر ہو یا زیادہ پر، لیکن اس عورت کے لئے اس مقام میں یا اس سے کسی قریبی مقام میں ٹھہرنا ممکن ہو تو یہ عورت کے حق میں احصار ہوگا اور اس وجہ سے وہ آگے مکہ مکرمہ نہیں جاسکتی اور نہ ہی وہ عمرہ یا حج کرسکتی ہے۔

اور اگر اس کے برعکس صورت ہو، یعنی مقام موت زوج اور مکہ مکرمہ کے درمیان کی مسافت مدت سفر کی مسافت سے کم ہے، یا یہ کہ شوہر کا انتقال مکہ مکرمہ ہی میں ہوا ہو تو اس صورت

Marfat.com

میں عورت پر احصار کا حکم نہ لگے گا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ عورت تمام اعمال حج وعمرہ انجام دے سکے گی (بغیۃ المناسک ر ۱۶۷، شرح اللباب ر ۲۳۳، شامی ۲ ر ۳۲۰)۔

۱۲- حج کا سفر کرنے والا ایام حج سے اتنی مدت پہلے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵ یوم قیام سے قبل ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے تو اگر مکہ مکرمہ اور منیٰ دونوں میں اقامت کی مدت مجموعی طور پر ۱۵ روز ہو جاتی ہے تو وہ مقیم شمار ہوگا، کیونکہ اب مکہ مکرمہ کی آبادی بڑھ کر منیٰ سے متصل ہو چکی ہے اور مکہ مکرمہ اور منیٰ دونوں دو جگہ متصور نہیں ہوتیں، بلکہ دونوں کو ایک ہی جگہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ منیٰ اب مکہ ہی کا ایک محلہ بن چکا ہے چنانچہ منیٰ کا علاقہ حی العزیزیۃ کے ذیل میں آتا ہے، بلدیہ بھی ایک ہے اس لئے منیٰ کو اب مکہ مکرمہ سے الگ اور علیحدہ تصور نہیں کیا جاسکتا ہے، ہاں دو علیحدہ شہروں اور مستقلاً دو مختلف مقامات پر ملا کر مجموعی طور پر اگر ۱۵ یوم اقامت کی نیت ہو تو وہ شرعاً مقیم نہ ہوگا جیسا کہ ماضی میں منیٰ اور مکہ مکرمہ کا یہی حکم تھا، لیکن اب حالات کی تبدیلی سے احکام میں تبدیلی آچکی ہے۔

فقہاء کرام کی عبارتوں سے یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص دو مختلف جگہوں میں مجموعی طور پر ۱۵ یوم اقامت کی نیت کرتا ہے تو وہ مقیم نہ ہوگا، بلکہ مستقلاً ایک شہر میں پندرہ یوم کی اقامت کی نیت ضروری ہے، ہاں پندرہ یوم اقامت کی نیت دو ایسی جگہوں میں کرے کہ ان میں ایک جگہ اصل ہو اور دوسری اس کے تابع اور ماتحت، تو اس صورت میں دونوں میں ملا کر بھی مجموعی مدت اقامت اگر پندرہ یوم ہو جاتی ہے تو یہ نیت اقامت معتبر ہوگی اور وہ شخص مقیم ہوگا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: "وفی المفید والتحفة هذا إذا كان كل واحد منهما أصلا كمكة ومنى أو كالكوفة والحيرة فإذا كان أحدهما تبعا للآخر بأن نوى الإقامة فى المصر و فى موضع آخر تبع لها وهوما يلزم ساكنيه حضور الجمعة يصير مقيما لأنهما مكان واحد" (عینی شرح الہدایہ ۲ ر ۹۷۵)۔

علامہ عینی نے اگرچہ مکہ ومنیٰ دونوں کو دو مستقل جگہ شمار کیا ہے، لیکن یہ اس زمانہ کے

Marfat.com

اعتبار سے تھا، آج کل کے حالات میں منیٰ چونکہ مکہ مکرمہ کے تابع ایک محلہ بن چکا ہے، اس لئے اب دونوں جگہیں ایک ہی مقام کے حکم میں ہوں گی۔

۱۴- رمضان میں جو لوگ عمرہ کے لئے جاتے ہیں، نیز سعودیہ میں مقیم حنفیہ کے لئے ایک مسئلہ وتر میں اقتدا کا ہے کہ بلاد عرب میں عموماً وتر کی تینوں رکعات فصل کے ساتھ یعنی دو رکعات پر سلام کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، تو اب دو ہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اپنے مذہب کی رعایت میں مسجد حرمین کی جماعت کو چھوڑ کر ایسا آدمی وتر کی نماز تنہا ادا کرے، یہ صورت مناسب نہیں معلوم ہوتی، دوسری صورت یہ ہے کہ امام کی اقتدا میں وتر ادا کرے تو یہ خرابی لازم آتی ہے کہ امام فصل کے ساتھ وتر ادا کرتا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں میں سے دوسری صورت اختیار کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس صورت میں حرمین کی جماعت اور مجمع کی رعایت میں امام مسجد کی وہ اقتدا کرے گا، جیسا کہ حرمین کی جماعت اور مجمع کی رعایت ہی میں وہ عصر کی نماز مثل اول پر ادا کرتا ہے اور وتر میں وہاں کے امام مسجد کی اقتدا کی اجازت بعض فقہاء حنفیہ نے دی بھی ہے۔ البحر الرائق میں ہے:

"وجوزه أبوبكر الرازي ويصلي معه بقية الوتر لأن إمامه لم يخرج بسلامه عنده" (۳۹/۲)۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ ابوبکر رازی نے اقتدا کی اجازت دی ہے اور درمیان وتر میں سلام پھیرنے کے بعد بھی حنفی مقتدی اپنی بقیہ نماز وتر (یعنی ایک رکعت) امام کی اقتدا میں پوری کرے گا، کیونکہ درمیانی سلام کی وجہ سے اس کا امام نماز سے باہر نہیں ہوتا، اس لئے گویا اس نے مکمل نماز بغیر فصل کے ہی ادا کر لی۔

Marfat.com

حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل

مفتی جمیل احمد نذیری☆

۱- آفاقی کا بلا احرام حدود حرم میں داخل ہونا

آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والا شخص اگر حدود حرم میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ حج یا عمرہ (جیسا موقع ہو) کا احرام باندھ کر حدود حرم میں داخل ہو، خواہ حرم میں اس کے آنے کا مقصد حج یا عمرہ ہو یا نہ ہو، خواہ وہ تجارت کے لئے آئے، کسی سے ملنے یا ملاقات کے لئے آئے، محض گھومنے پھرنے آئے، بہرحال اسے احرام باندھ کر ہی آنا ہے۔

"ثم الآفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد" (ہدایہ ۱/۲۱۴)۔

(آفاقی جب مکہ پہنچے اور مکہ میں داخل ہونے کا قصد کرے تو احرام باندھے، حج کا قصد کرے یا عمرہ کا، یا کسی کا قصد نہ کرے)۔

فتح القدیر میں ہے: **"(قوله أو لم يقصد) بأن قصد مجرد الرؤية أو النزهة أو التجارة"** (فتح القدیر ۲/۳۳۵)۔

(کسی کا قصد نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ محض دیکھنے یا تفریح یا تجارت کا قصد ہو)۔

فتاوی ہندیہ میں ہے کہ اگر بار بار مکہ مکرمہ میں جانے کی ضرورت پیش آئے تو ہر بار حج یا عمرہ کا احرام باندھنا ہوگا:

☆ ناظم جامعہ عربیہ عین الاسلام نواده، مبارک پور اعظم گڈھ، یوپی۔

Marfat.com

"ولو جاوز الميقات قاصداً مكة بغير إحرام مراراً فإنه يجب عليه لكل مرة إما حجة أو عمرة" (فتاوی ہندیہ ۱/ ۲۵۳، نیز دیکھئے: درمختار ۲/ ۱۶۷)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک احرام کا وجوب اس خطہ مبارکہ کی عظمت کی وجہ سے ہے، اس عظمت کا خیال رکھنا اور اس کے شایان شان برتاؤ وسلوک ہر اس شخص پر لازم ہے جو اس خطہ مبارکہ میں داخل ہو رہا ہو خواہ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو، مگر اب داخل ہونے کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کا ارادہ کرنا پڑے گا۔

"اس کی تعظیم حاجی یا غیر حاجی کے اعتبار سے مختلف نہیں ہے" (عنایہ علی ہامش فتح القدیر ۲/ ۳۳۵)۔

چنانچہ اس سلسلے کی احادیث کریمہ اور آثار صحابہؓ بھی عام ہیں، حاجی وغیر حاجی، معتمر اور غیر معتمر میں فرق نہیں کرتے۔

"عن ابن عباسؓ أن النبی ﷺ قال: لا يجاوز الوقت إلا بإحرام" (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

(عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میقات کو بلا احرام پار نہ کیا جائے)۔

"عن أبی الشعساء أنه رأى ابن عباسؓ يرد من جاوز الميقات غير محرم" (مسند شافعی) (ابوالشعساء سے مروی ہے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں کو لوٹاتے تھے جو میقات کو بلا احرام پار کرتے تھے)۔

آفاقی کے اس حکم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو مکی ہوں اور میقات سے باہر نکل گئے ہوں، یا حل کے رہنے والے ہوں اور میقات کے باہر آگئے ہوں (ردالمحتار ۲/ ۱۶۷)۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے:

"مکی جب اس حلِ کی طرف نکلے جو میقات کے اندر ہو تو وہ حلِ والوں کے ساتھ لاحق

Marfat.com

ہو جاتا ہے، جیسا کہ ابھی گذرا، بشرطیکہ آفاقی کی میقات پار نہ کرے، ورنہ وہ آفاقی کی طرح ہو جائے گا کہ اس کے لئے میقات میں داخل ہو جانا بلا احرام حلال نہیں" (ردالمحتار ۲/۱۶۸)۔

حدود حرم میں داخل ہونے والے کے لئے احرام کی حکمت و مصلحت کیا ہے، اسے درج ذیل عبارت کی روشنی میں سمجھیں:

"نہایہ میں ہے کہ بیت اللہ شریف چونکہ صاحب شرف وعظمت ہے، اس لئے اس کے لئے ایک قلعہ بنایا گیا جو مکہ ہے اور ایک حفاظت گاہ وسرحد بنائی گئی جو کہ حرم ہے اور حرم کے لئے بھی ایک حرم بنایا گیا جو میقات ہے۔ جو لوگ میقات کے باہر کے ہوں ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ میقات کو بلا احرام پار کریں بیت اللہ شریف کی عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے، اور اصل اس میں یہ ہے کہ جو شخص دو میقات پار کرنے کا قصد کرے اس کے لئے بلا احرام پار کرنا جائز نہیں اور جو شخص ایک میقات پار کرنے کا قصد کرے اس کے لئے بغیر احرام پار کرنا حلال ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ جو شخص میقات میں حج یا عمرہ کی نیت سے یا کسی حاجت سے مکہ میں داخل ہونے کے لئے آیا اس کے لئے بلا احرام داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے دو میقاتوں کے پار کرنے کا قصد کیا۔ ایک میقات آفاقی کی، دوسری میقات حل والوں کی، اور حیلہ یہ ہے کہ آفاقی میں سے جو شخص مکہ میں بلا احرام داخل ہونا چاہے وہ بستان بنی عامر وغیرہ کا قصد کرے جو حل میں ہے۔ لہٰذا اس پر احرام واجب نہ ہوگا کیونکہ اس نے صرف ایک میقات پار کرنے کا قصد کیا ہے" (عنایہ علی ہامش فتح القدیر ۲/۳۳۴)۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی میقات سے بغیر احرام آگے بڑھنا حرام قرار دیا گیا ہے، خواہ دو میقات کو پار کرنے کی توجیہ قبول کی جائے یا نہ کی جائے، اتنا تو ظاہر ہی ہے کہ جب کوئی شخص آفاقی ہو یا مکی، اپنی میقات سے آگے نکل گیا تو اس پر احرام لازم ہو گیا۔

یہ ساری تفصیلات امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کے مطابق تھیں، لیکن امام شافعیؒ اس شخص کے لئے بلا احرام، حدود حرم میں داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں جو حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو، گویا احرام ان کے نزدیک حج یا عمرہ کے قصد کے ساتھ مخصوص ہے۔

Marfat.com

امام شافعیؒ کا استدلال فتح مکہ کے واقعہ سے ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ بلا احرام مکہ میں داخل ہوئے تھے، مگر اس کا جواب حنفیہ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے تھا اور اسی دن کے ساتھ خاص تھا، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے خطبہ میں خود ہی ارشاد فرمادیا۔

"إن مكة حرام حرمها الله تعالى يوم خلق السمٰوت والأرض وإنها لم تحل لأحد قبلي ولا تحل لأحد بعدي و إنما أحلت لي ساعة من نهار ثم عادت حراما إلى يوم القيامة"۔

(بیشک مکہ حرام ہے، اللہ نے اس کو اسی وقت سے حرام کر رکھا ہے جب آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا، مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہیں ہوا، نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ میرے لئے بھی دن کی ایک ساعت کے لئے حلال ہوا تھا، پھر اس کی حرمت قیامت تک کے لئے لوٹ آئی)۔

بہرحال جہاں تک دلائل کا تعلق ہے، امام ابوحنیفہؒ کا مسلک نہایت قوی ہے مگر دفع حرج اور رفع مضرت کے لئے باقتضائے ضرورت وحاجت امام شافعیؒ کا مسلک اختیار کیا جاسکتا ہے، جو صرف ارادہ حج وعمرہ کے وقت میں احرام کے وجوب کا ہے۔

۲- بار بار حدود حرم میں آنے والوں کے احکام

ایسے لوگ جنہیں تقریباً روزانہ اور کبھی کبھی ایک سے زائد مرتبہ تجارت، ملازمت یا دوسرے مقاصد سے حرم مکی کے اندر آمد ورفت کرنی ہوتی ہو، ان کے معاملے میں مسلک شوافع پر عمل کیا جائے، دفعاً للحرج و رفعاً للمشقة۔

۳- مکی کا حج کے مہینوں میں میقات سے باہر جانا

احقر کا رجحان اس مسئلہ میں دم کے عدم لزوم کی طرف ہے اور اس کی وجہ وہ ضرورت

Marfat.com

وحاجت ہے جو سوال میں درج کی گئی ہے، یہاں بھی امام شافعیؒ کے مسلک پر عمل کرنا چاہئے۔

جن لوگوں کو بار بار حدود حرم میں آنا جانا پڑتا ہو یعنی داخل میقات رہنے والوں پر قیاس کرتے ہوئے حرج و مشقت سے بچانے کے لئے باقتضائے حاجت وضرورت بلا احرام آنے جانے کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔

"جو لوگ میقات کے اندر (یعنی مکہ اور میقات کے درمیان) رہتے ہوں، انہیں اپنی ضرورت کے لئے بغیر احرام مکہ میں داخل ہونا جائز ہے، اس لئے کہ انہیں مکہ میں بہت داخل ہونا پڑتا ہے اور ہر مرتبہ احرام واجب کرنے میں کھلا ہوا حرج ہے، لہذا وہ اہل مکہ کی طرح ہو گئے جنہیں اپنی حاجت کے لئے مکہ سے نکلنا اور مکہ میں داخل ہونا بلا احرام جائز ہے۔ برخلاف اس صورت کے جب حج یا عمرہ کا اردہ ہو، اس لئے کہ وہ کبھی کبھی ہوتا ہے لہذا اس میں کچھ حرج و مشقت نہ ہوگی"۔

۴- مکی کے لئے تمتع اور قران

مکی کے لئے قران وتمتع نہیں ہے، یہ دونوں صرف آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والوں کے لئے ہیں۔

درمختار میں ہے:

"والمکی ومن فی حکمه یفرد فقط ولو قرن او تمتع جاز واساء و علیه دم جبر" (درمختار ۲/ ۲۱۴، نیز دیکھئے: معلم الحجاج/ ۲۱۵، ۲۱۷)۔

(مکی اور جو اس کے حکم میں ہے وہ صرف افراد کرے گا، اگر قران کرے یا تمتع کرے تو جائز ہے، مگر اس نے برا کیا، اس پر دم جبر ہے)۔

البحر الرائق میں ہے:

"تحفہ میں صراحت ہے کہ مکی کا تمتع اور قران صحیح ہے، غایۃ البیان میں تحفہ سے نقل کیا

Marfat.com

گیا ہے کہ اگر وہ لوگ تمتع کریں تو جائز ہے، لیکن انہوں نے برا کیا اور ان پر دم جبر واجب ہے، ایسے ہی اسبیجابی نے ذکر کیا ہے، پھر انہوں نے کہا ہے کہ ان لوگوں کے لئے اس دم سے کھانا مباح نہ ہوگا اور اگر وہ لوگ تنگ دست ہوں تو روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا، اس سے پتہ چلا کہ فقہائے حنفیہ کے قول "لا تمتع ولا قران" سے مراد حلت کی نفی ہے، صحت کی نفی نہیں، اسی لئے اگر مکی تمتع یا قران کرلے تو دم جبر واجب ہوتا ہے اور دم جبر واجب ہونا صحت کی فرع ہے" (البحر الرائق ۲/۳۶۵)۔

۵- متمتع آفاقی کا مزید عمرے کرنا

آفاقی جو کہ تمتع کر رہا ہو، اپنے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کے احرام سے پہلے مزید عمرے کرسکتا ہے، معلم الحجاج میں ہے:

"متمتع ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ حج سے پہلے کرسکتا ہے"۔

معلم الحجاج کے حاشیہ پر ہے:

"لباب میں ہے کہ حج سے پہلے عمرہ نہ کرے، ملا علی قاری نے شرح میں کہا ہے کہ یہ اس بنا پر ہے کہ مکی کو صرف عمرہ کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے، حالانکہ سابق میں گذرا کہ یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ مکی کے لئے صرف تمتع اور قران ممنوع ہے اور یہ متمتع آفاقی ہے جسے عمرہ کی ممانعت نہیں ہے، لہذا اسے عمرہ کا تکرار جائز ہے، اس لئے کہ وہ طواف کی طرح عبادت مستقلہ ہے" (معلم الحجاج/۲۲۱)۔

۶- رمی جمار میں نیابت کا مسئلہ

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

"جو شخص خود رمی کرنے سے عاجز ہو اسے نائب بنانا جائز ہے، یہ عاجزی خواہ مرض کی وجہ سے ہو یا قید یا بڑھاپے یا عورت کے حمل کی وجہ سے۔ لہذا مریض کے لئے نائب بنانا ایسی

Marfat.com

علت کی وجہ سے جائز ہے جس کے اچھا ہونے کی، رمی کا وقت ختم ہونے سے پہلے امید نہ ہو، اور محبوس اور کبیر السن اور حاملہ اپنی طرف سے سارے جمرات کی رمی کے لئے وکیل بنا سکتے ہیں نیز کئی شخصوں کی طرف سے بھی وکیل بننا جائز ہے، مگر یہ کہ وکیل سب سے پہلے خود رمی کرے، پھر نیابت والی رمی کرے'' (۳/ ۱۹۳، دیکھئے: معلم الحجاج / ۱۸۴)۔

رمی کے بارے میں وہ شخص مریض اور معذور سمجھا جائے گا جو کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف کا اندیشہ ہو، اگر سوار ہو کر جمرات تک آ سکتا ہے اور مرض کی زیادتی اور تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے، تو اس کو خود رمی کرنی ضروری ہے دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں، ہاں اگر سواری یا کوئی شخص اٹھانے والا نہ ہو تو معذور ہے، دوسرے سے رمی کرا سکتا ہے..... اگر معذور کا عذر دوسرے سے رمی کرانے کے بعد رمی کے وقت میں زائل ہو گیا تو دوبارہ خود رمی کرنا ضروری نہیں (معلم الحجاج / ۱۸۴، ۱۸۵)۔

ہجوم و ازدحام عذر ہے یا نہیں؟ اور عورت و مرد سب کے لئے عذر ہے یا کسی ایک کے لئے ہے، یا کسی کے لئے نہیں۔

عبارات فقہیہ سے پتہ چلتا ہے کہ ازدحام کو کسی کے لئے عذر نہیں مانا گیا، نہ عورتوں کے لئے نہ مردوں کے لئے، چنانچہ الفقہ الاسلامی وادلتہ کی عبارت گزری، اس میں اعذار میں ازدحام کا کوئی تذکرہ نہیں، معلم الحجاج میں بھی کوئی تذکرہ نہیں، بلکہ اس کے برعکس یہ عبارت موجود ہے:

''مسئلہ: عورت کی طرف سے کسی دوسرے کا نائب بن کر ہجوم کی وجہ سے رمی کرنا جائز نہیں، اگر ہجوم کے خوف سے عورت نے رمی نہیں کی تو فدیہ واجب ہوگا (یہ لفظ فدیہ کے بجائے ''دم'' ہونا چاہئے)۔

اگر عورت دسویں تاریخ کو سورج نکلنے سے پہلے اور گیارہویں و بارہویں کو سورج غروب ہونے کے بعد رات میں ہجوم کے خوف سے رمی کرے تو مکروہ نہیں، اسی طرح ضعیف اور

Marfat.com

کمزور کا حکم ہے، ان کے علاوہ اور لوگوں کے لئے مکروہ ہے" (معلم الحجاج ۱۸۶ / ۱۸۷)۔

اسی طرح کی بات حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ اور مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری نے لکھی ہے (فتاوی دار العلوم دیوبند ۶ / ۵۵۳، فتاوی رحیمیہ ۵ / ۲۳۵)۔

احقر کی ادنی رائے یہ ہے کہ بالکلیہ ترک کو موجب دم نہ ماننے کے بجائے ازدحام کو نیابت کا عذر مان لینا بہتر ہے، کیونکہ نائب کا فعل منوب عنہ کا فعل مانا جاتا ہے، علاوہ ازیں ہمارے زمانہ میں رمی میں جواز دحام ہوتا ہے اور جس میں دن بہ دن شدت آتی جارہی ہے اس میں رات میں رمی کرنا بھی دشواریاں ہی پیدا کرے گا، کیونکہ اس سے ترتیب کے مسائل بھی پیدا ہوں گے جو رمی، ذبح اور حلق کے درمیان واجب ہے، کیونکہ احقر کی معلومات کے مطابق رات میں مذبح بند ہو جاتا ہے، گویا ذبح کا کام ۱۱/ ذی الحجہ کو ہی ہو پائے گا جبکہ حلق کے بعد طواف زیارت کرنا ہے جو کہ ۱۰/ ذی الحجہ کو ہی افضل ہے اور پھر ۱۰/ کو ہی منیٰ واپس آکر رات گزارنی چاہئے۔

یہ ایسی مشکلات ہیں جن پر قابو پانا احقر کے خیال میں بہت دشوار ہوگا، اس لئے عورتوں کے حق میں ازدحام کو عذر تسلیم کر لینا چاہئے، اور نیابت کی گنجائش ہونی چاہئے۔ واللہ اعلم

۷- حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حکومت کی طرف سے روک دیا جانا

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

"اکثر فقہاء کے نزدیک احصار، رکاوٹ کا نام ہے، خواہ کسی خوف سے ہو یا مرض سے یا عاجزی سے یا دشمن کی وجہ سے ہو، اسی کو کشاف نے اختیار کیا ہے اور مغرب میں ہے کہ حصر رکاوٹ کا نام ہے باب طلب سے، کہا جاتا ہے: أحصر الحاج، جب اسے خوف یا مرض نے اس کا حج یا عمرہ پورا کرنے سے روک دیا ہو اور جب کوئی بادشاہ یا مانع قاہر، قید میں یا کسی شہر میں روک دے تو کہا جاتا ہے: حصر، یہی مشہور ہے، اور شریعت میں وقوف عرفہ اور طواف سے

Marfat.com

روک دیئے جانے کا نام احصار ہے" (البحر الرائق ۳؍ ۵۳)۔

حج میں وقوف عرفہ اور طواف زیارت رکن ہیں، عمرہ میں طواف رکن ہے اور سعی واجب ہے، رکن کی ادائیگی میں خواہ وہ حج ہو یا عمرہ، رکاوٹ پڑ جانے میں احصار کا حکم عائد ہوتا ہے (رد المحتار ۲؍ ۲۵۲)۔

سعودی عرب میں رہنے والے غیر ملکی جنہیں حج وعمرہ کے لئے حکومت کی اجازت لینی ہوتی ہے اور بلا اجازت حج یا عمرہ کا احرام باندھ لینے اور پکڑ لئے جانے پر واپس کر دیئے جاتے ہیں وہ محصر کے حکم میں ہیں، اگر ان کا احصار زائل ہو سکے تو وہ درج ذیل صورتوں کے مطابق اپنے احرام سے باہر آ سکتے ہیں:

۱- اگر صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو ایک قربانی (بکری، خصی، دنبہ وغیرہ) کی قیمت حرم میں بھیج دیں، اگر قارن ہوں تو دو قربانیاں یا ان کی قیمت حرم میں بھیج دیں، اس قیمت سے وہاں قربانی کا جانور خرید لیا جائے، یہ قربانی حرم میں کسی جگہ ذبح کر دی جائے، گو ۱۰؍ ذی الحجہ سے پہلے ہی کیوں نہ ہو، البتہ جانور یا قیمت بھیجتے وقت یہیں سے اس کے ذبح کا دن اور وقت مقرر کر دیں تا کہ اس دن اور اس وقت سے یہ لوگ اپنے کو احرام سے باہر سمجھنے لگیں، جانور ذبح ہوتے ہی ان لوگوں کا احرام ختم ہو جائے گا، خواہ بال کٹوائیں یا نہ کٹوائیں۔

۲- جس نے حج کا احرام باندھا تھا وہ ایک حج اور عمرہ کی قضا کرے گا، جس نے قران کا احرام باندھا تھا وہ دو عمرہ اور ایک حج کی قضا کرے گا، جس نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ صرف ایک عمرہ کی قضا کرے گا (درمختار ۲؍ ۲۵۴)۔

۸- رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب

مذکورہ تینوں چیزوں کے درمیان متمتع اور قارن کے لئے ترتیب واجب ہے، پہلے جمرۃ العقبہ کی رمی کرے، پھر قربانی کرے، اس کے بعد سر منڈوائے۔

Marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

"تینوں میں ترتیب واجب ہے یعنی پہلے رمی پھر ذبح پھر حلق، تمہارے قول رذح کے حروف کی ترتیب پر، البتہ طواف کی ترتیب کسی شی پر واجب نہیں، مفرد پر چونکہ قربانی واجب نہیں ہے، اس لئے اس پر ترتیب رمی اور حلق کے درمیان واجب ہوگی، جیسا کہ ہم واجبات حج میں بیان کرچکے ہیں۔

اگر متمتع اور قارن نے مذکورہ تینوں چیزوں کے درمیان ترتیب کی رعایت نہ کی تو دم ہوگا۔

"واجب ہوتا ہے دم رمی کے بعد، حلق سے پہلے، پس اگر حلق رمی سے پہلے کرائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دم واجب ہوگا" (فتح القدیر ۲/۲۱۷)۔

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ عمومی اعذار مسائل میں گنجائش پیدا کرتے ہیں، لہذا سوال کے اندر جو صورت حال درج کی گئی ہے انہیں عمومی عذر مانا جائے گا اور علامہ ابن عابدین شامیؒ کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہوئے ترتیب کے عدم وجوب اور دم کے سقوط کا حکم دیا جائے گا۔

"لو ترک شیئا من الواجبات بعذر لا شئ علیه علی ما فی البدائع" (رد المحتار ۲/۲۱۷، الجنایات)۔

(اگر واجبات میں سے کوئی کسی عذر کی وجہ سے چھوڑ دے تو اس پر کچھ نہیں ہے جیسا کہ بدائع میں ہے)۔

"یہ اس باب میں واجب کے ترک کا حکم ہے، یعنی بلا عذر ترک پر دم واجب ہوگا اور عذر سے چھوڑنے پر مطلقاً اس پر کچھ نہ ہوگا" (ردالمحتار ۲/۲۲۵)۔

۹- حج بدل میں تمتع

آج کے دور میں ہندوستان سے جو حجاج جاتے ہیں، اگر حج سے پہلے پہنچ جانے کا

Marfat.com

امکان ہوتا ہے تو وہ عام طور پر حج تمتع کرتے ہیں، یہ چیز حجاج کے عرف وعادت اور تعامل میں داخل ہو چکی ہے، اگر کسی کو حج کے لئے بھیجتے ہیں تو بھی یہی تصور رہتا ہے کہ ہمارے ہی انداز میں یہ بھی حج کرے، اگر موقع ملے تو پہلے عمرہ کرے، پھر حج کرے، ورنہ حج کرے، پھر عمرہ کرے۔

لہذا جہاں حج بدل میں آمر نے کوئی صراحت نہ کی ہو وہاں اسی اذن عموم اور اختیار پر محمول کیا جائے گا بشرطیکہ حج سے پہلے والا عمرہ، آمر ہی کی طرف سے کیا ہو، عرف وعادت کی دلیل کی وجہ سے اور جہاں آمر نے صراحت کردی ہو وہاں اس صراحت پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

الف- حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کرسکتا ہے۔

ب- صریح اجازت نہ ہو لیکن عرف وتعامل اسی طرح کا بن چکا ہو تو بھی حج تمتع کرسکتا ہے (احسن الفتاوی ۴/ ۵۲۳)۔

ج- آمر سے تمتع کی صریح اجازت نہیں لی، لیکن حج بدل کرنے والے کو ظن غالب ہے کہ آمر اس کی اجازت دیدیتا، تو ایسی صورت میں بھی احقر کے خیال میں تمتع کرنے کی گنجائش ہے۔

د- احسن الفتاوی کا یہ سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال: حج بدل کرنے والا قران کرے یا تمتع یا افراد، بینوا توجروا۔

جواب: اس کو افراد کرنا چاہئے، آمر کی اجازت سے تمتع وقران بھی کرسکتا ہے، مگر دم شکر مامور پر ہوگا، اگر آمر بخوشی دم شکر کی قیمت ادا کردے تو جائز ہے، اس زمانہ میں عرفاً آمر کی طرف سے تمتع وقران ودم شکر کا اذن ثابت ہے، اس لئے صراحۃً اذن ضروری نہیں، لہذا صراحۃً اذن حاصل کرلینا بہتر ہے (احسن الفتاوی ۴/ ۵۲۳)۔

ھ- مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ نے جواہر الفقہ (۱/ ۵۰۸، ۵۱۶) میں اس مسئلہ پر طویل بحث کی ہے، پھر خلاصہ بحث کے تحت موجودہ زمانہ میں حج وعمرہ میں حکومت کی سخت پابندیوں اور قوانین کی بندشوں کے باعث تمتع کرلینے کی گنجائش لکھی ہے (جواہر الفقہ ۱/ ۵۱۶، حج بدل کے احکام)۔

Marfat.com

و- اگر میت نے حج کی وصیت کی تھی اور وہ ایسی جگہ کا باشندہ تھا جہاں کا عرف وتعامل اذن عمومی واختیار کا ہو تو عدم صراحت کی صورت میں اذن عمومی واختیار پر محمول کیا جائے گا، اور صراحت کی صورت میں صراحت کے مطابق عمل لازم ہوگا۔

اگر حج کی وصیت نہیں کی تھی اور وارث یا غیر وارث حج کرا رہا ہے تو اسی وارث یا غیر وارث کے یہاں کے عرف وتعامل کا اعتبار ہوگا۔

۱۰- حیض ونفاس والی عورت کے طواف زیارت کا مسئلہ

جس مرد یا عورت نے حدث اصغر یا حدث اکبر کے ساتھ طواف زیارت کرلیا ہو اس کے احکام تفصیل کے ساتھ ہدایہ میں یوں بیان کئے گئے ہیں:

"افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ میں رہے طواف کا اعادہ کرلے اور اس پر ذبح نہیں ہے، بعض نسخوں میں ہے کہ اس پر اعادہ لازم ہے، لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ حدث میں اعادہ کا حکم استحباباً ہوگا اور جنابت میں ایجاباً ہوگا، اس لئے کہ جنابت کی وجہ سے نقصان بہت زیادہ ہے اور حدث میں کم ہے، پھر اگر حالت حدث میں طواف کرنے کے بعد اعادہ کیا ہو تو اس پر ذبح نہیں ہے اگرچہ ایام نحر کے بعد اعادہ کیا ہو، اس لئے کہ اعادہ کے بعد صرف شبہ نقصان باقی رہا۔ اگر حالت جنابت میں طواف کرنے کے بعد اعادہ کیا ہو ایام نحر میں تو اس پر کچھ نہیں ہے کیونکہ اس کے وقت میں اعادہ کیا، اور اگر ایام نحر کے بعد اعادہ کیا ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تاخیر کی وجہ سے اس پر دم لازم ہوگا جیسا کہ ان کا مذہب معروف ہے۔ اگر اپنے گھر لوٹ گیا اور جنابت کی حالت میں طواف کیا تھا تو اس پر لازم ہے کہ لوٹ کر آئے کیونکہ نقصان کثیر ہے لہذا نقصان کی تلافی کے لئے اسے لوٹنے کا حکم ہوگا اور احرام جدید کے ساتھ لوٹے، اگر نہیں لوٹا اور بدنہ بھیج دیا تو بھی کافی ہو جائے گا جیسا کہ ہم بیان کر چکے کہ وہ نقصان کو دور کرنے والا ہے، مگر یہ کہ افضل لوٹنا ہی ہے (ہدایہ ۱/۲۷۳، باب الجنایات، فتاوی عالمگیری ۱/۲۴۶)۔

Marfat.com

مذکورہ عبارات سے اس عورت کا مسئلہ بالکل واضح ہے کیونکہ جنبی اور حائضہ ونفساء کا حکم ایک ہی ہے جب جنبی کا حکم آ گیا تو حیض ونفاس والی عورت کا حکم بھی آ گیا۔

البتہ سوال نامہ کی شقوں کا جواب الگ الگ درج ذیل ہے:

الف- ایسی عورت کے لئے اجازت ہے کہ وہ ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرے، لیکن غسل کرے اور حفاظتی کپڑا وغیرہ باندھ لے۔

ب- حیض ونفاس کی حالت میں ہی طواف زیارت ادا کرے اور دم دے دے، رکن ادا ہو جائے گا۔

یہ مسئلہ ایسا ہے کہ مذکورہ اعذار کی بنیاد پر غیر حنفیہ بھی مسلک حنفیہ کی پیروی پر مجبور ہیں۔

احقر کا خیال یہ ہے کہ اس مجبوری اور اضطرار کی حالت میں جب حیض ونفاس والی عورت طواف زیارت کرے تو ان احتیاطی تدابیر کا خیال رکھے۔

ج- دم میں بکری کافی نہ ہوگی، بدنہ دینا ہوگا جیسا کہ تفصیلات بالا سے ظاہر ہے، مزید البحر الرائق میں ہے:

"بدنہ واجب ہوگا، اگر رکن والا طواف حالت جنابت میں کرے، ایسے ہی عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، اس لئے کہ جنابت اغلظ ہے، لہذا اس کے نقصان کا تدارک بدنہ سے ہوگا جنابت اور حدث کے درمیان فرق ظاہر کرتے ہوئے، اور حیض ونفاس جنابت کی طرح ہیں" (البحر الرائق ۳ر۱۸)۔

د- یہ دم اور ہر قسم کا دم حدود حرم میں ذبح کیا جائے گا (معلم الحجاج ر ۲۶۳)۔

۱۱- سفر حج یا عمرہ میں کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جانا

عورت ایام عدت میں حج یا عمرہ نہیں کرسکتی۔ درمختار میں ہے:

"عورت پر حج فرض ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اس پر کسی طرح کی عدت نہ ہو، ردالمحتار میں ہے کہ ابن امیر الحاج نے ذکر کیا ہے کہ یہ شرط ادا ہے، اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ کسی

Marfat.com

عدت کے نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ نہ عدت وفات ہو، نہ عدت طلاق بائن، نہ عدت طلاق رجعی، کیونکہ یہ سب عدتیں سفر سے مانع ہیں۔ اگر یہ عدتیں سفر کے دوران پیش آ جائیں تو اگر طلاق رجعی ہو تو شوہر اس کو جدا نہ کرے اور بائن ہو تو اگر عورت کے شہر اور مکہ کے درمیان مدت سفر سے کم ہو تو عورت کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ اپنے شہر جائے یا مکہ جائے اور اگر ایک طرف مدت سفر ہو، دوسری طرف مدت سفر نہ ہو، تو دوسری طرف جانا متعین ہو گیا۔ اگر دونوں طرف مدت سفر ہو تو اگر کسی شہر میں ہو تو وہیں ٹھہر جائے، عدت ختم ہونے تک وہاں سے نہ نکلے اگر چہ کوئی محرم مل جائے، صاحبینؒ کا اس میں اختلاف ہے، لیکن اگر کسی گاؤں یا جنگل میں ہو اور اپنے کو محفوظ و مامون نہ سمجھتی ہو تو امن کی جگہ پہنچ کر رک جائے، وہاں سے عدت ختم ہونے تک نہ نکلے اگر چہ محرم موجود ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک، صاحبین کہتے ہیں کہ محرم موجود ہو تو نکل سکتی ہے" (درمختار ۲/۱۵۹)۔

یہ عورت محصر مانی جائے گی اور حصار کے احکام اس پر صادق آئیں گے۔

ردالمحتار میں باب الاحصار کے تحت ہے:

"زاد في اللباب مما يكون به محصرا أمور أخر منها العدة" (رد المحتار ۲/ ۲۵۳)۔

منحۃ الخالق علی البحر الرائق میں ہے:

"اگر عورت حج فرض کا احرام باندھے اور اس کے ساتھ محرم نہ ہو اور شوہر نے اسے منع کر دیا ہو یا راستہ میں شوہر کا انتقال ہو گیا ہو یا اس کے محرم کا انتقال ہو گیا ہو اور یہ عورت ابھی احرام میں ہو، اگر چہ نفل حج کا احرام ہو، وہ بغیر ہدی ذبح کئے حلال نہیں ہو سکتی" (منحۃ الخالق علی البحر الرائق ۳/ ۵۴)۔

۱۲- دو شہروں کی آبادیوں کا اتصال اور سفر و اقامت کے احکام

اس سلسلے میں چند عبارات فقہیہ عربی و اردو میں احقر کی نظر سے گزری ہیں، پہلے انہیں

Marfat.com

نقل کرتا ہوں، پھر نفس مسئلہ میں اپنی رائے ظاہر کروں گا۔

البحر الرائق میں ہے:

"فإن كانت فى الجانب الذى خرج منه محلة منفصلة عن المصر وفى القديم كانت متصلة بالمصر لايقصر الصلوة حتى يجاوز تلك المحلة كذا فى الخلاصة" (البحر الرائق ۲/ ۱۲۷)۔

(جس جانب سے نکلا ہے اس جانب شہر سے متصل کوئی محلہ ہو اور زمانہ قدیم میں وہ شہر سے متصل تھا، تو نماز قصر اس وقت تک نہیں پڑھے گا جب تک اس محلہ سے پار نہ ہو جائے، ایسے ہی خلاصہ میں ہے)۔

لیکن علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ اس محلہ کا آباد ہونا ضروری ہے، اگر وہ آباد نہ ہو، اس میں رہائش نہ ہو، یا وہ کھیت و باغ بن چکا ہو، تو اگرچہ کسی زمانہ میں شہر کے متصل ہونے کی وجہ سے شہر میں داخل تھا اور اس سے آگے بڑھے بغیر قصر کی گنجائش نہ تھی، مگر اب جب شہر سے الگ ہو چکا اور غیر آباد بن چکا ہے تو قصر کے لئے اس سے آگے بڑھ جانا ضروری نہ ہوگا، بلکہ متصل ہو تو بھی ضروری نہ ہوگا (رد المحتار علی الدر المختار ۱/ ۵۷۸)۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

"اگر شہر کے کئی محلے ہوں، ہر محلہ ایک دوسرے سے الگ ہو جیسے زمانہ ماضی میں بغداد تھا۔ پس جب اپنے محلہ سے نکل جائے تو اس کے لئے قصر مباح ہو جائے گا، محلہ والوں سے الگ ہو جانے کے بعد، اور اگر سب محلے ایک دوسرے سے متصل ہوں جیسے آج کے شہروں کے محلے، تو اس وقت تک قصر نہ کرے جب تک سب سے جدا نہ ہو جائے، اور اگر دو قریبی بستیاں ہوں اور ایک دوسرے سے مل گئی ہوں تو ایک بستی کے حکم میں ہوں گی، اور اگر ان دونوں کی عمارتیں متصل نہ ہوئی ہوں تو ہر بستی مستقل حکم رکھے گی" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۳۳۱)۔

اسی مفہوم کی عبارت المغنی میں بھی موجود ہے (المغنی والشرح الکبیر ۲/ ۹۸، نیز دیکھئے: مفتی رشید

Marfat.com

احمد صاحب کتاب احسن الفتاوی ۴ر ۷۳، ۷۴)۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ شہروں، گاؤں، قصبوں کی حدود حکومت متعین کرتی ہے، بعض اوقات حکومت کی مقرر کردہ حد سے پہلے آبادی ختم ہو جاتی ہے کبھی بڑھ جاتی ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کئی مقامات کو شامل کر کے حکومت کوئی ایک نام دیتی ہے۔

لہذا سفر واقامت اور قصر واتمام کا حکم درج ذیل امور کے تحت ہوگا:

۱-کسی شہر یا گاؤں کی حدود اربعہ جو حکومت نے متعین کئے ہوں ان کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ آباد مکانات کا اعتبار ہوگا، خواہ وہ چھونپڑے ہوں، لہذا ان کی حدود سے نکلنے پر سفر کا اور ان کی حدود میں داخل ہونے میں مقیم ہونے کا حکم ہوگا۔

۲-جن مختلف آبادیوں کو ملا کر حکومت نے کسی ایک آبادی کا نام دے دیا ہو، اس آبادی کے مکانات سے نکلنے پر سفر کا اور اس آبادی میں داخل ہونے پر مقیم ہونے کا حکم ہوگا۔

۳-لیکن اگر کسی آبادی کا نام نص سے ثابت ہو اور اس کی کوئی مخصوص وجہ بھی ہو تو حکومت کا اسے کسی آبادی کے تحت لانا اور کسی بڑی آبادی کے ماتحت بنانا، اس کی الگ حیثیت کو ختم نہ کرے گا۔

لہذا سوال میں درج صورت حال میں اولاً تو حکومت نے منیٰ کو مکہ مکرمہ میں داخل کر کے دونوں آبادیوں کو مکہ مکرمہ کا نام نہیں دیا، دوم دونوں آبادیاں نصاً الگ الگ ہیں۔ لہذا اتصال آبادی کے باوجود دونوں آبادیاں الگ الگ مانی جائیں گی، اور دونوں جگہ ملا کر مدت اقامت ۱۵ یوم ہو جائے تو بھی مقیم ہونے کا حکم نہ ہوگا۔

۱۳-ایسے امام کی اقتداء جو نماز وتر میں دو رکعات پر سلام پھیر دیتا ہو

امام کی اقتداء میں نماز وتر ادا کرے، لیکن جب دو رکعت پر امام سلام پھیرے تو یہ نہ پھیرے بلکہ کھڑا ہو کر تیسری رکعت پڑھ لے۔

Marfat.com

البحر الرائق میں ہے:

''حنفی کا وتر میں ایسے شخص کی اقتداء کرنا جائز نہیں جو دو رکعت پر سلام پھیر دے، لیکن ابوبکر رازی نے اسے جائز کہا ہے، اور بقیہ وتر اسی کے ساتھ پڑھے، اس لئے کہ اس کا امام اس کے نزدیک اپنے سلام سے نماز کے باہر نہیں ہوا اور یہ مسئلہ مجتہد فیہ بھی ہے، جیسے اگر کسی ایسے امام کی اقتدا کرے جسے نکسیر پھوٹی ہو، مشائخ کا حنفی کے لئے وتر میں شافعی امام کی اقتدا کے صحیح ہونے میں یہ شرط لگانا کہ فصل نہ کرے بالاتفاق اقتدا کے صحیح ہونے کا فائدہ دیتی جبکہ فصل نہ کیا ہو''۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

''ومعنى كونه لم يخرج بسلامه أن سلامه لم يفسد وتره لأن مابعده يحسب من الوتر فكأنه لم يخرج منه'' (رد المحتار ۱/ ۴۹۴)۔

(اپنے سلام سے نماز سے باہر نہیں ہوا کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سلام نے اس کی وتر کو فاسد نہیں کیا، اس لئے کہ اس کے بعد والا حصہ بھی وتر میں ہی شمار ہوگا، پس گویا وہ نماز سے باہر نہیں ہوا)۔

Marfat.com

حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی ☆

حج اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے، لیکن اس کے مسائل کثیر الجہات اور کثیر الاختلافات ہیں، حالات کے تغیر نے ان کو مزید گہرا اور پیچیدہ بنا دیا ہے اور ضرورت متقاضی ہے کہ ان کا حل تلاش کیا جائے، ذیل میں ایسے چند مسائل کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱- اس مسئلہ میں علامہ عینی نے یہ تفصیل نقل کی ہے:

''علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، ابن قصار نے کہا کہ امام شافعی و مالک کے اقوال حج وعمرہ کا ارادہ نہ کرنے والے شخص کیلئے مکہ میں بلا احرام داخل ہونے کے جواز میں مختلف ہیں۔ کبھی تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں، مکہ کی خصوصیت اور دوسرے شہروں سے (حکم میں) اس کے علیحدہ ہونے کی وجہ سے، البتہ مکہ اور اس کے قریب کے شہروں جدہ، عسفان، طائف سے ایندھن لاکر فروخت کرنے والوں کے لئے کثرت آمد ورفت کی وجہ سے بلا احرام داخلہ درست ہے، یہی بات امام ابوحنیفہ اور امام لیث بھی فرماتے ہیں اور اس بناء پر ان پر دم بھی واجب نہیں، مدونہ میں اس کی صراحت ہے اور کبھی امام مالک وامام شافعی نے فرمایا کہ احرام کے ساتھ داخلہ صرف مستحب ہے واجب نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ زہری، حسن بصری اور ایک قول میں شافعی اور ایک روایت میں امام مالک اور ابن وہب اور داؤد بن علی اور ان کے اصحاب ظواہر کا مذہب یہ ہے کہ بغیر احرام مکہ میں

☆ مدرسہ امدادیہ، صدر بازار، میرٹھ (یوپی)۔

Marfat.com

داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں، اور عطاء بن ابی رباح، لیث بن سعد، سفیان ثوری، ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، اور ایک روایت میں امام مالک اور یہی ان کا صحیح قول ہے اور مشہور روایت کے مطابق امام شافعی، امام احمد، ابوثور اور حسن بن حی کا مذہب یہ ہے کہ کسی بھی شخص کے لئے جس کی رہائش میقات کے باہر کے شہروں میں ہو یہ درست نہیں کہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو، اگر وہ بلا احرام داخل ہوگیا تو اس نے برا کیا، پھر بھی امام شافعی اور ابوثور کے نزدیک اس پر دم واجب نہیں، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس صورت میں اس پر حج یا عمرہ واجب ہے" (عمدۃ القاری ۵/۱۰۹)۔

اس مسئلہ میں جمہور فقہاء کے دلائل جو بلا احرام مکہ میں داخلہ کو ناجائز کہتے ہیں اور مجوزین کے استدلالات کے جوابات کی بہتر تفصیل مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی نے جمع کردی ہے، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلا احرام داخلہ کا عدم جواز ہی راجح ہے۔

۲- حدود میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے تو مکہ میں بلا احرام داخلہ کی عام اجازت ہے۔ شیخ عبدالغنی الدمشقی لکھتے ہیں:

"(ومن كان منزله بعد المواقيت) أى داخلها وخارج الحرم (فوقته للحج والعمرة (الحل) ويجوز لهم دخول مكة لحاجة من غير إحرام" (اللباب فی شرح الکتاب ۱/۱۸۰)۔

"قال محمد وبهذا نأخذ الخ" (مؤطا محمد/۲۲۰)۔

البتہ میقات کے باہر رہنے والوں کے لئے جمہور کے نزدیک بلا احرام مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں، لیکن اگر مختلف ضروریات کے لئے انہیں کثرت سے حدود حرم میں آنا جانا پڑتا ہے تو وہ احرام کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دیئے جائیں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: "إلا الحطابين ومن قرب منها مثل جدة وعسفان والطائف لكثرة تردد هم إليها وبه قال أبوحنيفة والليث وعلى هذا فلا دم عليه" (عمدۃ القاری ۵/۱۰۹)۔

Marfat.com

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: ورخصوا للحطابين ومن يكثر دخولهم ولمن خرج منها يريد بلده ثم بدا له أن يرجع كما صنع ابن عمر" (التعلیق المجد ۲۱۹)۔

ایندھن فروخت کرنے والوں اور جو لوگ کثرت سے داخل ہوتے ہوں اور جو مکہ سے باہر نکل جائیں اپنے شہر جانے کا ارادہ کر کے پھر ان کو واپسی کا خیال ہو جائے تو ان سب لوگوں کے لئے فقہاء نے رخصت دی ہے، حضرت ابن عمر کا واقعہ بخاری نے بھی نقل کیا ہے اور اس سے بلا احرام داخلہ پر استدلال کیا ہے (بخاری ۱/۲۴۹)۔

لیکن امام محمد نے کچھ تفصیل نقل فرمائی ہے: "حدثنا نافع أن ابن عمر اعتمر حتى إذا كان بقديد جاءه خبر من المدينة فرجع فدخل مكة بغير إحرام"۔

(حضرت ابن عمرؓ نے عمرہ کیا یہاں تک کہ مقام قدید تک پہنچ گئے تو انہیں مدینہ سے (فتنہ برپا ہو جانے کی) خبر ملی، تو واپس لوٹ گئے پھر مکہ میں بغیر احرام داخل ہوئے)۔

معلوم ہوا کہ میقات سے باہر چلے جانے اور پھر واپس مکہ لوٹنے کی مذکورہ بالا صورت میں بھی احرام کی پابندی نہیں ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کی ضرورۃً کثرت آمد ورفت ہو جیسے ٹیکسی ڈرائیور، تجارتی سامان لانے والے اور تجارتی کمپنیوں کے ایجنٹ یا غلہ اناج منتقل کرنے والے یا جن کی مکہ میں زمین جائداد ہو جس کے لئے بار بار آنا جانا پڑے (عمدۃ القاری ۴/۴۹۹) تو چونکہ ان کے لئے احرام کی پابندی میں مشقت ہے اس لئے وہ احرام سے مستثنیٰ ہوں گے، اس کے علاوہ یہ بھی ہے:

"اگر ایسے لوگوں پر احرام واجب قرار دیا جائے تو بات یہاں تک پہنچے گی کہ ساری عمر انہیں حالت احرام میں رہنا ہوگا" (عمدۃ القاری ۴/۴۹۹)۔

۳- تمام علماء حنفیہ کے نزدیک مکی کے لئے اشہر حج میں عمرہ کرنا درست نہیں۔ حافظ ابن ہمام کو مکی کے قران اور تمتع کے سلسلہ میں تردد رہا کہ وہ عمرہ کر کے گنہگار ہوگا یا عمرہ بالکل ہی

Marfat.com

درست نہیں یا عمرہ درست ہے؟ پھر انہوں نے اولاً فساد کو راجح قرار دیا پھر بطلان کا قول اختیار کیا اور فرمایا: "إنه مقتضى كلام الأئمة. وكلامهم أولى بالاعتبار" (کلام ائمہ کا یہی تقاضا ہے اور انہیں کے کلام کا اعتبار کرنا زیادہ بہتر ہے)۔

البتہ صاحب تحفہ، وغایۃ البیان، والعنایہ، والسراج وشرح الاسبیجابی علی مختصر الطحاوی نے صحت مع الکراہت کو اختیار کیا، لیکن بقول علامہ شامی بعد میں ابن ہمام نے صاحب بحر ونہر والمنح والشرنبلالی والقاری کی طرح اس کی مخالفت کی۔ مگر خود علامہ شامی نے "رد المحتار" میں مکی کے تمتع کو باطل قرار دیا، اور اس کے قران کو مع الکراہت جائز قرار دیا، اور فرمایا صاحب بدائع کے کلام سے یہی مستنبط ہوتا ہے پھر اسی موقف کو انہوں نے صراحۃ نہایہ اور اسرار دبوسی میں دیکھا (شامی کے مطابق قران مع الکراہۃ التحریمہ درست ہے اور اس پر دم جبر ہے نہ کہ دم شکر)۔

علامہ انور شاہ صاحب کشمیری نے فرمایا:

"بس یہی میرے نزدیک حق ہے کیونکہ دلیل اس کی موافقت کرتی ہے، فقہاء نے صراحت کی ہے کہ المام صحیح (مکہ میں تاھل) تمتع کے لئے مبطل ہے، قران کے لئے نہیں، لیکن امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ مکی کے لئے بھی تمتع اور قران دونوں درست ہیں" (معارف السنن ۶/۵۹، ۶۰)۔

۴- اگر مکی شخص ان لوگوں میں ہے جو کثرت آمد و رفت کرتے ہیں تو اس پر احرام کی کوئی پابندی نہیں اور اگر اتفاقی ضرورت کی بنا پر میقات سے باہر جانا پڑا ہے تو اس سے نکلنے کی صورت یہ ہے کہ بلا احرام گذر جائے اور حج کا احرام کسی میقات پر واپس جا کر باندھے اور تلبیہ پڑھے، اس سے دم بھی ساقط ہو جائے گا اور ارتکاب منہی عنہ کا گناہ بھی ختم ہو جائے گا، کیونکہ وہ اس ارتکاب پر مجبور تھا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ میقات کے باہر سے واپس ہوتے وقت کسی مقام حل میں قیام کا قصد کرے، پھر مکہ میں داخل ہو جائے کیونکہ وہ آفاقی کے حکم میں ہے جس کے لئے یہ حیلہ

Marfat.com

درست رکھا گیا ہے (البحر الرائق ۲/۳۱۸، منحۃ الخالق، علی ہامش البحر ۲/۳۱۹، احسن الفتاوی ۴/۵۲۷، معلم الحجاج/۹۴)۔

۵- متمتع آفاقی عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کرسکتا ہے، کیونکہ یہ طواف کی طرح مستقل عبادت ہے (منحۃ الخالق علی ہامش البحر ۲/۳۶۶)۔

ایک سال کے اندر تکرار عمرہ کو امام اعظم اور امام شافعی نے مستحب قرار دیا ہے اور نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ (عرفہ سے ایام تشریق) تک مکروہ بتایا ہے، امام ابو یوسف نے یوم النحر کا استثنا کیا ہے، امام مالک نے ایک سال میں ایک سے زیادہ عمرہ کو مکروہ کہا ہے، امام احمد کے یہاں دس دن سے کم میں مکروہ ہے (معارف السنن ۶/۳۲۳، ۳۲۴)۔

”إن شيخ الإسلام قال: إن العمرة بين العمرتين والإكثار من العمر إنه مكروه باتفاق السلف ولهذا لا ينبغي للإنسان أن يكررها دائما“ (دروس وفتاوی فی الحرم المکی/۲۴۰، محمد بن صالح عثیمین)۔

دوسری جگہ خلاف سنت بتایا ہے:

”عمرہ کی تکرار کی اجازت جو بعض لوگوں کی طرف سے پائی جاتی ہے خلاف سنت ہے“ (دروس وفتاوی فی الحرم المکی/۲۴۳)۔

۶: الف- عمل رمی میں نیابت درست ہے: ”وإن رمی عنه أجزأه“ (کتاب الاصل للامام محمد ۲/۴۲۹)۔

ب- عمل رمی میں نیابت صرف مریض یا معذور کی طرف سے درست ہے۔

جہاں تک معذوری کی حد کا سوال ہے تو اس سلسلے میں مفتی سعید احمد صاحبؒ لکھتے ہیں:

”رمی کے بارے میں وہ شخص معذور اور مریض سمجھا جائے گا کہ جو کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف کا اندیشہ ہو، اگر سوار ہو کر جمرات تک آسکتا ہے اور مرض کی زیادتی یا تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے تو اس کو خود رمی کرنی ضروری ہے

Marfat.com

دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں، ہاں اگر سواری یا کوئی شخص اٹھانے والا نہ ہو تو معذور ب
دوسرے سے رمی کرا سکتا ہے" (معلم الحجاج / ۱۸۵)۔

لیکن ازدحام (شدید بھیڑ) نیابت رمی کے لئے عذر نہیں ہے، مفتی عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں:

"لیکن ازدحام کی وجہ سے دوسرا شخص رمی نہیں کر سکتا، خود کنکری مارے، نہ مار سکے تو دم واجب ہوتا ہے، رات کے وقت ازدحام نہیں ہوتا، رات کو موقع پا کر رمی کرے مگر یہ وقت مکروہ ہے لیکن معذورین اور عورتوں کے لئے ازدحام کی وجہ سے بلا کراہت درست ہے" (فتاوی رحیمیہ ۵ / ۲۳۵، ۲۳۶)۔

۷- حکومت کی طرف سے غیر قانونی حج وعمرہ کرنے والوں کو واپس بھیج دینا بھی احصار کے حکم میں ہے، مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

"تیسرا قول یہ ہے کہ احصار کا حکم عام ہے زمانہ اور سبب کے اعتبار سے، لہذا احصار کا حکم ہر ایسی رکاوٹ کی وجہ سے ثابت ہو جائے گا جو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دے۔ جیسے مرض، دشمن کا خوف، ٹانگ ٹوٹ جانا، اخراجات سفر کا گم ہو جانا اور اسی جیسے اسباب جو بیت اللہ پہنچنے سے مانع ہوں۔ یہی حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے اور یہی روایت ابن عباسؓ کی بھی ہے اور اسی کے قائل ہمارے حنفی حضرات ہیں، اور سب سے راجح قول تیسرا قول ہے" (التعلیق الممجد علی موطا محمد / ۲۳۷)۔

اگر چہ امام ابو یوسف نے امام اعظم سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تو فرمایا:

"فأما اليوم فهي دار الإسلام فلا يتحقق الإحصار فيها" (آج وہ دار الاسلام ہے، لہذا اس میں احصار متحقق نہیں) (المبسوط للسرخسی ۴ / ۱۱۴)۔

لیکن امام ابو یوسف نے فرمایا:

"اور میں یہ کہتا ہوں کہ جب مکہ پر دشمنوں کا غلبہ ہو جائے اور وہ حج یا عمرہ کرنے والے

Marfat.com

اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو جائیں تو وہ محصر ہے'' (حوالہ سابق)۔

اس کی تائید امام بخاری نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے واقعہ سے کی ہے، حجاج بن یوسف کی ابن الزبیر کے خلاف لشکر کشی کے زمانے میں جب انہوں نے عمرہ کا ارادہ کیا تو ان سے عبید اللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ نے کہا:

''لا یضیر أن لا تحج العام إنا نخاف أن یحال بینک و بین البیت فقال.... إن حیل بینی و بینه فعلت کما فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' (بخاری ۱/۲۴۳، نیز دیکھئے: عمدۃ القاری ۵/۳۸)۔

اس سے صراحۃً معلوم ہوگیا کہ ابن عمر کے نزدیک دارالاسلام میں مسلم بادشاہ کے ذریعہ بھی احصار متحقق ہے۔

علامہ عینی نے امام ابو یوسف کے نقل کے برخلاف تمام حنفیہ کا یہی قول قرار دیا ہے (عمدۃ القاری ۵/۳۸)۔

معارف السنن میں ہے:

''ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ قربانی کا جانور بھیج دے اور اسی کے ذریعہ حلال ہو جائے جب کہ وہ حرم میں ذبح کر دے، یعنی حرم کی طرف جانور بھیج دے اور جس کو بھیج رہا ہے اسی کے ہاتھوں ذبح یا نحر کا وقت متعین کر دے پس وہ اسی وقت حلال ہو جائے گا اور احرام سے فارغ ہو جائے گا اور اگلے سال اس کی قضا کرے۔

امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وہ حلق بھی کرے، لیکن نہیں کرتا تو اس پر کچھ دم وغیرہ واجب نہیں ہے'' (معارف السنن ۶/۳۴۹)۔

امام سرخسی نے فرمایا: ''اگر محصر اپنے جانور کے ذبح ہونے سے پہلے حلال ہو جائے تو اس پر ایک اور دم واجب ہوگا'' (المبسوط للسرخسی ۴/۱۱۲)۔

قربانی کے علاوہ کسی اور طریقہ سے حلال نہیں ہوگا، کیونکہ نص قرانی سے جانور کے

Marfat.com

ذریعہ ہی حلال ہونا متعین ہے، جیسا کہ طواف زیارت عورت کے حلال ہونے کے لئے متعین ہے۔ لیکن اگر وہ اتنا غریب شخص ہے کہ جانور نہیں خرید سکتا تو حضرت عطاء نے اس کا طریقہ یہ بتایا کہ جانور کی قیمت کے اعتبار سے ہر مسکین کے حصے میں نصف متعین کر کے ہر مسکین کے کھانے کے بدلے میں ایک روزہ رکھے، اس طرح وہ جزائے صید کی ہدی کے درجہ میں حلال ہو سکتا ہے۔

''امام ابو یوسف نے ''امالی'' میں فرمایا کہ یہی مجھے زیادہ پسند ہے (المبسوط للسرخسی ۴/ ۱۱۳)۔

۸- یوم النحر میں چار مناسک حج ادا کیے جاتے ہیں: (۱) رمی، (۲) قربانی، (۳) حلق، (۴) طواف، حدیث میں چاروں اعمال اسی ترتیب سے مذکور ہیں، پس اگر ترتیب میں جہالت یا نسیان کی وجہ سے خلل واقع ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، جیسا کہ ''المغنی'' اور ''عمدۃ القاری'' میں اس کی تفصیل موجود ہے:

''عطاء، طاؤس، مجاہد، سعید بن جبیر اور حسن کا مذہب یہ ہے کہ اس پر کچھ واجب نہیں، یہی رائے امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابو ثور، داؤد اور محمد بن جریر طبری کی ہے اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس پر دم واجب ہے، یہی قول نخعی اور ایک روایت کے مطابق حسن کا ہے، قتادہ بھی یہی کہتے ہیں، اور یہی رائے امام ابوحنیفہ، نخعی اور ابن ماجشون کی بھی ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ قارن ہے تو اس پر دو دم واجب ہیں: ایک تو دم قران اور دوسرا دم جنایت، اور مالک، اوزاعی، ثوری کہتے ہیں کہ اگر ذبح سے پہلے حلق کر لیا تو اس پر کچھ واجب نہیں اور یہی صراحت حدیث میں ہے، ابن عبد البر نے یہی مسلک جمہور علماء کا نقل کیا ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ کے دونوں اصحاب امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے، پس ترتیب امام ابوحنیفہ کے نزدیک رمی، قربانی اور حلق کے درمیان واجب ہے اور جمہور کے نزدیک مسنون ہے۔

امام ابوحنیفہ مطلقاً دم کو واجب قرار دیتے ہیں خواہ خلاف ترتیب عمداً کیا ہو یا نسیاناً اور جہالۃً، لیکن وجوب ترتیب پہلی تینوں صورتوں میں ہے نہ کہ طواف افاضہ میں۔ پس بقیہ مناسک

Marfat.com

پر اس کی تقدیم سے دم واجب نہیں ہوتا، البتہ قربانی کے تین دنوں سے موخر کرنے کی صورت میں دم واجب ہوجاتا ہے، ہاں اگر مفرد بالحج ہو تو اس پر رمی اور حلق کے درمیان تو ترتیب واجب ہے ذبح میں ترتیب واجب نہیں، ذبح میں ترتیب (رمی، نحر، حلق کے درمیان) قارن اور متمتع پر واجب ہے" (عمدۃ القاری ۴/ ۳۶۷، معارف السنن ۶/ ۲۱۰، ۲۱۱)۔

اس مسئلہ میں موجودہ حالات کی رعایت سے امام ابو یوسف اور امام محمد اور جمہور علماء کے مسلک کو اختیار کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں، امام محمد فرماتے ہیں:

"اس حدیث کو جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ان میں سے کسی چیز (کی تقدیم و تاخیر) میں کوئی حرج نہیں، ہم اختیار کرتے ہیں، اور امام ابوحنیفہ بھی فرماتے ہیں کہ ان میں سے کسی چیز میں کوئی حرج نہیں اور وہ اس میں کفارہ کو بھی واجب نہیں کہتے، البتہ صرف ایک حالت میں جب کہ وہ قارن یا متمتع ہو اور ذبح سے پہلے حلق کرالے تو اس پر دم کو واجب قرار دیتے ہیں، بہر حال ہم اس پر کوئی چیز (دم) ضروری نہیں سمجھتے" (موطا محمد/ ۲۳۵، باب من قدم نسکا قبل نسک)۔

موجودہ حالات میں دشواریوں کے پیش نظر امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر فتوی دینا حنفیت کے خلاف نہیں ہے۔

۹- مفتی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں:

"اس زمانہ میں عرفاً آمر کی طرف سے تمتع و قران و دم شکر کا اذن ثابت ہے، اس لئے صراحۃً اذن ضروری نہیں، لہذا صراحۃً اذن حاصل کرلینا بہتر ہے" (احسن الفتاوی ۴/ ۵۲۳)۔

الف- حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کرسکتا ہے، جیسا کہ علامہ شامی اور صاحب درمختار کی عبارت سے واضح ہوتا ہے:

"الرابع عشر عدم المخالفة، فلو أمره بالإفراد فقرن أو تمتع ولو للميت لم يقع عنه" (شامی ۲/ ۲۳۹)۔

صاحب "درمختار" لکھتے ہیں:

Marfat.com

"(ودم القران) والتمتع (والجناية على الحاج) إن أذن له الآمر بالقران والتمتع وإلا فيصير مخالفا فيضمن" (درمختار علی ہامش ردالمحتار ۲/ ۲۴۷)۔

مفتی سعید احمد صاحبؒ مفتی اعظم مظاہر العلوم سہارنپور نے پندرھویں شرط (آمر کی مخالفت نہ کرنا) کے ذیل میں لکھا ہے:

"البتہ قران آمر کی اجازت سے کرنا جائز ہے، لیکن دم قران اپنے پاس سے دینا ہوگا۔ آمر کے روپئے سے دینا جائز نہیں اور تمتع کرنا اجازت سے بھی جائز نہیں اگر اجازت سے تمتع کرے گا تو گو مامور پر ضمان نہ ہوگا لیکن آمر کا حج ادا نہ ہوگا" (معلم الحجاج / ۲۸۵)۔

اس پر مولانا شیر محمد صاحب نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے:

"حج بدل کرنے والے کو آمر کی بلا اجازت تو تمتع کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں لیکن اگر آمر تمتع کی اجازت دے دے تو بعض علماء جائز کہتے ہیں، مگر محققین کی رائے یہی ہے کہ حج بدل کرنے والے کو آمر کی اجازت سے بھی تمتع کرنا جائز نہیں، اگر تمتع کرے تو گو ضمان نہ ہوگا لیکن آمر کا حج ادا نہ ہوگا امام الناسکین ملا علی قاری نے "شرح لباب" میں اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے زبدۃ المناسک میں عدم جواز کو اختیار کیا ہے اور حضرت الاستاذ مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی شارح سنن ابی داؤد بھی عدم جواز کا فتوی دیتے تھے" (حوالہ سابق)۔

ب- لیکن سوال یہ ہے کہ اگر یہ مسئلہ عدم مخالفت آمر کے ذیل میں آتا ہے تو جس طرح قران کی اجازت سے آمر کی مخالفت نہیں ہوتی ٹھیک اسی طرح تمتع کی اجازت سے اس کی مخالفت پیدا نہیں ہوتی، پھر دونوں میں جواز وعدم جواز کی تفریق کس بنیاد پر ہے؟ موجودہ دور حج تمتع کا دور ہے، اس دور میں اجازت آمر صراحۃً یا عرفاً سے جواز تمتع کا قول اختیار کرنا ہی انسب ہے، موجودہ محققین کا یہی فتوی ہے۔

ج- اگرچہ شریعت میں ظن غالب کا اعتبار کیا گیا ہے اور موجودہ دور میں حج بمعنی حج تمتع کا عرف قائم ہو چکا ہے اس لئے صریح اجازت کے بغیر بھی حج بدل میں تمتع درست ہو جائے گا

Marfat.com

تاہم احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ آمر سے صریح اجازت لی جائے۔

د- حج بدل میں تمتع باتفاق فقہاء حنفیہ مامور کے مال میں ہوگا، اس لئے کہ حج مفروض سے زائد عمل کی ذمہ داری خود مامور نے قبول کی ہے لہذا اس زائد عمل پر دم شکر اسی کے ذمہ ہوگا، البتہ اگر آمر دم شکر کی قیمت بخوشی ادا کردے تو جائز ہے۔

ھ- اول تو باجازت آمر حج تمتع کی گنجائش سطور بالا میں نقل کی جا چکی ہے تاہم اگر زیادہ احتیاط مطلوب ہو تو احرام کی طویل پابندیوں سے بچنے کے لئے یہ صورت اختیار کی جا سکتی ہے کہ شروع کی فلائٹ سے ٹکٹ بک کرائے اور براہ جدہ سیدھے مدینہ طیبہ پہنچ جائے اور ایام حج کے قریب دنوں میں مکہ مکرمہ آتے وقت ذوالحلیفہ سے حج افراد کا احرام باندھے۔ حضرت مفتی محمود حسنؒ صاحب مفتی دار العلوم دیوبند نے اسی صورت کے جواب میں لکھا ہے:

''آمر کی اجازت سے ایسا کرنا درست ہے'' (فتاوی محمودیہ ۳/ ۱۹۲)۔

و- متوفی کی طرف سے فرض حج ادا کرنے کے لئے اس کا امر ضروری ہے۔ بغیر امر کسی اجنبی نے حج کیا تو یہ حج کرنے والے کا ہوگا۔ البتہ اگر میت کے وارث نے متوفی کی وصیت کے بغیر اس کی طرف سے حج کیا تو اس سے متوفی کا فرض ادا ہونے کی امید ہے انشاء اللہ۔ لیکن اگر میت نے وصیت کردی تو یقیناً بلا مشیت اس کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا (رد المحتار مع الدر المختار ۲/ ۲۳۹)۔

۱۰: الف- اس مسئلہ میں حضرت مولانا تقی عثمانی زید مجدہم لکھتے ہیں:

اگر کسی عورت کو طواف زیارت کرنے سے پہلے حیض آنے لگا تو اب اس کو رک کر اپنے پاک ہونے کا انتظار کرنا ہوگا اور پاکی کے بعد طواف زیارت لازم ہوگا، اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔

ہمارے زمانے میں جبکہ حجاج کے آنے جانے ٹھہرنے کی تاریخیں اور اوقات مقرر ہیں اور ویزے کی محدود تاریخیں ہوتی ہیں، کسی حاجی کو ان تاریخوں اور اوقات کے بدلنے کا اختیار

Marfat.com

نہیں ہوتا۔ ان حالات میں حیض ونفاس والی عورتیں اپنے زمانہ طہر میں طواف زیارت نہ کرسکی ہوں اور قانونی لحاظ سے ان کے لئے انتظار بھی ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ کیا کریں؟ یہ مشکل بسا اوقات عورتوں کو پیش آتی ہے۔

کتب حنفیہ میں اس اشکال کا کوئی صریح حل احقر کی نظر سے نہیں گذرا، البتہ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس کا یہ حل بیان کیا ہے کہ ایسی عورت ناپاکی ہی کی حالت میں طواف کرلے اور امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق دم دے کر اس کی تلافی کرے (درس ترمذی ۲/۲۱۸)۔

علامہ ابن تیمیہؒ کی عبارت ذیل ہے:

"کیا طہارت صحت طواف کے لئے شرط ہے اس میں علماء کے دو مشہور قول ہیں:

(۱) شرط ہے، یہ مذہب ہے امام مالک، امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا،

(۲) شرط نہیں ہے، یہ مذہب ہے امام ابوحنیفہ اور دوسری روایت کے مطابق امام احمد کا۔

پس ان علماء کے نزدیک اگر کسی نے طواف کیا جنابت، حدث، یا نجاست اٹھائے ہونے کی حالت میں تو طواف ادا ہو جائے گا، اور اس پر دم واجب ہوگا، لیکن امام احمد کے اصحاب نے اختلاف کیا ہے کہ کیا یہ حکم ہے علی الاطلاق اس معذور کے حق میں جو جنابت بھول گیا؟

امام ابوحنیفہ اس صورت میں دم بدنہ (اونٹ یا گائے) کو واجب کہتے ہیں جب کہ حائضہ یا جنبی نے طواف کیا ہو۔ پس وہ عورت جس کے لئے ممکن نہ ہو کہ وہ طواف کرسکے مگر حیض کی حالت میں، تو وہ طواف بحالت حیض بدرجہ اولی معذور ہے۔ کیونکہ اس پر حج فرض ہے اور علماء میں سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ حائضہ سے حج ساقط ہو جائے گا، اور شریعت کی بات بھی نہیں ہے کہ فرائض بعض فرض کی ادائیگی سے عاجز ہونے پر ساقط ہو جاتے ہوں، جیسا کہ طہارت سے عاجز ہو جانے والی نماز میں۔

پس اگر عورت کیلئے ممکن ہو کہ مکہ میں اپنے پاک ہونے تک ٹھہر سکے اور طواف کرسکے تو یہ بلاشبہ اس پر واجب ہے۔ لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو اور اس پر دوبارہ واپسی کو واجب کر دیا جائے تو

Marfat.com

گویا اس پر ایک حج کے لئے دو سفروں کو واجب کرنا لازم آئے گا جب کہ اس عورت کا کوئی قصور نہیں اور یہ بات شریعت کے خلاف ہے۔ پھر اس کیلئے دوبارہ واپسی بھی ممکن نہیں مگر سواری کے ساتھ، اور ہر مہینہ میں حیض آنا اس کی فطری عادت ہے، پس اس صورت میں اس کا پاک رہنا یقیناً ناممکن ہے اور شریعت کے اصول کا دارومدار اس بات پر ہے کہ عبادت کی شرطوں میں جس شرط کی ادائیگی سے بندہ عاجز ہو تو وہ شرط ساقط ہو جاتی ہے، جیسا کہ نمازی شرمگاہ چھپانے سے عاجز ہو، یا استقبال قبلہ یا نجاست سے پرہیز سے عاجز ہو، یا جیسا کہ طواف کرنے والا اپنے آپ طواف کرنے سے عاجز ہو سواری یا پیدل حالت میں، تو اس کو اٹھا کر طواف کرایا جائے گا۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کا طواف غیر معذور ہونے کی حالت میں بلا طہارت ادا ہو جائے گا اگر چہ دم دینا ہوگا جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے اصحاب میں سے کہنے والے یہ کہتے ہیں، پس ان حضرات کا یہی قول بحالت عذر بدرجہ اولی اور زیادہ عمدہ ہے۔ رہا غسل کرنا تو اگر عورت نے کرلیا تو بہتر ہے جیسا کہ حائضہ اور نفساء احرام کے لئے کیا کرتی ہیں (فتاوی ابن تیمیہ ۲۶/۲۴۲ تا ۲۴۴)۔

ب- بحالت جنابت طواف زیارت کرنے سے بھی رکن ادا ہو جاتا ہے، یہ نہی عن الافعال الشرعیہ کی قبیل سے ہے جس میں اصل صحت ہے، البتہ خلاف شرط کرنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔

ج- دم بدنہ یعنی بڑے جانور اونٹ گائے کی قربانی لازم ہوگی کیونکہ جنایت بڑی ہے تو دم بھی بڑا چاہئے، بکرا کافی نہیں ہوگا (المبسوط للسرخسی ۴/۳۹)۔

د- دم کی ادائیگی یعنی نحر و ذبح حدود حرم میں ضروری ہے، حرم مکہ سے باہر یا اپنے مقام پر درست نہیں۔ امام محمدؒ کی کتاب الاصل میں یہ قاعدہ کلیہ مذکور ہے:

"ہر وہ دم جو حج یا عمرہ سے متعلق واجب ہو پس اس کا ذبح کرنا کافی نہیں ہے مگر مکہ میں یا حدود حرم میں جہاں چاہے۔

Marfat.com

البتہ مکہ میں یوم النحر سے قبل اور اس کے بعد بھی ذبح کر دینا کافی ہے (کتاب الاصل یعنی المبسوط للامام محمد ۲ر ۴۳۴)۔

۱۱- عام طور پر فقہاء نے ایام عدت میں حج وعمرہ کی ادائیگی سے بھی منع کیا ہے (رد المحتار ۲/ ۱۴۶، فتاوی قاضی خاں ار ۱۳۵، منحۃ الخالق علی البحر الرائق ۲ر ۳۱۵)۔

لیکن فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر شوہر نے طلاق بائن سفر میں دی اور اس کے وطن اور مکہ مکرمہ کے درمیان مدت سفر یعنی تین روز کی مسافت سے کم ہے تو عورت کو اختیار ہے خواہ وطن واپس ہو جائے یا مکہ مکرمہ چلی جائے، چاہے محرم ساتھ ہو یا نہ ہو یا شہر میں ہو یا جنگل میں ہو...اور اگر دونوں کے درمیان میں مدت سفر کی مسافت ہے اور شہر میں ہے تو اس کو اسی شہر میں عدت گذارنی چاہئے اگر چہ محرم بھی ساتھ ہو، یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے، اور امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں اگر محرم موجود ہو تو عدت ختم کرنے سے پیشتر بھی اس کو اس شہر سے نکلنا جائز ہے (رد المحتار للشامی ۲/ ۱۴۶، معلم الحجاج ر ۸۲)۔

خط کشیدہ عبارت سے جو گنجائش مفہوم ہوتی ہے اس کے پیش نظر اس عورت کو افعال حج وعمرہ ادا کرنے کی اجازت دی جانی چاہئے، بلکہ محرم کی غیر موجودگی میں بھی ثقہ عورتوں کے ساتھ جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں، بعض مقامات حج تک تنہا بھی جیسے رمی جمرات کیلئے منی تک جانا جائز رکھا گیا ہے، تو اس مشکل ترین صورت حال میں عورت کو اگلے سال صعوبت سفر اور دیگر دشواریوں سے بچانے کے پیش نظر موجودہ سفر میں ہی ارکان کی ادائیگی کی اجازت ہونی چاہئے، مفتی سعید احمد صاحب نے لکھا ہے:

''عورت عدت کی حالت میں اگر حج کرے گی تو حج ہو جائے گا لیکن گنہگار ہوگی'' (معلم الحجاج ر ۸۶)۔

حضرت مفتی عبد الرحیم صاحب نے لکھا ہے:

''یہ اصل مسئلہ ہے مگر چونکہ حکومت کی جانب سے قوانین سخت ہو گئے ہیں اور نا قابل

Marfat.com

برداشت دشواریوں کا سامنا ہے اس لئے کتاب ''زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک'' (ص ر ۲۵،۲۴) میں لکھا ہے- الی قولہ- تو یہ بھی اسی طرح معذور سمجھی جائے جیسے بوادی وغیرہ میں جہاں اقامت مشکل ہو تو مکہ مکرمہ چلی جانے کا جواز ہے، تو اب اس حالت میں عرفات پر حج کرنے کو جائے تو عذر ہوسکتا ہے ورنہ اس کو نہایت ہی مشکل پیش آئے گی۔ اگر افعال عمرہ بجالا کر حلال ہوگی تو پھر حج کی قضا کرنی لازم ہوگی، پھر اس کے لئے وہاں رہنا یا واپس آنا نہایت دشوار ہوگا۔

کسی معتبر کتاب میں اس کے متعلق جواز کی گنجائش نظر سے گذری تھی لیکن اب بہت تلاش کرنے سے بھی نہیں ملی، غالباً کبیری میں یہ عبارت تھی'' (فتاوی رحیمیہ ۵/ ۲۳۸،۲۳۹)۔

۱۲- ایک ہی جگہ پر پندرہ یوم قیام اس طرح ہو کہ وہیں رات گزرے تب وہ شخص مسافر ہوگا اور مذکورہ بالا صورت میں چونکہ اس شخص کو پندرہ دنوں کے درمیان ہی عرفات اور مزدلفہ اور منیٰ جانا پڑتا ہے اس لئے وہ مقیم نہیں ہوسکتا۔

مکہ مکرمہ اور منیٰ کے درمیان کا فاصلہ اگر ایک سو پچاس گز (۱۳۷ء۱۶ میٹر) سے کم ہو اور درمیان میں زرعی زمین نہ ہو تب اس کو مکہ کے حکم میں شامل کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

''فإن اتصل بمصر اعتبر مجاوزته وإن انفصل بغلوة أو مزرعة فلا'' (رد المحتار ۱/ ۷۳۲)۔

''وذكر في كتاب المناسک أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر و نوى الإقامة نصف شهر لا يصح لأنه لا بد له من الخروج إلى عرفات فلا يتحقق الشرط'' (البحر الرائق ۲/ ۱۳۲)۔

چنانچہ اب تک اہل فتویٰ حضرات مذکورہ بالا صورت میں پندرہ یوم کے قیام کو موجب عدم قصر نہیں مانتے (دیکھئے معلم الحجاج رص ۱۵۷، فتاوی محمودیہ ۳/ ۱۸۴)۔

۱۳- دو سلام کے فصل سے وتر پڑھانے والے امام کے پیچھے حنفی کی اقتداء کو عام طور پر

Marfat.com

فقہاء حنفیہ نے منع کیا ہے۔

"وأن لا يقطع وتره بسلام على الصحيح" (طحطاوی علی مراقی الفلاح ۲۰۱، باب الوتر)۔

"وصح الاقتداء فيه (أي في الوتر) بشافعي (لم يفصله بسلام) لا إن فصله (على الأصح)" (درمختار ۱/۶۲۵)۔

لیکن مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ نے نقل کیا ہے:

"اگر حنفی نے شافعی کی وتر میں اقتدا کی اور اس شافعی امام نے اپنے مذہب کے مطابق پہلی دو رکعت پر سلام پھیر دیا پھر وتر کو پورا کیا تو ابوبکر رازی اور ابن وہبان کے نزدیک حنفی کی اقتداء صحیح ہے، حنفی کی وتر صحیح ہوگئی" (معارف السنن ۴/۱۷۰)۔

اور مسئلہ چونکہ مجتہد فیہ ہے اس لئے اقتداء کی صحت کا فتوی دیا جانا چاہئے۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا خورشید انور اعظمی ☆

آج زمانہ کافی ترقی کر چکا ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں اور اس مشینی دور نے جہاں بہت سی سہولتیں مہیا کی ہیں، وہیں نت نئے مسائل بھی پیدا کر دئے ہیں، جس کے سبب شریعت اسلامیہ کے بہت سے احکام پر عمل کرنے میں دشواریاں پیش آتی ہیں، حج وعمرہ کی ادائیگی میں بھی بعض مقامات پر حجاج کرام کو مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، یہاں انہیں مشکلات کو فقہ وفتاوی کے قدیم، مستند اور اہم مآخذ کی روشنی میں حل کرنے کی حقیر کوشش کی گئی ہے۔

۱- تجاوز میقات اقوال فقہاء کی روشنی میں

حرم مکی ایک مقدس مقام ہے، اس کی حیثیت دیگر مقامات سے مختلف ہے، دوسری جگہوں پر جانے کے لئے کسی آداب کا لحاظ کرنا ضروری نہیں ہے، مگر اس مقام مقدس کی عظمت وتقدیس کا تقاضا ہے کہ وہاں جانے کے کچھ آداب ہوں تاکہ عام مقامات اور اس کے درمیان امتیاز قائم رہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے کچھ جگہوں کو بطور میقات متعین فرمایا کہ حرم میں داخل ہونے کے لئے وہاں سے احرام باندھ کر آگے بڑھنا واجب ہے، اس میقات سے باہر کے لوگوں کو آفاقی کہا جاتا ہے۔ آفاقی شخص اگر حج وعمرہ کی نیت سے میقات سے تجاوز کر رہا ہے تو اس

☆ جامعہ مظہر العلوم بنارس، یوپی۔

Marfat.com

کے لئے احرام کا باندھنا بالاتفاق واجب ہے، لیکن اگر اس کا ارادہ ملاقات، زیارت اور تجارت وغیرہ کا ہے تو اس سلسلے میں فقہاء کرام کے اقوال مختلف ہیں۔

بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنا جائز ہے

اس کے قائل صاحب بذل المجہود کی صراحت کے مطابق امام شافعی اپنے قول اخیر میں، ابن عباس اپنے ایک قول میں اور ابن عمر ہیں (بذل المجہود ۳/ ۷۴) اور بقول علامہ عینی، امام زہری، حسن بصری، امام شافعی اپنے ایک قول میں، امام مالک ایک روایت میں، ابن وہب، داؤد بن علی اور ان کے اصحاب ظاہر یہ ہیں (عمدۃ القاری ۵/ ۱۰۹)، علامہ مروزی نے امام مالک اور اہل مدینہ کا یہی مذہب نقل کیا ہے (اختلاف العلماء) اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسی کو امام شافعی کا مذہب مشہور قرار دیا ہے (فتح الباری ۴/ ۵۹)۔

بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے

اس کے قائل جمہور علماء ہیں (بذل المجہود ۳/ ۷۴) اور بقول علامہ عینی عطاء بن ابی رباح، لیث بن سعد، سفیان ثوری، ابوحنیفہ، ان کے اصحاب، مالک اپنے قول صحیح میں، شافعی اپنے قول مشہور میں، احمد اور ابوثور ہیں (عمدۃ القاری ۵/ ۱۰۹)، علامہ مروزی نے امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک نقل کیا ہے (اختلاف العلماء) اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسے امام ابوحنیفہ، امام احمد اور امام مالک کا قول مشہور بتایا ہے (فتح الباری ۴/ ۵۹)۔

ان حضرات کے دلائل جو بغیر احرام تجاوز میقات کو جائز سمجھتے ہیں:

"عن جابر أن النبی ﷺ دخل یوم فتح مکة وعلیه عمامة سوداء بغیر إحرام" (صحیح مسلم ۱/ ۴۳۹) (حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے داخل ہوئے اور آپ ﷺ پر ایک کالی پگڑی تھی)۔

علامہ نووی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

Marfat.com

"یہ دلیل ہے ان کی جو یہ کہتے ہیں کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز ہے ان کے لئے جو حج کا ارادہ نہ رکھتے ہوں خواہ بار بار پیش آنے والی ضرورت کی وجہ سے ہو، جیسے لکڑی چننے والا، گھاس کاٹنے والا، پانی پلانے والا اور شکار کرنے والا اور ان کے علاوہ، یا ایسی ضرورت ہو جو بار بار پیش نہ آتی ہو جیسے تاجر اور زائر وغیرہ، خواہ وہ مامون ہو یا نہ ہو، اور امام شافعیؒ کا صحیح قول یہی ہے اور اسی پر ان کے اصحاب نے فتویٰ دیا ہے" (شرح النووی علی مسلم ۱/ ۴۳۹)۔

مجوزین حضرات اپنے مسلک کی تائید میں ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ جب مکہ کے اندر بغیر احرام کے سکونت اختیار کرنا جائز ہے تو بغیر احرام کے اس میں داخل ہونے کی اجازت تو بدرجہ اولیٰ ہونی چاہئے، اس وجہ سے کہ داخل ہونا وہاں سکونت پذیر ہونے سے کم تر درجہ کا ہے (بدائع الصنائع ۲/ ۱۶۴)۔

تیسری دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے میقات کی تعیین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "فهن لهن ولمن أتى عليهن من غير أهلهن ممن أراد الحج والعمرة" (صحیح مسلم ۱/ ۳۷۴) (یہ ان کے لئے ہیں (یعنی میقات والوں کے لئے) اور ان لوگوں کے لئے ہے جو اہل میقات میں سے نہ ہوں لیکن حج وعمرہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں)۔

علامہ نووی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"حدیث مذکور میں صحیح مذہب کی دلیل ہے اس شخص کے بارے میں جو بغیر حج وعمرہ کے ارادہ سے میقات سے گزرے، تو اس کے لئے مکہ میں داخل ہونے کے لئے احرام ضروری نہیں ہے" (شرح النووی علی مسلم ۱/ ۳۷۴)۔

ان حضرات کے دلائل جو بغیر احرام میقات سے تجاوز کو ناجائز سمجھتے ہیں:

"عن ابن عباس أن النبي ﷺ قال: لا تجاوزوا الميقات إلا بالإحرام" (شرح نقایہ ۱/ ۱۸۸)۔

Marfat.com

(حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرو)

"عن النبی ﷺ أنه قال ألا إن مکة حرام منذ خلقها الله تعالیٰ لم تحل لأحد قبلی ولا تحل لأحد بعدی وإنما أحلت لی ساعة من نهار ثم عادت حراماً إلی یوم القیامة" (بدائع الصنائع ۲/ ۱۶۴) (آپ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جان لو کہ مکہ اس دن سے قابل احترام ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود بخشا، مجھ سے پہلے نہ کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا، اور میرے لئے تھوڑی دیر کے لئے حلال کیا گیا ہے، پھر قیامت تک کے لئے مکہ کی حرمت علی حالہ لوٹ آئی)۔

علامہ کاسانی نے اس حدیث سے تین طریقہ سے استدلال کیا ہے: (۱) إلا ان مکة حرام" سے، (۲) لا تحل لأحد بعدی سے، (۳) عادت حراما إلی یوم القیامة سے، یہ مطلق ہے اس میں حج وعمرہ اور غیر حج وعمرہ کی کوئی تفریق نہیں ہے (بدائع ۲/ ۱۶۴)۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اس مقام مقدس کے لئے احرام اس لئے واجب کیا گیا ہے کہ وہ قابل تعظیم ہے اور اس حیثیت سے حاجی ومعتمر اور غیر حاجی ومعتمر سب برابر ہیں (ہدایہ ۱/ ۲۱۴)۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ حرم مکی میں داخل ہونے کے لئے احرام باندھنا ضروری اور لازم ہے، خواہ حج وعمرہ کی نیت سے وہاں جانا ہو یا کسی اور غرض سے۔

رہا فتح مکہ کے دن آپ کا بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا تو یہ آپ کے لئے اور آپ کے صحابہ کے لئے اس وقت کے ساتھ مخصوص حکم تھا (شرح وقایہ ۱/ ۱۸۸، مرقاۃ ۶/ ۸)۔

رہی اہل مکہ کو مکہ میں بغیر احرام کے سکونت پذیر رہنے کی اجازت کی بات تو ان لوگوں کو اس کی اجازت اسی بنیاد پر ہے کہ وہ لوگ وہاں بسنے کے سبب اس کی تعمیر، حفاظت اور خدمت میں حصہ لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا شمار تعظیم کرنے والوں میں ہوگیا ہے (بدائع الصنائع ۲/ ۱۶۲)۔

Marfat.com

۲-مکہ بار بار آنے جانے والوں کا مسئلہ

یہ تو اپنی جگہ مسلم ہے کہ احترام مکہ کے پیش نظر وہاں جانے کے لئے احرام باندھنا ازحد ضروری ہے، مگر عصر حاضر کی برق رفتار ترقیات نے انسانی زندگی کی بھاگ دوڑ کو بھی بہت تیز کر دیا ہے اور آمد و رفت کی سہولیات نے مختلف شہروں کو تجارتی اور معاشی بنیادوں پر باہم مربوط کر دیا ہے، جس کی وجہ سے لوگ اپنی اپنی ضرورتوں کے تحت ان جگہوں پر بار بار آنے جانے پر مجبور ہوتے ہیں، مکہ بھی ایک عظیم شہر ہے جہاں سے بہت سے لوگوں کی تجارتی و معاشی ضرورتیں وابستہ ہیں اور انھیں وہاں جانے کا بار بار سابقہ پڑتا ہے اور ان میں کتنے ہیں جو میقات سے گزر کر ہی مکہ میں داخل ہو سکتے ہیں، اسی طرح بہت سے اہل مکہ اپنی ضرورتوں کے پیش نظر میقات سے باہر آنے پر مجبور ہوتے ہیں اور بار بار ہوتے ہیں تو اصل صورت میں اگر ان حضرات کو ہر بار احرام کا پابند بنایا جائے تو بہت ہی تنگی اور دشواری میں مبتلا ہو جائیں گے، اس لئے ضرورت ہے کہ فقہاء کرام کی تصریحات کی روشنی میں اس کا صحیح اور مناسب حل تلاش کیا جائے تاکہ امت حرج و تنگی سے محفوظ رہے۔

اس سلسلے میں فقہاء کرام کی تصریحات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی کے یہاں اگر کوئی شخص حج اور عمرہ کے ارادے سے نہیں بلکہ کسی اور ارادے سے مکہ جا رہا ہے تو اس کے لئے احرام باندھنا ضروری نہیں، خواہ وہ کسی ضرورت کے تحت جا رہا ہو، یہی ان کا مذہب صحیح ہے، چنانچہ علامہ نووی شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں:

"بہر حال جو شخص حج و عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو ہمارے صحیح مذہب کے مطابق مکہ میں داخل ہونے کے لئے اس پر احرام ضروری نہیں ہے خواہ ایسی ضرورت کی وجہ سے داخل ہو جو بار بار پیش آتی ہے جیسے لکڑی چننے والا، گھاس چننے والا، اور شکاری وغیرہ، یا بار بار پیش آنے والی نہ ہو جیسے تجارت کرنے والے اور زیارت کرنے والے وغیرہ" (شرح النووی علی مسلم ۱ر ۴۳۷)۔

Marfat.com

اسی طرح امام احمد بن حنبل نے "حاجۃ متکررۃ" کے سبب بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے "العدۃ شرح العمدۃ" میں ہے:

"مکہ میں داخل ہونے والے کے لئے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے، مگر قتال مباح کی وجہ سے اور ایسی ضرورت کی وجہ سے جو بار بار پیش آتی ہو جیسے لکڑی چننے والا وغیرہ" (العدۃ شرح العمدہ ۱۶۵، کشف القناع عن متن الاقناع ۲/۴۷)۔

لیکن اگر تجارت وزیارت کے لئے جانا ہو تو احرام ان کے یہاں لازم ہے، جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ نے اپنی تصنیف المحرر فی الفقہ میں اس کی صراحت فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

"وإن قصدها لغير ذلک من تجارة ونحوها لزمه أن يدخلها محرما من الميقات" (المحرر فی الفقہ ۱/۲۳۵) (اور اگر مکہ کا ارادہ کیا اس کے علاوہ کسی وجہ سے یعنی تجارت اور اس جیسی چیز تو اس کو مکہ میں میقات سے احرام کی حالت میں داخل ہونا ضروری ہے)۔

امام مالک نے بھی ان لوگوں کو بغیر احرام مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے جنہیں مکہ بار بار جانے کا اتفاق ہوتا ہے، اور جو لوگ تجارت یا کسی اور غرض سے وہاں جا رہے ہوں تو ان کے لئے وہ بھی بغیر احرام کے جانے کی اجازت نہیں دیتے، شرح وقایہ میں ہے:

"امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنا جائز ہے اس شخص کے لئے جس کی کثرت سے مکہ آمد ورفت ہو، جیسے اہل مکہ اور مکہ میں وہ رہنے والے جو معاش کے لئے نکلتے ہوں، نہ کہ وہ آفاقی جو مکہ کا ارادہ کئے ہوں کسی ضرورت یا تجارت کی وجہ سے" (شرح وقایہ ۱/۱۸۸)۔

ائمہ ثلاثہ کے مذاہب کی مذکورہ تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حضرات ایسے شخص کو بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دینے پر متفق نظر آتے ہیں جسے مکہ بار بار آنے جانے کا سابقہ پڑتا ہو۔

باقی رہے فقہاء حنفیہ تو ان کی عام تصریحات سے یہی واضح ہوتا ہے کہ آفاقی کے لئے

Marfat.com

کسی بھی صورت میں بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہے، ہدایہ میں ہے:

"ثم الآفاقی إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا" (ہدایہ ۱/ ۲۱۴)۔

ہاں اگر کوئی بغیر احرام کے مکہ جانا چاہتا ہو تو اس کے لئے ایک شکل یہ ہے کہ وہ پہلے "حِل" کا ارادہ کرے اور وہاں پہنچ کر پھر مکہ جانے کا ارادہ کرے تو ایسی صورت میں احرام کی ضرورت نہیں ہوگی، اس لئے کہ دفع حرج کے سبب اہل حِل احرام کی پابندی سے مستثنیٰ ہیں، درمختار میں ہے:

"اما لو قصد موضعا من الحل كخليص وجدة حل له مجاوزته بلا إحرام فإذا حل به التحق بأهله فله دخول مكة بلا إحرام وهو الحيلة لمريد ذلک" (درمختار ۲/ ۱۶۷)۔

یہ تو آفاقی کے میقات سے تجاوز کر کے مکہ جانے کا مسئلہ تھا کہ اس سلسلہ میں فقہائے حنفیہ کے یہاں کسی بھی حالت میں بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنے کی اجازت کا ثبوت نہیں ملتا، لیکن اگر کوئی مکی اپنی ضرورت کے تحت مکہ سے باہر نکلے اور میقات سے بھی تجاوز کر جائے تو اس سلسلے میں صاحب البحر الرائق، رد المحتار (۲/ ۱۶۸) اور بدائع الصنائع (۲/ ۱۶۷) کے اعتبار سے وہ آفاقی کے حکم میں ہوگیا، اس کے لئے بغیر احرام کے مکہ آنے کی اجازت نہیں رہی، طحطاوی علی الدر المختار (ص/ ۸۲۶) میں بھی اسی کی تائید مذکور ہے، لیکن مجمع الأنہر شرح ملتقی الأبحر میں ہے کہ حطابین مکہ اگر میقات سے آگے بڑھ جائیں تو ان کے لئے احرام کی پابندی ضروری نہیں ہے، بغیر احرام باندھے مکہ آسکتے ہیں۔

اسی طرح علامہ عبد العلی بحر العلوم اپنی کتاب رسائل الارکان میں رقم طراز ہیں:

"اگر مکی کسی ضرورت کی وجہ سے نکلا اور پھر لوٹا تو اس پر احرام کی حالت میں لوٹنا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ احرام کے ساتھ حرم میں داخل ہونے کا وجوب صرف آفاقی اور غیر

Marfat.com

مکی کے لئے ہے، اور احرام کا وجوب بھی صرف اس لئے ہے کہ وہ بیت اللہ کا سلام اور تحفہ ہے اور مکی کے حق میں (دن رات وہاں رہنے کی وجہ سے) یہ تحیہ نہیں ہے، اسی وجہ سے تو مکی سے حج میں طواف قدوم ساقط ہے" (رسائل الارکان ر ۲۷۴)۔

العرف الشذی میں بھی حطابین وحشاشین کا استثناء امام ابوحنیفہ کی جانب منسوب کرتے ہوئے مذکور ہے:

"ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اس شخص پر احرام واجب ہے جو مکہ کا قصد کرتے ہوئے میقات سے گذرے، حج وعمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو سوائے لکڑی اور گھاس چننے والے کے اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ احرام حج وعمرہ میں سے کسی کا ارادہ کرنے والے ہی پر واجب ہوتا ہے" (العرف الشذی ر ۳۱۸)۔

الغرض وہ مکی جسے مکہ سے بار بار باہر نکلنے اور میقات سے تجاوز کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس کے لئے تو فقہ حنفی کی مذکورہ تصریحات میں بھی احرام باندھے بغیر مکہ آنے جانے کی گنجائش نکلتی ہے، پھر اس وقت حطابین کی عادت یہ تھی کہ میقات کے اندر ہی رہتے تھے، اس سے تجاوز نہیں کرتے تھے، اس لئے ان کی اس رخصت کو حل تک محدود رکھا گیا، جیسا کہ صاحب بدائع (۱۶۶/۲) علامہ کاسانی نے اس کی وضاحت فرمائی ہے، مگر آج جو لوگ حطابین کے حکم میں ہیں ان کی عادتیں میقات سے باہر جانے کی ہیں، لہذا اس رخصت میں عموم بہر حال ہونا چاہئے، اور ڈرائیور یا ایسے لوگ جنہیں میقات سے نکلنے کا بار بار سابقہ پڑتا ہو انہیں احرام کی پابندی سے مستثنیٰ ہونا چاہئے۔

باقی رہے ایسے آفاقی جنہیں مکہ بار بار آنے جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو انہیں یا تو اس طرح کے مکی حضرات پر قیاس کرتے ہوئے احرام کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے یا بصورت دیگر موجودہ ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے امام شافعی وغیرہ کے فتویٰ پر عمل کیا جائے اور احرام کے بغیر آنے جانے کی انہیں اجازت دے دی جائے۔

Marfat.com

۳، ۴-مکی کے لئے تمتع اور قران کا مسئلہ

اہل مکہ اور مکہ میں مقیم حضرات کے لئے صرف حج افراد کی اجازت ہے تمتع اور قران کی نہیں، ہدایہ میں ہے:

"**ولیس لأهل مكة تمتع ولا قران وإنما لهم الإفراد خاصة ومن كان داخل المواقيت فهو بمنزلة المكى حتى لايكون له متعة ولا قران**" (ہدایہ ۱؍۲۴۳)۔

درمختار کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مکی تمتع اور قران کرلے تو جائز ہے مگر گناہ گار ہوگا اور اس پر دم واجب ہوگا (درمختار ۲؍۲۱۴)۔

لیکن علامہ ابن عابدین شامی نے (ردالمحتار ۲؍۲۱۴) میں اس بات کو پسند فرمایا ہے کہ مکی کا تمتع باطل ہے، قران باطل نہیں، بلکہ اس کا قران کراہیت کے ساتھ جائز ہے، اور علامہ انور شاہ کشمیری کے نزدیک یہی قول برحق ہے (معارف السنن ۶؍۲۹۴)۔

۵- متمتع ایک عمرہ کے بعد حج سے پہلے مزید عمرہ کرسکتا ہے

اس مسئلہ میں کہ تمتع کرنے والا حج سے پہلے ایک عمرہ کے بعد مزید عمرہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے، چنانچہ علامہ سندھی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف لباب المناسک میں اس کی اجازت نہیں دی ہے، تحریر فرماتے ہیں:

"**ولا يعتمر قبل الحج**" (ارشاد الساری ؍۱۹۳)۔

لیکن ملا علی قاری نے اپنی شرح لباب میں اس کی تردید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ متمتع حج سے قبل ایک عمرہ کرنے کے بعد مزید عمرہ کرسکتا ہے، لکھتے ہیں:

"اور یہ اس بات پر مبنی ہے کہ مکی عمرہ مفردہ سے بھی روکا گیا ہے، حالانکہ یہ بات گذر چکی ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ وہ تمتع اور قران سے روکا گیا ہے، اور یہ متمتع آفاقی ہے جو روکا نہیں

Marfat.com

گیا ہے، لہذا اس کے لئے اس کا تکرار جائز ہے کیونکہ وہ ایک مستقل عبادت ہے" (ارشاد الساری ۱۹۳)۔

مفتی سعید احمد صاحبؒ نے معلم الحجاج (۱/۲۳۸) میں اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحبؒ نے رہبر حجاج (ص/۳۳) میں اسی نظریہ کی تائید فرمائی ہے اور یہی صحیح بھی ہے، اس وجہ سے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے سال کے اندر کئی بار عمرہ کرنے کی اجازت دی ہے اور اس میں حاجی اور غیر حاجی کے درمیان تفریق نہیں کی ہے، التمہید میں ہے:

"قال أبو حنيفة وأصحابه: العمرة مباحة فى السنة كلها إلا يوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق قال والحاج وغيره فى ذلك سواء" (التمہید ۲۰/۱۹)۔

ایک سال کے اندر تکرار عمرہ کے سبھی فقہاء قائل ہیں، سوائے امام مالک کے کہ وہ اسے مکروہ جانتے ہیں، مگر علامہ ابن عبدالبر نے صراحت کی ہے کہ مکروہ قرار دینے والوں کے پاس کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے، لکھتے ہیں:

"ابوعمر نے کہا کہ سال میں چند مرتبہ عمرہ کرنے کو مکروہ قرار دینے والوں کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں مجھے نہیں ملی جس کا تسلیم کرنا ضروری ہو" (التمہید ۲۰/۲۱)۔

۶-عمل رمی میں نیابت کا مسئلہ

اگر کوئی شخص معذور ہے تو دوسرا شخص اس کی طرف سے رمی جمار کرسکتا ہے، شریعت نے اس کی اجازت دی ہے، تبیین الحقائق میں ہے:

"جاز بفعل غيره إذا عجز" (تبیین الحقائق ۲/۳۸) (جب عاجز ہو تو دوسرے کے کرنے سے جائز ہوگا)۔

اسی طرح مبسوط میں ہے:

"المريض الذى لا يستطيع رمى الجمار يوضع الحصى فى كفه حتى

Marfat.com

يرمى لأنه فيما يعجز عنه يستعين بغيره وإن رمى عنه أجزأه بمنزلة المغمى عليه فإن النيابة تجرى في النسك كما في الذبح" (مبسوط ۴/۶۹)۔

(جو مریض رمی جمار کی طاقت نہ رکھتا ہو، تو اس کی ہتھیلی میں کنکری رکھ دی جائے تا کہ وہ رمی کرے، اس لئے کہ جس سے وہ عاجز ہے اس میں دوسرے سے مدد لے گا اور اگر کسی نے اس کی طرف سے رمی کر دیا تو کافی ہوگا اور وہ بے ہوش کے درجہ میں سمجھا جائے گا، اس لئے کہ نیابت حج وعمرہ میں جاری ہوتی ہے جیسا کہ ذبح میں)۔

لیکن یہ اجازت چھوٹے بڑے ہر عذر پر نہیں دی گئی ہے، بلکہ ایسا عذر شدید ہو کہ آدمی اپنے ضعف ومرض کے سبب کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور نہ اس کے لئے سواری سے یا پیدل جمرات تک پہنچنا ممکن ہو، تب کوئی دوسرا شخص عمل رمی میں اس معذور شخص کی نیابت کر سکتا ہے (دیکھئے: ارشاد الساری/۱۶۶)۔

آگے لکھتے ہیں:

"اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے لئے رمی کرنے کی جگہ حاضر ہونے کی قدرت ہے خواہ سوار ہو کر ہو یا اس کو اٹھا کر لے جایا جائے، تو اس کی نیابت جائز نہیں۔ ہے" (حوالہ سابق)۔

اسی طرح مفتی سعید احمد صاحب معلم الحجاج میں تحریر فرماتے ہیں:

"رمی کے بارے میں وہ شخص مریض اور معذور سمجھا جائے گا جو کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں تکلیف کا اندیشہ ہو، اگر سوار ہو کر جمرات تک آسکتا ہے اور مرض کی زیادتی اور تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے تو خود رمی کرنی ضروری ہے، دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں، ہاں اگر سواری یا کوئی شخص اٹھانے والا نہ ہو تو معذور ہے، دوسرے سے رمی کرا سکتا ہے" (معلم الحجاج/۱۸۵)۔

رہا خوف ازدحام، تو یہ عذر نہیں ہے، اس کی بنیاد پر کسی کو نائب بنانا درست نہیں ہے،

Marfat.com

چنانچہ محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحبؒ نے رہبر حجاج (ص/۴۶) میں، مفتی سعید احمد صاحب نے معلم الحجاج (ص/۱۸۴) میں، مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری نے فتاویٰ رحیمیہ (۲۳۸/۵) میں اس کی صراحت فرمائی ہے، لہٰذا عورتیں اور معذورین محض ازدحام کے خوف سے کسی اور کو نائب نہ بنائیں بلکہ از خود رمی کریں، ہاں اگر ازدحام کا اندیشہ ہو تو دن کے بجائے رات میں کریں، کہ ان کے لئے بلا کراہت جائز ہے۔

۷-حکومت سعودیہ کی جانب سے کسی کے بحالت احرام روک دیئے جانے کا حکم

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حکومت سے اجازت لئے بغیر بعض لوگ احرام باندھ لیتے ہیں اور جب تفتیش ہوتی ہے تو انھیں حکومت کا عملہ واپس بھیج دیتا ہے اور وہ حج نہیں کر پاتے، ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہوتے ہیں، محصر کی تعریف ہے:

"المحصر محرم ممنوع عن المضی إلی إتمام أفعال ما أحرم لأجله" (عنایہ علی ہامش الفتح ۲/ ۲۹۵)۔

لیکن محصر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ حج کے دونوں رکن طواف زیارت اور وقوف عرفہ سے روک دیا گیا ہو، اگر صرف کسی ایک رکن سے روکا گیا ہو تو محصر نہیں ہوگا، مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

"هو المنع عن الوقوف والطواف شرعا فإن قدر على أحدهما فليس بمحصر" (مرقاۃ ۲/ ۶۲) (وہ وقوف اور طواف سے شرعاً روکنا ہے، اگر ان دونوں میں سے کسی پر قادر ہے تو وہ محصر نہیں ہے)۔

مفتی سعید احمد صاحب اس مسئلہ کی تعریف کرتے ہوئے اس بات کی بھی وضاحت فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو کیا کرنا ہوگا:

" اگر مکہ مکرمہ میں ہی محرم کو کوئی ایسا مانع پیش آجائے کہ وقوف عرفات اور طواف

Marfat.com

زیارت دونوں نہ کر سکے تو وہ بھی محصر ہے، اگر صرف ایک سے روکا تو محصر نہ ہوگا کیونکہ اگر وقوف سے رکا ہے تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے گا اور اگر طواف زیارت سے رکا ہے تو یہ طواف ساری عمر میں ہوسکتا ہے، البتہ ایام نحر کے بعد کرنے سے دم واجب ہوگا'' (معلم الحجاج ۲۷۲)۔

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب

متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب قائم رکھنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب اور حضرات صاحبین کے نزدیک سنت ہے (مرقاۃ المفاتیح ۵؍۳۶۳)۔

چنانچہ اگر کسی نے ترتیب کا لحاظ نہیں کیا اور ان میں تقدیم وتاخیر کردی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نہیں، اسی طرح امام مالک، ثوری، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق، ابوثور، داؤد اور ابن جریر کا مسلک بھی صاحبین کا سا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک عدم ترتیب پر دم واجب نہیں ہوتا (عمدۃ القاری ۴؍۷۳۶)۔

آج حج کے زمانہ میں زبردست ازدحام ہوتا ہے جس کے سبب ترتیب کا لحاظ کرنے میں حجاج کرام کو بہت سی دشواریاں پیش آتی ہیں اور بسا اوقات ترتیب قائم بھی نہیں رہ پاتی اور امام صاحب کے فتوی کی رو سے دم واجب ہو جاتا ہے، اس لئے حالات زمانہ کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب ہوگا کہ حضرات صاحبین کے قول پر فتوی دیا جائے، تاکہ امت تنگی سے محفوظ رہے۔

۹- حج بدل میں قران اور تمتع

حج بدل کے صحیح ہونے کی بہت ساری شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ مأمور (حج بدل کرنے والا) آمر یعنی حج بدل کرانے والے کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک حج آمر کے طرف سے نہیں ہوگا اور مأمور سارے اخراجات کا ضامن ہوگا، مثلاً آمر نے مأمور کو صرف حج کرنے کا حکم دیا اور اس نے قران یا تمتع کردیا تو اس

Marfat.com

صورت میں اسے مخالف تصور کیا جائے گا اور وہ ضامن قرار پائے گا، لباب المناسک میں ہے:

"لو أمره بالإفراد فقرن أو تمتع لم يقع حجه عن الآمر ويضمن النفقة" (لباب المناسک ۲۹۴)۔

علامہ ابن عابدین شامی اس مسئلہ کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وجهه أنه لم يأت بالمأمور به لأنه أمره بسفر يصرفه إلى الحج لا غير فقد خالف أمر الآمر فضمن" (ردالمحتار ۲/۲۶۸)۔

لیکن اگر حج بدل کرانے والے نے مامور کو تمتع کرنے کی بصراحت اجازت دیدی تو اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے، ملا علی قاری، مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ کا خیال ہے کہ آمر کی اجازت سے بھی تمتع کرنے کی گنجائش نہیں ہے، لیکن صاحب البحر الرائق، لباب المناسک اور غنیۃ الناسک وغیرہ کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ آمر کی اجازت سے مأمور تمتع کرسکتا ہے (غنیۃ الناسک ۱۸۵)۔

نیز ردالمحتار کی عبارت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آمر کی اجازت سے تمتع کرنے کی اجازت ہے، البتہ دم قران وتمتع اور جنایات مامور پر ہوں گے (ردالمحتار ۲/۲۶۸)۔

مفتی محمد شفیع صاحب نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد بہت واضح اور نپی تلی رائے دی ہے اور تمتع کی گنجائش بتائی ہے، لکھتے ہیں:

"اگرچہ من حیث الدلیل رجحان اس کا معلوم ہوتا ہے کہ حج بدل میں آمر کی اجازت سے قران اور تمتع دونوں جائز ہوں اور فقہائے متاخرین میں صاحب لباب اور اس کے حاشیہ حباب وغیرہ میں اس کو اختیار بھی کیا گیا ہے، مگر ملا علی قاری اور حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ کا فتوی اس سے مختلف ہے، وہ تمتع کو باذن آمر بھی جائز قرار نہیں دیتے، معاملہ ادائے فرض کا نازک ہے اس لئے احتیاط لازم ہے، جہاں تک ممکن ہو حج بدل میں افراد یا قران کیا جائے، تمتع نہ کریں لیکن اس زمانہ میں حج وعمرہ کرنے میں عام آدمی آزاد نہیں کہ جب اور جس وقت چاہیں جاسکیں اور طول

Marfat.com

احرام سے بچنے کے لئے ایام حج کے بالکل قریب سفر کرسکیں، ہر طرف حکومتوں کی پابندیاں شدید ہیں، اس لئے اگر کسی حج بدل کرنے والے کو وقت سے زیادہ پہلے جانے کی مجبوری ہو اور احرام طویل میں واجبات احرام کی پابندی مشکل نظر آئے تو اس کے لئے تمتع کر لینے کی بھی گنجائش ہے“

(جواہر الفقہ ۱/ ۵۱۶)۔

پھر یہ اجازت بصراحت ہونی چاہئے، چنانچہ اگر صراحتاً اجازت نہیں دی اور مأمور نے تمتع یا قران کرلیا تو اسے مخالف تصور کیا جائے گا اور اس ضمن کے سارے اخراجات کا ضامن ہوگا (دیکھئے: البحر الرائق)۔

اگر آمر نے کوئی صراحت نہیں کی ہے تو اس سے حج اِفراد مراد ہوگا، چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”جبکہ آمر نے صرف حج کا امر کیا تو اس وقت بظاہر اس کا امر حج آفاقی پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ جب آمر خارج میقات کا رہنے والا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ اس کا حکم ایسے ہی حج سے متعلق ہوگا جس کا احرام میقات سے باندھا گیا ہو، اور اس ظاہر حال کی دلالت سے مطلق حج کے امر کو حج عن المیقات کے ساتھ فقہاء نے مقید کیا ہے“ (کفایت المفتی ۴/ ۳۲۵)۔

مامور جب قران یا تمتع کرے گا تو ان کا دم اسی پر آئے گا آمر پر نہیں، خواہ اس نے آمر کی اجازت سے کیا ہو یا بغیر اجازت کے (درمختار ۲/ ۲۶۷)۔

لباب المناسک میں ہے:

”ولو أمر بالقران أو التمتع فالدم علی المأمور“ (لباب المناسک/ ۳۰۵) (اور اگر اس کو حکم دیا ہے قران اور تمتع کا تو پھر دم مامور پر ہے)۔

باقی رہا حج عن المیت کی صورت میں تمتع کی گنجائش کا مسئلہ، تو اگر میت نے حج کی وصیت کی ہے تو اس میں حج بدل کی تمام شرطوں کا لحاظ کیا جائے گا، چنانچہ اگر اس نے تمتع کی صراحت نہیں کی ہے تو مامور کے لئے اس کے کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اور اگر اس نے صراحتاً

Marfat.com

اس کی اجازت دیدی ہے تو مامور کے لئے تمتع کرنا صحیح ہوگا، ارشاد الساری میں ہے:

"إن الميت لو أمره بالتمتع فتمتع المأمور صح ولا يكون مخالفا بلا خلاف بين الأئمة الأسلاف" (ارشاد الساری ر ۳۰۴) (اگر میت نے مامور کو تمتع کا حکم دیا، پھر مامور نے تمتع کیا تو صحیح ہے اور وہ مخالفت کرنے والا نہیں ہے اور نہ اس سلسلہ میں ائمہ اسلاف کے درمیان کوئی اختلاف ہے)۔

اگر میت نے کوئی صراحت نہیں کی ہے تو ورثہ کی اجازت سے تمتع اور قران جائز ہوں گے وصی کی اجازت سے نہیں (کفایت المفتی ۴ر ۳۶۲)۔

۱۰- حالت حیض ونفاس میں طواف زیارت

حالت حیض ونفاس میں طواف کرنا ممنوع ہے، مگر کسی مجبوری کے سبب اگر کوئی عورت طواف کرہی لے تو طواف ہو جائے گا، ردالمحتار میں ہے:

"ويمنع حل الطواف لأن الطهارة له واجبة فيكره تحريما وإن صح كما في البحر وغيره" (ردالمحتار ار ۲۱۴) (وہ طواف کے حلال ہونے کو روکتی ہے، اس لئے کہ طواف کے لئے طہارت واجب ہے پس وہ مکروہ تحریمی ہوگا اگرچہ صحیح ہے، جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے)۔

وہ عورت گناہگار تو ضرور ہوگی مگر اس طواف کے ذریعہ اس کا رکن ادا ہو جائے گا اور احرام سے نکل جائے گی اور اس پر بدنہ (اونٹ یا گائے) واجب ہوگا۔

فتاوی محمودیہ میں ہے:

"ناپاکی کی حالت (حیض ونفاس اور جنابت) میں طواف کرنا حرام ہے، اس کو گناہ نہ سمجھنا خطرناک گناہ ہے، طواف زیارت ایسی حالت میں کرنے سے اونٹ یا گائے کا دم دینا واجب ہے، تاہم اس کا فریضہ حج ادا ہو جائے گا" (فتاوی محمودیہ ۱۳ر ۱۸۰)۔

Marfat.com

اور یہ دم حرم میں دیا جائے گا، تبیین الحقائق میں ہے:

"والکل بالحرم أی کل دم یجب علی الحاج یختص بالحرم" (تبیین الحقائق ۲/۹۰) (اور تمام دم حرم میں دیئے جائیں گے یعنی حج کرنے والے پر تمام دم حرم ہی میں واجب ہوں گے)۔

۱۱- سفر حج میں شوہر کے انتقال کے بعد معتدہ عورت کے حج کا مسئلہ

اگر سفر حج یا عمرہ کے دوران کسی عورت کا شوہر انتقال کر گیا تو اس پر عدت واجب ہوگی اور ایام عدت میں عورت پر حج واجب نہیں ہوتا، تاہم اگر کوئی عورت اس حالت میں بھی حج کر لے تو حج ہو جائے گا مگر گنہگار ہوگی، ارشاد الساری میں ہے:

"وإن حجت وهي في العدة جاز حجها وكانت عاصية" (ارشار الساری /۳۹) (اور اگر اس نے عدت کی حالت میں حج کیا تو اس کا حج جائز ہے لیکن گنہگار ہوگی)۔

اگر وہ بحالت احرام تھی کہ اس کا شوہر انتقال کر گیا تو ایسی صورت میں وہ محصر قرار پائے گی اور حرم میں دم دے کر حلال ہو جائے گی البحر الرائق میں ہے:

"اگر عورت نے حج کا احرام باندھا اور اس کا کوئی محرم نہ ہو یا اس کے شوہر نے اس کو روک دیا ہو یا شوہر مر گیا یا اس کا محرم راستہ میں مر گیا اور یہ احرام کی حالت میں ہے، اگر چہ نفلی حج ہی کیوں نہ ہو، تو وہ حرم میں ہدی ذبح کئے بغیر حلال نہیں ہو سکتی" (البحر الرائق ۳/۵۸)۔

۱۲- پندرہ دن سے کم مکہ رہ کر منیٰ جانے والا شخص مسافر ہوگا یا مقیم؟

اگر کوئی شخص مکہ اس وقت پہنچتا ہے کہ پندرہ دن گزارنے سے قبل ہی اسے منیٰ چلے جانا ہے تو ایسی صورت میں وہ مقیم نہیں ہوگا، مسافر ہی رہے گا حتی کہ اگر وہ پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت بھی کر لے تب بھی وہ مسافر ہی رہے گا اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا، البحر الرائق میں ہے:

"وذكر في كتاب المناسك أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر

Marfat.com

ونوى الإقامة نصف شهر لا يصح لأنه لابد له من الخروج إلى عرفات فلا يتحقق الشرط" (البحر الرائق ۲ر ۱۴۳)۔

(اور کتاب المناسک میں ذکر کیا گیا ہے کہ حج کرنے والا ایام عشر میں مکہ پہنچا اور پندرہ دن اقامت کی نیت کی تو یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس کو عرفات جانا ضروری ہے، لہذا شرط متحقق نہیں ہوگی)۔

یہ تو سچ ہے کہ آج منیٰ کی آبادی بڑھتے بڑھتے مکہ سے جاملی ہے، مگر پھر بھی اس اتصال سے اس حکم میں کوئی فرق نہیں آئے گا، آج آبادیوں کی تعیین کے لئے حکومت کی جانب سے نشانات ہوتے ہیں اور وہی آبادیوں کے اتصال وانفصال کے مدار ہوتے ہیں، پھر یہ حقیقت بھی محتاج بیان نہیں ہے کہ منیٰ ایک مستقل آبادی ہے۔

پھر کتب فقہ میں اس طرح کی کوئی صواحت تو نہیں ملتی کہ منفصل آبادی اگر متصل ہو جائے تو اس سلسلہ میں اس پر کیا حکم مرتب ہوگا، مگر ایسا ضرور ملتا ہے کہ اگر کوئی آبادی پہلے سے متصل تھی اور بعد میں علیحدہ ہوگئی تو اس شہر سے نکلنے میں قدیم اتصال کا اعتبار کیا جائے گا۔

البحر الرائق میں ہے:

"اور وہ نکل رہا ہے ایسی جانب سے جس جانب سے وہ محلّہ شہر سے الگ ہے حالانکہ پہلے وہ شہر سے متصل تھا تو نماز کی قصر نہیں کرے گا، جب تک وہ اس محلّہ کو پار نہ کر جائے، اسی طرح خلاصہ میں ہے" (البحر الرائق ۲ر ۱۳۹)۔

۱۳- نماز وتر میں کسی شافعی امام کی اقتداء کا مسئلہ

نماز وتر میں کسی ایسے امام کی اقتداء کرنا جو دو رکعت پر سلام پھیر دیتا ہو علماء حنفیہ کے مذہب صحیح کے مطابق جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن نجیم نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف البحر الرائق میں تحریر فرمایا ہے:

Marfat.com

"المذهب الصحيح صحة الاقتداء بالشافعي في الوتر إن لم يسلّم على رأس الركعتين و عدمها إن سلّم" (البحر الرائق ۲/۴۲)۔

(صحیح مذہب یہ ہے کہ شافعی امام کی اقتداء کرنا وتر کی نماز میں صحیح ہے اگر وہ دو رکعت پر سلام نہ پھیرے اور اس کی اقتداء درست نہیں ہے اگر دو رکعت پر سلام پھیر دے)۔

علامہ زیلعی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے (البحر الرائق ۲/۴۲)، لیکن علامہ ابوبکر رازی نے مسئلہ کے مجتہد فیہ ہونے کے سبب اس صورت میں بھی اقتداء کو جائز قرار دیا ہے، البحر الرائق میں ہے:

"ابوبکر رازی نے اس کو جائز قرار دیا ہے، اور (ان کا خیال ہے کہ) وتر کی بقیہ رکعت بھی اس کے ساتھ پڑھے اس لئے کہ دو رکعت پر سلام پھیرنے کی وجہ سے ان کے نزدیک امام نماز سے نہیں نکلتا، نیز یہ کہ یہ مسئلہ بجائے خود مجتہد فیہ ہے، لہذا اس کا حکم ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اگر اقتداء کی جائے ایسے امام کی جس کی نکسیر پھوٹ گئی ہو" (البحر الرائق ۲/۴۲)۔

اسی طرح مولانا محمد یوسف بنوری نے بھی علماء کی جانب منسوب کرتے ہوئے اس کے جواز کی بات نقل کی ہے، تحریر فرماتے ہیں:

"اسی طرح وتر کی نماز میں شافعی کے پیچھے اگرچہ وہ سلام پھیر دے حنفی کے اقتداء کرنے کے جواز کی صراحت کی ہے" (معارف السنن ۱/۱۶۳)۔

ان تمام تصریحات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ہونا تو یہی چاہیے کہ اگر شافعی امام دو رکعت پر سلام پھیر دے تو اقتداء جائز نہ ہو، لیکن حرمین شریفین کی جماعت کا ثواب حاصل کرنے اور دوسری مصلحتوں کے پیش نظر اس کے جواز کی بات کہی جانی چاہیے اور ایک اجتہادی مسئلہ میں تشدد کے بجائے تخفیف کا راستہ اپنانا چاہیے۔

Marfat.com

حج وعمرہ سے متعلق اہم مسائل

مولانا قاری ظفر الاسلام اعظمی ☆

۱، ۲- امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بغیر احرام کے میقات سے کسی صورت میں بھی تجاوز کرنا صحیح نہیں ہے، مگر امام شافعیؒ کے نزدیک اگر حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور مقصد سے کوئی جارہا ہے تو میقات سے تجاوز صحیح ہے۔ ابوقدامہ تحریر کرتے ہیں:

''جو شخص مکہ میں قتال مباح، یا خوف یا کسی ضرورت کی وجہ سے داخل ہوا جیسے لکڑیاں اور گھاس چننے والا اور غلہ منتقل کرنے والا، اور وہ شخص جس کو مکہ بار بار آنا جانا پڑتا ہے تو ان تمام لوگوں پر احرام نہیں ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ حلال ہوکر یوم فتح کو مکہ میں داخل ہوئے، اور آپ ﷺ کے سر پر خود تھا، اس لئے اگر ہم اس شخص پر احرام کو واجب کرتے ہیں جس کی آمد ورفت بار بار ہوتی ہے تو یہ مفضی ہوگا اس کے پورے زمانہ میں محرم ہونے کی جانب، تو حرج کی وجہ سے ساقط ہوگیا، اور امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ بغیر احرام کے حرم میں داخل ہونا کسی کے لئے جائز نہیں ہے، مگر وہ شخص جو میقات سے خارج ہو اس لئے کہ حرم کا ارادہ کرنے والے کے لئے میقات سے پار کرنا یہ بغیر احرام کے جائز نہیں ہے'' (مغنی وشرحہ ۳/ ۲۱۸)۔

امام شافعیؒ نے اولاً چند صورتوں کا استثناء فرمایا ہے، اس کے بعد نقلی وعقلی دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آنحضور ﷺ فتح مکہ کے موقع سے بدون احرام مکہ مکرمہ میں داخل

☆ پرنسپل دار العلوم مئو، یوپی۔

Marfat.com

ہوئے، نیز اگر احرام کو بہر صورت لازم کر دیا جائے تو ایک طرح کا حرج لازم آئے گا۔ابو بکر کاسانی کی بھی رائے یہی ہے:

''اوراسی طرح اگر کسی نے ان مواقیت کو پار کر کے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا،خواہ حج وعمرہ کے ارادہ سے ہو، یا تجارت یا کسی اور دوسری ضرورت کی وجہ سے تو ہمارے نزدیک بغیر احرام میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں،اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی مکہ میں حج وعمرہ کے ارادہ سے داخل ہو تو اس پر احرام واجب ہے،اور اگر کسی ضرورت کی وجہ سے داخل ہوا ہے،تو بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے، اور ہماری دلیل جو آپ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جان لو! کہ مکہ اس دن سے قابل احترام ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود بخشا،نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد،اور تھوڑی دیر کے لئے یہ میرے لئے حلال کیا گیا،پھر قیامت تک کے لئے مکہ کی حرمت لوٹ آئی۔اور تین طریقے پر اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے:

(۱) آپ ﷺ کا قول جان لو کہ مکہ قابل احترام ہے،(۲) آپ ﷺ کے قول میرے بعد کسی کے لئے حلال نہیں،(۳) آپ کا یہ قول (جو بغیر فصل کے ہے) کہ قیامت تک کے لئے مکہ کی حرمت باقی رہے گی۔اور حضرت ابن عباسؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا حلال نہیں،اور اس لئے کہ یہ زمین کا وہ مقدس ٹکڑا ہے،جس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف وعزت اور قدر ومنزلت ہے'' (بدائع الصنائع ۲ر ۱۶۴)۔

امام احمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ کے نزدیک بھی حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور غرض سے جانے والے کے لئے احرام ہے۔

۲- ''ابن منذر نے امام احمد بن حنبل سے روایت کیا اس آدمی کے بارے میں جو کسی ضرورت سے نکلا اور حج کا ارادہ نہیں رکھتا تھا، پھر وہ ذوالحلیفہ سے تجاوز کر گیا اور پھر حج کا ارادہ کیا

Marfat.com

تو وہ ذوالحلیفہ لوٹ کر احرام باندھے گا اور اسی کے قائل اسحاق بن راہویہ ہیں، اس لئے کہ اس نے خارج میقات سے احرام باندھا ہے تو اس کو دم لازم ہوگا'' (مغنی وشرحہ ۳/۲۱۸)۔

ابن رشد قرطبی حضرت امام مالکؒ کا مذہب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تجاوز بدون الاحرام حج وعمرہ کے ماسوا بکثرت ایاب وذہاب کی صورت میں جائز ہے (بدایۃ المجتہد لابن رشد قرطبی ۱/۳۳۷)۔

نیز فتاویٰ تاتارخانیہ (۲/۴۷۵) پر مرقوم ہے:

''مکہ میں داخل ہونے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ حج، یا عمرہ کے لئے احرام میقات سے باندھے، خواہ مکہ میں داخل ہوا ہے حج وعمرہ کے ارادہ سے، یا کسی ضرورت کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک احرام اس شخص کو لازم ہوتا ہے جو مکہ میں حج، یا عمرہ کے ارادہ سے داخل ہوا ہو اور اگر دوسری وجہ سے داخل ہوا ہے تو اس کو احرام لازم نہیں ہے''۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی تجاوز بدون الاحرام ایک حیلہ سے ہوسکتا ہے وہ یہ کہ اولاً حل میں داخل ہو، پھر کسی ضرورت سے حدود حرم میں داخل ہو جائے بشرطیکہ حل میں اقامت کی نیت کی ہو (دیکھئے: حوالہ سابق ۲/۴۷۷)۔

مگر مذکورہ صورت میں چونکہ اقامت کی نیت بھی مشروط ہے اس لئے غیر معمولی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا، غالباً اسی وجہ سے درج ذیل فقہاء وعلماء نے حل میں نیت اقامت کی شرط ختم کر کے مستقلاً اجازت دیدی ہے۔

مفتی سعید احمد صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: ''آفاقی (یعنی میقات سے باہر رہنے والا) میقات سے آگے کسی ایسی جگہ جو حرم سے خارج ہے اور حل میں ہے کسی ضرورت سے جانا چاہتا ہے، مکہ مکرمہ جانے، یا حج وعمرہ کرنے کی نیت نہیں ہے تو اس پر میقات سے احرام باندھنا واجب نہیں ہے، اور اس کے بعد وہ اس جگہ سے مکہ مکرمہ بلا احرام جا سکتا ہے'' (معلم الحجاج/۹۷)۔

صاحب درمختار علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

Marfat.com

''اگر حل میں سے کسی جگہ کا قصد کیا جیسے خلیص اور جدہ تو اس کے لئے بغیر احرام کے تجاوز کرنا جائز ہے، پھر جب وہ داخل ہو گیا تو اس کے باشندوں کے حکم میں لاحق ہو جائے گا، لہذا اس کے لئے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے، اور وہ ایک حیلہ ہے اس کا ارادہ کرنے والے کے لئے، الا یہ کہ وہ جو حج کے لئے مامور ہو'' (درمختار علی ردالمختار ۲/ ۴۷۷)۔

مسائل حج کے ایک متبحر عالم مولانا شیر محمد صاحب سندھی مہاجر مدنی تحریر فرماتے ہیں:

''اس وقت میں عربستان میں جو موٹریں چلتی ہیں ان کے ڈرائیور، یا اونٹوں والے بدوی لوگ کئی بار مکہ معظمہ میں بغیر احرام آفاق سے آتے جاتے ہیں، تو حنفیہ کے نزدیک ہر بار مکہ مکرمہ میں آنے سے ان پر نسک لازم ہوگئی "**لقول ابن عباس من جاوز الميقات بغير إحرام فعليه دم**"۔

(ابن عباسؓ کے قول کی وجہ سے کہ جو میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرے تو اس پر دم واجب ہے)۔

یہی مذہب امام احمد بن حنبل اور امام مالک کا بھی ہے:

"**لقول النبی ﷺ من لهن ولمن أتى عليهن من غير أهلهن من أراد الحج والعمرة**"۔

البتہ شوافع کے نزدیک اگر کسی کام کی غرض سے مکہ مکرمہ میں آئیں تو نسک لازم نہ ہوگی، اگرچہ آفاق سے آئے ہوں چونکہ یہ لوگ ابتلاء عام میں مبتلا ہیں اس لئے ان لوگوں کو یہ حیلہ کرنے سے جواز کی گنجائش ہے اور وہ یہ کہ حل میں کہیں معین مقام میں جانے کی نیت سے جائیں، پھر وہاں سے مکہ مکرمہ میں بغرض اپنے کام نوکری کی ادائیگی کے لئے بغیر احرام جا سکتے ہیں، بندہ کے فہم ناقص میں تو موٹر ڈرائیوروں کو بہت وسعت ہے، کیوں کہ ان کا ہیڈ کوارٹر جدہ میں ہے مکہ مکرمہ سے آتے جاتے ضرور پہلے جدہ جانا پڑتا ہے، اولاً وہاں جانے کی نیت کر لیں اس کے بعد مکہ مکرمہ کی، اسی طرح مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت بھی اولاً حل میں کہیں مقام مخصوص کی

Marfat.com

نیت کریں بعد میں مکہ مکرمہ کی" (زبدۃ المناسک مع اضافہ مفیدہ ۱/۳۲۱)۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اہلی اور داخل فی المواقیت تمتع وقران نہیں کرسکتا اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک وہ دونوں کرسکتا ہے، دلائل بایں طور ہیں:

"اہل مکہ اور مواقیت میں رہنے والے کے لئے (جو مکہ اور میقات کے درمیان ہیں) قران اور تمتع نہیں ہے، اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ان کا قران اور تمتع صحیح ہے، اللہ تعالیٰ کے قول "فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى" میں اہل مکہ اور ان کے علاوہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا قول: "ذلک لمن لم يكن أهله حاضرى المسجد الحرام" یہ خصوص پر ہے، اور وہ مسجد حرام ہے"۔

امام شافعیؒ کا استدلال آیت مذکورہ سے بایں طور ہے کہ آیت مذکور مطلق ہے جس میں مکی وغیر مکی کی تخصیص نہیں، اس لئے مکی بھی تمتع وقران کرسکتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ وحضرت امام مالکؒ کی دلیل بھی نص قرآنی "ذلک لمن لم يكن أهله حاضرى المسجد الحرام" ہی ہے جس سے آفاقی کو خاص کردیا گیا ہے، بنابریں اہلی تمتع وقران نہیں کرسکتا، علامہ ابن رشد قرطبی لکھتے ہیں: "وأبو حنيفة يقول إن حاضرى المسجد الحرام لايقع منهم التمتع وكره ذلک مالک" (بدایۃ المجتہد ۱/۳۴۶) بدایۃ المجتہد کی ایک دوسری عبارت سے جس میں امام مالک کے نزدیک تمتع کی شرطیں مذکور ہیں چھٹی شرط یہ تحریر ہے کہ متمتع کا وطن مکہ نہ ہو "والسادس أن يكون وطنه غير مكة" (بدایۃ المجتہد ۱/۳۴۷)۔

نیز علامہ ابن تیمیہ "وجوب العمرة على أهل مكة" کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"ثم من هؤلاء من يقول مثل ذلک من أصحاب الشافعى أى وجوب العمرة على أهل مكة قول ضعيف جداً مخالف للسنة الثابتة وإجماع الصحابة"۔

اسی کے متصلاً دوسرے صفحہ پر مرقوم ہے: "ولو كان أهل مكة كلهم أو بعضهم على عهد النبى يخرجون إلى الحل فيعمر ون فيه لنقل ذلک كما نقل خروجهم فى

Marfat.com

الحج إلى عرفات وهم يعتمرون بعدالحجة ولا قبلها أحد من أدنى الحل لأهل مكة ولاغيرهم" (فتاوی ابن تیمیہ ۲۶/۲۵۸-۲۵۹)۔

واضح ہو کہ اہلی کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس نے مکۃ المکرمہ کو مستقل وطن بنالیا، دوسرا جس نے مستقلا وطن نہیں بنایا، دوسروں کے احکام جداگانہ ہیں۔ پہلی صورت میں تمتع وقران نہیں کرسکتا جبکہ دوسری صورت میں جائز ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں:

"**نقل ابن عابدين عن اللباب في بيان شرائط التمتع: التاسع عدم التوطن بمكة فلو اعتمر ثم عزم على المقام بمكة أبدا لايكون متمتعا وإن عزم شهرين أى مثلا وحج كان متمتعا**" (ردالمحتار ۲/۲۱۱)۔

(ابن عابدین نے لباب سے نقل کیا کہ تمتع کے شرائط کے بیان میں نویں شرط مکہ میں وطن کا نہ ہونا، پس اگر عمرہ کیا، پھر مکہ میں ہمیشہ ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو وہ متمتع نہ ہوگا، اور مثلاً دوماہ کا ارداہ کیا تو متمتع ہوگا)۔

نیز علامہ ابن الہمام کی بھی تحقیق یہی ہے کہ مکی تمتع وقران نہیں کرسکتا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اثر: "**یاأهل مكة لا متعة لكم أحلت لأهل الآفاق وحرمت عليكم**" سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر مکی نے تمتع وقران کرلیا تو اس کا حکم کیا ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، احسن الفتاوی میں مفتی رشید احمد صاحب کہتے ہیں کہ "مناسک کی عام کتابوں میں تحریر ہے کہ مکی نے تمتع، یا قران کیا تو بکراہت تحریمی صحیح ہوجائے گا اور اس پر دم شکر کے بجائے دم جبر واجب ہوگا، اس لئے اسے خودنہیں کھا سکتا، مگر علامہ شامی کی تحقیق یہ ہے کہ حکم صحت ہے الکراہۃ التحریمہ صرف قران کے لئے ہے مکی کا تمتع منعقد ہی نہیں ہوتا، اس لئے تمتع کی صورت میں دم جبر واجب نہیں بطلان تمتع سے بطلان حج کا وہم نہ ہو" (احسن الفتاوی ۴/۵۱۴)۔

اس مسئلہ سے متعلق حضرت گنگوہی کی بھی رائے درج ذیل ہے:

Marfat.com

"مکہ مکرمہ کے رہنے والوں یا میقات کے اندر حل میں رہنے والوں کو قران وتمتع جائز نہیں" یہ بات غنیۃ کے حوالہ سے حضرت موصوف "زبدۃ" کے ص ۳۰۵ پر تحریر کرنے کے بعد آگے خود لکھتے ہیں: "اسی طرح وہ آفاقی جو مکہ مکرمہ میں آخر داخل ہوا اگر چہ اشہر حج میں کسی شرعی طریق کے بغیر احرام عمرہ کے آیا ہو، جیسے پہلے حل کی حد میں کسی حاجت کے لئے آیا تھا، پھر وہاں سے کسی کام کی غرض سے مکہ معظمہ میں بغیر احرام آیا، یا اشہر حج سے پہلے ہی مکہ میں داخل ہو کر عمرہ بجالا کر فارغ ہوا اور وہاں ٹھہر گیا، اس کے بعد اس پر اشہر حج واقع ہوئے تو اب مکہ والوں کے حکم میں ہے، پس اس کو بھی وہاں سے قران وتمتع کرنا منع ہے" (زبدۃ المناسک ر ۳۰۵)۔

متمتع حج سے قبل مزید عمرے کرسکتا ہے، معلم الحجاج ص ۲۱۴ کے حاشیہ پر مرقوم ہے:

"وھذا المتمتع آفاقی غیر ممنوع من العمرۃ فجاز لہ تکرارھا لأنھا عبادۃ مستقلۃ کالطواف"۔ نیز حضرت گنگوہی بحوالہ "مناسک المتوسط" لکھتے ہیں کہ "اس میں اختلاف ہے ملا رحمت اللہ سندھی نے "مناسک المتوسط" میں لکھا ہے کہ یہ متمتع حج سے پہلے دوسرا عمرہ نہ کرے اور ملا علی قاری نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اس کی بنا اس پر ہے کہ مکی کو مفرد عمرہ بھی اشہر حج میں ممنوع ہے (جیسا کہ ابن الہمام کا مذہب ہے، چونکہ ملا رحمت اللہ ان کے تلمیذ ہیں اس لئے اس کی اتباع کی وجہ سے مکروہ فرمایا ہو) حالانکہ مکی کو فقط تمتع وقران ممنوع ہے اور یہ متمتع آفاقی ہے اس کو عمرہ کرنا منع نہیں ہے۔ بلکہ تکرار عمروں کا اس کو جائز ہے کیوں کہ یہ مستقل عبادت ہے مثل طواف کے۔ اس کے بعد حضرت گنگوہی تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جب آفاقی اشہر حج میں آکر عمرہ کر چکا تو اس کا تمتع اس عمرہ سے منعقد ہوا، پھر اس کے بعد مکہ میں رہ کر دوسرا عمرہ کیا تو وہ مفرد ہوا اور مفرد عمرہ مکی کے لئے سارے سال میں کرنا جائز ہے، سوا روز عرفہ اور عید نحر اور ایام تشریق گیارہویں، بارہویں تیرہویں کے (زبدۃ المناسک ر ۳۱۳، ۳۱۸، بدائع الصنائع ۲ ر ۲۲۷)۔

احناف کی دلیل حضرت عائشہؓ کی وہ روایت ہے جس میں انہوں نے مطلقا عمرہ کے

Marfat.com

جواز کا قول کیا ہے: "ولنا ماروی عن عائشةؓ أنها قالت وقت العمرة السنة كلها إلايوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق والظاهر أنها قالت سماعا من رسول الله ﷺ لأنه باب لا يدرك بالاجتهاد" (بدائع الصنائع ۲/۲۲۷) نیز آنحضور اکرم ﷺ کا ارشاد: "العمرة إلى العمرة كفارة لما بينهما" (ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے درمیان واقع ہونے والی چیزوں کیلئے کفارہ ہے۔) اور عکرمہ کا ارشاد: "يعتمر إذا أمكن الموسى في شعره" (عمرہ کرے گا جب تک کہ ممکن ہو استرہ کا اس کے بال پر چلنا)، عطاء بن أبی رباح کا قول: "إن شاء اعتمر فی کل شهر مرتين" (اگر چاہے تو ہر ماہ دو مرتبہ عمرہ کرے) بھی تعدد پر دلالت کر رہا ہے۔

۶- ازدحام کا ہونا عذر کا باعث نہیں ہے، حضرت گنگوہی کہتے ہیں "جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، یا جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف ہوتی ہو وہ معذور ہے، اسی طرح اگر اس کو آنے میں مرض بڑھ جانے کا اندیشہ، یا تکلیف ہوتی ہو وہ معذور ہے اور معذور دوسرے سے رمی کرا سکتا ہے (زبدہ/۱۸۶، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: معلم الحجاج/۱۸۱، احسن الفتاوی ۴/ ۵۲۴)۔

مذکورہ جزئیہ کی تائید علامہ ابن تیمیہ اور تاتارخانیہ کے فتاوی سے بھی ہو رہی ہے: "وكذلك من عجز عن الرمي بنفسه لمرض أو نحوه فإنه يستنيب من يرمي عنه ولاشيء عليه" (فتاوی ابن تیمیہ ۲۶/ ۲۴۵) (اور اسی طرح وہ شخص جو بذات خود رمی کرنے سے عاجز ہو مرض کی وجہ سے یا اس جیسے عذر کی وجہ سے تو وہ نائب بنائے گا ایسے آدمی کو جو اس کی جانب سے رمی کرے اور اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا)۔

"اور الولوالجیہ میں ہے کہ اگر مریض ہاتھ میں رکھ دے پھر اس کی جانب سے رمی کی جائے، یا کوئی دوسرا آدمی اس کی جانب سے رمی کرے تو وہ کافی ہے اگر بذات خود وہ قادر نہیں ہے" (فتاوی تاتارخانیہ ۲/ ۴۶۳)۔

Marfat.com

صورت مسئولہ میں وہ لوگ محصر ہیں بشرطیکہ یہ احصار وقوف عرفہ سے پہلے ہوا ہو، اگر وقوف عرفہ کے بعد یہ صورت پیش آئے تو یہ احصار نہ ہوگا اور اس نے اگر صرف حج کا، یا عمرہ کا احرام باندھا ہے تو کسی شخص کو ایک دم یا دم کی قیمت دے تا کہ وہ اس کی طرف سے حرم میں ذبح کردے اور بعد ذبح یہ حلال ہوجائے، اس کے بعد اس کو آنے والے سال میں قضا کرنی ہوگی چاہے حج فرض ہو، یا نفل، اپنا حج ہو، یا بدل، صحیح ہو، یا فاسد، حر ہو یا غلام، البتہ غلام پر قضا کا ادا کرنا آزاد ہونے کے بعد ہوگا۔ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

"وأما وجوب قضاء ما أحرم به بعد التحلل..." (بدائع الصنائع ۲/ ۱۸۲)۔

ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

"اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ محرم جب اس کو مشرکین میں سے کسی دشمن نے، یا ان کے علاوہ نے گھیر لیا اور وہ بیت اللہ تک جانے سے روک دیئے گئے ہوں اور نہ کوئی مامون راستہ پاتے ہوں، تو اس کے لئے حلال ہونا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی صراحت کی ہے اپنے قول: "فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى" میں اور یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس دن جس دن حدیبیہ میں وہ محصور ہوئے تھے حکم دیا کہ نحر کریں، حلق کرائیں اور حلال ہوجائیں خواہ احرام حج، یا عمرہ ہو، یا دونوں کا ہو، ہمارے امام کے قول کے مطابق اور ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے قول کے مطابق۔ اور امام مالکؒ سے بیان کیا گیا ہے کہ معتمر حلال نہیں ہوگا، اس لئے کہ فوات کا خوف نہیں ہے" (المغنی وشرحہ ۳/ ۳۷۱)۔

حضرت گنگوہی فرماتے ہیں: "جو شخص محصر ہوگیا اور حلال ہونا چاہتا ہے تو پھر وہ حرم میں ذبح کر کے حلال ہولیتا ہے تو قضا اس کے ذمہ واجب ہوتی ہے" (زبدہ/ ۴۳۵)۔

نیز علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"اور لیکن فرض اس کی جانب سے ساقط نہیں ہوگا بلکہ وہ اس کے ذمہ میں باقی ہے، اور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ اور اگر نفلی حج، یا عمرہ کا احرام باندھا، پھر محصر ہوگیا تو کیا اس پر اس کی

Marfat.com

قضاء ہے؟ تو دو مشہور قول ہیں اور امام احمد سے دو روایات ہیں: ان دونوں میں سے مشہور روایت یہ ہے کہ اس پر قضاء نہیں ہے اور یہی قول امام مالکؒ اور شافعیؒ کا ہے، اور دوسرا قول اس پر قضاء ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے، اور دونوں فریقین میں سے ہر ایک نے عمرہ قضا سے استدلال کیا ہے، ان لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے اس کی قضاء کی ہے اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ محصورین نے اس کی قضاء نہیں کی ہے" (فتاوی ابن تیمیہ ۲۲۶/۲۶)۔

یہ دم احصار اور اس کے ساتھ سارے دم بالاتفاق حرم کے ساتھ خاص ہیں:

"اور قدوری نے تفسیر کی ہے کہ پھر یہ دم اور دوسرے تمام دم جو واجب ہوتے ہیں باتفاق علماء اس کا جواز حرم کے ساتھ خاص ہوتا ہے" (فتاوی تاتارخانیہ ۵۳۶/۲)۔

جمہور فقہاء وائمہ کی دلیل فرمان باری تعالیٰ: **فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى ولاتحلقوا روؤسكم حتى يبلغ الهدى محله**" ہے، جس سے مراد حرم ہے مگر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک محلہ سے مراد موضع حصر ہے، مفتی ظفر احمد صاحب عثمانی تحریر کرتے ہیں:

"محل کے سلسلہ میں سلف میں اختلاف ہے کہ وہ کیا ہے؟ تو عبداللہ بن مسعود، ابن عباس، عطاء، طاؤس، مجاہد، حسن اور ابن سیرین نے فرمایا کہ وہ حرم ہے، اور یہی قول ہمارے اصحابؓ اور امام ثوریؒ کا ہے، اور امام مالکؒ اور شافعیؒ نے فرمایا کہ اس کا محل وہ جگہ ہے جس میں وہ احصار کیا گیا ہے، پس وہ اس کو ذبح کرے گا اور حلال ہو جائے گا" (احکام القرآن للشیخ ظفر احمد العثمانی ۳۰۲/۱)۔

رمی نحر وحلق کے درمیان ترتیب واجب ہے، اگر بغیر عذر ترتیب ملحوظ نہ رکھی جائے تو دم دینا ہوگا۔

"وأما الترتيب بينه وبين الرمي فسنة، ولوترك شيئا من الواجبات بعذر لا شيء عليه على مافي البدائع" (ردالمحتار علی الدر ۵۱۷/۲)۔

Marfat.com

نیز علامہ علاؤالدین حصکفی تحریر فرماتے ہیں:

"فیجب فی یوم النحر أربعة أشیاء: الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف" (درمختار مع الرد ۲/۵۵۵)۔

(نحر کے دن چار چیزیں واجب ہوتی ہیں: رمی، پھر مفرد کے علاوہ کیلئے ذبح، پھر حلق، پھر طواف)۔

"وروی عن النبی ﷺ انه قال: أول نسکنا فی یومنا هذا الرمی ثم الذبح ثم الحلق" (بدائع ۲/۱۵۸)۔

(آپ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آج ہمارے حج کے احکام میں سب سے پہلے رمی، پھر، ذبح پھر حلق ہے)۔

وجوب ترتیب سے متعلق نص قرآنی: "فکلوا منها وأطعمو البائس الفقیر ثم لیقضوا تفثهم رتب قضاء التفث وهو الحلق علی الذبح"۔

بدون احصار کے اگر ذبح سے قبل حلق کرالیا جائے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دم واجب ہوگا اور صاحبین و دیگر ائمہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں دیگر ائمہ کی دلیل "اذبح ولا حرج" ہے، مگر حنفیہ کے دلائل قوی ہیں اور اسی پر فتوی ہے، چنانچہ حتی المستطاع ترتیب کی رعایت کرنی چاہیے، سعودیہ حکومت کی طرف سے جو کمپنیاں اس کام پر مامور ہیں وہ بطاقۃ (کارڈ) دیتے وقت تعین کردیتی ہیں اس لئے اس وقت کے بعد ہی کچھ انتظار کر کے حلال ہوجانا چاہئے، نیز مدرسہ صولتیہ میں بھی اس ترتیب کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، اس لئے اولاً تو حاجی صاحبان کو خود ہی منحر پہنچ کر قربانی کرنی چاہئے، اگر خود نہ کرسکیں تو ان محتاط اداروں کے سپرد کردینا چاہئے پھر بھی اگر کسی وجہ سے ترتیب ساقط ہوگئی تو فہم ناقص میں یہ بات آتی ہے کہ صاحبین کے قول مرجوح کے مطابق صحیح ہوجائے گا، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس قول کا افشاء نہ کیا جائے، کیوں کہ اس کی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ کا قول راجح یکسر فراموش ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

۹-صاحب تنویر الابصار فرماتے ہیں کہ دم قران وتمتع وجنایت حاجی (مامور) پر ہوگا۔

”ودم القران والتمتع والجناية على الحاج إن أذن له الآمر بالقران والتمتع“۔

علامہ شامی اس کی وجہ تحریر فرماتے ہیں:

”أما الأول فلأنه وجب شكرا على الجمع بين النسكين وحقيقة الفعل منه وإن كان الحج يقع عن الآمر لأنه وقوع شرعي لا حقيقي“ (رد المحتار علی الدر المختار ۲/۶۱۱)۔

(بہرحال پہلا تو اس لئے کہ وہ حج وعمرہ کو جمع کرنے پر شکرانے کے طور پر واجب ہوا ہے، اور فعل کی حقیقت بھی اسی سے وابستہ ہے، اگرچہ حج آمر کی طرف سے ادا ہوا، اس لئے کہ یہ وقوع شرعی ہے نہ کہ حقیقی)۔

مامور جو دم دیتا ہے وہ دم شکر ہے اور چونکہ یہ فعل حج واقعۃً اسی سے صادر ہوا ہے، اس لئے دم شکر بھی حج بدل کرنے والا دے گا۔ مفتی رشید احمد صاحب بھی یہی تحریر فرماتے ہیں (احسن الفتاوی ۴/۵۱۳)، حضرت گنگوہی لکھتے ہیں: ”دم قران اپنے مال سے دے، آمر کے مال سے درست نہیں، ہاں اگر آمر اس سے نہ لے تو کچھ حرج نہیں“ (زبدہ/۴۵۵)۔

حج کے مسائل کے ایک زبردست عالم مولانا شیر محمد صاحب سندھی کے نزدیک حج بدل میں تمتع نہ کرنا ہی بہتر ہے، لکھتے ہیں کہ ”پھر بھی احتیاط اس میں ہے کہ حج بدل میں تمتع نہ کیا جاوے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے (زبدہ میں اضافہ مفیدہ/۴۵۶)، حاشیہ معلم الحجاج ص ۲۷۷ کی عبارت بھی مذکورہ حکم کی تائید کرتی ہے۔ ملا علی قاری نے شرح لباب میں اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے زبدۃ المناسک میں عدم جواز ہی کو اختیار کیا ہے اور حضرت الاستاد مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی شارح سنن ابی داؤد (برد اللہ مضجعہ) بھی عدم جواز ہی کا فتوی دیتے تھے، اس لئے حج بدل والوں کو محض سہولت اور احرام کی طوالت سے بچنے کے لئے تمتع کرکے آمر کے حج کو

Marfat.com

خراب نہ کرنا چاہئے کہ بدل کرنے والے کو خاص طور سے ہدایت کردے کہ تمتع نہ کرے۔

۱۰- ایسی عورت کو طواف زیارت بحالت حیض ونفاس کر لینا چاہئے اور بعد میں بدنہ دے دینا چاہئے: "من طاف للزيارة جنبا أولم يعد فعليه بدنة" (فتاوی سراجیہ علی ہامش قاضی خاں ۱/ ۲۰۵)۔

(جس شخص نے حالت جنابت میں طواف زیارت کیا اور نہیں لوٹایا تو اس پر بدنہ ہے)۔

چونکہ طہارت شرط وجوب ہے اس لئے بدنہ سے اس کی کفایت ہو جائے گی۔

علامہ ابن نجیم مصری "الاشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: "ولم يجعل للحج إلا ركنين: الوقوف والطواف وكذلك قال بعض الحنفية إن الطهارة ليست واجبة في الطواف بل سنة ....وعلى قول هؤلاء فلايحرم الزيارة ولم يشترط الطهارة له" (الاشباہ والنظائر/ ۱۲۹)۔

(حج کے لئے صرف دو رکن ہیں، وقوف اور طواف اور اسی طرح بعض حنفیہ نے کہا کہ طہارت طواف میں واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے، .... اور ان لوگوں کے قول پر طواف زیارت حرام نہیں ہوگا، اور نہ طہارت کو اس کے لئے شرط قرار دیا ہے)۔

نیز دیکھئے: علامہ کاسانی کی بدائع الصنائع۔

زبدۃ کے حاشیہ پر محیط کی عبارت سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے:

"ابن امیر الحاج نے اپنے منسک میں ذکر کیا ہے کہ ایک عورت طواف زیارت سے پہلے حائضہ ہوگئی اور اب اس کا قافلہ کوچ کرنے کو ہے تو کیا وہ طواف کرے گی، یا نہیں؟ اگر طواف کرتی ہے تو اس کا حج پورا ہوا یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں حکم یہ ہے کہ لوگ اس سے کہیں گے کہ تیرے لئے مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں، پس اگر تو داخل ہوگئی اور طواف کرلیا تو گنہگار ہوگی اور طواف صحیح ہوگیا اور تجھ پر بدنہ لازم ہوگیا یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے جس میں عورتیں اکثر پریشان رہتی ہیں"۔

Marfat.com

مولانا تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ کتب حنفیہ میں اس اشکال کا کوئی صریح حل احقر کی نظر سے نہیں گذرا، البتہ علامہ ابن تیمیہ نے اس کا یہ حل بیان کیا ہے کہ ایسی عورت ناپاکی ہی میں طواف کر کے اور امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق دم دیکر اس کی تلافی کرے (درس ترمذی ۳/ ۲۱۸)، ابن تیمیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

''پس علماء نے جواب دیا اور تمام تعریف اللہ کے لئے ہے، طہارت کے بارے میں کہ کیا یہ صحت طواف کے لئے شرط ہے؟ یا نہیں؟ علماء کے دو مشہور قول ہیں: ان دونوں میں کا ایک تو یہ ہے کہ طہارت شرط ہے، اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا، اور امام احمدؒ کی دو روایتوں میں سے ایک ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ شرط نہیں ہے، اور یہ مذہب ہے امام ابوحنیفہ کا اور امام احمدؒ کی دوسری روایت ہے، لہذا ان لوگوں کے نزدیک اگر حالت جنابت، یا حدث، یا نجاست کی حالت میں طواف کیا تو اس کا طواف کافی ہے، اور اس پر دم ہے، اور ابوحنیفہؒ نے دم میں بدنہ کو متعین کیا ہے جب حائضہ یا جنبی ہو، لہذا اس کو طواف کرنا ممکن نہیں مگر حالت حیض میں، اس لئے کہ وہ عذر سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ حج اس پر واجب ہے، اور علماء میں سے کسی نے نہیں کہا کہ حائضہ سے حج ساقط ہو جاتا ہے، اور نہ اقوال شریفہ میں سے کہ فرائض بعض ایسے عذر کی وجہ سے جو فرائض میں واجب ہوتا ہے، ساقط ہو جاتے ہیں، جیسا کہ نماز میں طہارت سے عاجز ہونے کی صورت میں'' (فتاوی ابن تیمیہ ۲۶/ ۲۴۲، ۲۴۳)۔

مذکورہ حکم مغنی ابن قدامہ اور اس کی شرح سے بھی معلوم ہوتا ہے (دیکھئے: ۳/ ۳۹۸)۔

نیز مفتی رشید احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''اگر حاجی نے طواف زیارت نہ کیا اور پھر عمر بھر ادا نہ کر سکا تو اس پر مرض الموت میں ایک بدنہ یعنی ایک اونٹ، یا گائے حرم میں ذبح کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے'' (احسن الفتاوی ۴/ ۵۲۹)۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: رد المحتار، ہدایہ، فتاوی تاتارخانیہ، قدوری وغیرہ۔

Marfat.com

اسی طرح فتاوی تاتارخانیہ ۵۳۶/۲ پر مرقوم ہے:

"وفسر القدوری...... ثم هذا الدم وجميع من الدماء يختص جوازها بالحرم باتفاق بين العلماء"۔

(اور قدوری نے تفسیر کی ہے......... کہ پھر یہ دم اور وہ تمام دم جو واجب ہوتے ہیں بالاتفاق ان کا جائز ہونا خاص ہے حرم کے ساتھ)۔

ساتھ ہی مفتی ظفر احمد صاحب عثانی کی تحریر بھی پیش ہے: "اور اسی وجہ سے تمام ائمہ متفق ہیں کہ تمام ہدی حرم ہی میں نحر کیے جائیں سوائے دم احصار کے" (احکام القرآن ۱/۳۰۰)۔

۱۱- عورت عدت کی حالت میں (خواہ وہ عدت فسخ نکاح، موت، طلاق رجعی ہو یا بائن) حج کو نہیں جاسکتی، وہ عورت محصرہ ہے، چنانچہ حضرت گنگوہی بحوالہ عالمگیری تحریر فرماتے ہیں: "کسی عورت نے حج کا احرام باندھا اور اس کے ساتھ محرم نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ اس کا شوہر ہے، پھر اس کا شوہر مر گیا تو وہ عورت محصرہ ہے" (زبدۃ بحوالہ عالمگیری/۴۲)۔

اب اگر عورت اس احصار کی حالت میں حج کرتی ہے تو اس کے حکم کے سلسلہ پر مفتی سعید احمد صاحب رقمطراز ہیں: "اگر وہ اسی حالت میں حج کرے گی تو حج ہو جائے گا لیکن گنہگار ہوگی" (معلم الحجاج/۸۸)۔ غنیۃ ولباب سے بھی یہی حکم معلوم ہوتا ہے: "فإن حجت وهي في العدة جازت بالاتفاق و كانت عاصية" (حاشیہ زبدۃ/۴۴)۔

۱۲- منیٰ کے مکہ مکرمہ کے ساتھ اتصال اور عدم اتصال سے مسئلہ پر کوئی فرق نہ پڑے گا اگر حاجی مکہ اس وقت پہنچتا ہے جب کہ یوم الترویۃ کو پندرہ دن سے کم ہے تو نماز میں قصر کرے گا، ورنہ نہیں۔ مفتی سعید احمد صاحب "معلم الحجاج کے ص ۱۵۶" پر لکھتے ہیں: "جو حاجی مسافر مکہ مکرمہ میں ایسے وقت آئے کہ آٹھویں تاریخ تک پندرہ روز سے کم ہے اور وہ مکہ مکرمہ میں پندرہ روز یا زیادہ کی اقامت کی نیت کرے تو اس کی نیت اقامت صحیح نہ ہوگی، وہ مسافر ہی رہے گا، کیوں کہ آٹھویں تاریخ کو وہ منیٰ اور نویں کو عرفات ضرور جائے گا۔ اس لئے ایسے شخص کو

Marfat.com

قصر کرنا چاہئے۔

۱۳- چونکہ فصل وعدم فصل دونوں ہی کے ساتھ روایات واحادیث بکثرت موجود ہیں، نیز غیر کے مذہب کی جانب عدول شخصی ضرورت کے تحت عبادات وطہارات کے، باب میں جائز ہے، اس لئے وتر امام حرم کے ساتھ پڑھنے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

Marfat.com

حج وعمرہ کے چند مسائل اوران کا شرعی حل

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ☆

تیز رفتار سواریوں کی وجہ سے حج وعمرہ کا سفران دنوں جتنا آسان ہوا ہے، ملکی ضابطے، حج کمیٹی اور سعودی حکومت کے مقرر کردہ اصول، تغیر پذیر معاشرہ اور ہردم رواں دواں زندگی نے عازمین کو نت نئے مسائل سے دوچار کردیا ہے، یہ مسائل اہم ہیں اور موجودہ حالات میں ان پر عمل انتہائی دشوار ہے، ضرورت ہے کہ ان مسائل اور دشواریوں کا شرعی حل پیش کیا جائے تاکہ امت مشقت وحرج سے نکلے اور شرعی یسر سے فائدہ اٹھاسکے، اس مقالہ میں ایسے ہی چند حل طلب مسائل زیر بحث آئے ہیں، واللہ الموفق وھوالمعین۔

۱- مکہ مکرمہ یا حرم مکی میں بغیر احرام داخلہ

علماء امت اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی حج یا عمرہ کی نیت سے حرم مکی یا مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات میں داخل ہو، بدایۃ المجتہد میں ہے:

"ولاخلاف أنه يلزم الإحرام من مرّ بهٰذه المواقيت ممن أراد الحج أو العمرة" (بدایۃ المجتہد ۱/۲۴۷)۔

(اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو ان مواقیت سے حج یا عمرہ کے ارادہ سے گزرے اس

☆ نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ۔

Marfat.com

پر احرام لازم ہے)۔

البتہ اگر کوئی شخص تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہتا ہے اور وہ میقات اور مکہ کے درمیان رہتا ہے تو ایسا شخص اپنی ضرورتوں کے تحت بلا احرام مکہ میں داخل ہوسکتا ہے، اسی طرح اگر مکہ کا رہنے والا لکڑیاں یا گھاس پھوس لینے حِل میں پہنچ گیا پھر مکہ میں داخل ہوا تو یہ شخص بلا احرام داخل ہوسکتا ہے۔

"الصنف الثاني وهم الذين منازلهم في نفس الميقات أوداخل الميقات إلى الحرم فوقتهم الحل.... ولهم دخول مكة بغير إحرام إذا لم يريدوا نسكا" (ارشاد الساری ر ۵۷)۔

(دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کے گھر نفس میقات یا داخل میقات میں ہیں، ان کا میقات حِل ہے..... اگر وہ نسک کا ارادہ نہیں رکھتے تو ان کو بغیر احرام مکہ میں دخول کی اجازت ہے)۔

ہدایہ میں ہے:

"جو میقات کے اندر رہنے والا ہے اس کو اپنی ضرورت کے لئے بغیر احرام مکہ میں داخل ہونے کی اجازت ہے، اس لئے کہ اسے بکثرت مکہ میں داخل ہونا پڑتا ہے اور ہر مرتبہ احرام واجب کرنے سے واضح حرج لازم آئے گا، اس لئے وہ اہل مکہ کے حکم میں ہے جن کے لئے مکہ سے نکلنا اور پھر اپنی ضرورت کے لئے مکہ میں بغیر احرام داخل ہونا مباح ہے، بخلاف اس صورت کے کہ جب ادائیگی نسک کا قصد ہو، اس لئے کہ یہ صورت کبھی کبھی پیش آتی ہے، جس میں کوئی حرج نہیں ہے" (ہدایہ ار ۲۱۴)۔

۲-لیکن جو لوگ مکہ مکرمہ میں حج اور عمرہ کے علاوہ کسی اور غرض سے آفاق سے آتے ہیں، ان کے لئے بغیر احرام مکہ میں داخل ہونا امام ابوحنیفہؒ کے یہاں درست نہیں ہے، امام شافعیؒ کے یہاں احرام کی شرط صرف حج وعمرہ کے لئے دخول کی صورت میں ہے، دوسرے کسی اغراض

Marfat.com

سے دخول مکہ میں احرام ضروری نہیں ہے، دراصل امام ابوحنیفہؒ بیت اللہ کی تعظیم کے سلسلہ میں اوروں کی بہ نسبت زیادہ حساس ہیں، ان کا کہنا ہے کہ بیت اللہ کی تعظیم کے مسئلہ میں عازم اور غیر عازم دونوں برابر ہیں۔

"ثم الآفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا لقوله عليه السلام: "لا يجاوز أحد الميقات إلا محرما"، لأن وجوب الإحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوي فيه الحاج والمعتمر و غيرهما" (ہدایہ ۱؍۲۱۴)۔

(آفاقی اگر ان (میقات) تک مکہ میں داخل ہونے کے ارادہ سے آیا تو اس پر احرام باندھنا ہمارے نزدیک لازم ہے، خواہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ کرے یا نہ کرے، اس لئے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "کوئی میقات سے بغیر احرام باندھے آگے نہ بڑھے"، اور اس لئے بھی کہ احرام کا وجوب بقعہ شریفہ کی عظمت کے پیش نظر ہے، لہذا اس میں حاجی، معتمر اور دوسرے لوگ برابر ہوں گے)۔

دخول مکہ کے قاصد کے لئے ان تمام مواقیت سے احرام مؤخر کرنا حرام ہے۔

بدایۃ المجتہد میں ہے:

"جو ان دونوں (حج وعمرہ) کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور ان مواقیت سے گزرے تو اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے کہا کہ جو بھی ان سے ہو کر گزرے گا اس پر احرام لازم ہوگا، البتہ جن کی آمد ورفت بکثرت ہوتی ہے، جیسے لکڑہارا وغیرہ (وہ اس سے مستثنی ہیں)، یہی قول امام مالک کا ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ سوائے عازم حج وعمرہ کے کسی پر احرام لازم نہیں ہے" (بدایۃ المجتہد ۱؍۲۳۷)۔

بدایہ کی اس عبارت میں جن لوگوں کے مذہب پر مرور میقات کے لئے احرام کو لازم قرار دیا ہے، ان کے نزدیک بھی "إلا من يكثر ترداده مثل الحطابين وشبههم" کا استثناء

Marfat.com

نقل کیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ مکہ میں رہتے ہیں اور لکڑیاں یا گھاس پھوس لینے حل میں پہنچ جاتے ہیں، یا کسی دوسرے مقصد کے لئے میقات سے ان کو بار بار گزر کر مکہ آنا جانا پڑتا ہے، ایسے لوگ احرام کی پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔

اس کے علاوہ ایک حیلہ بھی فقہاء نے بیان کیا ہے کہ وہ لوگ جن کو میقات سے بار بار تجاوز کرنا پڑتا ہے، لوٹتے وقت آفاق سے بجائے مکہ کے حِل کے کسی مقام کا قصد کریں اور وہاں سے مکہ کا عزم کریں، اس طرح حِل صغیر میں رہنے والوں کی طرح بلا احرام ان کے لئے بھی مکہ میں داخل ہونا درست ہوگا۔ درمختار میں ہے:

"ولو قصد موضعا من الحل كخليص وجدة حل له مجاوزته بلا إحرام فإذا حل به التحق بأهله فله دخول مكة بلا إحرام وهو الحيلة لمريد ذلک" (درمختار ۲/۱۵۴)۔

(اگر حِل کے کسی مقام کا قصد کرے جیسے خلیص اور جدہ، تو اس کے لئے بغیر احرام کے آگے بڑھنا حلال ہے، اس لئے کہ جب وہ وہاں پہنچے گا تو وہ ان کے ساتھ ملحق ہو جائے گا اور مکہ میں بلا احرام داخلہ کی اجازت ہوگی اور یہ ایک حیلہ ہے اس شخص کے لئے جو ایسا کرنا چاہتا ہے)۔

۳-مکی کے لئے تمتع اور قران

تمتع اور قران کی حیثیت شریعت میں رخصت کی ہے، دور دراز سے سفر کر کے آنے والے لوگ عموماً حج وعمرہ کے لئے الگ الگ سفر کے متحمل نہیں ہوتے اس لئے شریعت نے ایک ہی سفر میں دونوں امور کی ادائیگی کی اجازت دی، لیکن اہل مکہ اور داخل میقات کے باشندوں کے لئے یہ پریشانی نہیں ہے، اس لئے اللہ نے "ذلک لمن لم یکن أهله حاضری المسجد الحرام" کے ذریعہ مکی کے لئے تمتع اور قران کی نفی کر دی ہے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب لکھتے ہیں:

Marfat.com

"لمن لم یکن أھلہ حاضری المسجد الحرام" کا یہی مفہوم ہے کہ جس شخص کے اہل وعیال مسجد حرام کے قرب وجوار یعنی حدود میقات کے اندر نہیں رہتے، مقصد یہ ہے کہ اس کا وطن حدود میقات کے اندر نہیں ہے اس کے لئے حج وعمرہ کو اشہر حج میں جمع کرنا جائز ہے" (معارف القرآن ۱ر ۴۸۲)۔

ہدایہ میں ہے:

"ولیس لأھل مکۃ تمتع ولا قران و إنما لھم إفراد خاصۃ خلافا للشافعیؒ ..." (ہدایہ ۱ر ۲۴۳)۔

(اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے نہ قران، ان کے لئے صرف افراد ہے، بخلاف امام شافعیؒ کے، اور ان پر اللہ تعالیٰ کا قول "ذلک لمن لم یکن أھلہ" حجت ہے اور اس لئے بھی کہ تمتع کی مشروعیت دونوں سفروں میں سے ایک کو ساقط کرنے کی سہولت کے لئے ہے اور یہ آفاقی کے حق میں ہے اور جو میقات کے اندر ہے وہ مکی کے حکم میں ہے، اس لئے اس کے لئے نہ تمتع ہے اور نہ قران)۔

۴- مکی پر تمتع اور قران کی صورت میں دم جنایت

اب اگر مکی نے اس وضاحت اور ممانعت کے باوجود قران کیا تو اس پر دم شکر کے بجائے دم جبر لازم آئے گا اور یہ قران بکراہت تحریمہ صحیح ہو جائے گا، لیکن اگر اس نے تمتع کیا تو یہ تمتع علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق منعقد ہی نہیں ہوگا، اس لئے تمتع کی صورت میں دم جبر بھی لازم نہیں آئے گا۔ یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ تمتع کے بطلان سے حج باطل نہیں ہوگا، اس لئے کہ پہلا دوسرے کے لئے لازم نہیں ہے۔ حیات القلوب میں ہے:

"واما عمرہ پس منعقد نمی شود اصلا درحق او....لھذا لازم نہ باشد بروے دم دریں صورت، زیرانکہ دم ازلوازم تمتع است وچوں منتفی گشت ملزوم منتفی گشت لازم" (حیات القلوب ر ۶۸)۔

Marfat.com

(مکی کے حق میں تمتع والا عمرہ اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتا، لہٰذا اس صورت میں اس پر دم لازم نہیں ہوگا، اس لئے کہ دم، تمتع کے لوازمات میں سے ہے اور جب ملزوم منتفی ہوگیا تو لازم بھی منتفی ہو جائے گا)۔

اس صورت میں یہ بات ضرور غور طلب ہے کہ اشہر حج کا عرصہ طویل ہے اور اہل مکہ میقات سے باہر جانے پر مجبور ہیں، اس سلسلہ میں شریعت کے اصول رفع حرج کو دھیان میں رکھتے ہوئے جیسا کہ سوال ۲ کے جواب میں ہدایہ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے، ان حضرات کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے، اس صورت میں اس حیلہ کو بھی کام میں لایا جاسکتا ہے جس کا ذکر سوال ۲ کے جواب میں کیا گیا ہے۔

۵- متمتع کے لئے حج سے پہلے دوسرا عمرہ کرنا

تمتع کا جو طریقہ فقہ کی متداول کتابوں میں مرقوم ہے اس کے پیش نظر اشہر حج میں عمرہ سے فراغت کے بعد اور حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کرنا درست نہیں ہے، مفتی شفیع صاحب نے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آفاقی لوگ جو اشہر حج میں (جو شوال سے ذی الحجہ تک ہے) احرام عمرہ باندھ کر داخل ہوئے اور عمرہ کر کے حلال ہو گئے ان کا یہ عمرہ تمتع کا ہوگا، اس عمرہ کے بعد حج سے پہلے کوئی دوسرا عمرہ یہ نہیں کر سکتے، حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ کر سکتے ہیں۔ البتہ جو آفاقی آدمی اشہر حج سے پہلے یعنی شوال شروع ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ میں عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور عمرہ کر کے حلال ہو گیا، اس کا یہ عمرہ تمتع کا نہیں ہے، اس لئے اس کو شوال شروع ہونے سے پہلے دوسرے عمرے کرنے کا بھی اختیار ہے'' (جواہر الفقہ، بحث مواقیت احرام ۱/ ۴۹۲)۔

۶- رمی میں نیابت

صحت مند عازمین حج کے لئے رمی خود سے کرنا ضروری ہے، بوڑھوں اور معذوروں

Marfat.com

کے لئے نیابت کی اجازت ہے، نیز ضعف جسمانی کی وجہ سے ان کے حق میں محض ازدحام کے خوف سے بھی نائب بنانا درست ہے، فقہاء نے اس سلسلہ میں جو کلیہ ذکر کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ترک واجبات جو عذر من جانب اللہ ہو اس میں کوئی تاوان یا دم نہیں دینا پڑتا ہے اور ازدحام کو ان اعذار میں شمار کیا گیا ہے جو من جانب اللہ ہوتے ہیں، غنیۃ الناسک میں ہے:

''عذر کی وجہ سے واجبات کے ترک سے کچھ لازم نہیں آتا، عذر سے مراد وہ اعذار ہیں جو من جانب اللہ ہوں، اگر من جانب العباد ہوں تو وہ عذر نہیں ہے.... بخلاف اس صورت کے کہ ازدحام کا خوف اسے روک دے، تو یہ بھی منجانب اللہ ہے، اس لئے اس پر کچھ بھی لازم نہیں'' (غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک ۱۳۸)۔

اس بنا پر احقر کی رائے ہے کہ رمی میں محض ازدحام کے خوف سے بھی بوڑھے اور معذور لوگ نائب بنا سکتے ہیں اور اس کی وجہ سے ان پر کوئی دم یا صدقہ وغیرہ لازم نہیں ہوگا، البتہ یہ ان لوگوں کے لئے درست نہیں جو خود سے رمی کرنے اور جمرات تک سخت دشواری اور مشقت کے بغیر جانے پر قادر ہوں۔

۷- ملکی قوانین کی وجہ سے روکے گئے عازمین حج وعمرہ

قرآن کریم کی آیت ''وللہ علی الناس حج البیت من استطاع إلیہ سبیلا'' کی تفسیر میں مفسرین نے استطاعت میں راستے کے پرامن ہونے کے ساتھ حکومتی اجازت اور ویزا کی بھی صراحت کی ہے، اس لئے ایسے لوگ جنہیں کسی وجہ سے سعودی حکومت نے ویزا نہیں دیا یا وہاں رہنے کے باوجود اجازت سے محروم رکھا ان پر حج فرض ہی نہیں ہے، اس لئے ان حضرات کو جو سعودی عربیہ میں رہتے ہیں اور حکومت نے حج وعمرہ کی اجازت نہیں دی ہے، ایسے لوگوں کو سفر حج وعمرہ سے اجتناب کرنا چاہئے۔ البتہ اگر انہوں نے احرام باندھ ہی لیا اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس کر دئے گئے تو یہ محصر کے حکم میں ہوں گے اور ان کو احرام کھولنے کے لئے

Marfat.com

وہی کچھ کرنا ہوگا جو محصر مرض اور دشمن کو کرنا ہوتا ہے، یعنی اسے ہدی بھیجنا ہوگا اور ہدی لے جانے والے سے ایک قرار اور وقت مقرر کرنا ہوگا جس میں وہ ہدی ذبح کیا جائے، ہدی کے ذبح کے بعد محصر حلال ہوجائے گا، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

”وأتموا الحج و العمرة لله، فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى ولا تحلقوا رؤوسكم حتى يبلغ الهدى محله“ (البقرہ/۱۸۶)۔

(اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے پھر اگر تم روک دئے جاؤ تو تم پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے اور حجامت نہ کرواپنے سروں کی جب تک نہ پہنچ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر)۔

البتہ ہدی کا خرید کر دینا ضروری نہیں ہے، بلکہ قیمت بھیج دینا بھی کافی ہے کہ وہاں خرید کر ذبح کر دیا جائے، ہدایہ میں ہے:

”وليس المراد بما ذكرنا بعث الشاة بعينها لأن ذلك قد تعذر بل له أن يبعث بالقيمة حتى تشترى الشاة هنالك وتذبح“ (ہدایہ ا/۲۷۳)۔

(ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس سے مراد بکری کا ہی بھیجنا نہیں ہے اس لئے کہ یہ کبھی دشوار ہوسکتا ہے، بلکہ اس کے لئے اس کی قیمت بھیجنا بھی جائز ہے، تاکہ وہاں وہ خریدی جائے اور ذبح کی جائے)۔

۸- رمی، ذبح اور حلق کے مابین ترتیب کی رعایت

متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کی ادائیگی علی الترتیب ضروری ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کا اتفاق ہے کہ سنت طریقہ تو وہی ہے جو حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں کیا اور جو رمی، ذبح اور حلق کی ترتیب کے ساتھ کتابوں میں مذکور ہے۔

” إن رسول الله ﷺ رمى فى حجته الجمرة يوم النحر ثم نحر بدنة ثم حلق رأسه ثم طاف طواف الإفاضة“ (من حدیث جابر عند مسلم ومن حدیث أنس عند البخاری ومسلم)۔

Marfat.com

(رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج میں قربانی کے دن جمرۃ کی رمی کی، پھر بدنہ کا نحر کیا، پھر اپنا سر منڈایا، اس کے بعد طواف افاضہ کیا)۔

البتہ اختلاف اس باب میں ہے کہ اس ترتیب کے ترک سے کوئی تاوان لازم آئے گا یا نہیں، امام مالک کا قول ہے کہ اگر کسی نے جمرۃ کی رمی سے پہلے حلق کروالیا تو اس پر فدیہ ہے اور اگر ذبح سے پہلے حلق کرلیا یا ذبح رمی سے پہلے کرلیا تو اس پر کچھ فدیہ نہیں۔

"جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی شخص کو فدیہ کا حکم دیا جس نے ضرورتاً محل سے قبل حلق کروایا، تو بھلا بغیر ضرورت حلق محل سے قبل کرانے پر فدیہ کا حکم کیسے نہیں لگے گا، باوجودیکہ حدیث میں رمی جمار سے قبل حلق راس کا ذکر نہیں ہے" (بدایۃ المجتہد ۲/۲۵۷)۔

امام شافعیؒ، ابوداودؒ، اور ابوثورؒ کے یہاں ترتیب کے فوت ہونے سے کچھ بھی واجب نہیں ہوتا، البتہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ترتیب واجب ہے، اسی لئے اگر کسی نے رمی اور نحر سے پہلے حلق کرلیا تو اس پر دم ہوگا اور اگر وہ قارن ہے تو دو دم لازم آئے گا، جبکہ امام زفرؒ کا کہنا ہے کہ اسے تین دم دینا ہوگا: ایک دم قران کا اور دو حلق قبل النحر اور قبل رمی کا۔

جن حضرات کے نزدیک ترتیب واجب نہیں ہے ان کی دلیل عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کی وہ صحیح اور صریح روایت ہے جس میں ترتیب کے ترک پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ولا حرج" ارشاد فرمایا ہے، اور جس کے الفاظ یہ ہیں:

"وقف رسول الله ﷺ للناس بمنى والناس يسألونه فجاءه رجل فقال: يا رسول الله! لم اشعر وحلقت قبل أن أنحر فقال عليه الصلوة والسلام: انحر ولاحرج، ثم جاءه آخر فقال: يارسول الله! لم أشعر فنحرت قبل أن أرمي فقال عليه الصلوة والسلام: ارم ولا حرج، قال: فما يسئل رسول الله ﷺ يومئذ من شئ قدم أو أخر إلا قال افعل ولا حرج" (متفق علیہ)۔

(رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کی خاطر ٹھہرے اور لوگ آپ ﷺ سے سوالات

Marfat.com

کرنے لگے، ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ مجھے نہیں معلوم تھا میں نے نحر سے قبل حلق کروالیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نحر کرو کوئی حرج نہیں، ایک دوسرے صاحب آئے اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نہیں جانتا تھا اس لئے رمی سے قبل نحر کردیا، آپ ﷺ نے فرمایا: رمی کرلے کوئی حرج نہیں، راوی کہتے ہیں کہ اس دن تقدیم و تاخیر سے متعلق جس چیز کے بارے میں بھی دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا: (اب) کرلو کوئی حرج نہیں)۔

ایک دوسری روایت ابن عباسؓ کی ہے جس میں ذبح، حلق، رمی میں تقدیم و تاخیر کی شکل میں آپ ﷺ سے 'لا حرج' کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں:

"إن النبی ﷺ قیل له فی الذبح والحلق والرمی والتقدیم والتأخیر فقال: لا حرج" (متفق علیہ)۔

(نبی ﷺ سے ذبح، حلق، رمی، تقدیم اور تاخیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں)۔

حضرت شیخ الہندؒ نے ان روایتوں کی تاویل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حدیث میں حرج کے معنی ''اثم'' کے ہیں، صاحب قاموس نے بھی یہی معنی ذکر کئے ہیں، اس صورت میں مطلب یہ ہوا ''فلا إثم علیک''۔ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اس حدیث میں وجوب صدقہ کا ذکر نہیں ہے اور اس کے وجوب اور عدم سے حدیث خاموش ہے، فرمایا: کہ عدم واقفیت ابتداء اسلام میں عذر تھا لیکن ہمارے زمانہ میں یہ عذر نہیں ہے، پھر خود راوی حدیث نے وجوب فدیہ کا حکم دیا ہے اور اصول حدیث کے اعتبار سے راوی کا فعل اس کی مرویات کا بیان ہوتا ہے۔

اگر آپ ﷺ کے ارشاد ''لا حرج'' کے پیش نظر فدیہ کا عدم وجوب تسلیم بھی کرلیا جائے جیسا کہ امام شافعیؒ نے سمجھا ہے، تو اس سے مراد زمانہ نبوت ہوگا نہ کہ آج کا، اس لئے کہ نبی ﷺ کا زمانہ ابتداء اسلام کا زمانہ تھا اور اس زمانہ میں جہل قابل اعتبار عذر تھا، ہمارے زمانہ میں ایسا نہیں ہے (تقریر ترمذی)۔

Marfat.com

لیکن ان احادیث کو ہی سامنے رکھ کر امام محمدؒ ترتیب کے ساقط ہونے پر "لاحرج" کے قائل ہیں، اور ان کے نزدیک "لاحرج" کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو آخرت میں کوئی گناہ ہوگا اور نہ دنیا میں کوئی تاوان دینا ہوگا، یہ ترتیب قصداً چھوڑ دیا ہو یا نسیاناً، ان کے نزدیک مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

"قال محمد: وبالحديث الذى روي عن النبى ﷺ نأخذ أنه قال لا حرج في شيئ من ذلك" (مؤطا امام محمد، ۲۳۵)۔

امام ابوحنیفہؒ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا متمتع اور قارن پر ترتیب کو ضروری قرار دیتے ہیں، چنانچہ اگر کسی نے ذبح سے پہلے حلق کرالیا تو اس پر دم واجب ہوگا، مؤطا امام محمد میں ہے:

"وقال أبو حنيفة: لا حرج في شيئ من ذلك ولم ير في شئ من ذلك كفارة إلا في خصلة واحدة المتمتع والقارن إذا حلق قبل أن يذبح قال عليه دم" (مؤطا امام محمد)۔

(امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ان میں سے کسی میں کوئی حرج نہیں اور وہ ان صورتوں میں سے کسی میں کفارہ کے قائل نہیں بسوائے ایک صورت کے، جو متمتع اور قارن کی ہے، جب وہ ذبح سے پہلے حلق کرلے تو فرماتے ہیں کہ اس پر دم ہے)۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اثر ہے، جس میں "من قدم من حجه شيئا أو أخر فليهرق دماً" کے الفاظ آئے ہیں، اسے ابن ابی شیبہ نے "عن طریق مجاہد عن ابن عباس" سند حسن سے روایت کیا ہے، لیکن اس میں ابراہیم بن مہاجر ہیں جو ضعیف ہیں، امام طحاویؒ کی روایت گو ابن ابی شیبہ کی روایت سے سنداً زیادہ بہتر ہے، لیکن اس کے باوجود صحیحین کی "لاحرج" والی روایت کے بالمقابل اسے پیش نہیں کیا جاسکتا، الطریق الرشد میں ہے:

"حافظ ابن حجرؒ نے درایت میں کہا کہ اسے ابن ابی شیبہ نے مجاہد عن ابن عباس کے طریق سے باسناد حسن روایت کیا، پھر فرمایا کہ اس میں ابراہیم بن مہاجر ہیں جو ضعیف ہیں، اس

Marfat.com

کی طحاوی نے ایک دوسرے طریق سے تخریج کی ہے جو ابن ابی شیبہ کی روایت سے احسن ہے، لیکن اس کی معارض وہ روایتیں ہیں جو عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے صحیحین میں مروی ہیں، جس میں تقدیم اور تاخیر کرنے والے سے "افعل و لا حرج" مذکور ہے"۔

ان تمام بحث کو دیکھنے، سند و متن پر غور کرنے، نیز فقہ کے رفع حرج کے اصول کو سامنے رکھ کر یہ بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کہ ترتیب کے ساقط ہونے سے دم لازم نہیں آئے گا اور اس مسئلہ میں امام محمدؒ کے قول پر فتوی دیا جا سکتا ہے۔

۹- حج بدل میں تمتع

حج بدل میں آمر کے حکم اور اجازت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، اسی لئے فقہاء نے حج بدل کے باب میں جن شرائط کا ذکر کیا ہے، اس میں ایک یہ بھی ہے کہ حج بدل کرنے والے کو اس کا حکم دیا گیا ہو یا کم از کم اجازت دی گئی ہو، اگر امر یا اجازت کے بغیر کسی نے حج بدل کر دیا تو فرض کی ادائیگی نہیں ہوگی، اسی طرح اگر ایک شخص نے کسی کو اپنی طرف سے الگ الگ حج و عمرہ کرنے کا حکم دیا اور اس شخص نے دونوں کو ملا کر قران کر لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اس نے حج کرانے والے کے حکم کے خلاف کیا چنانچہ وہ خرچ کا ضامن ہوگا، معلوم ہوا کہ آمر کے حکم یا اجازت کے خلاف کرنے کی صورت میں حج بدل صحیح نہیں ہے، اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ آمر کو چاہئے کہ وہ حج بدل کرنے والے کو عام اجازت دیدے کہ وہ جیسے چاہے حج کرے اور جس طرح چاہے خرچ کرے، اس عمومی اجازت کے نتیجہ میں حج بدل کرنے والا تمتع اور قران سب کر سکے گا۔ قاضی خاں میں امام ابوبکر محمد بن الفضل سے نقل کیا ہے کہ مامور کو عام اجازت دینا مناسب اور بہتر ہے تاکہ حج بدل کرنے والا کسی تنگی، مشقت اور حرج میں مبتلا نہ ہو اور بقیہ مال ورثاء کو لوٹانا واجب نہ ہو۔

"إذا أمر غيره بأن يحج عنه فينبغي أن يفوض الأمر إلى المأمور فيقول

Marfat.com

حجّ عنی بهذا المال کیف شئت إن شئت حجة وإن شئت حجة و عمرة و إن شئت قرانا والباقی من المال لک وصیة کیلا یضیق الأمر علی الحاج ولا یجب ردّ ما فضل علی الورثة" (قاضی خاں برحاشیہ عالمگیری طبع مصر ۱/ ۳۰۷)۔

ارشاد الساری میں ہے:

''آمر کے لئے مناسب ہے کہ وہ معاملہ مامور کے سپرد کردے اور کہے کہ میری جانب سے جیسے چاہو مفرد یا متمتع حج کرو'' (ارشاد الساری مناسک ملا علی قاری ر ۳۰۴)۔

لیکن اگر آمر نے عام اجازت نہیں دی بلکہ صرف تمتع کرنے کی اجازت دی تو اجازت کے پائے جانے کی وجہ سے بلا اختلاف تمتع صحیح ہوگا، ارشاد الساری ہی میں ہے:

"لأن المیت لو أمره بالتمتع فتمتع المأمور صح ولا یکون مخالفا بلا خلاف بین الأئمة الأسلاف" (أیضا)۔

(اس لئے کہ اگر میت نے تمتع کا حکم دیا اور مامور نے بھی تمتع کیا تو صحیح ہے اور وہ بلا اختلاف ائمہ اسلاف مخالف نہیں کہلائے گا)۔

اجازت کی ایک شکل عرفاً بھی ہوتی ہے، ان دنوں چونکہ عام طور پر تمتع ہی معروف ہے، اس لئے اگر آمر نے نہ اجازت دیا ہے اور نہ ہی تمتع سے منع کیا ہے، اس صورت میں عرفاً اجازت متصور ہوگی اور حج تمتع صحیح ہوگا، لیکن بہتر یہی ہے کہ صراحۃً اجازت حاصل کرلیا جائے، اجازت کے باوجود مختار مذہب یہی ہے کہ دم قران، تمتع اور جنایت یہ سب مامور اپنے مال سے ادا کرے۔

"دم القران والتمتع والجنایة علی الحاج إن أذن له الآمر و إلا فیصیر مخالفا فیضمن"۔

البتہ اگر آمر نے مال کے سلسلے میں بھی عام اجازت دے دی ہے تو آمر کے مال سے تمتع کی ادائیگی کی جاسکتی ہے، حج عن المیت کی شکل میں اگر میت کی وصیت کی تکمیل مقصود ہے اور میت نے تمتع کرنے سے صراحۃً منع نہیں کیا ہے تو عرف کا خیال کرتے ہوئے تمتع کرسکتا ہے لیکن

Marfat.com

بہتر افراد ہے، وصیت کے بغیر اگر ورثاء حج بدل کرا رہے ہیں تو یہ حج تبرع من الوارث ہے، اس لئے یہاں آمر ورثاء ہوں گے اور ان کے حکم اور اجازت کا ہی اعتبار کیا جائے گا، لیکن اس صورت میں بھی دم قران، دم جنایت وغیرہ مامور کے ذمہ ہوگا۔ یہاں یہ بات ضرور ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اگر آمر نے صراحۃً قران یا تمتع سے منع کر دیا ہے تو افراد ہی کرنا ہوگا، کسی کی جانب سے کسی شخص خاص کا حج کرنا اس کی مرضی پر منحصر ہے، اب اگر کوئی آمر کی طرف سے حج بدل کو تیار ہو گیا ہے تو اسے ہر حال میں آمر کے حکم کی پابندی کرنی ہوگی، چاہے اسے طویل عرصہ تک احرام کی پابندیوں کو جھیلنا پڑے۔

ایک شبہ جو تمتع کی اجازت دینے پر پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ حج بدل کی شرائط میں فقہاء نے لکھا ہے کہ مامور آمر کے وطن سے حج شروع کرے۔ تمتع کی صورت میں ایسا نہیں ہو پاتا، بلکہ حج مکی ہو جاتا ہے، میقاتی باقی نہیں رہتا، اس سلسلہ میں یہ بات قابل غور ہے کہ حج بدل کرنے والا آمر کی نیابت کر رہا ہے، آمر اگر خود حج کرتا تو اس کے لئے تینوں صورتوں کے اختیار کا حق ہوتا، اور افراد، قران، تمتع جو بھی کرتا درست قرار دیا جاتا، تو بھلا نائب کے لئے تینوں شکلیں کیوں جائز نہیں ہوں گی، رہ گئی بات یہ کہ آمر کے وطن سے حج شروع نہیں کیا گیا تو اس میں حرج ایک تو اس لئے نہیں ہے کہ فقہاء نے اسے شرط لازم نہیں مانا ہے، بلکہ عرفاً وطن سے حج شروع کرنے کی بات کہی ہے، دوسرے یہ کہ اگر اصیل خود میقات میں کسی ضرورت سے پہنچ جاتا اور حج کر لیتا (جیسا کہ سعودی عرب میں مقیم ہندستان سمیت دیگر ممالک کے لوگ کرتے ہیں) تو حج ادا ہو جاتا، باوجودیکہ حج اس کے وطن یا میقات سے نہیں کیا گیا ہے، لہذا اس بنیاد پر حج بدل کرنے والے کا حج بھی باوجودیکہ وہ آمر کے وطن سے نہیں کیا گیا ہے، درست ہوگا، خصوصاً اس شکل میں جبکہ آمر نے تمتع کی اجازت صراحتاً یا سکوتاً دے دی ہو، حضرت مفتی شفیعؒ صاحب نے اس بحث کے سارے دلائل کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد قول فیصل کے طور پر لکھا ہے:

''اگر چہ من حیث الدلیل رجحان اس کا معلوم ہوتا ہے کہ حج بدل میں آمر کی اجازت

Marfat.com

سے قران وتمتع دونوں جائز ہوں اور فقہاء متأخرین میں صاحب لباب اور اس کے حاشیہ جیاب وغیرہ میں اسی کو اختیار بھی کیا گیا ہے، مگر ملا علی قاریؒ اور حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ کا فتوی اس سے مختلف ہے، وہ تمتع کو باذن آمر بھی جائز قرار نہیں دیتے، معاملہ ادائے فرض کا نازک ہے، اس لئے احتیاط لازم ہے، جہاں تک ممکن ہو حج بدل میں افراد یا قران کیا جائے، تمتع نہ کریں، لیکن اس زمانہ میں حج وعمرہ کرنے میں عام آدمی آزاد نہیں کہ جب اور جس وقت چاہیں جاسکیں اور طول احرام سے بچنے کے لئے ایام حج کے بالکل قریب سفر کریں، ہر طرف حکومتوں کی پابندیاں شدید ہیں، اس لئے اگر کسی حج بدل کرنے والے کو وقت سے زیادہ پہلے جانے کی مجبوری ہو اور احرام طویل میں واجبات احرام کی پابندی مشکل نظر آئے تو اس کے لئے تمتع کرنے کی بھی گنجائش ہے" (جواہر الفقہ ۱/ ۵۱۶: حج بدل اور اس کے احکام)۔

احسن الفتاویٰ میں ہے:

"اس زمانہ میں عرفاً آمر کی طرف سے تمتع، قران اور دم شکر کا اذن ثابت ہے، اس لئے صراحۃً ضروری نہیں، مع ہذا صراحۃً اذن حاصل کر لینا بہتر ہے" (احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد ۴/ ۵۲۳)۔

۱۰- حائضہ یا نفساء کے لئے طواف زیارت

طواف کی صحت کے لئے طہارت کو شرط کا درجہ حاصل ہے، کیونکہ بیت اللہ کا طواف نماز کی طرح ہے، سوائے اس کے کہ نماز میں بولنے کی اجازت نہیں ہے، جبکہ طواف میں گفتگو کی جاسکتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الطواف بالبيت صلاة إلا أنكم تتكلمون فيه" (رواہ الترمذی)۔

(بیت اللہ کا طواف بھی ایک (طرح سے) نماز ہے، البتہ تم اس میں بات کر سکتے ہو)۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ جب دوران حج حائضہ ہوئیں، تو آپ ﷺ طواف

Marfat.com

کے علاوہ سارے اعمال حج کی ادائیگی کی اجازت دی اور فرمایا:

"افعلی کما یفعل الحاج غیر أن لا تطوفی بالبیت حتی تطهری" (رواہ البخاری ومسلم)۔

اس زمانہ میں اس کا موقع تھا کہ حائضہ اور نفساء طہارت تک انتظار کرلیں اور پھر طواف زیارت کے بعد واپسی عمل میں آئے، لیکن اب پاکی کا انتظار نا قابل عمل ہے، کیونکہ نہ تو ویزہ کی مدت بڑھانا اپنے بس میں ہے اور نہ واپسی کے لئے مقررہ جہاز کی تاریخوں میں تبدیلی یا دوسرے جہاز میں سیٹ کنفرم کرانے پر اپنا قابو ہے، نفقہ کی قلت بھی انتظار کی اجازت نہیں دیتی، ایسے میں اگر وہ بغیر طواف کے واپس ہوجاتی ہے تو دوبارہ آکر طواف کرنا عام طور پر عدم استطاعت کی وجہ سے حائضہ یا نفساء کے لئے ممکن نہیں، اگر کسی طرح وہ نفقہ پر قابو پالیں تو دسیوں قانونی رکاوٹیں ہیں، مثلاً ہندوستان کو ہی لیجئے اگر طواف کے لئے سفر، حج کے ایام میں کرنے کا قصد ہو تو ایک حج کے بعد دوسرے سفر حج کے لئے پانچ سال کا وقفہ ضروری ہے اور یہ قانون حج بدل کی صورت میں بھی ہے، عمرہ کے ارادہ سے سفر ہو تو وہ بھی آسان نہیں، بہت ساری پابندیوں سے جکڑا ہوا ہے، ایسے میں پانچ سال تک شوہر سے الگ رہنا عملاً ممکن نہیں ہے اور خطرہ ہے کہ عورت گناہ میں مبتلا ہوجائے، ان حالات میں عورت کیا کرے یہ ایک اہم سوال ہے۔

الف، ب- شامی میں اس صورت حال میں بعض محشین کے حوالہ سے ابن امیر حاج کا مسلک نقل کیا ہے کہ اگر وہ پاک نہ ہو اور قافلہ کے ساتھ جانے کا ارادہ کرے اور مسئلہ دریافت کرے کہ وہ اس حالت میں طواف کرسکتی ہے یا نہیں؟ تو اس سے کہا جائے گا کہ مسجد میں داخل ہونا تیرے لئے جائز نہیں ہے، اگر تو داخل ہوکر طواف کرلے تو گنہگار ہوگی البتہ تیرا طواف صحیح ہوجائے گا اور بدنہ لازم آئے گا۔

"لو هم الركب على القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف أم لا قالوا: يقال لها: لا يحل لک دخول المسجد وإن دخلت وطفت أثمت وصح

Marfat.com

طوافک فعلیک ذبح بدنة" (شامی ۲/۱۸۴)۔

ج- اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرنے سے رکن کی ادائیگی ہوجائے گی اور دم میں بدنہ لازم آئے گا، مبسوط سرخسی میں ہے:

"وإن كان طاف للزيارة جنبا حتى رجع إلى أهله فإنه يعود إلى مكة ليطوف طواف الزيارة وإن لم يرجع إلى مكة فعليه بدنة لطواف الزيارة وعلى الحائض مثل ذلك" (مبسوط ۴/۴۱)۔

(اگر جنابت کی حالت میں طواف زیارت کیا اور اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آیا تو اسے طواف زیارت کے لئے مکہ جانا ہوگا، اور اگر مکہ واپس نہیں آیا تو اس پر طواف زیارت کے لئے بدنہ ہے اور یہی حکم حائضہ کے لئے بھی ہے)۔

ہدایہ میں بدنہ کے لزوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے ایسا ہی مروی ہے اور اس لئے بھی کہ جنابت حدث سے غلیظ ہے، حدث میں طواف کرنے سے بکری لازم ہوتی ہے، تو تفاوت کا تقاضہ ہے کہ جنابت میں بدنہ لازم ہو۔

"ولو طاف طواف الزيارة محدثا فعليه شاة ..وإن كان جنبا فعليه بدنة كذا روي عن ابن عباسؓ ولأن الجنابة أغلظ من الحدث فيجب جبر نقصانها بالبدنة إظهاراً للتفاوت" (ہدایہ ۱/۲۵۴)۔

د- اب یہ بدنہ کہاں ذبح کیا جائے گا؟ مکہ مکرمہ میں ہی ضروری ہے یا یہ کہ حرم مکہ سے باہر اور اپنے مقام پر ادا کیا جاسکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ہی ضروری ہے، حرم مکہ سے باہر اور اپنے مقام پر اس دم کی ادائیگی نہیں ہوگی، ہدایہ میں ہے:

"ولايجوز ذبح الهدايا إلا في الحرم لقوله تعالى في جزاء الصيد هديا بالغ الكعبة فصار أصلا في كل دم هو كفارة ولأن الهدى اسم يهدى إلى مكانه ومكانه الحرم" (ہدایہ ۱/۲۸۱، باب الہدی)۔

Marfat.com

(ہدایا کا ذبح حرم کے سوا کہیں جائز نہیں، اس کی وجہ شکار کے جزا میں اللہ تعالیٰ کا قول "هديا بالغ الكعبة" ہے، پس یہ آیت ہر دم کفارہ کے لئے اصل قرار پائے گی اور اس لئے بھی کہ ہدی نام ہے اس جانور کا جسے اپنی جگہ لے جایا جائے اور اس کی جگہ حرم ہے۔

دیگر فقہاء نے بھی عام طور پر "بعث بدنہ" کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بدنہ یا بدنہ کی قیمت بھیجنی ہوگی اور اپنے مقام پر دم کی ادائیگی ناکافی ہوگی۔

۱۱- ایام عدت میں عمرہ وحج کی ادائیگی

سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور وہ اتنی دوری پر ہے کہ "مسيرة ثلاثة أيام" سے کم میں اپنے گھر لوٹ سکتی ہے تو اسے عدت گزارنے کے لئے گھر لوٹ جانا چاہئے، لیکن اگر وہ سفر میں اتنی دور نکل گئی ہے کہ "مسیرۃ ثلاثۃ ایام" کے فاصلہ پر ہے یا اس سے زیادہ پر، تو اسے اختیار ہے، چاہے تو حج کی تکمیل کرے اور چاہے تو لوٹ جائے۔ ہدایہ میں ہے:

"جب عورت اپنے شوہر کے ساتھ مکہ کے لئے روانہ ہو اور وہ اسے غیر مصر میں طلاق ثلاثہ دیدے یا مر جائے تو اگر اس جگہ اور عورت کے مصر کے درمیان تین دن سے کم کی مسافت ہے، تو وہ اپنے مصر لوٹ آئے، اس لئے کہ معنیٰ یہ ابتداء خروج نہیں ہے بلکہ بنا ہے اور اگر مسافت تین دن سے کم کی ہو تو اسے اختیار ہے چاہے تو لوٹ آئے چاہے تو آگے کا سفر جاری رکھے، خواہ اس کے ساتھ ولی ہو یا نہ ہو" (ہدایہ ۱/۴۹، باب العدۃ)۔

اس اقتباس کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر عورت مکہ پہنچ چکی ہے اور وہاں ایسا حادثہ پیش آتا ہے تو اس کے لئے عمرہ وحج کی ادائیگی درست ہوگی، کیونکہ عدت میں سفر سے فوری واپسی ضروری نہیں ہے اور بغیر محرم کے سفر کی ممانعت "مسيرة ثلاثة أيام" پر مبنی ہے، چونکہ وہ مکہ پہنچ چکی ہے اور اب اس کا سفر "مسيرة ثلاثة أيام" سے کم ہے، اس لئے بغیر محرم

Marfat.com

کے بھی حج کی ادائیگی ہو جائے گی، اس کے علاوہ عورت کا یہ سفر بقاءً ہے ابتداءً نہیں، عدت کی حالت میں ابتداءً سفر ممنوع ہے بقاءً نہیں، اسی طرح عورت کا بغیر محرم کے حج کے سفر پر نکلنا غیر شرعی ہے نہ کہ سفر جاری ہونے کے بعد حادثہ کی وجہ سے بغیر محرم کا رہ جانا، البتہ ابھی سفر کا آغاز ہوا ہے، مثلاً گھر سے نکل گئی ہے، لیکن ملکی حد سے باہر نہیں گئی ہے یا رجوع کے لئے ''مسيرة ثلاثة أيام'' سے کم کا فاصلہ ہے تو لوٹ آنا بہتر ہے۔

۱۲- قیام کے لئے پندرہ دن کی نیت ضروری

حج کا سفر کرنے والا ایام حج سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ یوم قیام سے قبل ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے تو وہ مقیم نہیں ہوگا، کیونکہ منیٰ کی آبادی کے متصل ہونے کے باوجود شہر کی حدود الگ الگ ہیں اور منیٰ کو مکہ کے محلہ کی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

۱۳- جماعت و مجمع کی رعایت میں امام مسجد کی اقتدا کرے۔

Marfat.com

حج اور عمرہ سے متعلق کچھ نئے مسائل

مولانا انور علی اعظمی ☆

۱- جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور ضرورت سے حرم مکی کے حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی احرام باندھ ہی کر آگے بڑھنا ہے یا نہیں اس سلسلہ میں فقہاء مجتہدین کے مسالک اور دلائل اس طرح ہیں:

مسلک حنفیہ: حنفیہ کے نزدیک ہر شخص کے لئے چاہے وہ حج وعمرہ کا ارادہ رکھتا ہو یا نہیں بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔

ہدایہ میں ہے: "الآفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد" (ہدایہ ۱/ ۲۱۴)۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے:

"قال رسول الله ﷺ لا يجاوز أحد الميقات إلا محرم" (عینی شرح الہدایہ ۱/ ۱۴۰۴، التعلیق الصبیح ۳/ ۱۷۶)۔

نیز تعلیق صبیح میں ابوالشعثاء سے ابن عباس کا یہ عمل منقول ہے: "عن أبي الشعثاء انه رأى ابن عباس يرد من جاوز الميقات غير محرم" (۳/ ۱۷۶)۔

مسلک مالکیہ: امام مالک نے فرمایا کہ جو شخص مکہ میں بغیر احرام عمداً یا جہالۃً داخل ہو گیا تو اس نے برا کام کیا لیکن اس پر کوئی دم وغیرہ لازم نہیں، عینی میں ہے: "قال مالک من دخل

☆ استاذ دار العلوم مئو یوپی۔

Marfat.com

مكة غير محرم متعمداً أو جاهلا فقد أساء ولا شئ عليه" (عینی شرح ہدایہ ۱/۱۴۰۴)۔

موطا میں ہے: "أخبرنا مالك حدثنا نافع أن ابن عمر اعتمر ثم أقبل إذا كان بقديد جاءه خبر من المدينة فرجع فدخل مكة بغير إحرام" (مؤطا امام محمد/۲۱۹)۔

مسلک شوافع: امام شافعی کے نزدیک مکہ مکرمہ میں حج وعمرہ کے علاوہ دوسرے مقصد سے دخول ہو تو اس پر احرام واجب نہیں، امام نووی نے منہاج میں ایسے شخص کے لئے احرام کو مستحب قرار دیا ہے، اور ایک قول میں امام نووی نے وجوب بھی نقل کیا ہے، اور جس شخص کا دخول بار بار ہوتا ہو جیسے حطاب وصیاد، ان کو وجوب والے قول سے مستثنیٰ کیا ہے۔

"وفي المنهاج للنووي: من قصد مكة غير محرم لاشك أنه يستحب له أن يحرم بحج أو عمرة وفي قول يجب الا يتكرر دخولها كحطاب أو صياد" (عینی ۱/۱۴۰۴)۔

مسلک حنابلہ: اس سلسلے میں حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص مکہ مکرمہ میں بلا ارادہ قتال شرعی یا بلا حاجت متکررہ جانا چاہتا ہو تو اس کے لئے میقات سے بلا احرام جانا جائز نہیں، البتہ جو شخص بلا ارادہ قتال مباح یا حاجت متکررہ کی بنا پر مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہتا ہو تو اس کے لئے احرام باندھنا واجب نہیں: "من دخلها لقتال مباح أو من خوف أو حاجة متكررة كالحشاش و الحطاب ....."

تیسرے اور چوتھے قول کی دلیل:

"إن النبي عليه السلام دخل يوم الفتح مكة حلالا وعلى رأسه المغفر وكذلك أصحابه ولم نعلم أحدا منهم أحرم يومئذ وكذلك روى أن ابن عمر دخلها بغير إحرام، لو أوجبنا الإحرام على كل من يتكرر دخوله أفضى إلى أن يكون جميع زمانه محرما فسقط للحرج"۔

۲- جن فقہاء کے نزدیک حرم مکی میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے خواہ وہ حج و

Marfat.com

عمرہ کی نیت نہ رکھتا ہو، احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہونے کی پابندی ہے جیسے حنفیہ، ان کے نزدیک بھی ایسے لوگوں کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کرنا چاہئے جو تقریباً روزانہ اور کبھی کبھی ایک سے زائد مرتبہ تجارت، ملازمت یا دوسرے مقاصد سے حرم مکی کے اندر آمد و رفت رکھتے ہیں، ایسا نہ کرنے میں مذکورہ بالا لوگوں کے لئے بہت بڑا حرج لازم آئے گا اور حرج کو شریعت میں اٹھا دیا گیا ہے، چنانچہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک میقات کے اندر رہنے والے لوگوں کو مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کی اجازت دفع حرج ہی کی بنیاد پر دی گئی ہے۔ ہدایہ میں ہے:

"ومن كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته لأنه يكثر دخوله مكة وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بيّن" (ہدایہ ۱/ ۲۱۴)۔

علامہ عینی اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے یہ روایت پیش کرتے ہیں: "روی عن ابن عباس أنه عليه السلام رخص للحطابين أن يدخلوها بغير إحرام والظاهر أنهم لا يجاوزون الميقات"۔

لیکن علامہ عینی کے مذکورہ احتمال "والظاهر أنهم لا يجاوزون الميقات" کے بر خلاف (عالمگیری ۲/ ۱۱۳) پر یہ صراحت موجود ہے: "وكذلك الآفاقي إذا صار من أهل البستان كذا في محيط السرخسي" (عالمگیری ۲/ ۱۱۳)۔

۳- مکہ مکرمہ میں مقیم شخص اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اشہر حج شروع ہونے کے بعد عمرہ نہیں کر سکتا یعنی مکی کے لئے تمتع یا قران کی گنجائش نہیں ہے، اور یہی حکم ان تمام لوگوں کا ہے جو مکی کے حکم میں آتے ہیں، فتح القدیر شرح ہدایہ میں حضرت عمر کا یہ قول منقول ہے:

"وصح عن عمر أنه قال ليس لأهل مكة تمتع ولا قران" (فتح القدیر ۲/ ۴۲۸)۔

لیکن اگر مکی یا اس کے حکم میں آنے والا شخص باوجود ممانعت کے تمتع یا قران کرے تو فقہائے حنفیہ کے نزدیک یہ دونوں عمل اس کی طرف سے واقع ہو جائیں گے، البتہ ایسا کرنے کی

Marfat.com

وجہ سے گنہگار ہوگا اور اس کے اوپر دم جبر واجب ہوگا، فتح القدیر (۲/۴۲۸) میں یہ منقول ہے:

"قال فی تحفة: ومع هذا لو تمتعوا جاز وأساؤا. او عليهم دم الجبر"

اور اسی مفہوم کی عبارت (شامی ۲/۲۷۰) میں بھی موجود ہے۔

مکی کے حق میں تمتع اور قران کی ممانعت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

"ذلك لمن لم يكن أهله حاضر ى المسجد الحرام" (بقرہ/۱۹۶)، مکی کے لئے قران اور تمتع کے ممنوع ہونے پر علامہ برہان الدین مرغینانی لکھتے ہیں: "لأن شرعها للترفة بإسقاط إحدى السفرتين وهذا فى حق الآفاقي" (ہدایہ ا/۲۴۳)۔

ملا علی قاری اس مسئلہ میں متوطن مکی اور مکہ مکرمہ میں مقیم شخص کے درمیان فرق کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں متوطن مکی کے لئے تمتع جائز نہیں ہے، ہاں جو شخص مکہ مکرمہ میں مقیم ہو اس کیلئے بعض صورتوں میں تمتع جائز ہے اور اس کا تمتع بالکل صحیح اور سنت کے مطابق ہوگا، اور اس کے اوپر جنایت کا دم نہیں ہوگا بلکہ دیگر تمتع کرنے والوں کی طرح صرف دم شکر واجب ہوگا:

"ولا يبعد أن يفرق بين المكي المستوطن وبين المكي المقيم فيمتنع تمتع الأول دون الثاني" (شرح اللباب/۱۵۴)۔

لہذا اگر مکہ میں اقامت کرنے والا شخص اشہر حج سے پہلے مکہ مکرمہ سے نکلا اور میقات کے باہر جا کر اپنی حاجت پوری کر کے اشہر حج میں عمرہ کے احرام کے ساتھ مکہ آیا اور پھر اسی سال حج بھی کیا تو کوئی حرج نہیں ہے، اس پر دوسرے متمتعین کی طرح صرف دم شکر ہوگا۔

۴- مکی شخص اشہر حج شروع ہونے کے بعد میقات سے باہر جا سکتا ہے اور لوٹنے کے وقت عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ اور اسی سال حج کرنا چاہے تو حج بھی کر سکتا ہے، اس کے لئے اس مسئلہ میں کوئی تنگی اور دشواری نہیں ہے، حنفیہ کے نزدیک اس کا یہ عمل خلاف سنت بھی نہیں ہوگا اور اس پر دم جنایت بھی لازم نہیں ہوگا، یہ تمتع اس صورت میں مسنون ہوگا، اس میں کسی طرح کی کراہت نہیں ہوگی (شرح لباب/۱۵۳)۔

Marfat.com

پھر آگے لکھتے ہیں: ''والمراد بعد لزوم الدم دم الجبر المتفرع علی ترکه السنة لأن دم المتعة سواء یکون شکرا عندنا وجبرا عند غیرنا فهو لازم اتفاقا'' (حوالہ سابق ر ۱۵۳)۔

پھر اس سے آگے ملا علی قاری اپنی اسی شرح میں لکھتے ہیں: ''فمقصوده إن تمتعه حینئذ مسنونا غیر مکروه'' (شرح لباب رص ۱۵۳)۔

الغرض حنفیہ اور دیگر ائمہ کے نزدیک مکی کے لئے جب ایسا کرنے کی گنجائش موجود ہے، حنفیہ کے نزدیک مکی کا یہ تمتع مسنون اور غیر مکروہ ہے، لہذا اس میں تنگی اور دشواری کا کوئی مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا۔

۵-تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کرسکتا ہے، کیونکہ عمرہ ایک مستقل عبادت ہے اور اس کے لئے کسی مہینے اور تاریخ کی قید نہیں ہے، صرف سال کے پانچ دنوں میں جو حج کے مخصوص ایام ہیں عمرہ مکروہ ہے، اور وہ پانچ دن، یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق ہیں۔

متمتع آفاقی عمرہ ادا کر کے حلال ہو جائے گا اور مکہ مکرمہ میں مقیم رہے گا، لہذا حج سے پہلے دوسرے حلال اشخاص کی طرح سارے کام طواف اور عمرہ وغیرہ اس کے لئے جائز ہوگا۔

علامہ ابن نجیم تحریر فرماتے ہیں: ''هذا المتمتع آفاقي غیر ممنوع من العمرة فجاز لها تکرارها لأنها عبادة مستقلة أیضا کالطواف'' (البحر الرائق، نیز دیکھئے: شامی ۲/۲۶۸)۔

علامہ رازی نے حضرت ابن عباس کے واسطے سے حضرت عمرؓ کا ایک اثر نقل کیا ہے:

''عن عبد الله بن عباسؓ قال سمعت عمر یقول: لو اعتمرت ثم اعتمرت ثم اعتمرت ثم حججت لتمتعت'' (أحکام القرآن للجصاص ۱/۲۸۵)۔

Marfat.com

دو عمروں کے درمیان فصل کا مسئلہ

بعض حضرات کے نزدیک ایک سال میں صرف ایک مرتبہ کیا جاسکتا ہے، جیسے حسن بصری، ابن سیرین، امام مالک اور نخعی وغیرہم اسی کے قائل ہیں۔

"قال النخعی: ماکانوا یعتمرون فی السنة إلا مرة ولأن النبی ﷺ لم یفعله" (مغنی ۳؍۲۲۴)۔

صحابہ کرام کے ایک گروہ اور بہت سے تابعین اور فقہاء کے نزدیک ایک سال میں ایک سے زائد عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ قول حضرت علی، ابن عباس، انس، عائشہ، عطاء، طاؤس، عکرمہ اور امام شافعی رحمہم اللہ سے منقول ہے۔

پھر مجوزین کے درمیان دو عمروں کے مابین کتنا فصل ہونا چاہئے اس بابت مختلف آراء ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ماہ میں ایک عمرہ کی اجازت دی ہے۔

حضرت انس ایک عمرہ کے بعد حلق کراتے اور جب بال نکل آتا تو دوسرا عمرہ کرتے، حضرت عکرمہ کی رائے بھی یہی ہے، جبکہ حضرت عطاء کے بقول پے در پے عمرہ غیر مستحب ہے۔

امام احمد کے نزدیک دس دن سے قبل تکرار عمرہ نہیں ہونا چاہئے۔

احناف کے نزدیک آفاقی متمتع اپنی سہولت کے ساتھ حج سے پہلے بار بار عمرہ کرسکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

۶: الف- عمل رمی میں نیابت مریض اور معذور کے لئے درست ہے:

رمی جمرات حج کے واجبات میں سے ایک واجب ہے، بلا عذر اس واجب میں نیابت درست نہیں، حاجی کو حتی الوسع اس کام کو خود انجام دینا چاہئے، البتہ جان کی حفاظت بھی شرع کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد ہے، اس لئے جہاں رمی میں اتلاف جان یا ضرر شدید کا اندیشہ ہو

Marfat.com

نیابت صرف اسی جگہ درست ہوسکتی ہے، بغیۃ المناسک میں رمی کی ادائیگی صحت کی شرائط بیان کرتے ہوئے مصنف تحریر فرماتے ہیں:

"الشرط السادس: أن يرمي بنفسه فلا تجوز النيابة فيه عند القدرة" (بغیۃ المناسک/۱۰۰)۔

معذورین کے لئے نیابت کا جواز مسند احمد اور ابن ماجہ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے:

"وعن جابر رضي الله عنه قال: حججنا مع رسول الله ﷺ ومعنا النساء والصبيان فلبّينا عن الصبيان ورمينا عنهم" (فقہ السنۃ للسید السابق ۱/ ۶۳۳)۔

ب- نیابت الرمی میں معذوری کا معیار

تحدید عذر میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ عذر من جانب العباد کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ اسی عذر کا اعتبار ہوگا جو من جانب اللہ ہو، جیسے محظورات احرام کا ارتکاب کوئی محرم کسی انسان کے مجبور کرنے سے کرڈالے تو اسے گناہ تو نہیں ہوگا لیکن جزاء لازم ہوگی، چنانچہ بغیۃ میں یہ تفصیل مذکور ہے:

"ثم مرادهم بالعذر ما يكون من الله فلو كان من العباد فليس بعذر حتى لو أكره على محظورات الإحرام كالطيب واللبس فيجب عليه الجزاء"۔

نیز اس کی تحدید اس بات سے کی جائے گی کہ وہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو بلکہ اس درجہ کو پہنچ جائے کہ بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو، چنانچہ بغیہ کے اندر اس کی صراحت اس طرح ہے:

"وحد المريض أن يصير بحيث يصلي جالسا لأنه لايستطيع الرمي راكبا ولا محمولا إما لأنه تعذر عليه الرمي أو يلحقه بالرمي ضرر" (بغیۃ المناسک/۱۰۰)۔

Marfat.com

کیونکہ ایسا شخص نہ تو سوار ہو کر رمی کر سکتا ہے اور نہ ہی محمول ہو کر۔ لہذا اس کے لئے رمی متعذر اور دشوار ہو چکی ہے، یا کم از کم اتنی بات تو ضرور ہے کہ رمی کی بناء پر اسے ضرر لاحق ہو سکتا ہے، چنانچہ اگر مریض اٹھا کر رمی کے پاس لے جایا جا سکتا ہے اور رمی کی وجہ سے مرض میں اضافہ کا اندیشہ نہ ہو اور اٹھا کر لے جانے والا موجود ہو یا اجرت پر کوئی آدمی مل جائے اور یہ اجرت پر قادر ہے تو ایسے شخص کی نیابت درست نہ ہوگی (بغیۃ المناسک ر ۱۰۰)۔

عمل رمی میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں

عمل رمی میں مرد عورت دونوں برابر ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ عورتوں کے لئے رات میں افضل ہے، لہذا بغیر عذر کے نیابت عن المرأۃ بھی جائز نہیں ہوگی (حوالہ سابق)۔

ازدحام کے خوف سے رمی میں عورت کی نیابت درست نہیں

رمی میں نیابت مذکورہ تحدید کے ساتھ درست ہے، محض ازدحام کی وجہ سے کسی صحت مند عورت کا دوسرے سے رمی کرانا درست نہیں ہوگا، اور ایسا کرنے کی صورت میں عورت پر جزا لازم ہوگی، چنانچہ بغیہ میں مذکور ہے:

"قد تبين مما قدمنا أنهم جعلوا خوف الزحام عذراً للمرأة ولمن به علة أو ضعف في تقديم الرمي قبل طلوع الشمس أو تأخيره إلى الليل لا في جواز النيابة عنهم لعدم الضرورة فلو لم يرموا بأنفسهم لخوف الزحام تلزمهم الفدية" (بغیہ ر ۱۰۰)۔

۷-حکومت کا حج یا عمرہ سے روکنا بھی احصار ہے

سعودی عربیہ میں رہنے والے غیر ملکیوں کو حج کرنے کے لئے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے، ایسے لوگ اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد پکڑ کر واپس کر دیئے جائیں

Marfat.com

تو وہ بھی محصر ہیں کیونکہ جن اسباب سے احصار متحقق ہوتا ہے ان میں ایک سبب منع السلطان بھی ہے، بغیہ کے اندر مذکور ہے:

"ویتحقق بکل حابس یحبسه ولو بمکة بالاتفاق بین أئمتنا علی الأصح کالکسر والفرج والعرج ومنع السلطان" (بغیۃ المناسک/۱۶۶)۔

محصر کا احصار کس طرح ختم ہوگا

احصار کے بعد احرام سے نکلنے کے لئے محصر پر ضروری ہے کہ کسی شخص کے توسط سے ہدی کا جانور یعنی بڑے جانور کا ساتواں حصہ یا ایک چھوٹا جانور بھیڑ یا بکری حرم میں بھیجے، اور اس کے ذبح کی تاریخ اور وقت کی تعیین کرے، جب اس جانور کے ذبح ہونے کا وقت گذر جائے تو یہ شخص حلال ہو جائے گا، اس سے پہلے محصر حالت احرام میں رہے گا اور محظورات احرام سے بچے گا، البتہ محصر ہدی کے ذبح ہونے سے پہلے احصار کی جگہ میں رہ سکتا ہے اور اپنے اہل وعیال میں بھی جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وأتموا الحج والعمرة لله فإن أحصرتم فما استیسر من الهدی"

شرح اللباب میں ملا علی القاری یہ آیت ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"یجب علیه أن یبعث الهدی لقوله تعالیٰ فیذبح عنه وکیله نیابةً عنه فی الحرم ویجب أن یواعده یوما معلوماً یذبح حتی یعلم وقت إحلاله" (ص/۲۳۶)۔

محصر کے حلال ہونے کے لئے حلق یا قصر ضروری نہیں ہے

محصر کے لئے جانور کے ذبح ہو جانے کے بعد حلق یا قصر ضروری نہیں ہے لیکن اگر کرالے تو یہ بہتر ہوگا، لیکن اس کے علاوہ دوسرے محظورات احرام کے کرنے سے بھی اس کا احرام ختم ہو جائے گا، مثلاً مونچھ مونڈ لے، ناخن تراش لے وغیرہ (شرح اللباب/۲۴۱)۔

Marfat.com

حلال ہونے کے صورت میں محصر پر کیا واجب ہوگا

اگر محصر نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو اس پر ایک عمرہ کی قضا ہے، اگر حج کا احرام باندھا تھا تو اس کے ذمہ ایک حج اور ایک عمرہ ہے، اور اگر قران کی نیت سے احرام باندھا تھا تو اس پر ایک حج اور دو عمرے ہیں۔

۸-رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے یا سنت

فقہ حنفی کے راجح اور مفتی بہ قول میں رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب کو واجب قرار دیا گیا ہے لیکن صاحبین کے یہاں ان امور میں ترتیب ائمہ ثلاثہ کی طرح سنت ہے واجب نہیں، اور ترتیب کے خلاف ہو جانے کی صورت میں دم واجب نہیں ہے، امام ابوحنیفہؒ سے اس مسئلہ میں اس مشہور قول کے علاوہ دوسرے اقوال بھی موجود ہیں، درس ترمذی کے حاشیہ میں کتاب الحجہ علی اہل المدینہ کے حوالہ سے مذکور ہے:

"عن أبی حنیفة فی الرجل یجهل وهو حاج فیحلق رأسه قبل أن یرمی الجمرة أنه لاشئ علیه" (باب الذی یجهل فیحلق رأسه قبل أن یرمی جمرة العقبة)۔

تیسری روایت موطا امام محمد میں "باب من قدم نسکا قبل نسک" کے تحت منقول ہے:

"قال محمد: وبالحدیث الذی روی عن النبی ﷺ ناخذ أنه قال لا حرج فی شئ من ذلک وقال أبو حنیفة رحمه الله لا حرج فی شئ من ذلک ولم یر فی شئ من ذلک کفارة إلا فی خصلة واحدة: المتمتع والقارن إذا حلق قبل أن یذبح قال: علیه دم، وأما نحن فلا نری علیه شیئاً" (بحوالہ درس ترمذی ۳/ ۱۵۲-۱۵۳)۔

Marfat.com

حجۃ الوداع میں اس مسئلہ میں صریح روایتیں ملتی ہیں، ترتیب کے خلاف کرنے والوں نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا لیکن آپ نے جواب میں "لاحرج" فرمایا (التعلیق الصبیح ۳/ ۲۴۲)۔

مختلف صحابہ کے جواب میں یہی جملہ ارشاد فرمانا اور دم کے وجوب کا حکم نہ کرنا اپنے ظاہر کے اعتبار سے وجوب دم کی نفی کرتا ہے، اگر واقعۃً وجوب دم ہوتا تو صریح سوال میں اس کے ذکر سے آپ کا سکوت بڑا تعجب خیز معلوم ہوتا ہے، سائل کے جملہ میں لم اشعر مذکور ہے لیکن فقہ میں یہ بات مسلم ہے کہ عدم علم کی وجہ سے آدمی معذور نہیں مانا جاتا۔

مذکورہ بالا تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حاجی مناسک حج اچھی طرح سیکھے سارا کام مرتب کرے، لیکن اس خاص مسئلہ میں اگر ترتیب بدل جائے اور وہ موجودہ صورت حال میں جس کی تفصیل سوال میں مذکور ہے تو اس پر دم واجب نہیں ہوگا، اور اس مسئلہ میں امام کی دوسری روایت پر جو صاحبین کے قول کے قریب ہے عمل کی گنجائش موجود ہے۔

۹: الف- آج عام طور پر دور دراز سے جانے والے لوگ حج تمتع کرتے ہیں، پھر بھی حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا محض عرف کی وجہ سے تمتع کی تعیین نہیں کرتا، اس کے لئے صریح اجازت کی ضرورت ہے، کسی ایک علاقے کا عرف احکام شرع کو بدلنے کے لئے کافی نہیں ہے (الاشباہ والنظائر/ ۱۱۲)۔

حج فرض میں نیابت کے سلسلہ میں فقہاء حنفیہ نے تقریباً بیس شرطیں ذکر فرمائی ہیں، منجملہ ان شرائط کے ایک یہ بھی ہے کہ مامور سفر کو اسی کام کے لئے خاص رکھے جس کا آمر نے حکم دیا ہے، مثلاً آمر نے حج کا حکم دیا ہے تو مامور بہ پہلے مکہ جا کر حج ادا کرے، اور اگر حج سے پہلے عمرہ کرلے گا تو یہ سفر حج کے لئے نہیں مانا جائے گا۔

ایک دوسری شرط فقہاء نے یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ حج کا حکم دینے کی صورت میں مامور کو میقات آمر سے احرام باندھنا ہوگا، اور تمتع کی صورت میں اس شرط کی خلاف ورزی لازم آئے گی، اس لئے مطلق حج کا حکم دینے کی صورت میں تمتع کرنا آمر کے حکم کی خلاف ورزی ہوگی،

Marfat.com

البتہ آمر کی اجازت کے بعد کوئی حرج نہیں ہے (غنیۃ الناسک ۱۷۹)۔

ہندوستان کے مشہور علماء کرام کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے، مولانا ظفر احمد تھانوی نے "فتوی مظاہر العلوم" میں اس مسئلہ میں آمر کی اجازت کے بعد تمتع کے جواز کا فتوی دیا ہے، مولانا عبدالرحیم لاجپوری "فتاوی رحیمیہ" (۲/۶۰) پر تحریر فرماتے ہیں کہ احوط اور ارجح یہ ہے کہ اجازت کے باوجود تمتع کا احرام نہ باندھا جائے لیکن بہر حال آمر کی اجازت کے ساتھ تمتع کر لینے کی گنجائش ہے۔

ب- صریح اجازت کے بغیر محض اپنی آسانی کی خاطر حج بدل کرنے والے کے لئے درست نہیں ہے۔

ج- اس کا گمان غالب یہ ہے کہ اگر وہ آمر سے اجازت لیتا تو وہ تمتع کی اجازت دے دیتا اس صورت میں مامور کے لئے تمتع کا جواز نکل سکتا ہے، لیکن ہمارے فقہاء کی مذکورہ تفصیل کو ملحوظ رکھتے ہوئے مامور کو چاہئے کہ آمر سے اس مسئلہ کو واضح کرے۔

د- اگرچہ مامور بالحج آمر کی اجازت سے تمتع کرتا ہے پھر بھی اسے دم تمتع اپنے پاس سے ادا کرنا چاہئے، کیوں کہ اس دم کی بنیادی وجہ ایک سفر میں دو عبادتوں کی ادائیگی سے فائدہ اٹھانا ہے اور یہ فائدہ مامور بالحج کو مل رہا ہے، اس لئے بنیادی طور پر دم تمتع بھی اسی کے ذمہ ہے، اِلا یہ کہ آمر نے اس کی بھی اجازت دے دی ہو۔

۱۰- حائضہ اور نفساء کے لئے حیض ونفاس کے دوران طواف زیارت جائز نہیں

الف- سوال میں لکھی ہوئی جملہ پریشانیوں کے باوجود حیض ونفاس کے دوران طواف زیارت جائز نہیں، اگر کرے گی تو گنہ گار ہوگی، ایسی عورت کو حتی الامکان حج کمیٹی کے ذریعہ ویزا بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے، اگر کوئی گنجائش ٹھہرنے کی نہیں نکل سکی اور بغیر زیارت واپس جانے سے حج نامکمل رہ جاتا ہے، دور دراز والوں کے لئے لوٹ کر آنا ایک غیر معمولی مسئلہ ہے،

Marfat.com

اس طرح کی مجبوری میں پھنس کر اگر کوئی عورت حیض ونفاس کے دوران طواف زیارت کر ہی ڈالے تو اگرچہ وہ گنہ گار ہوگی لیکن اس کا رکن ادا ہو جائے گا، اس کے گناہ کا تعلق اللہ رب العزت سے ہے اور انھوں نے ایک ضابطہ بیان کر دیا ہے: "**لایکلف الله نفسا إلا وسعها**" اگر واقعی اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا تو اللہ رب العزت کی ذات سے پوری امید ہے کہ اس کا عذر قبول فرمائیں گے۔

فتح القدیر میں دو وجہوں سے ایسی عورت کے لئے طواف کو ناجائز کہا گیا ہے: ایک تو اس لئے کہ طواف مسجد میں کیا جاتا ہے اور حیض ونفاس کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ طواف بذات خود بھی ایک عمل ہے جو طہارت کا متقاضی ہے، یعنی طہارت واجبات طواف میں سے ہے، لہذا ان دو امور کی وجہ سے ناجائز ہوگا (دیکھئے: فتح القدیر ۲/۴۳۸)۔

ب- اگر کوئی عورت حیض ونفاس کی حالت میں طواف زیارت کر ہی لے تو وہ منہی عنہ ہے اور اس کے ذمہ اعادہ لازم ہے، اگر اعادہ نہ کرسکی تو اس پر دم لازم ہے اور حج مکمل ہو جائے گا، فتح القدیر کی عبارت میں اس کی صراحت ہے:

"**فإن طافت كانت عاصية ولزمها الإعادة فإن لم تعده كان عليها بدنة وتم حجها**" (۲/۴۳۸)۔

علامہ شامی نے ابن امیر الحاج کی منسک کے حوالہ سے اسی طرح کی بات نقل کی ہے (دیکھئے: شامی ۲/۲۵۷)۔

ج- حالت ناپاکی یعنی جنابت، حیض ونفاس میں طواف زیارت کرنے والوں اور کرنے والیوں پر بدنہ کا ذبح کرنا واجب ہوگا، بکرا ناکافی ہوگا، درمختار میں ہے:

"**وتجوز الشاة (في الحج) في كل شئ إلا في طواف الركن جنبا أو حائضا**" (درمختار علی ہامش ردالمحتار ۲/۳۴۳)۔

Marfat.com

د- دم کی ادائیگی حدود حرم مکی میں ہوگی، اپنے مقام پر اسے نہیں ادا کیا جاسکتا، درمختا اور فقہ کی دوسری کتب میں اس کی صراحت موجود ہے: "ویتعین الحرم للکل" (۲/۳۴۴)۔

۱۱- سفر حج یا عمرہ میں محرم کے مرنے پر عورت کب محصر ہوگی اور کب نہیں ہوگی؟

عدت: حج وعمرہ ادا کرنے سے مانع نہیں، عدت طلاق یا وفات میں عورت کے لئے حج اور عمرہ ادا کرنے کی گنجائش موجود ہے۔

اس سلسلہ میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ عمرہ اور حج کے سفر میں شوہر یا دوسرا محرم جو عورت کے ساتھ ہے اگر مرجائے تو عورت محصر ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء کی صراحتیں موجود ہیں، اگر زوج یا محرم کا انتقال ایسی جگہ ہو کہ اس مقام اور مکہ کے درمیان شرعی مسافت کی دوری ہے تو عورت محصر قرار پائے گی اور اس کے لئے آگے جانا ممنوع ہوگا، اور اگر ایسی جگہ انتقال ہوا کہ اس مقام اور مکہ کے درمیان شرعی مسافت کی دوری نہیں پائی جاتی تو عورت محصر نہیں ہوگی اور اس کے لئے حج اور عمرہ کرنا درست ہوگا، بغیۃ المناسک میں ہے:

"ومنه (من الإحصار) موت المحرم للمرأة فی الطریق أو زوجها إذا کان بینها وبین مکة وبلدها أقل منه أو أکثر لکن یمکنها المقام فی موضعها أو قریب منه وإلا فلا إحصار" (ص/۱٦٧)۔

شرح اللباب میں ہے: "السادس موت المحرم أو الزوج للمرأة وزاد فی نسخة أن علی مسیرة سفر من مکة ولا بد من هذا القید علی القول الأصح (شرح اللباب/ ۲۳۳)، اور علامہ شامی نے اسی طرح کی عبارتیں لباب اور بحر کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔

۱۲- مکہ اور منیٰ دو مستقل مواضع ہیں، اگرچہ مکہ شہر کی آبادی بڑھ جانے کی وجہ سے آج درمیان کا خلاء پر ہو چکا ہے، اور ممکن ہے کہ انتظامی امور میں مکہ مکرمہ کو ضلع کا ہیڈ کوارٹر اور منیٰ کو اس

Marfat.com

کا حصہ ہونے کی حیثیت ہو، لیکن فقہاء نے ان دونوں مواضع کو دو الگ الگ آبادیاں تسلیم کی ہیں اور ان کو مکہ کا تابع مانا ہے، فقہاء نے تابع ماننے کے لئے ایک معیار یہ بنایا ہے کہ ایک موضع کے سکان کے لئے جمعہ کی حاضری ضروری ہو اور انہیں جمعہ کے لئے دوسرے موضع میں جانا پڑے، دریافت کرنے پر یہ معلوم ہوا کہ اہل منیٰ جمعہ منیٰ ہی میں پڑھتے ہیں، پہلے منیٰ کوئی مستقل آبادی نہیں تھی اب ایک مستقل آبادی ہو چکی ہے، دوسرے یہ کہ منیٰ جانے والا حاجی ۹/ تاریخ کو عرفات جاتا ہے اور رات مزدلفہ میں گذارتا ہے اور صبح کو منیٰ میں آتا ہے، اس لئے بھی مکہ کے قیام اور منیٰ کے قیام کو الگ الگ حیثیت حاصل ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں:

"وفی المنية والتحفة هذا إذا كان كل واحد منهما أصلاً كمكة ومنىٰ و كالكوفة والحيرة فإذا كان أحدهما تبعا لآخر بأن نوى الإقامة فى المصر وفى موضع آخر تبع لها وهو ما يلزم ساكنيه حضور الجمعة يصير مقيما لأنهما مكان واحد" (عینی ۲/ ۹۲۵)۔

لہذا اگر مکہ میں پندرہ یوم کی اقامت کی نیت ہے تو حج کرنے والا شخص مقیم ہوگا اور اگر مکہ اور منیٰ میں ملا کر پندرہ یوم اقامت کی نیت ہے تو وہ مسافر ہوگا۔

۱۳- حرمین میں رمضان میں وتر کی نماز جماعت سے ہوتی ہے، امام وتر کی دو رکعتوں کے بعد فصل کرتا ہے اور سلام کے بعد ایک رکعت پڑھتا ہے، حنفی مقتدی اس صورت میں کیا کرے۔ درمختار میں فصل کی صورت میں اقتداء کو ممنوع لکھا ہے، لیکن بہر حال مسئلہ مجتہد فیہ ہے، حرمین کی جماعت سے علیحدگی، درمیان صف سے نکلنا، جماعت مسلمین میں اختلاف کی ایک ظاہری شکل کا پیدا ہونا، یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ اس سے اجتناب امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے، حدیث میں اس کی گنجائش موجود ہے، حنفی فقیہ ابو بکر الرازی نے اس کو جائز قرار دیا ہے مبتلیٰ بہ لوگوں سے دریافت کرنے پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ حرمین کی جماعت کی مخالفت یا اس سے علیحدگی ایک مشکل مسئلہ ہے، اس لئے حنفیہ کو حدیث کی گنجائش کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ میں زیادہ

Marfat.com

شدت اپنانا مناسب نہیں معلوم ہوتا، البحرالرائق میں یہ عبارت ملتی ہے۔

"وجوز أبوبكر الرازى ويصلى معه بقية الوتر لأن الإمام لم يخرج بسلامه عنده وهو مجتهد فيه كما لو اقتدت بإمام قد رعف" (البحرالرائق ۳۹/۲)۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا محمد ابوالحسن علی ☆

۱- حج یا عمرہ کی نیت کئے بغیر حدود حرم میں داخلہ

احناف کے نزدیک حج وعمرہ کے علاوہ تجارت اور دیگر حاجات کے لئے بھی حدود حرم میں داخل ہونے کے لئے میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے۔ امام شافعیؒ وامام مالکؒ کے نزدیک بغیر احرام کے دخول جائز ہے، البتہ امام شافعیؒ سے عدم جواز کی روایت بھی مشہور ہے، بعض علماء نے تو جمہور فقہاء ومحدثین کا مسلک عدم جواز کا ثابت کیا ہے، البتہ امام مالکؒ وشافعیؒ سے جواز کی روایت بھی نقل کی گئی ہے۔

دلائل حنفیہ

آیت کریمہ: "**لتدخلن المسجد الحرام إن شاء الله آمنين محلّقين رؤوسكم ومقصرين**"، امام شافعیؒ اس آیت سے عدم جواز ثابت کرتے ہوئے تفصیلی گفتگو فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام ہمیشہ احرام کے ساتھ تشریف لائے ہیں، کسی بھی نبی کے بارے میں بغیر احرام کے آنا ثابت نہیں ہے اور نہ آپ ﷺ (سوائے فتح مکہ مکرمہ کے) بغیر احرام کے داخل ہوئے ہیں۔ ان دلائل کی وجہ سے ہم نے یہ کہا ہے کہ سنت اللہ تعالی کی اپنے بندوں کے بارے میں یہی ہے کہ بندے بغیر احرام کے داخل نہ ہوں اور ہم نے اپنے علماء سے

☆ دار العلوم ماٹلی والا بھروچ۔ گجرات۔

Marfat.com

سنا ہے کہ اگر کسی نے بیت اللہ کی منت مانی تو اس کو حج یا عمرہ کے احرام کے ساتھ آنا ضروری ہے۔

امام شافعیؒ اس کی وجہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے ان ہی دلائل کی وجہ سے احرام کی شرط لگائی جو میں نے ذکر کی، حق تعالی نے بھی دخول حرم کی کیفیت ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام الخ.....قال الشافعیؒ فدل علی وجه دخوله للنسک وفی الأصل وعلی رخصة الله تعالی فی الحرب و عفوه فيه عن النسک"۔

آگے اور وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دلالت ہے اس بات کی طرف کہ مکہ مکرمہ اور دوسرے شہروں میں فرق ہے کہ تمام بلاد اس بات میں یکساں ہیں کہ وہاں بغیر احرام کے داخل ہوتے ہیں اور مکہ مکرمہ اس بات میں منفرد ہے کہ وہاں بغیر احرام کے داخل نہیں ہوسکتے ہیں (کتاب الام ۱۲۱/۲)۔

اس روایت سے اور اس کے بعد والی طویل عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ حنفیہ کی طرح عدم جواز ہی کے قائل ہیں، کیونکہ آگے جو عبارت جواز پر دلالت کرتی ہے اس میں بھی استثنائی شکلیں، مثلا لکڑی چننے والے، ضرورت مند، لڑائی سے بچنے والے وغیرہ کے لئے تاویل کی ہے اور وہ بھی خود امام شافعیؒ کا قول نہیں، بلکہ آپ کے ساتھیوں کا قول نقل کیا ہے:

"إلا أن من أصحابنا من يخص للحطابين، ومن دخلها أياما لمنافع أهلها والكسب لنفسه ورأيت أحسن ما يحمل هذا القول إلى أن انتياب هؤلاء مكة انتياب كسب لا انتياب تبرر، وأن ذلک متتابع كثير متصل فكانوا يشبهون المقيمين فيها"۔

آگے علت ذکر کی کہ یہ غلام ہوں گے جو حج کے سلسلہ میں غیر ماذون ہوں گے۔ پس جبکہ فرض حج غلام سے ساقط ہوسکتا ہے تو احرام بھی ساقط ہو جائے گا (حوالہ بالا ۱۲۱/۲)، مگر ہمارے

Marfat.com

بعض ساتھی لکڑی چننے والوں اور اس میں اس کے باشندوں کے فائدے کے لئے اور اپنی کمائی کے لئے داخل ہونے والوں کے لئے تخصیص کرتے ہیں، میرا خیال ہے کہ اس قول کا سب سے بہتر محمل یہ ہے کہ ان لوگوں کا مکہ آنا کسب کی خاطر ہے، نہ کہ عبادت کی خاطر اور یہ پیہم، کثرت سے اور بار بار پیش آتا ہے تو یہ لوگ وہاں کے مقیم باشندوں کے مشابہ ہوگئے۔

''امام نووی کی کتاب ''المنہاج'' میں ہے: جس نے احرام کے بغیر مکہ کا قصد کیا تو کوئی شک نہیں کہ اس کے لئے حج یا عمرہ میں احرام باندھنا مستحب ہے اور ایک قول کے مطابق واجب ہے، مگر یہ کہ بار بار داخل ہونا پڑتا ہو، جیسے لکڑی چننے والے اور شکاری کے لئے اور مغنی میں ہے امام احمد نے فرمایا: بغیر احرام کے کوئی اس میں داخل نہ ہوگا اور ان ہی سے ایک روایت ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام مستحب ہے'' (النہایہ شرح الہدایہ ۴؍۳۲)۔

نیز احادیث کا عموم ''لا يجاوز أحد الميقات إلا محرما'' (ہدایہ) کوئی شخص احرام کے بغیر میقات سے آگے نہ بڑھے ''لايجاوز الوقت إلا بإحرام'' (مصنف ابن ابی شیبہ طبرانی)، اسی طرح مسند شافعیؒ میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ میقات سے بغیر احرام کے گذرنے والوں کو واپس کرتے تھے، یہی روایت حضرت ابن عباسؓ سے ابن ابی شیبہ اور اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں ذکر کی ہے (إعلاء السنن ۱۰؍۱۸)، اسی طرح ابن الہمام کی فتح القدیر میں ہے۔ یہ تمام روایات منطوقہ اس روایت کے مفہوم مخالف سے استدلال میں اولی ہوں گی جس روایت میں احرام کے لئے حج وعمرہ کا لفظ صراحۃً مذکور ہے، جبکہ اس روایت میں یہ تحقیق بھی باقی ہے کہ وہ راوی کا کلام ہے، یا آپ ﷺ کا کلام ہے، کچھ حضرات نے اس کو راوی کا کلام مانا ہے کہ حدیث مرفوع نہیں ہے، نیز حدیث شریف کے مرفوع تسلیم کرنے کے بعد بھی احادیث منطوقہ کے مقابلہ میں مخالف مفہوم قابل اعتبار نہ ہوگا۔

احناف کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ احرام مقام کی عظمت وشرافت کے پیش نظر ہے اور وہ علت باقی ہے، لہذا احرام لازمی ہوگا، حاجی وغیر حاجی اس میں برابر ہیں (فتح القدیر ۲؍۲۷-۴۲۶)۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "ألا أن مكة حرام منذ خلقها الله تعالى لم تحل لأحد قبلى ولا تحل لأحد بعدى إنما أحلت لى ساعة من نهار ثم عادت حراما إلى يوم القيامة"۔

(خبردار مکہ حرام ہے اس وقت سے جب اللہ نے اس کو پیدا کیا تھا، مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا، صرف میرے لئے دن کے ایک وقت میں حلال کیا گیا اور پھر قیامت تک کے لئے اس کی حرمت واپس ہوگئی)۔

علامہ کاسانی مذکورہ حدیث سے تین طرح استدلال کرتے ہیں: (۱) ألا إن مكة حرام (۲) لا تحل لأحد بعدى (۳) ثم عادت حراما إلى يوم القيامة مطلقا من غير فصل "سے" اور: "روى ابن عباسؓ عن النبى ﷺ أنه قال لا يحل دخول مكة بغير احرام" سے بھی (آپ ﷺ نے فرمایا: بغیر احرام مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں) (بدائع ۲/ ۱۶۴)۔

اسی طرح کے دلائل تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں مذکور ہیں، البتہ اس میں ابن عباسؓ کی روایت ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے: "لا يدخل أحد مكة إلا بإحرام" (تبیین الحقائق ۲/ ۷)، اعلاء السنن میں الفاظ ہیں: "لا يتجاوز أحد المواقيت إلا بإحرام"، بیہقی کے الفاظ: "لا يدخل أحد مكة إلا محرما" ہیں (اعلاء السنن ۱۰/ ۱۷)۔

مجوزین کے دلائل

حدیث شریف کے الفاظ "لمن كان يريد الحجة والعمرة" سے معلوم ہوا کہ حج وعمرہ کے علاوہ کے ارادہ سے آنے والے کیلئے احرام کی ضرورت نہیں ہے، حدیث ابن عباسؓ: "أنه عليه الصلوة والسلام قال: فيهن أى هذه المواضع لهن أى لأهل هذه المواضع و لمن أتى عليهن من غير أهلهن لمن كان يريد الحجة والعمرة" (

Marfat.com

الحدیث متفق علیہ)۔

(آپ علیہ ﷺ نے فرمایا ان مقامات اور ان کے باشندوں کے لئے اور ان مقامات کے باشندوں کے علاوہ ان لوگوں کے لئے جو حج اور عمرہ کے ارادے سے یہاں آئیں)۔

(۲) صحیح مسلم اور سنن نسائی میں ہے: "أنه عليه الصلوة والسلام دخل يوم الفتح مكة و عليه عمامة سوداء بغير إحرام"۔

(آپ علیہ ﷺ مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر مبارک پر کالی پگڑی تھی اور آپ بغیر احرام کے تھے)۔

(۳) حدیث ابن عباسؓ: "لا يجاوز أحد الميقات إلا محرما" میں ایک راوی خصیف کو بعض نے ضعیف کہا ہے۔ "قال الحافظ في الدراية: وفيه خصيف إلى آخره"۔

(۱) دلیل اول کا جواب گذر چکا ہے۔

(۲) فتح مکہ والی روایت کا جواب قائلین عدم جواز یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ آپ علیہ ﷺ کے لئے اس وقت کے ساتھ مختص ہے حکم عام نہیں ہے جیسا کہ روایت کے الفاظ خود دلالت کرتے ہیں: "لا تحل لأحد قبلي ولا لأحد بعدي"۔

امام مالکؒ کا بھی صحیح قول عدم جواز کا ہے: "وزعم ابن عبد البر أن أكثر الصحابة والتابعين على القول بالواجب" (تنظیم الاشتات ۱۶۸/۳) (ابن عبد البر کے خیال میں بھی اکثر صحابہ و تابعین کا قول وجوب کا ہے)۔

مذکورہ نقلیہ وعقلیہ دلائل کے پیش نظر، نیز امام شافعیؒ و امام مالکؒ سے بھی عدم جواز کی روایت کے منقول ہونے کی وجہ سے حنفیہ ہی کے قول کو ترجیح دی جانی چاہئے۔

۲- احناف کا مسلک اس سلسلہ میں وہی ہے جو جواب نمبر ایک میں مذکور ہے، البتہ دفع حرج و دفع مشقت کے لئے امام شافعیؒ و امام مالکؒ کے قول کے مطابق ٹیکسی ڈرائیور،

Marfat.com

ملازمین اور تجارتی کمپنی کے ایجنٹ وغیرہ جن کو بار بار حدود حرم میں آمدورفت کرنی ہوتی ہے، بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اجازت ہونی چاہئے۔

کتب حنفیہ میں بھی میقات کے اندر رہنے والے حضرات کے لئے بغیر احرام داخل ہونے کی اجازت کو حاجت وضرورت پر محمول کیا ہے، ہدایہ میں ہے:

''اور جو میقات کے اندر رہنے والا ہو، اس کے لئے جائز ہے کہ ضرورت کی بنا پر مکہ میں بغیر احرام داخل ہو اور ہر مرتبہ احرام کو واجب کرنے میں واضح حرج ہے، تو یہ مکہ کے باشندوں کی طرح ہو گیا جن کے لئے ضرورت کی بنا پر اس سے بغیر احرام نکلنا اور اس میں داخل ہونا جائز قرار دیا گیا ہے، برخلاف اس کے کہ اگر عبادت کی ادائیگی کی نیت سے داخل ہوا ہو، اس لئے کہ اس کا تحقق کبھی کبھی ہوتا ہے، لہذا کوئی حرج نہیں'' (ہدایہ مع الفتح ۴۲۷/۲)۔

عنایہ میں لکھا ہے: ''والأصل أنه ﷺ رخص للحطابين دخول مكة بغير إحرام'' (عنایہ مع الفتح ۴۲۶/۲)۔

(اصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے لکڑی چننے والوں کے لئے بغیر احرام مکہ میں داخل ہونے کی رخصت دی ہے)۔

علامہ عینیؒ بنایہ شرح ہدایہ میں روایت ذکر کرتے ہیں: ''روى عن ابن عباسؓ أنه عليه الصلوة والسلام رخص للحطابين أن يدخلوها بغير إحرام والظاهر أنهم لا يجاوزون الميقات'' (بنایہ ۳۳/۴، فدل أنه من كان داخل الميقات)۔

الغرض فقہاء حنفیہ نے اہل حل کے لئے بغیر احرام کے دخول کی وجہ حوائج ضروریہ اور رفع مشقت کو قرار دیا ہے اور گذشتہ زمانوں میں حوائج ومسائل محدود تھے جبکہ آج کے ترقی یافتہ دور میں پوری دنیا سمٹ کر ایک شہر بن گئی ہے۔

نیز حنفیہ کے اصول میں ''المشقة تجلب التيسير'' اور ''الحرج مدفوع'' وغیرہ سے اس کی گنجائش نکلتی ہے، لہذا میقات سے تجاوز کرنے کے بعد بھی اشد ضرورت

Marfat.com

اور کثرت سفر والوں کو تو گنجائش دی جائے، مگر جو لوگ بہت کم سفر کرتے ہوں وہ اس گنجائش سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں کیونکہ میقات سے احرام کے ساتھ گذرنے کی روایات بہت موکد و مسلسل ہیں جن کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

۳- مکی کا تمتع اور قران کرنا

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

"اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے اور نہ قران، بلکہ ان کے لئے صرف افراد ہے، برخلاف امام شافعیؒ کے، سورہ بقرہ کی اس آیت سے ان کے خلاف دلیل ملتی ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے" یہ (رعایت) ان لوگوں کے لئے ہے جن کے اہل وعیال مسجد حرام کے پاس رہنے والے نہ ہوں" اور اس لئے کہ اس کی مشروعیت ترفہ کے لئے دونوں سفروں میں سے کسی ایک کے اسقاط پر ہے، یہ دور کے رہنے والے (آفاقی) کے حق میں ہے، جو میقات کے اندر ہو وہ مکی کے درجہ میں ہے، یہاں تک کہ اس کے لئے نہ تمتع ہوگا اور نہ قران" (ہدایہ کتاب الحج ۱/ ۲۶۳)۔

درمختار میں ہے: "**والمكي ومن في حكمه يفرد فقط ولو قرن أو تمتع جاز وأساء وعليه دم جبر ولا يجزيه الصوم ولو معسرا**"۔

(مکی اور جو اس کے حکم ہے صرف افراد کرے گا اور اگر اس نے قران یا تمتع کر لیا تو جائز ہے اور اس نے غلط کیا، اور اس کے ذمہ تلافی کا دم لازم ہوگا، اور اس کے لئے روزہ کافی نہ ہوگا، خواہ تنگدست ہی ہو)۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

"یہ اس وقت ہے جب وہ مقیم ہو، تو اگر وہ کوفہ کی طرف نکل گیا اور اس نے قران کر لیا تو درست ہے بغیر کسی کراہت کے، اس لئے کہ اس کا عمرہ اور حج دونوں میقات سے جڑے ہوئے ہیں، تو یہ آفاقی کی طرح ہو گیا، محبوبی کہتے ہیں: یہ اس وقت ہے جب اشہر حج سے پہلے کوفہ کی

Marfat.com

طرف نکل گیا ہو اور اگر اس کے بعد نکلے تو اسے قران سے روکا جائے گا، لہذا وہ میقات سے نکلنے کی وجہ سے متغیر نہ ہوگا اور قران کی قید اس لئے ہے کہ اگر اس مکی نے اسی سال اشہر حج میں عمرہ کیا تو وہ متمتع نہ ہوگا، اس لئے کہ وہ دو عبادتوں کے درمیان اپنے گھر والوں میں جاکر آرام کر کے حلال ہو گیا، اگرچہ ہدی ساتھ نہیں لے گیا، اسی طرح اگر لے گیا تو وہ متمتع نہ ہوگا" (شامی ۲؍۲۱۴)۔

حاصل یہ کہ علامہ شامیؒ کی تحقیق (بحوالہ مبسوط) کے مطابق یہ لوگ قران کر سکتے ہیں، تمتع نہیں کر سکتے، قران کے لئے البتہ یہ شرط ہے کہ وہ اگر اشہر حج سے پہلے میقات سے باہر (کوفہ وغیرہ) گیا، تو مثل آفاقی ہونے کی وجہ سے قران صحیح ہے اور اگر اشہر حج میں گیا تو اب قران سے بھی روکا جائے گا۔

تمتع کے سلسلہ میں یہ وضاحت ہے کہ اگر متمتع عمرہ سے فارغ ہو کر اپنے گھر چلا گیا اور ساتھ میں ہدی نہیں لایا تو تمتع باطل ہے، کیونکہ اس نے دو عبادتوں کے درمیان اپنے گھر والوں میں جاکر آرام و راحت حاصل کر لی اور اس سے تمتع باطل ہو جاتا ہے، امام طحاویؒ نے احکام القران میں حضرت سعید بن المسیبؒ، عطاء ابن ابی رباحؒ، مجاہدؒ، اور ابراہیم نخعیؒ سے روایت کی ہے کہ متمتع عمرہ سے فراغت کے بعد اگر گھر لوٹ جائے تو اس کا تمتع باطل ہو جاتا ہے، البتہ حضرت حسنؒ کے نزدیک وہ متمتع باقی رہتا ہے (بنایہ شرح ہدایہ، ۲۲۶)۔

فقہائے کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکی نے تمتع یا قران کیا تو بکراہت تحریمی صحیح ہو جائے گا اور اس پر دم شکر کے بجائے دم جبر واجب ہے، لہذا وہ خود نہیں کھا سکتا، مگر علامہ شامیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ صحت مع کراہت تحریمی صرف قران کے لئے ہے اور مکی کا تمتع منعقد ہی نہیں ہوتا اس لئے تمتع کی صورت میں دم جبر واجب نہیں، البتہ بطلان تمتع سے بطلان حج کا وہم نہ ہو۔

مکی کو تمتع و قران سے منع کرنے کی وجہ عند الاحناف معلول بعلت ہے، اسی وجہ سے وہ علت "الترفه باسقاط إحدى السفرتين" ختم ہونے کی صورت میں (مثلاً مکی کے میقات کی

Marfat.com

طرف سفر کر کے واپسی میں) قران کرنا صحیح ہو جاتا ہے: "لأن عمرته وحجته ميقاتيان فصار بمنزلة الآفاقي" علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"غالباً اس کی صورت یہ ہے کہ مشروع قران وہ ہے جو حج اور عمرہ کے لئے ایک ساتھ احرام باندھنے کے ساتھ ہو اور المام صحیح وہ ہے جو عمرہ کے احرام اور حج کے احرام کے درمیان ہو، اور یہ تمتع میں ہوتا ہے قران میں نہیں، اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ مکی کا تمتع باطل ہے اس کا قران نہیں، یہ تیسرا قول ہے، میں نے اس کی صراحت کرنے والا نہیں پایا، لیکن اس پر بدائع کی وہ تصریح دلالت کرتی ہے جو مکی کے تمتع کے عدم تصور سے متعلق ہے" (شامی ۲/ ۲۱۴، ۲۱۵، دیکھئے: فتح القدیر ۳/ ۱۵-۱۷)۔

الغرض علامہ ابن ہمامؒ و علامہ شامیؒ کے طویل محققانہ کلام کا حاصل یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمتع و قران سے مکی کو روکا جائے، البتہ المام و عدم المام کی قید سے اور اس پر دم جبر کے وجوب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ قران و تمتع کرلے تو ادا ہو جائے گا اور پھر تمتع کے سلسلہ میں بقول علامہ شامیؒ بحوالہ بدائع صاحب بدائع حاکم کی تصریح کے مطابق ان کا تمتع ہی ادا نہیں ہو رہا ہے، نیز قران کا صحیح ہونا اور تمتع کا صحیح نہ ہونا بھی تمتع کے ادا نہ ہونے کی طرف مشیر ہے۔

۴- ماقبل کی طویل گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مکی کا تمتع ہی باطل ہے تو ملزوم کے باطل ہونے سے بقول علامہ سندھیؒ لازم یعنی دم جبر بھی باطل ہو جائے گا، لہذا سوال میں مذکور صورت میں اس کا میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کرنے سے اس پر دم جبر لازم نہیں ہوگا اور ظاہراً چاہے اس کو تمتع کہا جائے لیکن وہ صحیح نہ ہوگا، نیز تمتع و قران سے بالارادہ (اور وہ بھی معلول بعلت) روکا ہے اور مذکورہ صورت میں اضطراراً اس کو عمرہ کرنا لازم آتا ہے، علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

"اور کہا جاتا ہے کہ اس سے مطلقاً ممانعت کا خطاب متعلق نہیں ہے، بلکہ اس صورت سے متعلق ہے جب وہ مکہ میں ہو اگر وہ آفاق کی طرف نکل گیا تو وہاں کے باشندوں سے ملحق ہو گیا، اس لئے کہ معروف ہے کہ جو کسی جگہ پہنچ گیا تو وہ وہاں کے باشندوں سے ملحق ہو گیا، جیسے

Marfat.com

آفاقی جب وہ بنی عامر کے باغ کا قصد کرے یہاں تک کہ اس کے لئے مکہ میں بغیر احرام داخل ہونا جائز ہے وغیرہ ذلک، اس کلیہ کی بنیاد یہ اجماع ہے کہ آفاقی جب اشہر حج میں عمرہ کی نیت سے مکہ آئے تو اس کا احرام حج حرم سے ہوگا، اگرچہ مکہ میں صرف ایک ہی روز قیام کرے، اس وقت مصنف کے اپنے کلام کو مطلق رکھنے کا مطلب ہوگا کہ انہوں نے ایک صورت مراد لی ہے" (فتح القدیر ۳/ ۱۴-۱۵)۔

ان دونوں مثالوں اور قاعدے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ میقات سے باہر جانے کی وجہ سے مکی ہی نہیں رہا بلکہ آفاقی ہوگیا اور آفاقی کے لئے تمتع یا قران کرنا بلا کراہت جائز ہے، لہذا اب اس پر دم جبر کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جواب:۵-حج کا احرام باندھنے سے پہلے متمتع کیلئے مزید عمرہ کرنے کی گنجائش ہے، کیونکہ جن ایام میں عمرہ کرنے سے روکا گیا ہے وہ ایام تشریق ویوم ترویہ ہیں۔

راجح قول یہی ہے کہ متمتع آفاقی یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق کے علاوہ باقی دنوں میں نفلی عمرہ بدون حرج کرسکتا ہے (غنیۃ المناسک)، مصنف ارشاد الساری شیخ عبدالغنی تحریر فرماتے ہیں: ناواقف متمتع حجاج کو جاہل معلم نفلی عمرہ سے روکتے ہیں، یہ حالت ہے غریب ناواقف حجاج کی کہ ایسی عبادتوں سے محروم رہتے ہیں، جس کو وہ لوگ اپنے وطن میں نہیں کرسکتے، ایک بڑی عبادت سے محروم رہتے ہیں (۱۹۴)، لہذا عمرہ کرنے میں حرج نہیں، جائز ہے، احقر کا عمل یہی ہے (عبد الرحیم فتاوی رحیمیہ ۲/ ۷۲)۔

۶-مرد، عورت، بیمار، ضعیف سب خود اپنے ہاتھ سے رمی کریں، کسی کو نائب بنا کر رمی کرانا بغیر عذر شرعی جائز نہیں ہے، اور عذر معتبر صرف ایسی بیماری یا کمزوری ہے جس کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہو، یا جمرات تک سوار ہوکر پہنچنے میں بھی سخت تکلیف ہو، یا مرض کے شدت اختیار کرنے کا قوی اندیشہ ہو، یا پیدل چلنے پر قدرت نہیں اور سواری ملتی نہیں، ایسا شخص معذور ہے، وہ اپنی طرف سے دوسرے آدمی کو نائب بنا کر رمی کراسکتا ہے (غنیۃ ۱۰۰ بحوالہ احکام حج مفتی شفیع صاحب)۔

Marfat.com

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

"رمی میں ان کے لئے جو مرض یا حبس، یا بوڑھاپے اور اگر عورت ہو تو حمل کی وجہ سے خود سے رمی کرنے سے معذور ہوں، نیابت جائز ہے، چنانچہ مریض کے لئے کسی ایسی بیماری کی بنا پر انابت جائز ہے، جس کے ختم ہونے کی امید رمی کے وقت کے ختم ہونے سے پہلے نہ ہو، محبوس، کبیر السن اور حاملہ کے لئے یہ صورت ہے کہ ان کی طرف سے ایسے لوگوں کو وکیل بنایا جائے گا جو ان کی طرف سے رمی کریں، کئی اشخاص کی طرف سے بھی توکل جائز ہے بشرطیکہ وکیل سب سے پہلے اپنی طرف سے تینوں کنکریاں مارلے" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳؍ ۱۹۳)۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: "ومن کان مریضاً لا یستطیع الرمی یوضع فی یده ویرمی بها أو یرمی عنه غیره وکذا المغمی علیه" (فتح القدیر ۲؍ ۴۹۸، دیکھئے: بدائع ۲؍ ۱۳۷، الہندیہ ۱؍ ۲۳۶)۔

(اور جو مریض ہو اور رمی پر قادر نہ ہو، اس کے ہاتھ میں کنکریاں رکھی جائیں گی اور وہ خود سے رمی کرے گا، یا اس کی طرف سے کوئی دوسرا رمی کردے گا، یہی صورت بیہوش آدمی کے لئے بھی ہے)۔

نیابت کے لئے محض ازدحام عذر نہیں، لہذا جو لوگ دس ذی الحجہ کو طلوع آفتاب سے زوال تک ازدحام کی وجہ سے رمی نہ کرسکیں اور زوال کے بعد یا غروب آفتاب کے بعد رمی کرنے پر قادر ہوں ان کے لئے کسی کو نائب بنا کر رمی کرانا جائز نہیں، وہ گیارہ ذی الحجہ کی صبح سے پہلے خود رمی کریں۔

البتہ ازدحام مکروہ اوقات میں رمی کی گنجائش وجواز کے حق میں عذر ہے، لہذا اس کی وجہ سے مکروہ اوقات میں عورت، بیمار، اور ضعیف آدمی کے لئے رمی کرنا درست اور جائز ہے۔

لیکن نیابت کا عذر نہ ہونے کی صورت میں محض ازدحام کی وجہ سے کوئی رمی نہیں کرے گا، تو اس پر دم واجب ہوگا، چاہے ایک دن کی رمی نہ کرے یا تینوں دنوں کی رمی نہ کرے،

Marfat.com

دم ایک ہی واجب ہوگا۔ وہ روایات جن سے مکروہ اوقات میں ضعفاء اور عورتوں کے حق میں فقہاء کرام نے گنجائش نکالی ہے، ابن ہمام نے نقل کیا ہے:

(۱) ''ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی عورتوں کو حکم دیتے تھے..... جمعہ کی صبح کو کہ ابتدائے فجر کے اندھیرے ہی میں افاضہ کرلیں اور رمی نہ کریں مگر صبح کے وقت''۔

(۲) ''كان رسول الله ﷺ يقدم ضعفاء أهله بغلس و يأمرهم أن لا يرموا الجمرة حتى تطلع الشمس''۔

صاحب ہدایہ نے شوافع کی موید ایک روایت ذکر کی ہے: ''إن النبي ﷺ رخص للرعاء أن يرموا ليلا''۔

(بے شک نبی ﷺ نے چرواہوں کو رخصت دی کہ وہ رات ہی میں رمی کرلیں)۔

ابن ہمام دارقطنی سے ضعیف سند کے ساتھ اس میں زیادتی نقل کرتے ہیں:

''وأية ساعة شاء وأمن النهار. و حمله المصنف على الليلة الثانية والثالثة لما عرف أن وقت الرمي كل يوم إذا دخل من النهار إمتدا إلى آخر الليلة التي تتلو ذلك النهار فيحمل على ذلك'' (فتح القدیر ۲/۵۰۰)۔

(اور دن کے جس حصے میں چاہیں۔ مصنف نے اس کو دوسری اور تیسری رات پر محمول کیا ہے، اس لئے کہ معلوم ہے کہ ہر روز رمی کا وقت دن کے دخول سے اس دن کے بعد میں آنے والی رات کے آخری حصہ تک ممتد ہوتا ہے تو اس کو اسی پر محمول کیا جائے گا)۔

۷- احصار: سعودی میں رہنے والے غیر ملکیوں کو حالت احرام میں حرم سے واپس کرنا۔

احصار کے سلسلہ میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک احصار صرف دشمن ہی سے ہوگا، بیماری وغیرہ سے نہیں ہوگا: ''قلت وهذا قول مالك والشافعي وإسحاق وأحمد في رواية'' (بنایہ ۴/۳۸۶)۔

Marfat.com

حنفیہ کے نزدیک ہر وہ شخص جو احرام باندھے پھر اس کو احرام کے مقضیات پر عمل کرنے سے روکا جائے، دشمن، بیماری، قید، عضو کا ٹوٹ جانا، یا اس کے علاوہ کوئی بھی مانع ہو (بدائع ۲/۱۷۵، بنایہ ۴/۳۸۶)۔ اس عموم کی وجہ سے عندالاحناف سعودی میں رہنے والے غیر ملکی کو رہنا بھی احصار میں سے شمار کیا جائے گا۔

البتہ اگر قارن، یا مفرد طواف، یا وقوف دونوں میں سے کسی ایک پر قادر ہے تو محصر نہ ہوگا، اگر وقوف عرفہ کر لیا اور طواف زیارت سے روک دیا گیا، تو اس کا حج ہو گیا، بال منڈوا کر احرام کھول دے، لیکن جب تک طواف نہ کرے گا عورت حلال نہ ہوگی اور طواف زیارت جب چاہے کر سکتا ہے، لیکن ایام نحر گذرنے کے بعد کرے گا تو ایک دم تاخیر کا واجب ہوگا اور اگر صرف وقوف سے روکا گیا تو جب تک حج کا وقت باقی ہے انتظار کرنا چاہئے جب حج فوت ہو جائے تو عمرہ کے افعال کر کے حلال ہو جائے۔

الغرض احصار میں عرفات اور طواف دونوں سے، یا رکن عمرہ یعنی طواف سے روکنا ضروری ہے، احصار کے بہت سارے اسباب کتب فقہ میں مذکور ہیں، ان میں بادشاہ کا منع کرنا بھی ہے جو غیر ملکی پر صادق آتا ہے۔

محصر کا حکم

جب اسباب احصار میں سے کوئی سبب کسی میں پایا جائے تو وہ شرعاً محصر ہوگا، اس کو اولاً اس مانع کے زوال کا انتظار کرنا ہے اور حج یا عمرہ کرنا ہے، اگر مانع دور ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے، مثلاً حکومت نے واپس ہی کر دیا تو اب اگر صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے تو کسی شخص کو ایک دم یا دم کی قیمت دے دے تاکہ وہ حرم میں جا کر ذبح کر دے اور تاریخ اور وقت متعین کر دے۔

محصر کو احرام کھولنے کے لئے بال کٹانے یا منڈوانے کی شرط نہیں ہے، ذبح کے وقت

Marfat.com

مقرر پر صرف ذبح ہی سے حلال ہو جائے گا، البتہ منڈوانا مستحسن ہے، اب اگر قارن ہے تو دو دم واجب ہوں گے۔

اگر وقت مقررہ سے پہلے حلال ہوگیا یعنی وقت مقررہ سے پہلے کوئی فعل موجب جنایت کرلیا یا معلوم ہوا کہ ذبح حرم میں نہیں ہوا ہے تو کفارہ جنایت واجب ہوگا۔

دم احصار ایام نحر میں ذبح کرنا شرط نہیں، البتہ حرم میں ذبح ہونا شرط ہے (بدائع ۱۷۹/۲) اور احصار دور ہونے کے بعد اس کی قضاء کرنا لازم ہے اور یہ وجوب قضا ہر محصر پر ہے، خواہ حج فرض ہو یا نفل، اپنا حج ہو یا حج بدل، حج صحیح ہو یا فاسد، دم احصار کے بدلہ میں روزہ رکھنا یا صدقہ دینا کافی نہیں، مذہب مشہور یہی ہے، لیکن امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ اگر ہدی نہ ملے تو اس کی قیمت لگا کر ہر مسکین کو نصف صاع صدقہ دے دیا جائے، اگر صدقہ بھی نہ دے سکتا ہو تو ہر نصف صاع کے بدلہ ایک روزہ رکھے پھر حلال ہو جائے، ضرورت شدیدہ کے وقت اس پر عمل کی گنجائش ہے۔

احصار کے دو حکم اصلی ہیں: (۱) احرام سے حلال ہونے کے جواز کی شکلیں (۲) وجوب قضاء "فالإحصار يتعلق به أحكام لكن الأصل فيه حكمان أحدهما جواز التحلل عن الإحرام والثاني وجوب قضاء" (بدائع ۱۷۷/۲، بنایہ ۳۸۶/۴-۳۹۴)۔

۸- متمتع وقارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے، جبکہ دیگر ائمہ، نیز صاحبین کے نزدیک سنت ہے، تفصیل مذاہب یہ ہیں: امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق واجب ہے، نیز امام شافعیؒ کے دوسرے قول کے مطابق مستحب ہے، اگر نحر پر حلق کو مقدم کیا تو جائز ہے اور کوئی چیز واجب نہیں ہوگی "هذا عند الشافعيؒ وكذا عند الصاحبين" اور اگر رمی پر حلق کو مقدم کیا تو امام شافعیؒ وامام مالکؒ کے نزدیک دم لازم ہوگا، امام احمدؒ کے نزدیک کسی کو بھی کسی پر مقدم کیا سہواً یا جہالت کی وجہ سے تو کوئی چیز واجب نہیں اور عمداً کیا ہے تو امام احمدؒ کے نزدیک وجوب کے سلسلہ میں دو روایتیں ہیں، امام

Marfat.com

ابوحنیفہؒ کے نزدیک سہو جہالت وعمد سب صورتوں میں تقدیم وتاخیر کی وجہ سے دم واجب ہوگا (النہایہ شرح ہدایہ ۴/۲۹۵)۔

وجوب ترتیب کے دلائل ذکر کرتے ہوئے علامہ ظفر احمد عثمانیؒ روایت کے الفاظ یوں نقل کرتے ہیں:

"عن انسؓ أن النبی ﷺ أتی منی فأتی الجمرة ورماها ثم أتی منزله بمنی فنحر ثم قال للحلاق خذ وأشار إلی جانبه الأیمن، ثم الأیسر أخرجه الخمسة" (ہدایہ/۱۹۸)۔

(حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ منیٰ آئے اور جمرہ آئے اور وہاں رمی کی، پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر آئے اور قربانی کی، پھر نائی سے کہا اپنے دائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے اسے لے لو، پھر اسی طرح بائیں طرف کے بارے میں ارشاد فرمایا)۔

اس حدیث شریف میں "الفاء" اور "ثم" کا استعمال ہوا ہے اور اصول کی کتابوں میں ان کو ترتیب کے لئے مانا گیا ہے، جس سے ان افعال کا مرتب ہونا ثابت ہوتا ہے اور کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اولاً جمرہ کی رمی فرمائی، پھر ذبح، پھر حلق فرمایا اور آپ ﷺ نے فرمایا: "**خذوا عنی مناسککم**" (مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو)۔ لہٰذا یہ تینوں کی ترتیب پر دلالت کرتا ہے اور جب تک کوئی دلیل عدم وجوب پر دلالت نہ کرے ترتیب ثابت رہے گی، غرض جو روایت عدم ترتیب کے قائلین ذکر کرتے ہیں جس میں آپ ﷺ سے ایک صحابیؓ نے آکر عرض کیا کہ میں نے ذبح سے پہلے حلق کرلیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "**اذبحوا ولا حرج**" پھر دوسرے صحابی نے آکر عرض کیا میں نے رمی سے پہلے ذبح کرلیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "**ارم ولا حرج**" (متفق علیہ) دوسری روایت میں اسی طرح کے تقدیم و تاخیر والے اعمال کے سوال کے جواب میں ہر مرتبہ میں "**افعلوا ولا حرج علیکم**" فرمایا تو ان روایات میں گناہ کی نفی ہے، کیونکہ یہ عمل نسیاناً غیر شعوری طور پر ہوا تھا۔

Marfat.com

یہ حدیث صراحۃً اثم کی نفی کرتی ہے اور دم اور اعادہ کا ذکر نہ ہونا عدم وجوب پر دلیل نہیں ہے، کیونکہ اسی روایت کے ایک روای حضرت ابن عباسؓ عدم ترتیب کی صورت میں دم لازم کرتے ہیں اور اباحت کے معنی مراد نہیں لیتے، نیز حدیث شریف میں طواف سے قبل سعی کرنے کے سلسلہ میں بھی "فلا حرج" کا لفظ ہے، حالانکہ تمام علماء کا طواف سے پہلے سعی کے باطل ہونے پر اتفاق ہے اور طواف کے بعد اس کا اعادہ لازمی ہے، لہذا نفی حرج سے نفی اثم مراد لیا جائے نہ کہ نفی اعادہ اور نفی دم مراد ہوگا۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ کا کثرت سے تقدیم وتاخیر کے سلسلہ میں سوال کرنا ہی حضرات صحابہ کرامؓ کے نزدیک اس کے واجبی ہونے کی دلیل ہے، اس کے جواب میں آپ ﷺ کا "فلا حرج" فرمانا ان کو تسلی دینے کے لئے تھا نہ کہ وجوب دم کی نفی کے لئے، کیونکہ حضرات صحابہ کرامؓ کی یہ شان تھی کہ غیر واجبی چیز کے بارے میں کثرت سے سوال کیا کرتے (اعلاء السنن ۱۰/۱۶۰)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایتؓ ہے: "من قدم شيئا من حجه أو أخره فليهرق لذلك دما، وهذا مسند صحيح على شرط مسلم" (الجوہر النقی ۱/۷ ۳۴)۔

(جس نے اپنے حج میں سے کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کیا تو وہ ایک دم ادا کرے، یہ مستند اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح حدیث ہے)۔

ابن ہمامؒ امام صاحب کی طرف سے "افعل ولا حرج" کے جواب میں اسی طرح نفی اثم وفساد مراد لیتے ہیں اور اس کو ابتدائے اسلام کے واقعات میں شمار کرتے ہیں:

"ان کا عذر ناواقفیت کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ یہ حال اس کی ابتدا میں تھا، اور جب دونوں میں سے ہر ایک (ترتیب واجب ہے یا مسنون) کا احتمال ہو تو احتیاط اعتبار تعیین میں ہے اور اس کو اخذ کرنا مقام اضطراب میں واجب ہے، جس سے امام ابوحنیفہ کے مسلک کی ہی دلیل فراہم ہوتی ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ابن مسعودؓ سے مروی ہے: جس نے کسی نسک کو کسی نسک پر مقدم کیا تو اس کے ذمہ ایک دم ہے بلکہ وہ ہمارے نزدیک

Marfat.com

مستقل دلیل ہے۔

جہاں تک اللہ تعالی کے اس قول کی دلالت سے استدلال کا تعلق ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) تو جو کوئی مریض ہو، یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ روزہ یا صدقہ یا قربانی کا فدیہ دے، تو قبل از وقت حلق کرانے کی وجہ سے فدیہ کا ایجاب عذر کی حالت ہے جس سے جزا واجب ہوتی ہے، تو عدم عذر کی صورت میں تو بدرجہ اولی واجب ہوتی ہے" (فتح القدیر ۳/ ۶۲، ۶۳)۔

حاصل یہ کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول دلائل کے اعتبار سے قوی ہے اور حضرات صاحبینؒ، نیز دیگر ائمہ کرام "فلا حرج" والی روایات کثیرہ کی بنیاد پر ترتیب کی سنیت کے قائل ہیں، ابن ہمامؒ بھی امام ابو حنیفہؒ کی دلیل نقل کرتے ہوئے صاحبین کے قول کو احتمال کے درجہ میں صحیح قرار دیتے ہیں۔

آج کل ازدحام اور قربانی میں پریشانی، نیز قربان گاہ کا دور ہونا، دھوپ کا شدید ہونا، معقول شخص کا بطور نائب نہ مل سکنا، جو قربانی کر سکے، نیز قربان گاہ میں شدید ازدحام کا ہونا، حکومت کے ادارے کو خود حنبلی، یا غیر مقلد ہونے کی وجہ سے ترتیب کا قائل نہ ہونا عوام کا اس مسئلہ سے ناواقف ہونا (جو وجوب کی نفی نہیں کرتا لیکن کثرت ابتلاء عسر کو یسر میں تبدیلی کا باعث ہوتا ہے) اور پریشان کن عذر واقعی کی بنا پر حضرات صاحبین کے قول پر عمل کیا جا سکتا ہے، لیکن جو حضرات اس ترتیب کو قائم رکھ سکتے ہیں اور کسی مشقت شدیدہ کے بغیر اپنے کسی ایک آدمی کو وکیل بنا کر قربان گاہ پہنچا سکتے ہیں ان کو ترتیب پر عمل کرنا چاہئے "فلا حرج" کے الفاظ نبوی ﷺ خود دلالت کرتے ہیں کہ افضل تو ترتیب ہی ہے۔

۹- حج بدل کرنے والے کا تمتع کرنا:

حج بدل کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ آمر کی مخالفت نہ کرے، شامی میں ہے:

"الرابع عشر عدم المخالفة فلو أمره بالإفراد فقرن أو تمتع ولو

Marfat.com

لميت لم يقع عنه ويضمن النفقة"(۲۶۰/۲)، درمختار میں ہے: "ودم القران أو التمتع على الحاج إن أذن له الآمر بالقران والتمتع وإلا فيصير مخالفا فيضمن"۔

(چودہویں شرط عدم مخالفت، تو اگر آمر نے افراد کا حکم دیا اور اس نے قران یا تمتع کرلیا چاہے کسی مرحوم شخص ہی کی طرف سے، یہ اس کی طرف سے نہ واقع ہوگا اور نفقہ کا ضامن ہوگا اور قران وتمتع کا دم حاجی پر ہوگا اگر اسے آمر نے قران، یا تمتع کا حکم دیا ہو، ورنہ وہ مخالفت کرنے والا ہوگا، پس وہ ضامن ہوگا)۔

علامہ شامیؒ اس کی وجہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مامور بہ کو ادا نہیں کیا، کیونکہ آمر نے صرف حج کی ادائے کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ اس کے علاوہ کا، پس اس نے آمر کے امر کی مخالفت کی، لہذا وہ ضامن ہوگا، محیط میں یہ بھی اضافہ ہے کہ عمرہ آمر کی طرف سے ادا نہ ہوگا، کیونکہ اس نے عمرہ کا حکم ہی نہیں دیا، پس گویا اس نے حج تو آمر کی طرف سے کیا اور عمرہ اپنی طرف سے کیا اور یہ مخالفت ہوگئی (۲۶۸/۲، ۲۶۹)۔

فقہاء کرام کی عبارات کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ قران وتمتع کا عدم جواز مخالفت آمر کی بنیاد پر ہے اور فقہی عبارات میں اگرچہ قران کا ہی ذکر ہے تمتع کا ذکر نہیں ہے، لیکن علت چونکہ ایک ہی ہے (یعنی عدم مخالفت)، لہذا بعض فقہاء نے دونوں کو یکساں شمار کیا ہے، البتہ اکثر فقہاء کرام نے صرف قران کا جواز ثابت کیا ہے اور تمتع کو اجازت کے باوجود ناجائز قرار دیا ہے۔

نیابت خود دلالت کرتی ہے کہ جو امور آمر کے لئے جائز ہوں وہ مامور کے لئے بھی جائز ہونے چاہئیں، صرف قران کا باذن آمر جائز ہونا اور تمتع کا جائز نہ ہونا اس کی کوئی فقہی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

ماقبل میں شامی کی عبارت سے تمتع وقران کا جو فرق معلوم ہوتا ہے کہ قران میں حج وعمرہ دونوں آمر کی میقات سے ہوتے ہیں اور تمتع میں حج آمر کی میقات سے ادا نہیں ہوتا، لیکن اس میں بھی جب علت مخالفت آمر معلوم ہوتی ہے تو اب اجازت سے وہ علت بھی باقی نہیں رہے گی۔

Marfat.com

لیکن کتب فقہ میں باذن آمر تمتع کے جواز کی صریح عبارات مذکور نہیں ہیں ،لہذا فقہائے کرام نے تمتع کے عدم جواز ہی کو ذکر کیا ہے،لیکن اس زمانہ میں حج وعمرہ میں حکومتوں کی پابندیوں اورطول احرام کے باعث اگرکسی پراحرام طویل میں واجبات احرام کی پابندی مشکل نظر آئے یاایام حج کے بالکل قریب سفرکرنے سے کوئی عذر مانع ہوتواس کے لئے تمتع کرلینے کی بھی اجازت ہے۔

ب- آمر کی صریح اجازت کے بغیرحج تمتع نہیں کرسکتا ہے،،البتہ آمر چونکہ اکثر جاہل ہوتے ہیں ان کواس سلسلہ کا کوئی علم نہیں ہوتا ہے نہ وہ اقسام حج کا علم رکھتے ہیں نہ فرق جانتے ہیں،اگران کوفرق سمجھایاجائے اوراس کی دشواریوں کا پتہ چل جائے توضرور وہ تمتع کی صراحت کریں گے،لہذا کچھ فقہائے عصر نے عرفاً آمر کی طرف سے تمتع وقران ودم شکر کا اذن ثابت سمجھا ہے اوروہ صراحۃً اذن کوضروری سمجھتے نہیں ہیں، پھر بھی صراحۃً اذن حاصل کرلینا بہتر ہے۔

د- کتب فقہیہ کی صراحت کے اعتبار سے مامور نے افراد کے بجائے تمتع کیاتو آمر کی مخالفت کی صورت میں ضمان واجب ہوتا ہےاور حج مامور کا ہوگا،اسی طرح اگرقران کرلیاتو بھی مخالف ہوگااورضمان دینا ہوگا،البتہ قران آمرکی اجازت سے کرنا جائز ہے،لیکن دم قران اپنے پاس سے دینا ہوگا آمر کے روپے سے دینا جائزنہیں اور تمتع کرنا اجازت سے بھی جائزنہیں اگر اجازت سے تمتع کرے گاتو مامور پرگوضمان واجب نہ ہوگالیکن آمر کاحج ادانہ ہوگا۔

لیکن جیسا کہ ماقبل میں تمتع کی گنجائش کا ذکر کیا گیااس اعتبار سے تمتع باذن الآمر کی صورت میں دم تمتع حج بدل کرنے والے کے مال سے لازم ہوگا،شامی میں درمختار کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

’’دم قران وتمتع اور جنایت حاجی کے ذمہ ہے،اگرآمر نے اس کوقران اور تمتع کا حکم دیا ہو،ورنہ وہ مخالفت کرنے والا ہوگا،پس ضامن ہوگا،ان کے قول حاجی کے ذمہ کا مفہوم مامور ہے، جہاں تک پہلے کا تعلق ہے تواس وجہ سے کہ وہ شکراً واجب ہوا، دونسک کے درمیان جمع

Marfat.com

کرنے کی وجہ سے اور حقیقۃً فعل تو اسی کی طرف سے ہے، اگرچہ حج آمر کی طرف سے واقع ہو رہا ہے، اس لئے کہ وقوع شرعی وقوع حقیقی نہیں، رہا دوسرا تو اس اعتبار سے ہے کہ وہ اس کی جنایت سے متعلق ہے)۔

باذن الامر کی صورت میں علامہ شامیؒ کے قول کے اعتبار سے تو ماموری پر دم آئے گا۔

دم احصار آمر کے ذمہ ہے اور دم قران اور دم جنایت مامور کے ذمہ ہے، مامور اس نعمت کے ساتھ مختص ہے، اس لیے کہ حقیقۃً فعل اسی کی طرف سے ہے۔ رہا اس وقت کا معاملہ جب اس نے بغیر اجازت کیا تو وہ مخالفت کرنے والا ہوا، پس وہ نفقہ کا ضامن ہوگا۔

بدون اذن الآمر تو فقہاء کے قول کے مطابق حج کرنا ہی صحیح نہیں ہے، اس صورت میں تو نفقہ کا ذمہ دار ہوگا، جیسا کہ شامی میں ہے:

"یہ قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ اس نے مامور بہ کو انجام نہیں دیا، اس لئے کہ آمر نے اس کو ایسے سفر کا حکم دیا تھا جو اسے صرف حج کی طرف پھیرتا ہو تو اس نے آمر کی مخالفت کی، لہذا وہ ضامن ہوگا، محیط میں اضافہ ہے: اس لئے کہ عمرہ آمر کی طرف سے واقع نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ اس نے اس کو اس کا حکم نہیں دیا ہے، تو ایسا ہی ہوا گویا اس نے اس کی طرف سے حج کیا اور اپنے لئے عمرہ کیا تو وہ مخالفت کرنے والا ہوگا" (شامی ۲؍۲۶۷)۔

لہذا اس صورت میں تو بدرجہ اولیٰ مامور کے مال سے ہی دم تمتع لازم ہوگا۔

ھ- اس دشواری کا حل یہی ہے کہ آمر کی اجازت سے تمتع کی گنجائش دی جائے۔

و- حج عن المیت کی صورت میں تفصیل یہ ہے کہ جس پر حج فرض ہوا اگر اس نے مرتے وقت وصیت کی ہو کہ میری طرف سے حج تمتع کرانا تو ایسی صورت میں حج تمتع کرنے سے آمر کی جانب سے حج ہو جائے گا۔

ورثاء کی اجازت سے تمتع کرنے کی صورت میں مامور کیلئے روپیہ واپس کرنا لازم نہیں ہے، لیکن آمر کا حج ادا نہ ہوگا اور اگر میت نے باوجود حج فرض ہونے کے وصیت نہیں کی ہے اور

Marfat.com

اس کی طرف سے اس کے بیٹے وغیرہ بطور احسان کے خود، یا کسی دوسرے کو بھیج رہے ہیں تو اب تمتع، قران وغیرہ حج کرا سکتے ہیں، اب اجازت وعدم اجازت کی کوئی شرط نہیں لازم ہوگی، بلکہ اور بھی بہت سی وہ شرطیں لازم نہیں ہوگی جو آمر کی طرف سے بھیجنے کی شکل میں لازم ہوتی ہیں۔

اگر والدین یا کسی میت پر حج فرض نہیں تھا اور بیٹا صاحب حیثیت ہونے کی وجہ سے خود، یا کسی کو بھیج رہا ہے تو اس کو حج بدل تو نہیں کہیں گے، کیونکہ خود ان پر حج فرض نہیں تھا، لیکن ایصال ثواب کے لئے ایسا کرنا مستحب ہے، اس صورت میں بھی بیٹا تمتع وغیرہ کوئی بھی حج کی نیت سے بھیج سکتا ہے، اس شکل میں بھی حج بدل کی تمام (یعنی بیسوں) شرطوں کا لحاظ ضروری نہیں ہے، مکہ مکرمہ سے بھی یہ حج کرا سکتے ہیں اور تمتع کی بھی گنجائش ہے۔

۱۰- ہمارے نزدیک (یعنی حنفیہ) طہارت جواز طواف کے لئے شرط نہیں ہے اور نہ فرض ہے، بلکہ واجب ہے، مولانا بنوریؒ معارف السنن میں فرماتے ہیں: ”قال شیخنا وقد أفتی الحافظ ابن تیمیة للمرأة التی لا تستطیع البقاء بعد الحج ولم تطف للإفاضة بأنها تطوف طواف الإفاضة فی حال طمثها و تهرق الدم و تحل علی مذهب أبی حنیفة“۔

(ہمارے شیخ نے فرمایا: اور حافظ ابن تیمیہؒ نے اس عورت کے حق میں فتوی دیا ہے جو حج کے بعد نہ ٹھہر سکتی ہو اور طواف افاضہ نہ کر سکتی ہو کہ وہ حالت حیض میں طواف افاضہ کرلے اور دم ادا کر دے، اور امام ابو حنیفہ کے مسلک کے مطابق حلال ہو جائے)۔

مولانا بنوریؒ فتاوی ابن تیمیہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

”جو طواف افاضہ سے پہلے حائضہ ہو جائے تو اس پر ضروری ہے کہ طاہرہ ہونے اور طواف کرنے تک ٹھہرے اگر ممکن ہو تو، یہ اس وقت ہے جب راستے پر امن ہوں اور امیر قافلہ کی طرف سے ٹھہرنا آسان ہو، پھر انہوں نے ان اوقات کا ذکر کیا ہے، چنانچہ بہت سی عورتیں کئی وجوہ سے نہیں ٹھہر سکتی ہیں، تو یہ مسئلہ عموم بلوی سے تعلق رکھتا ہے تو وہ حالت حیض میں طواف کر

Marfat.com

لے گی اور امام ابوحنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے مسلک کے مطابق ایک دم، یا بدنہ دے گی" (معارف السنن ۶/ ۵۹۲، فتاوی ابن تیمیہ ۲۶/ ۲۲۴، ۲۲۵)۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

"جہاں تک طہارت عن الحدث اور جنابت اور حیض و نفاس کا تعلق ہے تو وہ جواز طواف کے لئے شرط نہیں ہے اور نہ ہمارے نزدیک فرض ہے حتی کہ اس کے بغیر جائز ہے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: حج میں دو موقعوں پر بدنہ واجب ہوتا ہے، ایک اس وقت جب حالت جنابت میں طواف کرلیا ہو، دوسرے اس وقت جب وقوف کے بعد جماع کرلیا ہو، جب طہارت شرائط جواز میں سے نہیں ہے تو اگر اس نے حالت جنابت یا حدث میں طواف کرلیا تو وہ اپنے محل میں واقع ہوا، یہاں تک کہ اگر اس کے بعد جماع کرلیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے، اس لئے کہ وطی احرام سے مصادف نہیں ہوئی طواف سے تحلل کے حصول کی وجہ سے، یہ اس صورت میں ہے جب حلق یا قصر کے بعد طواف کیا ہو، پھر جماع کیا ہو" (بدائع الصنائع ۲/ ۱۲۹)۔

مذکورہ عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ حنفیہ کے یہاں طہارت فرض نہیں ہے، لہذا:

الف- انتہائی مجبوری کی حالت میں (سوال میں مذکور مجبوریوں کے علاوہ بھی) جب ایام حیض کے ختم ہونے تک قیام مشکل ہو تو بدرجہ مجبوری ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرنے کی گنجائش ہے۔

ب- رکن ادا ہو گیا لیکن دم (بدنہ) واجب ہوگا، عندالاحناف احکام شرعیہ اپنی ممانعت کے باوجود مشروعیت کا تقاضا کرتے ہیں۔

ج- بکرا کافی نہ ہوگا بلکہ بدنہ واجب ہوگا، کیونکہ طواف زیارت فرض ہے، لہذا اس کو بے وضو کیا تو بکرا اور ناپاکی (جنابت وحیض ونفاس) کی حالت میں کیا تو بدنہ واجب ہوگا (دیکھئے بدائع الصنائع ۲/ ۱۲۹)۔

د- جتنے مسائل میں دم واجب ہونے کا ذکر ہے، ان سب میں ضروری ہے کہ جانور

Marfat.com

حدود حرم کے اندر ذبح کیا جائے، حرم سے باہر ذبح کرنا کافی نہیں اور ذبح شدہ جانور کا صدقہ کرنا لازم ہے، اس میں خود کھانا یا اغنیاء کو کھلانا جائز نہیں، دم جنایت کی قیمت دینا جائز نہیں، جانور کی قربانی حرم میں کرنا واجب ہے،، البتہ جہاں دم اور اطعام میں اختیار دیا ہے اس میں دم کی قیمت ادا کرنے سے ادائیگی ہو جائے گی، اگر مفلسی کے سبب دم، یا صدقہ میسر نہ ہو تو یہ کفارہ اس کے ذمہ واجب رہتا ہے، جب میسر ہو ادا کرے، یہ حکم بلا عذر کی شکل میں ہے اور اس کو روزہ رکھنے کا اختیار نہیں ہے، بلکہ کفارہ ہمیشہ باقی رہے گا، لیکن اگر عذر سے جنایت کا ارتکاب کیا تو دم اور صدقہ کے بجائے تین روزے بھی کافی ہیں (احکام حج /۱۰۵ بحوالہ زبدۃ)، جزاء جنایات اور کفارات کا فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے، مگر افضل ہے کہ جلد ادا کرے، مرنے سے پہلے ادا نہ کر سکا تو وصیت کرنا واجب ہے (معلم الحجاج /۲۱۹، احکام الحج بحوالہ زبدہ /۸۷، اور دیکھئے بدائع ۲ /۲۲۴)۔

۱۱- عورت کے لئے وجوب حج کی شرائط مردوں سے دو اعتبار سے مختلف ہیں:

(۱) محرم کا ہونا، (۲) عدت کا نہ ہونا، علامہ کاسانیؒ بدائع میں تحریر فرماتے ہیں:

"جب اپنی بیوی کے ساتھ سفر کرتا ہوا نکلا، پھر اس نے راستہ میں اسے طلاق دے دی، یا اس کو چھوڑ کر مر گیا تو اگر اس عورت کے درمیان اور اس شہر کے درمیان جہاں سے وہ نکلی ہے تین دنوں سے کم مدت کی مسافت ہے اور اس کے درمیان اور اس کی منزل کے درمیان تین، یا اس سے زائد دنوں کی دوری ہے تو وہ اپنے شہر واپس آجائے گی، اس لئے کہ اگر جانے کو جاری رکھے گی تو وہ نئے سفر کے آغاز کی محتاج ہوگی جبکہ وہ معتدہ ہے اور گھر واپس آجائے گی تو اسے اس کی ضرورت پیش نہ آئے گی، لہذا رجوع ہی اولی ہے اور اگر اس کے درمیان اور اس کے شہر کے درمیان تین دنوں سے زائد کی مدت کی مسافت ہے اور اس کے درمیان اور اس کے منزل کے درمیان تین دنوں سے کم مدت کی مسافت ہے تو وہ سفر جاری رکھے گی، اس لئے کہ سفر جاری رکھنے میں انشائے سفر نہیں ہے اور رجوع میں انشائے سفر ہے اور معتدہ کو سفر سے روکا گیا ہے" (۲/۲۵۷)۔

اگر شوہر نے سفر میں طلاق بائن دی، یا اس کی موت واقع ہوگئی تو جس طرف مدت سفر

Marfat.com

کم ہو ادھر جائے جس طرف مدت زیادہ ہو ادھر نہ جائے، کیونکہ عدت میں سفر سے اس کو روکا گیا ہے اور یہ انشاء سفر کے حکم میں ہوگا، اگر ایک طرف مدت سفر کی مسافت سے کم ہے تو عورت اسی طرف لوٹ جائے جدھر مدت کم ہو، امام صاحب کی یہ بھی روایت ہے کہ اگر دونوں کے درمیان میں مدت سفر کی مسافت ہے اور شہر میں ہے تو اس کو اسی شہر میں عدت گذارنی چاہئے۔ چاہے محرم بھی ساتھ میں موجود ہو، صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر محرم موجود ہو تو عدت ختم کرنے سے پہلے بھی اس کو شہر سے نکلنا جائز ہے۔

اگر کسی گاؤں، یا جنگل میں عدت لازم ہوگئی اور وہاں جان و مال کا خطرہ ہے تو اس جگہ سے کسی ایسے گاؤں، یا شہر میں جانا کہ جہاں امن ہو جائز ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پھر اس جگہ سے بلا عدت ختم کئے جانا جائز نہیں ہے، اگرچہ محرم بھی موجود ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر محرم موجود ہو تو جانا جائز ہے (بدائع ۳؍۲۰۷)۔

عورت کے لئے محرم ہی کی طرح عدت سے فراغت بھی وجوب حج کی شرائط میں سے ہے، اسی لئے امام ابوحنیفہ محرم کی موجودگی میں بھی عدت اسی شہر میں ختم کرنے کا حکم فرماتے ہیں، لیکن آج کل احوال بدل گئے ہیں، حکومت کے قانون پھر، عورت کا تنہا سفر کرنا وغیرہ بے شمار پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے، لہذا جب وہ مکہ مکرمہ پہنچ گئی ہے تو بہتر یہی ہے کہ حج ادا کرے، ویسے بھی ہمارے یہاں بغیر محرم و عدت میں حج ادا کرنے والی عورت عام احوال میں سخت گنہگار ہوتی ہے، لیکن اس کا حج ادا ہو جاتا ہے، یہ اجازت نہیں بلکہ مجبوری کی وجہ سے گنجائش ہے۔

۱۲- منیٰ کے سلسلہ میں صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: ”وإذا نوى المسافر أن يقيم بمكة ومنى خمسة عشر يوما لم يتم الصلوة) لأن اعتبار النية فى موضعين يقتضى اعتبار ها فى مواضع وهو ممتنع لأن السفر لا يعرى عنه إلا إذا نوى المسافر أن يقيم بالليل فى أحدهما فيصير مقيما بدخوله فيه لأن إقامة المرأ

Marfat.com

مضافة إلى مبيته" (ہدایہ مع فتح القدیر ۲/۴۴)۔

(جب مسافر یہ نیت کرے کہ مکہ اور منیٰ میں پندرہ دن ٹھہرے گا تو اِتمام صلوۃ نہ کرے گا، اس لئے کہ دومقامات پر نیت کا اعتبار کئی مقامات میں اس کے اعتبار کا مقتضی ہے، اور یہ ممنوع ہے، اس لئے کہ سفر اس سے خالی نہیں ہوتا، ہاں اگر مسافر یہ نیت کرلے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک مقام پر رات میں قیام کرے گا تو اس میں داخل ہونے سے وہ مقیم ہوجائے گا، اس لئے کہ آدمی کی اقامت اس کے رات گزارنے کی جگہ میں شامل کی جاتی ہے)۔

علامہ ابن ہمامؒ صلوۃ الجمعہ کے سلسلہ میں شیخین اور امام محمدؒ کے اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے شیخین کی دلیل: "ولهما أنها تتمصر في أيام الموسم" پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ نے منیٰ کے عارضی مصر ہونے کی دلیل ذکر کی ہے، یہ نہیں کہا کہ منیٰ مکہ کے فناء میں سے ہے: "دون التعليل بأن منىٰ من أفنئة مكة لأنه فاسد لأن بينهما فرسخين و تقدير الفناء بذلك غير صحيح"۔

(وہ ایام حج میں مصر کے حکم میں ہو جاتا ہے، بغیر اس علت کے کہ منیٰ مکہ کی مسلم آبادیوں میں سے ہے اور یہ غلط ہے، کیونکہ مکہ اور منیٰ کے درمیان دو دو فرسخ کا فاصلہ ہے اور اس طرح مسلم آبادی کی تعیین درست نہیں ہے)۔

نیز امام محمدؒ کی عبارت جو صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے اس کو بھی ابن ہمام نے ذکر کرتے ہوئے دونوں کو دو الگ مقام قرار دیا ہے: "فعلم اعتبارهما شرعا موضعين" (فتح القدیر ۲/۵۴، تبیین الحقائق ۱/۲۱۲، بدائع ۱/۹۸، بنایہ عینی ۳/۵۴،۳۶،۳۷)۔

لہذا اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دونوں شرعاً دو الگ الگ مقامات ہیں۔

اصل وجہ یہ ہے کہ شیخین کے نزدیک منیٰ ایام حج میں شہر کی حیثیت اختیار کرلیتا ہے، جبکہ عرفات کی یہ حیثیت نہیں ہے۔

فقہاء متقدمین کی عبارات کا حاصل یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے منیٰ میں اقامت کو

Marfat.com

اقامت مکہ مکرمہ شمار نہیں کیا، بلکہ اس کو مستقل مکان شمار کرتے ہوئے دونوں کی اقامت کے پندرہ روز کو اقامت شرعی نہیں سمجھا ہے، بلکہ اس کو مسافرت ہی سمجھا ہے، البتہ اس میں جمعہ کے صحیح ہونے کے سلسلہ میں کچھ فقہائے کرام نے (ماقبل میں) (بدائع کا حوالہ گذر چکا ہے) منیٰ کو فنائے مکہ میں شمار کیا ہے، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: "ولأن منى من أفنئة مكة وتوابعها لأنها في الحرم و توابع الشئي يقوم مقام ذلك الشئي و أما عرفات فإنها من الحل وليست من فناء مكة و بينها و بين مكة أربعة فراسخ" (۵۵/۳)۔

(اس لئے کہ منیٰ مکہ کی مسلم آبادیوں اور اس کے توابع میں سے ہے، اس لئے کہ وہ حرم میں ہے اور کسی چیز کے توابع اس اصل چیز کے قائم مقام ہوتے ہیں، جہاں تک عرفات کا تعلق ہے تو وہ حل میں سے ہے اور وہ مکہ کے فناء میں سے نہیں ہے اور اس کے درمیان اور مکہ کے درمیان چار فرسخوں کی مسافت ہے)۔

اگرچہ علامہ عینیؒ نے صاحب ہدایہ کی دو جگہ کو مقام اقامت ٹھہرانے والی عبارت میں مکہ مکرمہ اور منیٰ کو علیحدہ علیحدہ مقامات شمار کیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ فقہاء کرام نے منیٰ کو فنائے مکہ میں سے شمار نہیں کیا ہے، لیکن سب کے نزدیک علت اس کا فنائے مکہ میں سے نہ ہونا تھا، اب جبکہ مکہ مکرمہ کی آبادی اور منیٰ کی آبادی متصل ہوگئی ہے تو وہ علت نہیں رہی جس کی بنیاد پر دونوں دو علیحدہ موضع سمجھے گئے تھے، لہذا اب دونوں کو ایک موضع سمجھتے ہوئے اقامت سفر میں دونوں کو شمار کیا جانا چاہئے۔

پھر بھی اس سلسلہ میں سعودی حکام، یا وہاں کے مقیمین حضرات سے اس کی تحقیق کر لی جائے کہ وہاں کے بلدیہ کے اعتبار سے دونوں کا حکم کیا ہے، کیونکہ بظاہر ابھی بھی دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ تو ضرور نظر آتا ہے، لیکن اب تو ترفہ کے طور پر بھی لوگ دور دور تک مکانات بناتے ہیں اور ایک ہی شہر اپنے رقبہ کے اعتبار سے دور تک پھیلا ہوا ہوتا ہے، لہذا اس سلسلہ میں مسئلہ کا مدار وہاں کے ذمہ داروں کی تحقیق پر منحصر رہے گا۔

Marfat.com

۱۳-وتر کی نماز کا مسئلہ

درمختار میں ہے:

''اگر اسے مراعات کا تیقن ہو تو مکروہ نہیں، یا عدم مراعات کا تیقن ہو تو درست نہیں اور اگر شک ہو تو مکروہ ہے، یہی معتبر ہے اس لئے کہ محققین اسی کی طرف مائل ہیں اور مذہب کے اصول اس پر شاہد ہیں اور بہت سے مشائخ کا کہنا ہے کہ اگر اس کی عادت مواضع اختلاف کی رعایت کرنا ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ سندی نے اسے بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ اس بنا پر ہے کہ اعتبار مقتدی کی رائے کا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے اور کہا گیا ہے کہ اعتبار امام کی رائے کا ہے اور یہ ایک جماعت کا مذہب ہے''۔

حاصل یہ ہے کہ اگر وہ نماز کے فرائض وشرائط وارکان کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے اقتداء کرنا صحیح ہے، چاہے وہ واجبات وسنن کی رعایت نہ کرتا ہو۔

البتہ شیخ سندیؒ شاگرد ابن ہمامؒ فرماتے ہیں: ''**الاحتیاط فی عدم الاقتداء به ولو مراعیا**''۔

(اور احتیاط اس کی اقتدا نہ کرنے میں ہے، اگرچہ وہ رعایت کرنے والا ہو)۔

علامہ شامیؒ آخری فیصلہ کی بابت بیان فرماتے ہیں کہ میرا دل اس طرف مائل ہے اگر وہ فرائض کی رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتداء مکروہ نہیں ہے: ''**لأن كثيرا من الصحابة والتابعين كانوا أئمة مجتهدين وهم يصلون خلف إمام واحد مع تباين مذاهبه**'' (۱/ ۴۱۷)۔

درمختار میں وتر کے بیان میں ہے کہ وتر میں اقتداء صحیح ہے (اس کے علاوہ میں بدرجہ اولی صحیح ہے)، جب تک مقتدی کے اعتقاد کے مطابق فساد ظاہر نہ ہو، البتہ آگے عبارت میں ہے:

''مثلاً کسی (شافعی) کی اقتداء (جس نے سلام سے فصل نہ کیا ہو)، اس لئے کہ اس کا فعل (زیادہ صحیح قول کے مطابق) ان دونوں میں اتحاد کیلئے ہے، اگرچہ اعتقاد مختلف ہو'' (۱/ ۴۹۴)۔

Marfat.com

یعنی اگر سلام سے فصل کرتا ہے تو اقتداء صحیح نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ فصل سلام کی صورت میں ائمہ حنفیہ میں اختلاف ہے: بعض کے نزدیک پھر بھی اقتداء صحیح ہے اور بعض کے نزدیک اقتداء مفترض بالمتنفل نیز سلام کا قاطع صلوۃ ہونا (مقتدی کے اعتقاد میں) ان علتوں کی وجہ سے اقتداء صحیح نہیں ہے، اس شکل میں اب اگر حرم شریف کے کسی حصہ میں حنفیوں کی علیحدہ جماعت کا امکان ہو اور حکومتی رکاوٹ نہ آتی ہو تو افضل یہ ہے کہ علیحدہ جماعت سے وتر پڑھی جائے ورنہ حرم شریف کے احترام اور ثواب کو مدنظر رکھتے ہوئے بہتر یہ ہے کہ امام حرم کے پیچھے ہی نماز پڑھے، لیکن یہ صرف حرم محترم کے ساتھ مشروط رکھا جائے دوسری جگہوں میں انفرادی ہی پڑھی جائے۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کے چند اہم مسائل

مولانا محمد ابرار خان ندوی ☆

۱- حرم مکی میں دخول کیلئے احرام

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حج یا عمرہ کی نیت سے حدود حرم میں داخل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو، لیکن جو لوگ حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں، بلکہ تجارت، ملاقات، یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم مکی میں داخل ہونا چاہتے ہیں، تو کیا ان پر ضروری ہوگا کہ احرام باندھ کر ہی میقات کے اندر جائیں؟ تو اس مسئلہ میں فقہاء کرام کے مابین اختلاف ہے، ذیل میں فقہاء کے مسالک اور ان کے دلائل اور راجح قول کو ذکر کیا جاتا ہے۔

احناف کا مسلک

اس سلسلہ میں حنفیہ کا مسلک ہے کہ آفاقی کے لئے بلا احرام باندھے ہوئے حدود حرم یعنی میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے، خواہ حج وعمرہ کی نیت سے آئے یا کسی اور مقصد کے تحت داخل ہو۔

فتاوی ہندیہ میں حنفیہ کے مسلک کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

”لا یجوز للآفاقی أن یدخل مکة بغیر إحرام نوی النسک أو لا، ولو دخلها فعلیه حجة أو عمرة کذا فی محیط السرخسی فی باب دخول مکة بغیر

☆ جامعہ ہدایہ، جے پور، راجستھان۔

Marfat.com

احرام" (فتاوی ہندیہ ۱/ ۱۲۲)۔

(آفاقی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر احرام مکہ میں داخل ہو، خواہ حج کا قصد ہو یا نہ ہو، اور اگر داخل ہوگیا تو اس پر حج یا عمرہ ضروری ہوگا، اسی طرح محیط سرخسی کے اندر باب دخول مکة بغیر احرام کے تحت ذکر کیا ہے)۔

نیز فقہ حنفی کے ترجمان علامہ ابن عابدین تحریر فرماتے ہیں:

"آفاقی شخص جو مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہو اس کے لئے میقات سے احرام میں تاخیر کرنا ممنوع ہے، چاہے حج کے سواء کسی اور ضرورت سے آئے" (رد المحتار ۲/ ۵۴، نیز دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/ ۱۶۴، خانیہ مع الہندیہ ۱/ ۲۸۴)۔

احناف کی دلیل

احناف کی دلیل حضور علیہ السلام کی وہ حدیث ہے جس میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بلا احرام مکہ میں داخلہ ممنوع ہے، اسی طرح آپ علیہ السلام کا وہ ارشاد گرامی، کہ مکہ کو خدا رب العزت نے اس کے تعمیر کے دن سے لے کر تا قیامت حرام قرار دیا ہے، صرف ایک مرتبہ میرے لئے حلال کیا گیا، اس کے بعد ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا گیا، نیز وہ دنیا کا عظیم و مبارک خطہ ہے، جس کو خدائے برتر نے شرف و منزلت کا اعلیٰ مقام عطاء کیا ہے، اس کی عظمت و تقدس کا تقاضا ہے کہ وہاں احرام کے بغیر داخل نہ ہوا جائے (دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/ ۱۶۴، ہدایہ ۱/ ۲۱۴)۔

حنابلہ کا مذہب

لیکن اس سلسلہ میں حنابلہ کے یہاں سہولت ہے کہ حج یا عمرہ کی نیت نہ ہو بلکہ کسی اور مقصد مثلاً جہاد اسلامی، تجارت، یا کوئی ضرورت جو بار بار پیش آتی ہو، اس کے لئے حرم مکی میں احرام کے ساتھ داخل ہونا ضروری نہیں ہے۔

معروف حنبلی فقیہ علامہ ابن قدامہ نے مسلک حنابلہ کو بہت تفصیل اور وضاحت کے

Marfat.com

ساتھ ذکر کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

''دوسری قسم: جو لوگ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں یا مکہ کا ارادہ ہو یا مکہ کے علاوہ کا، ان کی کل تین قسمیں ہیں: نمبر ایک وہ لوگ جو مکہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں کسی مباح جنگ کی وجہ سے، یا خوف کی بنا پر یا کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے جو بار بار پیش آتی ہو، مثلاً گھاس اور لکڑی جمع کرنے والا، یا خوراک وغذا لے جانے والا، بادشاہ کا سفیر، یا کسی کی وہاں جائداد ہو جس کی وجہ سے وہاں بار بار آمد ورفت ہوتی ہے تو ان افراد پر احرام ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے سر پر خود تھا، اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ بھی تھے، ان میں سے کسی کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے اس دن احرام باندھا ہو، اور جن لوگوں کو بار بار داخل ہونا پڑتا ہے، اگر ان پر ہم احرام کو ضروری قرار دیں، تو ان کو ہر وقت احرام کی حالت میں رہنا پڑے گا (جس سے وہ تنگی میں مبتلا ہوجائیں گے)، اس لئے حرج کی وجہ سے یہ ساقط ہوگیا، یہی امام شافعیؒ کا مسلک ہے'' (المغنی ۲۱۸/۳)۔

مذکورہ عبارت سے حنابلہ کا مسلک بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ اگر ان پر جو بار بار حدود حرم میں آتے جاتے ہیں احرام کو لازم قرار دیا جائے تو ساری عمر وہ احرام سے چھٹکارا نہ حاصل کر سکیں گے، اس طرح امت تنگی وپریشانی میں مبتلا ہوجائے گی، اس لئے امت کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے ان پر سے احرام کی پابندی ختم کردی گئی ہے، اس سلسلہ میں حنابلہ کی دلیل تاریخ اسلام کا وہ روشن اور مبارک دن ہے جس دن آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ہمراہ صحابہ کرام ''لا تثریب علیکم الیوم وأنتم الطلقاء'' کا اعلان کرتے ہوئے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تھے، اس دن سارے لوگ جنگی اسلحوں سے لیس تھے، حضور ﷺ اور صحابہ میں سے کوئی احرام باندھے ہوئے نہیں تھا۔

ابن قدامہ سنن ترمذی کی روایت سے استدلال کرتے ہیں:

Marfat.com

"ولنا ما ذكرناه، وقد روى الترمذي أن النبي ﷺ دخل يوم الفتح وعلى رأسه عمامة سوداء وقال هذا حديث حسن صحيح" (المغنی ۳/ ۲۱۹)۔

(ہم اپنی دلیل بیان کر چکے ہیں، امام ترمذی علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ فتح مکہ کے دن اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ کے سر پر کالا عمامہ تھا، اور ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

لیکن بلاضرورت، یا ضرورت بار بار پیش آنے والی نہ ہو، بلکہ شاذ ونادر کبھی کبھار داخلہ کی ضرورت پڑے تو اس کے لئے احرام باندھنا ضروری ہوگا۔

"النوع الثالث: المكلف الذي يدخل لغير قتال ولا حاجة متكررة فلا يجوز له تجاوز الميقات غير محرم، وبه قال أبو حنيفة" (المغنی ۳/ ۲۱۹)۔

(تیسری قسم: وہ مکلف انسان جس کا مکہ میں داخلہ نہ کسی جنگ کیلئے ہو اور نہ بار بار پیش آنے والی ضرورت کے وجہ سے ہو تو ایسے شخص کے لئے بلا احرام میقات کا عبور کرنا جائز نہ ہوگا، یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے)۔

مالکیہ کا نقطہ نظر

حج وعمرہ کے علاوہ کسی دوسرے مقصد سے میقات سے بلا احرام تجاوز کرنا، اس سلسلہ میں علماء مالکیہ کی آراء مختلف ہیں، بعض مطلق جواز کے قائل ہیں اور بعض کا رجحان یہ ہے کہ ضرورت بار بار پیش آتی ہو جس کی وجہ سے بار بار میقات سے گزرنا پڑتا ہو تو بلا احرام داخل ہونے کی اجازت ہوگی، ورنہ نہیں۔

فقیہ مالکی علامہ ابن رشد نقل فرماتے ہیں:

"کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے میقات سے گزرے اس پر احرام ضرری نہیں ہے، لیکن اگر کوئی حج یا عمرہ کی نیت کے بغیر وہاں سے گزرے، تو

Marfat.com

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو میقات سے گزرے اس پر احرام ضروری ہے، البتہ وہ حضرات اس سے مستثنیٰ ہوں گے جن کی آمد و رفت کثرت سے ہو، جیسے لکڑ ہارا اور اس جیسے دوسرے لوگ، یہی مسلک امام مالکؒ کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ احرام ضروری نہیں ہے، سوائے اس شخص کے لئے جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھے، یہ سارے احکام غیر مکی کے لئے ہیں'' (بدایۃ المجتہد ۱/۳۲۵)۔

شوافع کا نقطہ نظر

امام شافعیؒ کا رجحان اور زاویہ فکر وہی ہے جو حنابلہ کا ہے، امام شافعیؒ نے اپنی کتاب ''کتاب الأم'' کے اندر اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فتح مکہ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے ہمراہ عاشقان اسلام اور آپ کے شیدائیوں کی کثیر تعداد تھی، وہ سب کے سب بلا احرام مکہ میں داخل ہوئے، یہ واقعہ اس بات کی بین دلیل اور واضح ثبوت ہے کہ بلا احرام بھی داخل ہونا جائز ہے۔

امام شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''مکہ کی اس سلسلہ میں سب سے جداگانہ حیثیت ہے کہ جو شخص وہاں داخل ہونے کے لئے آئے وہ بغیر احرام کے داخل نہ ہو، امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب میں سے بعض نے لکڑ ہارے اور ان لوگوں کے لئے جو اپنے اہل وعیال کے منافع یا خود کمائی کرنے والوں کے لئے اس بات کی رخصت دی ہے اور میرا خیال ہے کہ اس قول کا سب سے بہترین محمل یہ ہے کہ ان لوگوں کا مکہ میں داخل ہونا کسب معاش کے لئے ہے نہ کہ کسی نیکی کے لئے، اگر ان کے لئے رخصت اس وجہ سے ہے کہ مکہ میں ان کا داخلہ عبادت یا حج وعمرہ کے قصد سے نہیں ہے اور فقہاء اس پر متفق ہیں کے ان کا داخل ہونا وہاں ہمیشہ رہنے والوں کی طرح ہے، تو جو اس طرح ہوگا اس کے لئے رخصت ہے، اور انہوں نے نبی ﷺ کے اس عمل سے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن داخل ہوئے اس حال میں کہ آپ بلا احرام تھے'' (کتاب الام ۲/۱۴۲)۔

Marfat.com

ترجیح

حجاز مقدس کے مختلف مقامات کے باشندوں اور دیگر جگہوں کے افراد کو حج وعمرہ کے علاوہ بہت سی ضروریات کی خاطر مکہ مکرمہ آنا جانا پڑتا ہے، مثلاً تجارت پیشہ افراد، سواری لے جانے والی گاڑیوں کے ڈرائیور، صنعتی کمپنیوں کے ایجنٹ وغیرہ، ان پر احرام کی پابندی عائد کرنا اور بلا احرام میقات کے اندر داخلہ سے روکنا، ان کے لئے پریشانی کا باعث ہوگا، خصوصاً حدود حرم یا مکہ مکرمہ کے باشندوں کے لئے تجارت کرنا تقریباً ناممکن ہوگا، اس لئے اس سلسلہ میں جمہور کے مسلک کو اپنانا بہتر ہوگا کیونکہ دشواری اور سخت تنگی کے وقت دوسرے مسلک کو اختیار کرنا جائز ہوتا ہے، اس لئے کہ جمہور حج وعمرہ کے علاوہ دیگر ضروریات کے لئے بلا احرام داخلہ کی اجازت دیتے ہیں۔

۲-بار بار میقات میں آمد ورفت

جن افراد کو مکہ مکرمہ بار بار آنا پڑتا ہے، مثلاً ٹیکسی ڈرائیور، صنعتی کمپنیوں کے ایجنٹ، تجارت پیشہ اشخاص کو حدود حرم کے اندر باہر آمد ورفت کرنی پڑتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے ہر بار میقات میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنا اور ارکان عمرہ کی ادائیگی وقت طلب اور پریشانی کا باعث ہو، تو ایسے حضرات کی دشواری کا کیا حل ہو، اس سلسلہ میں گو فقہاء حنفیہ کے یہاں اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ کوئی بھی شخص خواہ کسی بھی مقصد سے آئے حرم میں بلا احرام داخل نہیں ہوسکتا۔

لیکن اصول وقواعد پر نظر ڈالنے اور کتب اصول فقہ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ فقہاء حنفیہ نے حرج وتنگی، حاجت وضرورت کے وقت بہت سارے مسائل میں آسانی اور سہولت کا پہلو تلاش کیا ہے، اور اس میں جواز کی راہ اختیار کی ہے، مثلاً نجس اشیاء سے علاج کرانا (اشباہ ونظائر ص ۷۵)، ڈاکٹر کے لئے مریض کا ستر عورت دیکھنے، اور اضطراری کیفیت

Marfat.com

کے وقت شراب نوشی کا مباح ہونا وغیرہ وغیرہ (بدائع الصنائع ۵/ ۱۲۳، مجمع الانہر ۲/ ۵۴۸، قاضی خاں ۳/ ۴۰۴)۔

اس سلسلہ میں اصول فقہ کا معروف قاعدہ ہے: "المشقة تجلب التسيير". اس قاعدہ کے ذیل میں شیخ علی احمد الندوی رقمطراز ہیں:

أن الشريعة الإسلامية تتوخى دائما رفع الحرج عن الناس وليس في أحكامهاما يجاوز قوى الإنسان الضعيفة" (القواعد الفقہیہ ص ۲۶۶)۔

(شریعت اسلامیہ ہمیشہ حرج کو لوگوں سے رفع کرنا چاہتی ہے اور اس کے احکام انسان کے ناتواں اور کمزور قوی کے مقابلہ میں بھاری نہیں ہیں)۔

راقم کا خیال ہے کہ سب سے بہتر ہوگا کہ امام شافعیؒ کا مسلک اختیار کر لیا جائے۔

۳- مکی کے لئے تمتع اور قران کا حکم

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ مکی تمتع یا قران کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ یعنی حنفیہ کے علاوہ دیگر ائمہ ثلاثہ مکی کے لئے تمتع یا قران کی اجازت دیتے ہیں:

"واتفق الثلاثة على أنه يصح الحج بكل وجه من الأوجه الثلاثة المشهورة وهي: الإفراد والتمتع والقران لكل مكلف على الإ طلاق من غير كراهة وقال أبو حنيفة: المكي لايشرع في حقه التمتع والقران ويكره له فعلهما" (رحمۃ الأمۃ فی اختلاف الأئمۃ/ ۱۳۱، الدین الخالص ۹/ ۲۵۲)۔

(ائمہ ثلاثہ اس بات پر متفق ہیں کہ مطلقاً بلا کسی کراہت کے ہر مکلّف بندے کے لئے اجازت ہے کہ وہ حج کی تینوں مشہور صورتوں افراد، تمتع، اور قران میں سے کوئی بھی ادا کر سکتا ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مکہ میں رہنے والے کیلئے تمتع اور قران کی اجازت نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے ان کا کرنا مکروہ ہوگا)۔

Marfat.com

نیز فتاوی ہندیہ میں مسلک حنفیہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''مکہ کے باشندوں کے لئے تمتع وقران کرنا جائز نہیں ہے، ان کے لئے صرف افراد ہے، اسی طرح ھدایہ میں ہے اور اسی طرح میقات کے اندر رہنے والے اور ان کے علاوہ مکہ کے قرب وجوار کے افراد، اہل مکہ کے حکم میں ہوں گے، سراج الوھاج میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے'' (الفتاوی الہندیہ ۱/۲۳۹، التسہیل الضروری لمسائل القدوری ۱/۱۶۹)۔

۴- اہل مکہ کا اشہر حج میں حرم سے باہر آمد و رفت

اشہر حج میں اہل مکہ کو بہت ساری ضروریات کے تحت میقات سے باہر جانا پڑتا ہے پھر مسلک حنفیہ پر عمل کرنے کی صورت میں یہ دشواری پیش آتی ہے کہ بلا احرام کے میقات کو تجاوز نہیں کر سکتے اور اگر احرام کے ساتھ میقات میں داخل ہوتے ہیں تو اسی سال حج کرنے کی صورت میں دم تمتع دینا ہوگا اور ایک ممنوع صورت کا ارتکاب ہوگا۔

راقم گزشتہ صفحہ سوال ۲ کے جواب میں تحریر کر چکا ہے کہ حج وعمرہ کے علاوہ دیگر ضروریات کے لئے مکہ مکرمہ یا حدود حرم میں داخل ہونے والے کے سلسلہ میں امام شافعی کے مسلک پر فتوی دیدیا جائے کہ بلا احرام داخل ہونے کی اجازت ہوگی اور بلا احرام داخل ہونے میں دم جنایت سے بچا جا سکے گا، اس مسئلہ کا حل اور پریشانیاں وسوالات رفع ہوئیں گے، لہذا اس مجبوری اور دشواری کو مد نظر رکھتے ہوئے امام شافعی کا مسلک اپنانا مناسب ہوگا اور حالات کا تقاضا بھی یہی ہے۔

امام شافعیؒ کا مسلک انہی کی زبانی ملاحظہ ہو:

''پوسٹ مین جو خطوط لے کر آتا ہو یا اپنے اہل وعیال کی زیارت کے مقصد سے آئے، اور ہمیشہ آنا جانا نہ ہوتا ہو، تو اگر وہ شخص اجازت حاصل کر کے احرام باندھ کر داخل ہو تو مستحسن ہوگا اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں کہ اس سے احرام کی پابندی ساقط

Marfat.com

ہوجائے گی''(کتاب الام ۲/۱۴۲)۔

۵- متمتع آفاقی کا ایک سے زائد عمرہ کرنا

تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد احرام حج باندھنے سے قبل مزید عمرہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے کھلی اجازت ہے کہ حج کا احرام باندھنے سے پہلے جتنے عمرے کرنا چاہے کرسکتا ہے۔

صاحب ''غنیۃ الناسک'' اس پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ویعتمر قبل الحج ماشاء، ومافی اللباب لا یعتمر قبل الحج فغیر صحیح''(غنیۃ الناسک رص ۱۱۵)۔

(حج کا احرام باندھنے سے قبل جس قدر عمرہ کرنا چاہے اجازت ہے اور ''لباب'' کے اندر حج سے قبل عمرہ کا عدم جواز ذکر کرنا، وہ درست نہیں ہے)۔

۶- رمی جمرات میں نیابت کا حکم

شریعت اسلامیہ نے بعض افعال حج میں نیابت کی اجازت دی ہے، انہیں میں سے ایک عمل رمی جمرات کا بھی ہے، جس کی ادائیگی کو واجب قرار دیا گیا ہے، علامہ کاسانی نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

''إن أفعال الحج تجری فیه النیابة''(بدائع الصنائع ۲/۱۳۷) (افعال حج میں نیابت جائز ہے)۔

لیکن مسئلہ صرف نیابت کا نہیں ہے، بلکہ شریعت نے اس کو کچھ شرائط کے ساتھ مقید بھی کردیا ہے، تاکہ لوگ سستی وکاہلی، عیش پسندی اور آرام طلبی کی خاطر نیابت کا عمل شروع کردیں اور حج جو اسلام کا اہم فریضہ ہے اور قرآن وحدیث میں اس کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں وہ عیش پسندی اور کاہلی کی نذر نہ ہوجائے۔

Marfat.com

لہذا عمل رمی میں نیابت درست ہے، لیکن یہ گنجائش اور رخصت صرف مریض، ضعیف، معمر حضرات، حاملہ عورت اور قید خانہ میں بند لوگوں کے لئے ہے، اس معذوری کی حد یہ ہے کہ وہ رمی جمرات کے میدان تک جانے سے عاجز ہو، خود رمی کرنے پر قدرت نہ ہو تو نائب بنانا جائز ہوگا، یعنی مرض بڑھ جانے یا مرض پیدا ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو تو وہ معذور ہے (زبدة المناسک نا قلاعن اللباب ر ۱۶۵)۔

عالم اسلام کے معروف عالم دین ڈاکٹر وھبہ الزحیلی رقم فرماتے ہیں:

"ایسا شخص جو مرض، قید، یا عمر زیادہ ہونے کے سبب، یا عورت کے پیٹ میں بچہ ہو اسکی بنا پر خود رمی نہ کرسکتی ہو، اس کے لئے رمی میں نائب بنانا جائز ہے اور ایک شخص چند افراد کی جانب سے نیابت کرسکتا ہے، بشرطیکہ وہ اپنی طرف سے تینوں جمرات کی رمی پہلے کرلے" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳ر ۱۹۳، بدائع ۲ر ۱۳۷)۔

لیکن نوجوان مرد یا عورت کا محض ازدحام کے خوف سے رمی میں نائب مقرر کرنا درست نہ ہوگا، البتہ عورت کے لئے اس کی اجازت ہوگی کہ شوہر اس کی جانب سے رمی کرسکتا ہے، خواہ ازدحام ہو یا نہ ہو۔

شیخ محمد متولی الشعراوی اس کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"يجوز أن تنوب عن زوجتک في رمي الجمار ولو لم يكن الطريق مزدحما" (الفتاوی کل ما یھم المسلم فی حیاتہ ویومہ وغدہ ۶ر ۳۱۲، مکتبۃ القرآن قاہرہ)۔

(تم (شوہر) اپنی بیوی کی جانب سے رمی جمار میں نیابت کرسکتے ہو، خواہ راستہ میں ازدحام ہو یا نہ ہو)۔

۷- حالت احرام میں حکومت کی جانب سے روکنے پر احصار کا حکم

سعودی عرب میں مقیم غیر ملکی باشندوں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ حج وعمرہ کے لئے پہلے حکومت سے اجازت لیں، ورنہ بلا اجازت حج یا عمرہ کا جو لوگ احرام باندھ لیتے ہیں، حکومت

Marfat.com

انہیں اسی حال میں قید کر دیتی ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سعودی حکومت جو مسلمان ہے اس کی جانب سے حالت احرام میں حج یا عمرہ سے روکنا کیا احصار سمجھا جائے گا؟

فقہاء حنفیہ کے نزدیک احصار خواہ مسلمان کی جانب سے ہو یا کافر کی طرف سے، یا مرض میں اضافہ کا خطرہ ہو، یا عورت کے پاس محرم نہ ہو، سب احصار میں داخل ہیں اور اس سے حلال ہونے کے لئے حرم میں بکری یا اس کی قیمت کا بھیجنا ضروری ہے۔

"یکون الحصر عند الحنفیین بکل حابس عن البیت من عدو ولو مسلما.... وقال مالک والشافعی الإحصار لا یکون إلا بالعدو" (الدین الخالص ۹/ ۲۷۲، مجمع الأنہر ۱/ ۳۰۵)۔

(حنفیہ کے نزدیک احصار بیت اللہ سے روکنے والی ہر شئی سے ہوگا، جیسے دشمن خواہ مسلمان ہو، امام مالک وشافعی کہتے ہیں کہ احصار صرف دشمن کی جانب سے ہوتا ہے)۔

۸- رمی ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب

متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے یا مسنون، بعض حضرات وجوب کے قائل ہیں، بعض سنت قرار دیتے ہیں، اس سلسلہ میں اختصار کے ساتھ فقہاء کرام کے مسالک کو بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

حنفی نقطہ نظر: فقہاء حنفیہ رمی، ذبح اور حلق کے مابین ترتیب کو واجب قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک ترتیب کے خلاف کرنے کی صورت میں دم واجب ہوتا ہے (فتح القدیر ۲/ ۶۶، دار الفکر بیروت)، البتہ مفرد کے لئے ترتیب صرف رمی اور حلق میں ضروری ہوگی۔

علامہ ابن عابدین بڑے واضح انداز میں لکھتے ہیں:

"تین چیزوں کے درمیان ترتیب ضروری ہے، پہلے رمی، پھر ذبح، (اس کے بعد) پھر حلق، لیکن مفرد پر قربانی نہیں ہے، اس لئے صرف رمی اور حلق کے درمیان ترتیب ضروری ہے"

Marfat.com

(رد المحتار ۲/۲۰۹، التسہیل الضروری لمسائل القدوری ۱/۱۵۰)۔

مالکی نقطہ نظر: لیکن اس سلسلہ میں مالکیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ترتیب مستحب ہے، شیخ عبدالرحمان الجزائری مالکیہ کا مسلک نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وأما مندوباته: منها رمي جمرة العقبة حين وصوله إلى منىٰ وبعد طلوع الشمس .....وفعل الذبح والحلق قبل الزوال يوم العيد وتأخير الحلق عن الذبح" (الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ۱/۶۷۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

(مستحبات حج میں سے ہے کہ منیٰ پہنچنے کے وقت طلوع شمس کے بعد جمرۃ العقبہ کی رمی کرے گا اور عید کے دن زوال سے پہلے پہلے حلق اور قربانی کرنا، البتہ حلق کو قربانی سے مؤخر کرے گا)۔

مگر اس سلسلہ میں مالکیہ کا راجح قول سنت ہونے کا ہے:

"والراجح أن الترتيب بين أعمال يوم النحر سنة" (الدین الخالص ۹/۱۷۷)

(مگر راجح یہی ہے کہ یوم النحر کے اعمال کے درمیان ترتیب مسنون ہے)۔

شافعیہ اور حنابلہ کی رائے

امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے کہ ترتیب مسنون ہے، ترتیب کے برعکس کرنے کی صورت میں کوئی جنایت لازم نہ ہوگی۔

امام اہل سنت محقق سید امین محمود خطاب تحریر فرماتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ اور ابن ماجشون مالکی کے نزدیک رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے، امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ ترتیب مذکور سنت ہے، اسی لئے رمی اور ذبح سے پہلے حلق کرنے، اسی طرح قارن کے لئے رمی کرنے سے قبل قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع سے

Marfat.com

ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے ذبح کرنے سے قبل رمی کرلی ہے، تو آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارے کرتے ہوئے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، اس حدیث کو بیہقی اور کتب سبعہ میں روایت کیا گیا ہے سوائے ترمذی کے، یہاں مذکورہ حدیث میں مسند احمد کے الفاظ ہیں اور امام مسلم نے بھی ابن عمرو وغیرہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے (الفتح الربانی ۲۰۶/۱۲، مسلم نووی ۵۷/۹، تکملۃ المنہل العذب ۱۴۴/۲)۔

احناف کے قول مرجوح کو اختیار کرنا

فقہاء حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق یوم النحر کے اعمال میں ترتیب کو لازم قرار دیا گیا ہے، یعنی پہلے رمی جمرۂ عقبہ، پھر ذبح، پھر حلق کرائے، ترتیب میں تقدیم وتاخیر ہو تو دم واجب ہوتا ہے، لیکن آج کے احوال کے پیش نظر ترتیب کا باقی رکھنا مشکل ہو گیا ہے، دشواری کے یہ وجوہات ہیں کہ حج کے بے پناہ ازدحام وہجوم، قیام گاہ سے مذبح کا کافی دور ہونا، گرمی کی شدت اور سواری نہ ملنے کی وجہ سے حاجی کا خود اپنی قربانی کرنا بہت متعذر رہوتا ہے۔

لہذا راقم کا خیال ہے کہ ان اعذار کے پیش نظر صاحبین کے مسلک کو اختیار کیا جانا چاہئے اور عذر کی بنیاد پر واجب ترتیب کو چھوڑنے سے کوئی دم بھی واجب نہ ہوگا۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

"إن ترک واجب بعذر مسقط للدم" (فتاوی شامی ۲۰۶/۲، طبع بیروت)۔

(عذر کے سبب واجب کا ترک کرنا دم کو ساقط کر دیتا ہے)۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ترتیب بین الرمی والذبح والحلق اگرچہ واجب فی نفسہ ہے، لیکن عذر شرعی کی وجہ سے اگر چھوٹ جائے یا ٹوٹ جائے اور اس پر عمل نہ ہو سکے تو اس پر دم جنایت وغیرہ یا کوئی وزر یا کفارہ وغیرہ لازم نہ آئے گا، بلکہ ادائیگی حج بلا کراہت مکمل ہو جائے گی (منتخبات نظام الفتاوی ۱۵۷/۱ طبع اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)۔

Marfat.com

نوٹ: بوقت مجبوری فقہ حنفی میں گنجائش موجود ہے اور ائمہ حنفیہ میں سے امام ابو یوسف وامام محمد کا قول بھی ترتیب کے عدم وجوب کا ہے، تو اس مسئلہ میں حنفیہ ہی میں سے صاحبین کے قول کو اختیار کرلیا جائے، تو دوسرے ائمہ کی تقلید اور ان کے مسلک کو اپنانے کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے۔

۹- حج بدل میں تمتع

جس شخص پر حج فرض ہو، لیکن مجبوری واعذار کے سبب خود حج نہ کرسکتا ہو بلکہ اپنی نیابت میں کسی کو حج بدل میں بھیجنا چاہتا ہے، تو چند شرائط کے ساتھ فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، تاہم یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ حج بدل کرنے والا کیا حج تمتع یا قران کرسکتا ہے یا نہیں، تو اس سلسلہ میں تھوڑی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اگر آمر مأمور کو حج تمتع یا قران کی اجازت دے دے تو مامور کو تمتع وقران دونوں کرنا جائز ہوگا، اس لئے کہ آمر خود حج کرے تو وہ اِفراد، تمتع وقران میں سے جو چاہے کرسکتا ہے، اسی طرح اس کو اختیار ہے کہ اس میں سے جس کا نائب بنانا چاہے بنا سکتا ہے، لیکن آمر کی اجازت کے بغیر حج تمتع یا قران جائز نہ ہوگا، اگر کسی نے کرلیا تو حج آمر کی مخالفت کی وجہ سے اس کا نہ ہوگا بلکہ مامور کا ہوگا، اس صورت میں مامور پر ضمان بھی لازم آئے گا۔

فقہ حنفی کے ممتاز فقیہ علامہ شامی رقم فرماتے ہیں:

"الرابع عشر: عدم المخالفة فلو أمره بالإفراد فقرن أو تمتع ولو للميت لم يقع عنه ويضمن النفقة" (ردالمحتار ۲/۲۳۹)۔

(چودھویں شرط یہ ہے کہ آمر کی مخالفت نہ کی جائے گی، اگر آمر نے اس کو حج اِفراد کا حکم دیا ہے، لیکن اس نے تمتع یا قران کیا تو خواہ یہ حج میت کی جانب سے کیوں نہ ہو اس کا حج نہ ہوگا اور مامور اخراجات کا ضامن ہوگا)۔

Marfat.com

دم تمتع مامور پر ہوگا

حج بدل کرنے والا تمتع آمر کی اجازت سے کرے یا بلا اجازت کرے، دونوں ہی صورت میں دم تمتع مامور پر واجب ہوگا، اجازت کی صورت میں گو حج آمر کی جانب سے ادا ہوجائے گا مگر دو عبادتوں کو ایک ساتھ ادا کرنے کا عمل مأمور انجام دے رہا ہے، اس لئے اصل فعل مامور سے صادر ہوا، لہذا دم بھی مامور کے مال میں ہوگا، اور اگر آمر کی اجازت کے بغیر تمتع کیا گیا تو اس میں بھی دم تمتع مامور پر ہوگا اور حج بھی اسی کا ہوگا، جس کے سبب اس پر ضمان لاگو قرار دیا گیا ہے۔

علامہ داماد آفندی اس پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''دم تمتع وقران مأمور پر ہوگا، کیونکہ یہ دو عبادتوں کی ادائیگی پر موقوف ہوتا ہے اور اس نعمت کے لئے مامور خاص ہے، اس لئے کہ اصل فعل اسی سے متعلق ہے، اگرچہ حج آمر کا ادا ہوگا کیونکہ شرعی اعتبار سے اس کا وقوع ہوا ہے اور دم شکر کے واجب ہونے کا سبب اصل فعل کا پایا جانا ہے اور وہ مامور کے ذریعہ صادر ہو رہا ہے (لہذا دم شکر بھی مامور ہی کے ذمہ ہوگا)'' (مجمع الأنہر ۳۰۹/۱، الدین الخالص ۳۹/۹)۔

نیز علامہ شامی کے مطابق بلا اجازت آمر حج تمتع کی صورت میں اس پر ضمان واجب ہوتا ہے، اسکی وجہ اور سبب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ووجهه إن لم يأت بالمأمور به، لأنه أمره بسفريصرفه إلى الحج لا غير فقدخالف أمر الآمر فضمن" (ردالمحتار ۲۴/۲، فتح القدیر ۱۵۳/۳)۔

(اس کی وجہ یہ ہے کہ آمر نے اس کو جس چیز کا حکم دیا تھا وہ اس کو بجا نہیں لایا، اس لئے کہ اس نے صرف حج کا حکم دیا تھا اس کے علاوہ کسی اور چیز کا نہیں، مگر اس نے آمر کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے، لہذا اس پر ضمان واجب ہوگا)۔

اسی طرح حج بدل کرنے والے نے آمر سے صریح اجازت تو نہیں لی ہے مگر اس کا ظن

Marfat.com

غالب ہے کہ آمر اس کی اجازت دے دے گا، تو صرف گمان غالب کی بنیاد پر حج تمتع جائز نہ ہوگا اس لئے کہ مسئلہ آمر کی جانب سے حج فرض کی ادائیگی کا ہے، کہ اگر بعد میں آمر نے اجازت نہ دی تو اس کی جانب سے حج ہی نہ ہوگا، لہذا صرف ظن غالب کی بنیاد پر تمتع نہ کرنا چاہئے۔

اور جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ آج کل عام طور پر معروف حج تمتع ہی ہے، اس لئے صریح اجازت کے بغیر حج بدل میں عرفاً تمتع سمجھنا صحیح نہ ہوگا، اس لئے کہ مسئلہ فرض کی ادائیگی کا ہے اور بہت نازک ہے، لیکن راقم کا خیال ہے کہ اس زمانہ میں حج وعمرہ کرنے کی عام آدمی کو اجازت نہیں ہے، ہر طرف حکومت کی پابندیاں، ویزا اور سرحد عبور کرنے کے بے شمار مسائل درپیش ہیں، نہ جانے کتنی قانونی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں، اس لئے عرف کا اعتبار کرتے ہوئے تمتع کی اجازت ہونی چاہئے۔

حج عن المیت میں تمتع کی گنجائش

حج عن المیت میں تھوڑی تفصیل ہے جس کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

۱- اگر میت پر حج فرض تھا، اس نے حج بدل کی وصیت کی ہو اور ترکہ سے تمام متعلقہ حقوق ادا کرنے کے بعد اتنا حصہ بچ جائے جو حج بدل کے لئے کافی ہو، خواہ حج بدل میت کے گھر سے کیا جائے یا میقات سے، جہاں سے ممکن ہو، اس صورت میں مامور کو حج قران وتمتع کرنا درست نہ ہوگا اور نہ ورثاء کی اجازت موصی کی اجازت سمجھی جائے گی، بلکہ ہر حال میں حج افراد کرنا ضروری ہوگا۔

۲- اگر آمر یعنی میت پر حج فرض نہ تھا، لیکن اس نے حج بدل کی وصیت کی ہو اور اس کے مال سے تمام متعلقہ حقوق ادا کرنے کے بعد ترکہ اتنی مقدار میں موجود ہو کہ اس کے مکان سے نہ سہی، راستہ کے ہی کسی حصہ سے حج بدل میقاتی کرایا جاسکتا ہے اور ورثا کے لئے یہ ممکن بھی ہے تو ورثاء پر حج بدل ضروری ہوگا، لیکن مامور کے لئے قران وتمتع کی اجازت نہ ہوگی۔

Marfat.com

۳-آمر پر حج فرض نہ تھا اور نہ ہی اس نے حج کی وصیت کی ہو، یا کی ہو مگر میت کے مال سے متعلق حقوق کو ادا کرنے کے بعد اتنا روپیہ بھی نہ بچ سکے جس سے مکی کو ہی حج کرایا جاسکے تو اس صورت میں ورثاء پر حج بدل کرانا ضروری نہ ہوگا، اگر ورثاء تبرعاً اپنی جانب سے حج بدل کرادیں تو مستحسن ہے اور اس میں قران وتمتع سب کرنا جائز ہے۔

یہ بات یہاں بھی ملحوظ رہے کہ حج عن المیت کی جن صورتوں میں تمتع کی اجازت ہے اس میں دم تمتع مامور کے ذمہ ہوگا (نظام الفتاوی ۱/۱۵۱، ۱۵۲، طبع اسلامک فقہ اکیڈمی)، اور میت کی صریح اجازت کے بغیر حج تمتع کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا، اگر کرلیا گیا تو یہ حج میت کا نہ ہوگا اور مامور کو ضمان ادا کرنا ہوگا۔

فقہ حنفی کے معروف فقیہ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

"فلو أمره بالإفراد فقرن أو تمتع ولو للميت لم يقع عنه ويضمن النفقة" (ردالمحتار ۲/۲۳۹)۔

(اگر آمر نے مامور کو افراد کا حکم دیا ہو لیکن وہ تمتع یا قران کرلے تو یہ حج اس کا نہ ہوگا خواہ میت ہی کے لئے کیا جائے اور وہ نفقہ کا ضامن قرار پائے گا۔

نیز فقہ حنفی کے ممتاز محقق علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

"جب عمرہ میت کی جانب سے نہ ہو تو وہ خود اس کی جانب سے ہوگا اور یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ وہ ابتداء میں عمرہ کی نیت اپنی طرف سے کرتا، اس طرح کی صورتوں میں تمتع ممنوع ہوتا ہے، کیونکہ عمرہ میت کی طرف سے ادا نہیں ہوتا ہے" (فتح القدیر ۳/۱۵۳ طبع دارالفکر بیروت)۔

۱۰-حیض ونفاس کی حالت میں طواف زیارت کرنا

حالت ناپاکی میں طواف زیارت کرنا گرچہ درست نہیں ہے، لیکن ایسی حالت میں طواف زیارت کرلینا چاہئے اور کرلینے سے رکن ادا ہوجائے گا، البتہ بدنہ لازم ہوگا اور بدنہ یعنی

Marfat.com

دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ میں کرنا ضروری ہے۔

فقہ حنفی کے مایہ ناز فقیہ شمس الأئمہ سرخسی رقمطراز ہیں:

''اگر طواف زیارت حالت جنابت میں کیا ہو یہاں تک کہ اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹ آئے، تو ایسے شخص کو مکہ واپس جا کر طواف زیارت کرنا ہوگا اور وہ از سرنو احرام باندھے بغیر مکہ میں داخل نہ ہوگا، اگر وہ مکہ دوبارہ نہیں جاتا ہے تو پھر طواف زیارت کے عوض بدنہ دینا ہوگا اور طواف زیارت کے سلسلہ میں یہی حکم حائضہ عورت کا ہے'' (مبسوط للسرخسی ۴/۴۱، فتح القدیر ۲/۲۶۲)۔

نیز شیخ برہان الدین مرغینانی نے لکھا ہے کہ بدنہ اگر مکہ بھیج دے تو بھی کافی ہو جائے گا، البتہ افضل ہے کہ مکہ جا کر دوبارہ طواف زیارت کیا جائے۔

''وإن لم يعد وبعث بدنة أجزاء ہ لمابينا أنه جابر إلا أن الأفضل هو العود'' (ہدایہ مع الفتح ۳/۵۴، البحر الرائق ۳/۲۰)۔

۱۱- ایام عدت میں حج وعمرہ

کوئی خاتون اپنے شوہر کے ساتھ حج یا عمرہ کرنے کے لئے جا رہی تھی کہ راستہ میں شوہر کا انتقال ہو گیا، تو یہ عورت محصر کے حکم میں ہوگی اور وہ عدت کے ایام کو گزارے گی، ان ایام میں اس کے لئے حج یا عمرہ کرنا درست نہ ہوگا۔

امام سید امین محمود خطاب تحریر فرماتے ہیں:

''يكون الحصر عندالحنفيين بكل حابس عن البيت من عدو ولو مسلما أوموت محرم أوزوج لامرأة فى الطريق'' (الدین الخالص ۹/۲۷۲)۔

(احناف کے نزدیک احصار ہر اس چیز سے ہوگا جو بیت اللہ سے روک دے، دشمن سے خواہ مسلمان ہو، یا راستہ میں محرم یا شوہر کا انتقال ہو جائے)۔ لیکن صاحبین کا مسلک ہے کہ

Marfat.com

راستہ میں شوہر کا انتقال ہو جائے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا محرم موجود ہو تو وہ وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہے، مگر امام صاحب کہتے ہیں کہ مطلقاً اس کو کہیں جانے کی اجازت نہ ہوگی۔

مجمع الانہر میں ہے:

''عورت سفر سے کم مسافت پر بلا محرم کے جا سکتی ہے، لیکن معتدہ کے لئے اس کی اجازت نہیں ہے، جب اس کے لئے بلا محرم نکلنا ناجائز ہے تو عدت کی حالت میں بدرجہ اولی جائز نہ ہوگا'' (مجمع الانہر ۱/ ۴۷۴)۔

۱۲- منیٰ و مکہ میں ۱۵ یوم قیام کا حکم

ایام حج شروع ہونے سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچ جائے کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ یوم قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے، پھر دونوں کے قیام کی مدت ۱۵ یوم سے زائد ہوتی ہو تو کیا وہ شخص مقیم سمجھا جائے گا یا مسافر ہوگا؟ یہ سوال اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ پہلے مکہ مکرمہ اور منیٰ شہر کی آبادی الگ الگ تھی مگر اب مکہ شہر کی آبادی پھیل کر منیٰ کی آبادی سے متصل ہو گئی ہے۔

فقہاء کرام کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پندرہ یوم قیام دو مقامات پر کیا اور وہ دونوں مقام مستقل اپنی الگ جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں جیسے مکہ اور منیٰ ہے تو وہاں قیام کرنے والا شخص مقیم نہیں ہوگا، اس کے برعکس اگر ان دونوں جگہوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے تابع ہو تب تو وہ مقیم کے حکم میں ہوگا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: ''ولو نوی الإقامة خمسة عشر یوما فی موضعین فإن کان کل منهما أصلابنفسه نحومکة ومنیٰ والکوفة والحیرة لا یصیر مقیما، و إن کان إحداهما تبعا للآخر حتی تجب الجمعة علی سکانه یصیر مقیما''۔

Marfat.com

(اگر دو جگہوں میں پندرہ دن قیام کی نیت کرے، تو ان میں سے ہر ایک مستقل ہو جیسے مکہ ومنیٰ، کوفہ اور حیرہ تو وہ مقیم نہیں ہوگا لیکن اگر ان میں سے ایک دوسرے کے تابع ہو، یہاں تک کہ اس کے باشندوں پر جمعہ کی نماز واجب ہوتی ہو، تو ایسا شخص وہاں مقیم کے حکم میں ہوگا)۔

۱۳- وتر میں شافعی امام کی اقتداء کرنا

فقہاء کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شافعی امام وتر کی نماز فصل کے ساتھ ادا کرتا ہے، اس لئے حنفی کے لئے شافعی کی اقتداء کرنا درست نہ ہوگا، اس لئے کہ حنفیہ کے مسلک کے مطابق اس طرح نماز پڑھنے سے فاسد ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: "وفی حاشیة الأشباه للخیر الرملی الذی یمیل إلیه خاطری القول بعدم الکراهة إذا لم یتحقق منه مفسد" (رد المحتار ۱/۳۷۸)۔

(خیر الرملی کے حاشیہ اشباہ میں ہے اور میرا قلب بھی اسی طرف مائل ہے کہ اگر اس سے کوئی مفسد صلاۃ عمل سرزد نہ ہو تو اقتداء شافعی بلا کراہت جائز ہے)۔

مگر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حنفی مقتدی حرمین کی جماعت کو چھوڑ کر کیا تنہا نماز ادا کرے گا اور اپنے آپ کو جماعت حرمین کے ثواب سے محروم رکھے؟ تو اس مسئلہ کا حل فقہاء نے بیان کر دیا ہے کہ دو رکعت تو شافعی المسلک امام کی اقتداء میں ادا کرے گا، اور جب امام سلام پھیرے تو یہ سلام نہیں پھیرے گا، بلکہ اپنی رکعت مسبوق کی طرح مکمل کرے (مجمع الانہر ۱/۱۲۹)۔

Marfat.com

حج وعمرہ سے متعلق مسائل

مولانا ابراہیم فلاحی ☆

۱-امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آفاق سے آنے والے شخص کے لئے جو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا قصد کرے خواہ یہ قصد کسی دنیوی غرض، تجارت یا عزیزوں سے ملاقات کی نیت سے کیا ہو، مگر بیت اللہ شریف کی تعظیم کا تقاضہ یہ ہے کہ جب بھی وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو میقات سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر داخل ہو اور بیت اللہ کے عمرہ یا حج کا حق ادا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص میقات سے آگے مکہ کی طرف بغیر احرام کے نہ بڑھے۔

معلم الحجاج میں لکھا ہے:

''اگر کوئی شخص مسلمان، عاقل، بالغ جو میقات سے باہر رہنے والا ہے اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے، خواہ حج یا عمرہ کی نیت سے ہو یا اور کسی غرض سے میقات پر سے بلا احرام باندھے آگے گذر جائے گا تو گنہگار ہوگا اور میقات کی طرف لوٹنا واجب ہوگا، اگر لوٹ کر میقات کی طرف نہ آیا اور میقات کے آگے ہی سے احرام باندھ لیا تو ایک دم دینا واجب ہوگا اور اگر میقات پر واپس آ کر احرام باندھا تو دم ساقط ہو جائے گا'' (معلم الحجاج/۹۱)۔

امام شافعیؒ کے نزدیک یہ پابندی صرف اس شخص کے لئے ہے جو حج یا عمرہ کے قصد سے مکہ مکرمہ کا قصد کرے۔ کسی تجارت کی غرض یا عزیزوں سے ملاقات یا تفریحی طور پر جانے والوں کے لئے احرام باندھ کر جانا اور کم از کم عمرہ کرنے کی پابندی نہیں ہے۔

☆ بارڈولی۔

Marfat.com

بدائع کی عبارت ملاحظہ ہو:

"أما الصنف الأول فميقاتهم ما وقت لهم رسول الله ﷺ لا يجوز لأحد منهم أن يجاوز ميقاتهم إذا أراد الحج أو العمرة إلا محرما"۔

"ولنا ما روى عن النبي ﷺ أنه قال: ألا إن مكة حرام منذخلقها الله تعالى لم تحل لأحد قبلي ولا تحل لأحد بعدى، وإنما أحلت لي ساعة من نهار ثم عادت حراما إلى يوم القيامة"، والاستدلال به من ثلاثه أو جه:أحدها بقوله ﷺ ألا إن مكة حرام والثاني بقوله لا تحل بعدى۔ والثالث بقوله ثم عادت حراما إلى يوم القيامة مطلقا من غير فصل۔

مذکورہ بالا بدائع کی عبارت سے پتہ چلا کہ صورت مسئولہ میں بلا احرام باندھے آگے گذرنا ہرایک کے لئے ممنوع ہے۔امام شافعیؒ کی دلیل "أنه تجوز السكنى بمكة من غير إحرام الخ"۔یعنی یہ کہ جب مکہ میں رہنا اہل مکہ کے لئے بغیر احرام کے جائز ہے تو دخول مکہ بغیر احرام تو بدرجہ اولی جائز ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ کا عالی فرمان ہے: سن لو! کہ اللہ تعالی نے جب سے مکہ مکرمہ (کعبۃ اللہ) بنایا ہے تب سے وہ حرمت والا ہے، نہ تو وہ مجھ سے پہلے والوں کے لئے حلال رہا اور نہ ہی میرے بعد والوں کے لئے، ہاں! چند ساعت کے لئے وہ میرے لئے حلال ہوا تھا پھر وہ قیامت تک کے لئے حرام ہو گیا۔اس روایت سے تین طریقوں سے استدلال کیا جاتا ہے: اولاً یہ کہ حضور اقدس ﷺ نے لفظ ألا کے ذریعہ سے فرمایا: "ألا إن مكة حرام"۔ دوسرا یہ کہ میرے بعد بھی وہ کسی کے لئے حلال نہ ہوگا۔ تیسرا یہ کہ میرے لئے کچھ ساعت کے لئے حلال ہوا تھا (ضرورۃً) پھر وہ قیامت تک کے لئے حرام ہو گیا، معلوم ہوا کہ اس کی حرمت ابدی ہے۔

دوسری دلیل حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

دخول مکہ بلا احرام جائز نہیں ہے، وجہ بھی اس کی ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ ایک مبارک جگہ ہے، اللہ رب العزت کے نزدیک اس کی قدر و منزلت ہے، لہذا مکہ مکرمہ میں داخل ہونا یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ حج یا عمرہ کی عبادت کے التزام کے ساتھ ہو، تا کہ روئے زمین کی تمام جگہوں کے مقابلہ میں اس کے شرف کا اظہار ہو، لہذا بلا احرام میقات سے گذر کر حرم میں داخل ہونا جائز نہیں۔

لہذا سوال مذکور کا جواب یہ ہی ہوگا کہ جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا اور کسی مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم مکی کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام کے ساتھ ہی میقات سے آگے بڑھیں۔

۲- صورت مسئولہ کے بارے میں حضرت مفتی شفیع صاحبؒ جواہر الفقہ میں رقم طراز ہیں:

"کوئی مکۃ المکرمہ اور حدود حرم کا رہنے والا اگر حدود حرم سے باہر آفاق میں کسی وجہ سے چلا جائے تو اب اس کا حکم بھی آفاقی کے مانند ہوگا، اگر وہ وہاں سے مکہ مکرمہ یا حدود حرم میں جانے کے قصد سے حدود مواقیت کے اندر آئے گا تو اس پر لازم ہے کہ میقات یا محاذات میقات سے احرام باندھ کر آئے، بغیر احرام کے داخل ہونا آفاق میں جانے کے بعد اس کے لئے بھی جائز نہیں" (جواہر الفقہ ا ر ۴۹۲-۴۹۳)۔

لہذا ٹیکسی ڈرائیور وغیرہ کے لئے جو بار بار مکہ مکرمہ، جدہ، مدینۃ المنورہ کے درمیان آمدورفت کرتے ہیں اسی طرح تجارتی سامان لانے لے جانے والے ملازمین، تجارتی کمپنیوں کے ایجنٹوں کو حدود حرم کے اندر باہر آمدورفت کرنی ہوتی ہے ایسے لوگوں کے لئے بھی ہر بار میقات میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنا ضروری ہے، وہ اس سے مستثنیٰ نہیں۔

رہ گیا سوال یہ کہ اس میں دقت وحرج ہے تو حرج کی وجہ سے احکام میں جو فرق آتا ہے اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہاں کوئی نص نہ ہو اور یہاں نص موجود ہے دخول مکہ بلا احرام جائز نہیں، الاشباہ میں ہے: "المشقة والحرج إنما يعتبران عند عدم النص" (الاشباہ ر ۸۳)۔

Marfat.com

اور الاشباہ میں اسی قاعدہ کے فائدہ نمبر ایک کے تحت لکھا ہے:

"المشاق علی قسمین: مشقة لا تنفک عنها العبادة غالبا"، اس کے جزئیات بیان فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"فلا أثر لها في إسقاط العبادات"، اور دوسری "مشقة تنفک عنها العبادات" غالباً" اس کے دو درجے ذکر کئے ہیں: مشقة عظیمة قادحة فهي موجبة للتخفیف، مثلا إذا لم یأمن للحج طریق إلا من البحر و کان الغالب عدم السلامة لم یجب، الثاني مشقة خفیفة فهو لا أثر له ولا الالتفات إلیه۔ لأن تحصیل مصالح العبادات أولی من دفع هذه المفسدة التي لا أثر لها" (الاشباہ/۸۲)۔

لہذا مذکورہ بالا شکل کو مشقت کی قسم اول میں شمار کیا جائے گا: "لا تنفک عنها العبادات غالباً فلا أثر لها في إسقاط العبادات"، لہذا بلا احرام حدود میقات سے تجاوز کرنے سے دم لازم ہوگا۔

۳-مکی کے لئے تمتع وقران کی گنجائش ہے یا نہیں

مکی اور حدود حرم میں رہنے والوں کے لئے تمتع وقران کی گنجائش نہیں ہے (عمدۃ القاری/ ۲۸۰، کتاب الحج)۔

مفتی محمد شفیع صاحب "معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں: "اسلام سے پہلے عرب اہل جاہلیت کا خیال یہ تھا کہ جب حج کے مہینے شروع ہو جائیں یعنی ماہ شوال شروع ہو جائے تو ان ایام میں حج وعمرہ کو جمع کرنا سخت گناہ ہے، اس آیت کے آخری حصہ میں ان کے اس خیال کی اصلاح اس طرح کردی گئی کہ حدود میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے تو حج وعمرہ دونوں کو اشہر حج میں جمع کرنا ممنوع رکھا گیا کیونکہ ان کو اشہر حج کے بعد دوبارہ عمرہ کے لئے سفر کرنا مشکل نہیں، لیکن حدود میقات کے باہر سے آنے والوں کے لئے جمع کرنا جائز قرار دیا گیا کہ دور دراز سے

Marfat.com

مستقل عمرہ کے لئے سفر کرنا ان کے لئے آسان نہیں'' (معارف القران ۱/ ۴۲۶)۔

۵-تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس کا حکم یہ ہے کہ آفاقی حاجی عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے مزید عمرہ کرسکتا ہے۔ عمدۃ الفقہ میں لکھا ہے: ''یہ جو عمدۃ المناسک میں مذکور ہے کہ تمتع کرنے والا تمتع کا عمرہ ادا کر لینے اور اس کے احرام سے فارغ ہونے کے بعد حج سے پہلے اور عمرہ نہ کرے''۔ شارح اللباب ملا علی قاریؒ نے کہا ہے کہ یہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ مکی کو صرف عمرہ سے بھی منع کیا گیا ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ مکی کو تمتع اور قران سے منع کیا گیا ہے عمرہ اس کے لئے ممنوع نہیں ہے اور یہ متمتع تو آفاقی ہے جو کہ عمرہ سے منع نہیں کیا گیا ہے، لہٰذا اس کے لئے تکرار عمرہ جائز ہے، کیونکہ عمرہ بھی طواف ہی کی طرح ایک مستقل عبادت ہے۔

دوسری بات یہ کہ ہمارے تمام اصحاب کے نزدیک ایام ممنوعہ خمسہ کے علاوہ باقی تمام سال میں عمرہ کرنا بلا کراہت جائز ہے اور اس بارے میں مکی اور آفاقی میں کوئی فرق نہیں ہے، جیسا کہ بحر میں اس کی صراحت ہے (عمدۃ الفقہ ر ۲۹۴، کتاب الحج، اور دیکھئے: منحۃ الخالق ۲/ ۳۹۳)۔

لہٰذا جو جاہل معلمین ایسے متمتع آفاقی کو جو اپنے ساتھ ہدی نہیں لایا اس کو حج سے پہلے عمرہ کرنے سے منع کرتے ہیں یہ صحیح مذہب کے خلاف ہے اور وہ آفاقی حاجیوں کو ایک ایسی عظیم عبادت سے محروم کرنے کا سبب بنتے ہیں جو ان کو اپنے ممالک میں میسر نہیں آسکتی اور اکثر ان کے پاس حج کے بعد وقت اتنا تنگ ہوتا ہے کہ عرفات ومنیٰ سے مکہ مکرمہ واپس آنے کے بعد ان کو عمرہ کرنا ممکن نہیں ہوتا (کذا فی عمدۃ الفقہ ر ۲۹۴، کتاب الحج)۔

لہٰذا خلاصہ یہ ہوا کہ تمتع کرنے والا حاجی عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کے احرام سے قبل دوسرے نفلی عمرے کرسکتا ہے۔

۶: الف- عمل رمی میں نیابت کا مسئلہ

رمی کی جملہ شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ رمی کا خود کرنا ہے، قادر ہونے کے باوجود بلا

Marfat.com

عذر رمی میں نیابت جائز نہیں، البتہ عذر کی وجہ سے نیابت درست ہے، لہذا کسی مریض کی طرف سے اس کے حکم سے یا غشی والے کی طرف سے اس کے امر سے یا امر کے بغیر، یا ناسمجھ بچہ یا نیم پاگل یا مجنوں کی طرف سے رمی میں نیابت جائز ہے۔

رمی میں نیابت کے لئے مریض سے مطلق طور پر ہر مریض مراد نہیں ہے، بلکہ مریض کی حد یہ ہے کہ اگر مریض ایسا ہو کہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تب اس کی نیابت میں دوسرا رمی کر سکتا ہے، وہ سوار ہو کر بھی رمی نہ کر سکتا ہو یا یہ کہ اس کے لئے سواری میسر نہ ہو اور رمی کرنے سے اس کو اندیشۂ ضرر ہو، لہذا اگر مریض کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہو یا کمزور ہونے کے باوجود سواری میسر ہے اور اس کو شدید ضرر کا بھی اندیشہ نہیں ہے اور نہ ہی مرض کی زیادتی اور دیر میں صحت یاب ہونے کا خوف ہے تو ایسے شخص کی طرف سے رمی میں نیابت جائز نہیں، لیکن کوئی سواری یا اٹھانے والا نہ ملے تو رمی میں نیابت جائز ہوگی۔

معلوم ہوا کہ یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ معذور کے لئے ہے اور مرد و عورت دونوں کے لئے ہے، لیکن عورت کے لئے رات میں رمی کرنا بہتر ہے، لہذا عورت کو بھی بلا عذر رمی میں نیابت نہیں کروانی چاہئے۔

فقہاء نے تو عورت، بیمار و ضعفاء کے لئے ہجوم کے خوف کو عذر قرار دیتے ہوئے قربانی کے دن طلوع سے قبل رمی کر لینے کو یا پہلے تین دن رات تک رمی کو مؤخر کرنے کو اور چوتھے دن زوال سے قبل رمی کر لینے کو جائز کہا ہے، ان کی طرف سے نیابت کو عدم ضرورت کی وجہ سے جائز نہیں کہا گیا، پس اگر یہ لوگ ہجوم کے خوف کی وجہ سے خود رمی نہیں کر سکتے تو ان پر فدیہ لازم ہوگا (عمدۃ الفقہ/ ۵ ۲۳۵ تا ۲۴۰)۔

۷- سعودیہ میں مقیم غیر ملکیوں کی حالت احرام میں گرفتاری کا حکم

حصر کا معنی مفردات القرآن للراغب میں یہ ہے: "الحصر والإحصار المنع

Marfat.com

من طریق البیت۔ فالإحصار یقال فی المنع الظاهر کالعدو والمنع الباطن کالمرض والحصر لا یقال إلا فی المنع الباطن" (مفردات)۔

شرعاً حصر کا معنی وقوف عرفہ اور طواف زیارت سے روکنا ہے، البحر میں احصار کی یہ تعریف ہے:

"وفی الشریعة هو منع الوقوف والطواف" (البحر الرائق ۳/۵۷)۔

احصار کے آٹھ اسباب عمدۃ الفقہ میں مذکور ہیں جن کو اختصار سے ذکر کیا جاتا ہے:

۱- کسی مسلمان یا کافر دشمن کا حج سے روکنا اور اس راستہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ ہو یا یہ کہ راستہ تو ہو لیکن اس میں ضرر کا معتبر درجہ کا اندیشہ ہو یا دوسرا راستہ طویل ہو۔

۲- کسی ایسے درندہ کا اندیشہ ہو جس کے دفع کرنے سے عاجز ہو۔

۳- قید ہونا یا بادشاہ کا منع کرنا، اگرچہ منع کرنا احرام باندھ لینے کے بعد ہو۔

۴- ہڈی ٹوٹ جانا یا اتنا لنگڑا ہو جانا کہ سفر نہ کر سکے۔

۵- پیدل یا سواری پر چلنے کی وجہ سے مرض کی زیادتی کا ظن غالب ہو۔

۶- عورت کے محرم یا شوہر کا راستہ میں فوت ہو جانا جبکہ مکہ مکرمہ وہاں سے مسافت سفر یا اس سے دور ہو۔

۷- نفقہ کا ہلاک ہو جانا، لیکن اگر وہ سفر کے خرچ کے بغیر پیدل چلنے پر قادر ہے مثلاً یہ کہ وہ مکہ مکرمہ یا عرفات کے قریب ہے، تو وہ محصر نہیں اور اگر وہ پیدل چلنے پر قادر نہیں تو وہ محصر ہے۔ اس کو اس حالت میں احرام سے باہر ہونا جائز ہے، ورنہ پیدل چلے اور لوگوں سے سوال کرے۔

۸- سواری کے جانور کا ہلاک ہو جانا، بشرطیکہ وہ پیدل چلنے پر قادر نہ ہو اور نہ اس کے پاس جانور خریدنے کا نفقہ ہو۔

۹- احرام باندھنے کے بعد شروع ہی سے پیدل چلنے سے عاجز ہونا جبکہ اس کو صرف

Marfat.com

نفقہ پر قدرت ہو، سواری کے جانور کی قدرت نہ ہو، اس وقت وہ محصر شمار ہوگا۔

۱۰- مکہ مکرمہ یا عرفات کا راستہ بھول جانا، لیکن اگر وہ کسی ایسے شخص کو پائے جو اس کو راستہ بتادے تو وہ محصر نہیں ہوگا۔

۱۱- شوہر کا زوجہ کو نفل حج یا واجب لغیرہ یا عمرہ سے روکنا جبکہ زوج کی اجازت کے بغیر احرام باندھا ہو، بخلاف فرض حج کے۔

۱۲- احرام باندھنے کے بعد عورت پر عدت طلاق واجب ہونا خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر اور خواہ وہ مکہ مکرمہ میں ہو یا اس سے باہر، اگرچہ اس کے ساتھ محرم بھی ہو اس پر واجب ہے کہ جہاں اس پر عدت طلاق واقع ہوئی وہیں رات بسر کرے، پس اگر وہ مکہ مکرمہ میں ہے تو عرفات کے لئے نہ جائے اور وقوف عرفات کے بعد جب حلال ہونا چاہے تو جب چاہے عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہو جائے (عمدۃ الفقہ ۶۱۰/، احصار کا بیان)۔

لہذا صورت مسئولہ میں کوئی شخص اس طرح پکڑا جائے گا وہ محصور کے حکم میں ہوگا۔

اب رہ گیا ان کے احرام کھولنے کا مسئلہ تو احصار کا حکم یہ ہے کہ اگر احرام باندھنے کے بعد وقوف عرفہ سے قبل یہ صورت پیش آئی ہے تب تو وہ محصر شمار ہوگا اور اگر اس نے وقوف عرفہ کر لیا تھا اس کے بعد پکڑا گیا تو محصر نہ ہوگا۔ لہذا جو شخص وقوف عرفہ سے قبل پکڑا گیا اس کا حکم یہ ہے کہ وہ احرام کھولے بغیر اپنی جگہ (جدہ وغیرہ) واپس آجائے اور احرام کی حالت میں رہے یہاں تک کہ وہ رکاوٹ دور ہو جائے، اس کے بعد اگر اس کو کسی طریقہ سے حج مل سکتا ہے تو افعال حج ادا کر کے حلال ہو جائے اور اگر اس کو حج نہ مل سکے تو حج فوت ہو جانے والے شخص کی طرح عمرہ ادا کر کے حلال ہو جائے، اس پر ہدی واجب نہیں ہے۔

اگر ایسی صورت میسر نہ ہو کہ وہ عمرہ یا حج کے افعال ادا کر سکے، بلکہ اس کا احصار برابر باقی رہا تو اگر اس نے صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا ہو تو اس پر واجب ہے کہ کسی کو ایک ہدی یا اس کی قیمت دے کر حرم بھیجے تا کہ اس قیمت سے وہاں ہدی خریدے اور اس کی طرف سے

Marfat.com

حدود حرم میں جا کر ہدی ذبح کرے۔

اگر محصر کو قربانی کا جانور نہ مل سکے یا اس کی قیمت میسر نہ ہو، یا کوئی ایسا شخص نہ مل سکے جس کے ہاتھ ہدی کا جانور بھیج سکے تو وہ میسر آنے تک احرام کی حالت میں رہے گا، جب میسر ہو جائے تو وہ اس کے ذریعہ احرام سے حلال ہو جائے یا مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے حلال ہو جائے۔

لیکن اگر کوئی شخص ہمیشہ اسی حالت پر رہا کہ نہ وہ مکہ مکرمہ جانے پر قادر ہے اور نہ ہی ہدی روانہ کرنے پر قادر ہے تو وہ ہمیشہ احرام ہی میں رہے گا جب تک کہ وہ قادر نہ ہو جائے، یہ ہمارے طرفینؒ کا ظاہری مذہب ہے، امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس کے پاس ہدی نہ ہو تو ہدی کی قیمت کے مطابق غلہ صدقہ کر دے اور ہر مسکین کو نصف صاع دے، اور اگر اس کے پاس غلہ بھی نہ ہو تو ہر نصف صاع کے بدلہ ایک روزہ رکھے اور پھر حلال ہو جائے، امام ابو یوسفؒ نے امالی میں کہا ہے کہ یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، اس لئے کہ اس میں بہت بڑی تنگی سے نجات مل جاتی ہے، لہذا ضرورت کے وقت اس پر عمل کی گنجائش ہے (عمدۃ الفقہ ۴/ ۶۱۲)۔

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب کے وجوب اور سنت کا اختلاف

اس باب میں حضرت امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ ان افعال ثلاثہ میں ترتیب مسنون ہے، واجب نہیں اور اس کے ترک کی وجہ سے دم واجب نہیں ہوتا، یہ ہی ہمارے صاحبین کا مسلک ہے، امام مالکؒ کے یہاں بھی بعض میں ترتیب واجب ہے، اور امام احمدؒ کے یہاں اگر عمداً ترتیب ترک کر دے تو دم واجب ہوگا سہواً ترک ہونے سے دم واجب نہ ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ کے یہاں عمداً و سہواً دونوں صورتوں میں دم واجب ہوگا۔

علامہ کشمیریؒ کی العرف الشذی (۱/ ۱۸۲) میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی اس حدیث

Marfat.com

''إن رجلا سأل رسول الله ﷺ قال حلقت قبل أن أذبح فقال اذبح ولا حرج وسأله آخر فقال نحرت قبل أن أرمي فقال ارم ولا حرج'' (سنن ترمذی ۱۸۲/۱) کی تشریح میں لکھی عبارت سے یہ پتہ چلا کہ حنفیہ کے یہاں ترتیب واجب ہوگی اور ان تینوں افعال میں تقدیم وتاخیر کی وجہ سے دم واجب ہوگا۔ رہ گیا یہ سوال کہ مذبح اور قیام گاہ کی دوری کی وجہ سے عورتوں اور ضعفاء کا مذبح جانا دشوار ہے اس لئے وہ ترتیب کو ترک کردے یہ درست نہیں، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کسی ایک دیندار، متقی پرہیزگار آدمی کو وکیل بنا دیا جائے کہ ہماری طرف سے قربانی کردے اور وہ وکیل جب قربانی سے فارغ ہو جائے تو فوراً مطلع کردے تاکہ وہ اپنے باقی ماندہ افعال سے فارغ ہو جائے، لہذا ایسے اعذار جن کا بدل ممکن ہو اس میں کسی واجب کو چھوڑنا جائز نہیں، عذر کی وجہ سے واجب چھوڑ سکتے ہیں۔

''كذا في الشامية من اللباب لو ترك شيئا من الواجبات بعذر لا شئ عليه على ما في البدائع''۔

اور اعذار سے مراد وہ اعذار ہیں جو منجانب اللہ ہوں جیسے مرض، جیسا کہ شامی میں ہے: اور ازدحام، مذبح وغیرہ کا دور ہونا مراد نہیں۔

۹- حج بدل میں تمتع کا حکم

یہ بات تو ظاہر ہے کہ عبادت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) محض مالی عبادت جیسے زکوۃ، صدقہ فطر، عشر وغیرہ، (۲) محض بدنی عبادات جیسے نماز، روزہ، اعتکاف، قرأت قرآن وغیرہ، (۳) وہ عبادات جو مالی اور بدنی دونوں سے مرکب ہوں جیسے حج۔

پہلی قسم یعنی محض مالی عبادت میں مکلف کی طرف سے قدرت وعجز یعنی اختیار واضطرار دونوں حالتوں میں نیابت جاری ہو سکتی ہے، خواہ وہ خود اس کے ادا کرنے پر قادر ہو یا نہ ہو اپنے

Marfat.com

نائب کے ذریعہ ادا کی جاسکتی ہے اور محض بدنی عبادات میں کسی بھی حالت میں نیابت جاری نہیں ہوسکتی، چنانچہ نسائی شریف کی روایت ہے: **"لا یصم أحد عن أحد ولا یصل أحد عن أحد"** (اخرجہ النسائی عن ابن عباس)۔

جو بدنی اور مالی سے مرکب عبادت ہے اگر وہ واجب ہے جیسے حج فرض یا حج منذور، تو اس میں صرف عجز کی وجہ سے نیابت جاری ہوسکتی ہے نہ کہ حالت قدرت میں اور اس میں بھی شرط یہ ہے کہ وہ عذر تا موت قائم رہے، اس لئے کہ حج تمام عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔

فقہاء کرام نے حج فرض وواجب کی نیابت کے جواز کے لئے ۲۰ شرائط ذکر کئے ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی شرط فوت ہو تو حج بدل ادا نہ ہوگا، اور منجملہ ان ۲۰ شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ آمر کی مخالفت نہ ہو۔

یعنی جب تک آمر مامور کو حج قران یا تمتع کی اجازت نہ دے مامور کو حج قران یا تمتع ادا کرنا جائز نہ ہوگا، اگر بلا اجازت حج کرے گا تو حج بھی آمر کا نہ ہوگا بلکہ مامور کا ہوگا اور اس صورت میں مامور پر ضمان لازم آئے گا۔ شامی میں باب الحج عن الغیر کے تحت لکھا ہے: **"الرابع الآمر ای بالحج فلا یجوز حج غیرہ بغیر إذنہ"** (شامی ۲/۲۵۹)۔

الف- اب رہ گیا سوال یہ کہ حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج بدل کرسکتا ہے یا نہیں؟

اس کا جواب درمختار کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اجازت سے قران وتمتع کرنا جائز ہے۔

"ودم القران والتمتع والجنایة علی الحاج إن أذن لہ الآمر بالقران والتمتع وإلا فیصیر مخالفا فیضمن" (درمختار ۲/ ۲۶۷، ۲۶۸)۔

ب- دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا آمر کی صریح اجازت ضروری ہے؟

اس کا جواب نظام الفتاوی میں ہے کہ اگر آمر نے قران اور تمتع کی اجازت دے دی

Marfat.com

ہے خواہ مجملاً ہی دی ہو، مثلاً بایں طور کہ تم کو اختیار ہے کہ میری طرف سے جس طرح چاہو حج بدل کرآؤ، تو اس صورت میں مامور کو قران وتمتع کرنا جائز ہوگا، لیکن دم قران وتمتع وجنایت مامور کے ذمہ رہے گا، مامور کو اپنے ذاتی مال سے ادا کرنا ضروری ہوگا (نظام الفتاوی ر ۱۱۱)۔

ج- رہ گیا سوال کہ غلبہ ظن کی کیا حیثیت ہے؟ تو الاشباہ میں لکھا ہے:

"اما أكبر الرأى وغلبة الظن فهو الطريق الراجح إذا أخذ به القلب وهو المعتبر عند الفقهاء ..." (الاشباہ رص ۷۳)۔

معلوم ہوا کہ فقہاء کے یہاں اس کا اعتبار ہوتا ہے اور اس کو یقین کا درجہ حاصل ہے، لہذا جب آمر کی طرف سے ظن غالب اجازت کا ہے تو تمتع وقران کی گنجائش ہوگی۔

د- رہ گیا یہ مسئلہ کہ باذن آمر و بلا اذن آمر کی صورت میں دم قران وتمتع کا حکم یہ ہے کہ بدون اذن آمر کی صورت میں تو پورے مال حج کا ضمان مامور پر ہوگا اور اذن آمر کی صورت میں دم قران وتمتع مامور کے ذمہ ہوگا جیسے کہ اوپر کی صراحت سے معلوم ہوا۔

ھ- حج بدل کرنے والے کو آمر کی اجازت سے تمتع کی گنجائش ہے، لہذا اس کے جواب کی ضرورت نہ رہی۔

و- حج عن المیت کی صورت میں تمتع کا مسئلہ، اس کی کئی صورتیں ہیں مثلاً:

۱- میت پر حج فرض نہیں تھا اور حج کی وصیت کی اور حقوق مقدمہ کی ادائیگی کے بعد تہائی ترکہ کی مقدار اتنی ہے کہ میت کے مکان سے نہ سہی راستہ ہی سے حج بدل کرایا جاسکتا ہے، ایسا کرنا ورثاء کی قدرت میں بھی ہو تو ورثاء کو ایسا کرنا ضروی ہے اور اس حج بدل کرنے والے مامور کے لئے قران وتمتع کی اجازت نہ رہے گی اور موصی کے ورثاء کی اجازت قران وتمتع کے لئے کافی نہ ہوگی۔

۲- اگر میت پر حج فرض نہ ہو اور نہ اس نے حج کی وصیت کی ہو، یا وصیت تو کی ہو مگر حقوق مقدمہ واجبہ کی ادائیگی کے بعد اتنی مقدار بھی مال نہ چھوڑا ہو جس سے حج مکی ہی سہی، کی

Marfat.com

جائے، اس صورت میں کسی وارث پر حج بدل کرانا ضروری نہیں، اگر حج بدل کرادے تو کراسکتا ہے بلکہ مستحسن ہے، اس میں قران و تمتع دونوں کرسکتا ہے۔

۳- اگر وصیت تو کی ہے لیکن ترکہ بالکل نہ چھوڑا ہو کہ مکی حج بھی ہو سکے، یا ترکہ کافی چھوڑا ہے لیکن وصیت نہیں کی تو اگر چہ اس پر فرض حج باقی رہا ہو مگر اس صورت میں ورثاء پر کسی قسم کا حج مکی یا میقاتی کرانا ضروری نہ رہے گا، البتہ اگر ورثاء اپنی طرف سے تبرع کردیں تو بہتر واحسن ہوگا، اللہ تعالی نے وسعت دی ہو تو کرانا چاہئے (اور میں بھی تمتع وقران کی گنجائش ہوگی) (عمدۃ الفقہ)۔

۱۰- ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کا حکم

طواف زیارت کو ایام قربانی سے مؤخر کرنے میں کراہت اور دم کا وجوب اس صورت میں ہے کہ طواف زیارت کو بلا عذر مؤخر کردے، لیکن اگر عذر کی وجہ سے مؤخر ہو جائے تو کچھ واجب نہیں، یہاں تک کہ اگر کسی عورت کو ایام نحر سے قبل حیض شروع ہوا اور ایام نحر گذرنے تک وہ حیض کی حالت میں رہی تو تاخیر کی وجہ سے اس پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

لہذا صورت مسئولہ میں بھی حیض اور نفاس والی عورت طواف زیارت نہ کرسکے تو اس پر بھی دم کا وجوب اس وقت ہوگا جبکہ وہ امکان کے باوجود تاخیر کرے، لہذا اگر کوئی حیض والی عورت قربانی کے آخری دن میں غروب سے قبل ایسے وقت حیض سے پاک ہوئی کہ ایسے وقت میں وہ غسل کے لوازمات مثلاً غسل کر کے مسجد الحرام میں آکر طواف زیارت پورا یا اکثر حصہ ادا کرسکے لیکن اس کے باوجود اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر دم تاخیر واجب ہوگا اور اگر حیض سے پاک ہونے کے بعد اس کو اس قدر وقت نہ ملا تو اس پر طواف زیارت نہ کرنے سے کچھ بھی واجب نہیں۔

منسک ابن امیر الحاج میں لکھا ہے کہ اگر کوئی قافلہ واپس لوٹنے کا ارادہ کرے اور اس

Marfat.com

قافلہ کی کوئی عورت حیض سے پاک نہ ہوئی ہو اور وہ فتوی دریافت کرے کہ وہ طواف زیارت کرے یا نہ کرے؟ اور اس حالت میں طواف زیارت ادا کرنے سے اس کا حج ادا ہوگا یا نہیں؟ تو فقہاء نے کہا ہے کہ اس کو کہا جائے کہ تیرے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، اس کے باوجود اگر تو داخل ہوگئی اور طواف زیارت کرلیا تو گنہگار ہوگی اور تیرا طواف صحیح ہوگا اور تجھ پر ایک بدنہ (سالم اونٹ یا گائے) ذبح کرنا واجب ہوگا، یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے، عورت اس مسئلہ میں حیران وپریشان ہوجاتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ حدث اکبر یعنی حیض ونفاس کی حالت میں مسجد میں جانا سخت گناہ ہے اور اس حالت میں مسجد جاکر بیت اللہ شریف کا طواف کرنا تو اور سخت گناہ ہے، اس لئے اس پر اس طواف کا اعادہ کرنا یا سالم اونٹ یا گائے ذبح کرنا واجب ہے اور کفارہ دینے کے باوجود اس گناہ سے توبہ کرنا ضروری ہے، اس لئے حیض یا نفاس والی عورت کو اپنے اوپر سے فرض اتارنے اور پوری طرح حلال ہونے کے لئے جان بوجھ کر ایسا ناجائز اور حرام فعل کرنا نہایت قبیح ہے، اس کو چاہئے کہ پاک ہونے تک وہاں ٹھہرے اور شرعی حکم کے مطابق پاک ہوکر طواف زیارت کرکے حج پورا کرے۔ محض سستی اور سہولت پسندی کی وجہ سے ہرگز حالت حیض میں طواف زیارت نہ کرے۔ آج کل جہازوں کی کثرت سے اور کوشش کرکے جہازوں میں بعد کی تاریخوں میں نشست تبدیل کرائی جاسکتی ہے، لیکن اگر مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ایسی حالت میں طواف زیارت کرلیا تو حکما اس کا حج پورا ہوجائے گا وہ احرام سے حلال ہوجائے گی اور اس پر سالم اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہوگا۔

لیکن سوال کے مطابق اس کا رکنا کسی طرح بھی ممکن نہ ہو، حکومت کی طرف سے پابندی عائد ہو اور اس کی اور اس کے محرم کی روانگی کی تاریخ تبدیل نہ ہوسکتی ہو، تو مجبوراً طواف زیارت کرلے گی اور کفارہ ادا کردے گی، حضرت امام احمدؒ کی ایک روایت کے مطابق اس کا حج پورا ہوجائے گا، احرام سے حلال ہوجائے گی اور بدنہ واجب ہوگا، لیکن یہ معاملہ مبتلی بہا عورت

Marfat.com

اوراس کے قافلہ پر موقوف ہے کہ وہ خوداس کا فیصلہ کریں کہ ان کوٹھہرناممکن ہے یا نہیں۔

سوال کی چوتھی شق کہ دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ میں ہوناضروری ہے یا اپنے مقام پر بھی کر سکتے ہیں؟اس کا جواب یہ ہے کہ حدودحرم میں دم کوذبح کرنا بالاتفاق شرط ہے خواہ وہ ہدی شکرانہ (قران وتمتع) کی ہو یا سزا کی ہو،سب کا یہی حکم ہے(عمدۃ الفقہ ۴/ ۶۰۱، کتاب الحج)۔

۱۱-سفرحج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو وہ ایام عدت میں عمرہ وحج ادا کرے یا نہیں؟

شامی میں احصار کے بیان میں لکھا ہے:"ومنها العدة فلو أهلت بالحج فطلقها زوجها و لزمتها العدة صارت محصرة ولومقيمة أو مسافرة معها محرم"(شامی ۲/ ۳۲۰)۔

عمدۃ الفقہ میں ہے:''ایسی صورت کے لئے حکم یہ ہے کہ ممکن ہوتو ایک سال رہ کر حج کر کے آئے یا آئندہ سال حج کے لئے واپس جائے،اوراگرعذرشرعی کی وجہ سے نہ جاسکے تو حج بدل کی وصیت کر جائے یہ اصل مسئلہ ہے،(بعد چند سطور کے فرماتے ہیں)لیکن اس مسئلہ میں اس وقت بہت ہی مشکل پیش آئے گی جب عورت اپنے خاوند کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ہواوراس کا خاونداس کو وہاں طلاق دے دے اور وہ عورت عرفات نہ جائے،یہ عورت بھی اسی طرح معذور سمجھی جانی چاہئے،جیسے جنگل وغیرہ میں اقامت مشکل ہوتو مکہ معظمہ چلے جانے کا جواز ہے،تو اب اس حالت میں عرفات میں جائے تو جواز ہوسکتا ہے ورنہ اس کو نہایت ہی مشکل پیش آئے گی، اگر وہ افعال عمرہ بجالا کر حلال ہوگئی تو پھر حج کی قضا لازم ہوگی پھراس کے لئے وہاں رہنا یا واپس آنا نہایت دشوار ہوگا''۔

کسی معتبر کتاب میں اس کے متعلق جواز کی گنجائش نظر سے گذرتھی،لیکن اب بہت تلاش کرنے سے بھی نہیں ملی غالباً کبیر ہی میں کہیں یہ عبارت تھی''(عمدۃ الفقہ ۴/ ۶۰، کتاب الحج)۔

Marfat.com

۱۲- حج کا سفر کرنے والا ایام حج یعنی ۸ ذی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵ یوم قیام سے قبل ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے تو اب اس کو مسافر شمار کیا جائے یا مقیم؟ جبکہ پہلے دونوں آبادیاں الگ الگ تھیں مگر اب مکہ مکرمہ شہر پھیلتے ہوئے منیٰ کی آبادی سے متصل ہو گیا، اس کا حکم یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ اگر مکہ مکرمہ سے منیٰ تک مسلسل عمارات نہیں بلکہ بقدر (غلوہ ۱۳۷ء۱۶ میٹر) یا اس سے زائد خلا ہے یا درمیان میں زرعی اراضی ہے تو یہ مستقل آبادی شمار ہوگی۔

عبارات فقہ میں اتصال آبادی کا کوئی معیار نظر سے نہیں گزرا، بظاہر اس کا مدار رویت ظاہرہ پر ہے یعنی دیکھنے میں اتصال نظر آئے مگر وجود مزارع یا قدر غلوہ بہر کیف موجب انقطاع ہے، کیونکہ فناء مصر صحت جمعہ میں اگرچہ مطلقاً بحکم مصر ہے مگر حکم قصر میں وجود مزارع یا قدر غلوہ الحاق بالمصر سے مانع ہے، البتہ فصل مذکور کے باوجود اگر عام عرف میں دو مقام ایک ہی شہر کے دو محلے سمجھے جاتے ہوں تو حکم اتحاد ہوگا (احسن الفتاویٰ ۴/ ۷۳)۔

اس سے معلوم ہوا کہ مکۃ المکرمہ اور منیٰ کے درمیان کم از کم قدر غلوہ کا فاصلہ تو ضرور ہے اور عرف میں بھی دونوں کو مستقل آبادی سمجھا جاتا ہے، لہذا مذکور حاجی منیٰ میں رہتے ہوئے بھی مسافر ہی ہوگا۔

۱۳- بلاد عرب اور حرمین میں امام کے پیچھے وتر ادا کرنے کا مسئلہ بہت ہی اہم ہے، اگر جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے تو بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے، اور اگر پڑھے تو دو سلام سے پڑھنا لازم آتا ہے، اس صورت میں یہ کرے کہ امام کے ساتھ پہلی دو رکعت میں نفل کی نیت کرے اور جب امام تیسری رکعات کے لئے کھڑا ہو تو اس وقت بھی دو رکعت نفل کی نیت سے کھڑا ہو اور امام کے سلام کے بعد مسبوق کی طرح اپنی ایک رکعت پڑھ لے، اور الگ سے اپنی جماعت کر لے تاکہ دونوں محظورات سے محفوظ ہو (نظام الفتاویٰ ۱/ ۷۲)۔

Marfat.com

تیسرا باب

مختصر تحریریں

Marfat.com

Marfat.com

حج اور عمرہ کے جدید مسائل اور ان کا حل

مولانا محمد رضوان القاسمیؒ ☆

۱، ۲- حج وعمرہ کے قصد سے حدود میقات سے گزرنا ہو تو بالاتفاق میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے، لیکن عبادت کے علاوہ کسی اور مقصد سے، مثلاً تجارت وغیرہ کی غرض سے حدود میقات میں داخل ہونا پڑے تو اس سلسلہ میں مشہور مسلک یہی ہے کہ میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے، لیکن صورت حال یہ ہے کہ موجودہ حالات میں نت نئی ایجادات نے مسافتوں کے فاصلے کم کردئے ہیں، ایک ہی دن میں کئی مرتبہ پیشہ ور حضرات، مثلاً ٹیکسی ڈرائیور وغیرہ کو حدود میقات میں آنا اور جانا پڑتا ہے، ایسے لوگوں پر ہر مرتبہ احرام کا لزوم جس مشقت و پریشانی کا باعث ہوگا، وہ محتاج بیان نہیں، اس لئے اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ کے اس قول کو اختیار کیا جائے جو جمہور کی رائے کے موافق ہے، جسے علامہ سرخسیؒ یوں نقل فرماتے ہیں:

”وإن أراد دخولها للتجارة أوطلب غريم له فله فيه قولان فى أحد قوليه لا يجب عليه الإحرام ، لأن الإحرام غير مقصود لعينه بل لأداء النسك به بهذاالرجل غير قاصد أداء النسك فكان الحرم فى حقه كسائرالبقاع فكان له أن يد خلها بغير إحرام“ (المبسوط ۴/۱۶۷)۔

امام ابوحنیفہ کے اس قول سے واضح ہے کہ ایسے پیشہ ور حضرات جن کا بار بار حدود میقات میں داخل ہونا ہو، احرام باندھنا ضروری نہیں ہے، لہذا دفع حرج کی خاطر موجودہ حالات

☆ سابق ناظم دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد۔

Marfat.com

میں امام صاحبؒ کے اس قول کو اختیار کیا جائے تو قرین صواب ہوگا۔

۳، ۴- تمتع وقران کے سلسلہ میں مسئلہ یہی ہے کہ مکی کے لئے تمتع کی بالکل گنجائش نہیں، البتہ قران کرنا چاہے تو کراہت کے ساتھ اس کی گنجائش ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں:

"إن أهل مكة ومن فى حكمهم لا يتصور منهم التمتع و يتصور منهم القران ، لكن مع الكراهة" (شامی ۲/ ۲۱۵)۔

علامہ شامی کے کلام سے معلوم ہوا کہ مکی کے لئے افراد ہی بہتر ہے، لیکن مکی کیلئے تمتع کی گنجائش نہ دینے کی صورت میں بالخصوص موجودہ زمانہ میں جس قدر مشقت وحرج ہے، وہ ظاہر ہے، کہ اشہر حج میں ناگزیر حالات میں میقات سے باہر نہ جانے کی پابندی نہیں لگائی جاسکتی، کیوں کہ ضروریات زندگی انسان کے ساتھ ہر وقت لگی ہوتی ہے، اس لئے کسی شدید ضرورت کی بناء پر میقات سے باہر جانے کی نوبت آئے اور اسی سال حج کا ارادہ ہو تو مکی کو تمتع کی اجازت دینا مناسب ہوگا، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کی رائے ہے۔

"وإن خرج المقيم بمكة سنة لحاجة فى أشهر الحج ثم دخل محرما بعمرة ندب أن لا تلزمه" (کتاب النیل ۴/ ۶۳)۔

۵- متمتع آفاقی شخص اپنے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد از روئے شریعت کسی اور عمل میں مشغول نہیں ہے، اور نفس عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، علامہ نوویؒ کا بیان ہے:

"ثم المعتمر إن كان متمتعا أقام بمكة حلالا يفعل ماأراد من الجماع وغيره ماكان عليه حرام بالإحرام فإذا أزاد أن يعتمر تطوعا كان له ذلك ويستحب الإكثار من الاعتماد" (کتاب الایضاح فی مناسک الحج والعمرہ/ ۲۶۳)۔

۶: الف، ب- اگر کوئی شخص کسی عذر کی بناء پر رمی نہ کرسکے تو رمی کے لئے کسی کو نائب

Marfat.com

بنانا درست ہے، کیوں کہ جب پورے حج میں نیابت درست ہے تو رمی حج کا ایک رکن ہے، اس میں عذر کی بناء پر نائب بنانا بدرجہ اولی درست ہوگا، جیسا کہ علامہ ابن ہمام تحریر فرماتے ہیں:

"ومن كان مريضا لا يستطيع الرمي يوضع في يده و يرمى بهاأويرمى عنه غيره" (فتح القدیر ۲/ ۴۹۸)۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ طاقتور اور جوان محض مرض کے احتمال و وہم یا ازدحام کی وجہ سے تن آسانی کے لئے نائب نہ بنائیں، بلکہ مشقت بھی ہو تو وقت مستحب کی بجائے ایسے جائز وقت کا انتخاب کرنے کی کوشش کریں، جس میں رمی مباح قرار دی گئی ہے، جیسے غروب آفتاب سے دوسرے دن طلوع صبح سے پہلے تک کا وقت۔

۷- اول تو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ اس طرح کے قوانین جو اجتماعی سہولت اور نظم ونسق کی اصلاح کے لئے بنائے گئے ہیں، اس کی خلاف ورزی سے بچنا چاہئے، تاہم احرام باندھ لیا اور پولیس نے ارکان حج ادا کرنے سے روک دیا تو یہ "محصر" سمجھا جائے گا، اس احصار کی وجہ سے حلال ہونے کے لئے جو دم دیا جائے گا، اسے حرم بھیجنا ضروری ہے، اور بعد میں اس کی قضاء بھی اس کے ذمہ لازم ہوگی، چنانچہ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

"المحصر في عرف الشرع هواسم لمن أحرم ثم منع عن المضى في موجب الإحرام سواء كان المنع من العدو أو المرض أوالحبس و غيرهامن الموانع" (بدائع ۲/ ۱۷۷-۱۷۵)۔

"وحكمه في الشرع أن يتحلل بشاة يبعثها إلى الحرم فقد ذبح هناك" (فتاوی تاتارخانیہ ۲/ ۵۳۵)۔

۸- یوم نحر کے افعال میں امام ابوحنیفہؒ ترتیب کو واجب قرار دیتے ہیں اور ترک ترتیب پر دم لازم قرار دیتے ہیں، صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ) کے نزدیک ان افعال میں تقدیم و تاخیر سے دم لازم نہیں، چنانچہ صاحب اللباب لکھتے ہیں:

Marfat.com

”ومن أخر الحلق عن وقته حتى مضت أيام النحر فعليه دم عند أبي حنيفة و كذلک إن أخر الطواف عنده عنها، وقالا لاشيئى عليه“(اللباب فی شرح الکتاب ۱/ ۲۱۰)۔

آج کل احکام حج سے ناواقفیت، قربانی گاہ کی دوری کے تحت اور قربانی کے اختیاری نظام میں سہولت کے تحت ان افعال میں ترتیب کا لحاظ دشوار ہوتا ہے، اس لئے موجودہ زمانہ میں صاحبین کے قول کے مطابق ان افعال حج میں ترتیب کا واجب نہ ہونا زیادہ قرین مصلحت نظر آتا ہے۔

۹: الف- آمر نے مامور کو صراحۃً تمتع کی اجازت دی ہو تو مامور آمر کی طرف سے تمتع ادا کرسکتا ہے، ”ودم القران والتمتع والجنايات على الحاج إن أذن له الآمر بالقران و التمتع، وإلا فيصير مخالفا فيضمن“ (تاتارخانیہ ۲/ ۵۴۸)۔

ب، ج- حج ایک عبادت ہے، اور عبادت میں کسی کو اختیار نہیں کہ وہ دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے ادا کرے، لہذا آمر کی صریح اجازت کے بغیر مامور تمتع نہیں کر سکتا، چنانچہ محقق علامہ ابن ہمام کا بیان ہے:

”ولا ولاية للحاج في إيقاع نسک عنه لم يأمزه به، ألا ترى لولم يأمر بشيئ لم يجز اداؤه عنه فكذالم يامره بالعمرة“(فتح القدیر ۳/ ۱۵۳)۔

د- آمر کی اجازت کے بغیر تمتع درست ہی نہیں، اگر آمر کی اجازت سے تمتع کر رہا ہو تب بھی دم تمتع آمر پر نہیں بلکہ مامور پر لازم ہوگا، کیوں کہ اصلاً براہ راست مامور ہی تمتع سے متمتع ہو رہا ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا، ”ودم القران والتمتع والجنايات على الحاج إن أذن له الآمر“۔

ھ- حج بدل کرنے والا اجازت سے تمتع کرسکتا ہے، لہذا قانونی اعتبار سے افراد یا قران کی صورت میں جو دشواریاں پیش آسکتی تھیں، ان کا حل یہی ہے کہ آمر کی اجازت سے تمتع

Marfat.com

کرے،

و- اگر میت نے حج وعمرہ کی وصیت کی ہے تب تو اس کی طرف سے تمتع درست ہے، لیکن اگر وصیت نہیں کی ہے تو اس کی طرف سے تمتع کی گنجائش نہیں، کیوں کہ عبادت اجازت کے بغیر دوسرے کی طرف سے ادا نہیں کی جاسکتی، اس سلسلہ میں علامہ سرخسیؒ کے کلام سے روشنی ملتی ہے۔

"لأن العمرة التی زادهالايقع عن الميت لأنه لم يأمره بذلک ولا ولاية عليه للحاج فی أداء النسک عنه إلابقدر أمره" (المبسوط ۴/۱۵۵)۔

۱۰: الف، ب، ج، د- طواف کے لئے طہارت ضروری نہیں، بغیر طہارت کے بھی طواف درست ہے، اسی لئے حالت حیض میں عورت طواف افاضہ کرلے تو یہ فرض طواف کے لئے کافی ہوگا، البتہ حالت حیض میں طواف کرنے کی وجہ سے دم جنایت کے طور پر بدنہ کی قربانی لازم ہوگی، اور چوں کہ دم کی ادائیگی حرم ہی میں ہوسکتی ہے، اس لئے حرم ہی میں قربانی ضروری ہوگی، چنانچہ شامی میں ہے:

"ولو هم الركب على القفول ولم تطهر فاستفت هل تطوف أم لا، قالوا يقال لها: لايحل لک دخول المسجد وإن دخلت وطفت أثمت وصح طوافک و علیک ذبح بدنة" (ردالمحتار ۲/۱۹۹)۔

"وجميع ما يجب من الدماء يختص جواز ها بالحرم" (تاتارخانیہ ۲/۵۳۶)۔

۱۱- شوہر کی وفات کی وجہ سے عورت اپنے افعال حج یا عمرہ کو ترک نہ کرے، بلکہ اسی حالت میں حج یا عمرہ مکمل کرے، جیسا کہ "تاتارخانیہ" کی عبارت سے واضح ہے:

"وإن لز متهاالعدة بعد الخروج إلى الحج وهی مسافرة أو كانت عدة الوفاة إن كان بينها و بين منزلها مسيرة سفر فصاعدا وبينها وبين مكة دون ذلک فعليها أن تمضی عليها" (۲/۴۳۵)۔

Marfat.com

۱۲- مذکورہ صورت میں اگر مکہ مکرمہ و منیٰ دونوں کو ایک ہی آبادی تصور کیا جائے تب بھی منیٰ جانے کے بعد ۱۵ دن مکمل نہیں ہو رہے ہیں، تو یہ شخص مسافر کے حکم میں رہے گا، اور اگر ۱۵ دن مکمل ہو رہے ہیں تو مکان واحد ہونے کا اعتبار کر کے وہ شخص مقیم ہو جائے گا، چنانچہ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

"إذا نوى الإقامة بمكة شهرا، ومن نيته أن يخرج إلى عرفات ومنى قبل أن يمكث بمكة خمسة عشر لايصير مقيما لأنه يكون ناويا الإقامة، مستقبلة فلا يعتبر" (منحۃ الخالق علی البحر ۲/ ۱۴۳)۔

البتہ مکہ و منیٰ دونوں کو ایک ہی آبادی شمار کرے یا نہ کرے، اس سلسلہ میں ایک اصولی بات یہ ہے کہ شہر اور اس سے متصل آبادی کے درمیان کوئی مزرعہ وغیرہ یا قدر غلوہ کا فصل نہ ہو تو وہ آبادی اس شہر میں شامل سمجھی جائے گی، اس اصول کے مطابق مکہ و منیٰ میں اتصال ہے تو انہیں مکان واحد شمار کرنا چاہئے، ورنہ نہیں، چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: "إن كان بينه وبين المصر أقل من قدر غلوة ولم يكن بينهما مزرعة يعتبر مجاوزة الفناء أيضا" (۱/ ۱۶۷)۔

۱۳- حرمین شریفین میں حنفی نقطہ نظر کے اعتبار سے ایک بڑی دقت یہ پیش آتی ہے کہ حرمین میں وتر کی نماز دو سلام کے ساتھ ہوتی ہے، اور حنفیہ کے نزدیک وتر کی تین رکعات ایک ہی سلام کے ساتھ ہیں، اجتماعیت کو برقرار رکھنے اور حرم شریف میں جماعت کی فضیلت سے سرفرازی کے لئے مناسب ہوگا کہ اس مسئلہ میں مشہور حنفی فقیہ امام ابوبکر جصاص رازیؒ کی رائے پر عمل کر لیا جائے، جو فصل کے ساتھ وتر پڑھنے والے امام کی اقتداء کو درست قرار دیتے ہیں:

"لايجوز اقتداء الحنفي بمن يسلم من الركعتين في الوتر، وجوزه أبوبكر الرازيؒ ويصلي معه بقية الوتر لأن إمامه لم يخرج بسلامه عنده وهو مجتهد فيه كمالو اقتدى بإمام قد رعف" (البحر الرائق ۲/ ۳۹)۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کے حل طلب مسائل

مولانا عتیق احمد بستوی ☆

۱، ۲- جو آفاقی حج یا عمرہ کے علاوہ کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ جانا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی فقہاء حنفیہ کے نزدیک ضروری ہے کہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہوں اور حج یا عمرہ کریں، یہ مسلک حنفیہ کے علاوہ بعض دوسرے فقہاء کا بھی ہے، اس سلسلے میں حنفیہ کے یہاں کوئی استثناء نہیں ملتا، لیکن میرے نزدیک ان حضرات کو احرام کی اس پابندی سے مستثنیٰ کیا جانا چاہئے جنہیں تجارت، ملازمت یا کسی اور وجہ سے بار بار مکہ مکرمہ سے خارج میقات آمدورفت کرنی پڑتی ہے، کیونکہ ایسے لوگوں کے لئے ہر آمدورفت پر میقات میں داخل ہوتے ہوئے احرام باندھنا اور عمرہ یا حج کرنا انتہائی حرج ومشقت کی بات ہے، ایسی حرج ومشقت کی صورت میں فقہ حنفی سے عدول کر کے دوسرے فقہاء کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے احرام کو لازم نہ قرار دینا خود فقہ حنفی کے اصول وضوابط کے مطابق ہے۔

۳، ۴- جمہور فقہاء کے برخلاف حنفیہ کے نزدیک مکی کے لئے تمتع اور قران نہیں ہے۔ سوال نمبر ۴ میں مذکور مشکل کا حل علامہ شامی کی تشریح وتعبیر کے مطابق خود فقہ حنفی میں موجود ہے۔ علامہ شامی کا کہنا یہ ہے کہ فقہاء حنفیہ کی عبارت "لا تمتع لمکی" کا مطلب یہ ہے کہ مکی کی طرف سے تمتع متصور ہی نہیں ہے، کیونکہ تمتع کی حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی سفر میں اشہر حج میں الگ الگ احرام کے ساتھ اس طرح عمرہ اور حج کیا جائے کہ ان دونوں کے درمیان اپنے اہل کے

☆ سکریٹری برائے علمی امور، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)، استاذ تفسیر وفقہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

Marfat.com

ساتھ ''المام صحیح'' نہ ہو، اور مکی نے جب عمرہ کرنے کے بعد مکہ میں قیام کیا اس کے بعد احرام باندھ کر حج کیا تو عمرہ اور حج کے درمیان ''المام صحیح'' پایا گیا اس لئے تمتع نہیں پایا گیا، لہذا نہ دم تمتع لازم ہوگا نہ دم جنایت۔

۵- تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں فقہ حنفی میں دونوں قول ملتے ہیں، اختلاف سے بچنے کے لئے مناسب یہ ہے کہ مزید عمرے نہ کرے بلکہ جس قدر ہوسکے خانہ کعبہ کا طواف کرے، اذکار، نوافل، تلاوت وغیرہ میں وقت گذارے۔

۶ (الف، ب) - رمی میں نیابت صرف مریض یا ضعیف و معذور کے لئے ہوسکتی ہے، محض ازدحام کے خوف سے کوئی عذر شرعی نہ ہونے کے باوجود خود رمی نہ کرنا بلکہ کسی کو نائب بنا کر رمی کرادینا درست نہیں ہے۔

۷- ایسے لوگوں پر محصر کے احکام جاری ہوں گے۔

۸- رمی، ذبح، حلق کی ترتیب کے مسئلہ میں سوال میں مذکور دشواریوں کی بنا پر صاحبین اور دوسرے ائمہ کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

۹: الف- حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کرسکتا ہے۔

ب، ج- بہتر تو یہ ہے کہ حج بدل کرنے والا آمر سے صراحۃً حج بدل کی اجازت لے لے، لیکن اگر ایسا نہیں کرسکا تو دلالۃً اجازت بھی جواز تمتع کے لئے کافی ہے، خصوصاً جبکہ یہ عرف بن چکا ہے کہ آج کل حج پر جانے والے عموماً تمتع ہی کرتے ہیں اور آمر کی طرف سے حج تمتع کی اجازت دینے میں تنگی نہیں کی جاتی ہے۔

د- دم تمتع مامور (حج بدل کرنے والے) کے ذمہ ہے، ہاں اگر آمر بطیب خاطر از خود دم تمتع کی قیمت دے دے تو آمر اسے قبول کرسکتا ہے۔

ھ- مذکورہ بالا شقوں (الف، ب، ج، د) کے جواب کے بعد اس شق کے جواب کی

Marfat.com

ضرورت نہیں ہے۔

و- حج عن المیت کی صورت میں بھی تمتع کی گنجائش ہے، ہاں اگر میت نے صراحۃً حج اِفراد ہی کی وصیت کی ہو تو تمتع نہیں کیا جاسکتا۔

۱۰: الف- سوال میں مذکور مجبوریوں اور دشواریوں کی بنا پر حیض یا نفاس والی عورت کے لئے ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرنے کی گنجائش ہے۔

ب- رکن ادا ہو گیا۔

ج- بدنہ ذبح کرنا ہوگا اور حرم میں ذبح کرنا ہوگا، کسی اور مقام پر نہیں۔

۱۲- مکہ اور منیٰ کی آبادی اگر بالکل متصل ہو چکی ہو اور دونوں کی بلدیہ بھی ایک ہو یعنی انتظامی طور پر حکومت دونوں کو ایک شہر مانتی ہو تو سوال میں مذکور صورت میں انسان مقیم قرار پائے گا اور نمازوں میں قصر کے بجائے اتمام کرے گا، اور اگر مذکورہ بالا صورت حال نہ ہو تو قصر کرے گا۔

۱۳- امام ابو بکر جصاص رازی اور بعض دوسرے فقہاء حنفیہ کی صراحت کے مطابق حنفی وتر میں ایسے امام کی اقتداء کر سکتا ہے جو اپنے مسلک کے مطابق دو رکعت پر سلام پھیر کر تین رکعت وتر پوری کرتا ہو۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا شمس پیرزادہؒ☆

۱- جو لوگ حج وعمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم مکی کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو کیا ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں؟

حدیث میں میقات کا حکم جہاں بیان کیا گیا ہے وہاں یہ صراحت بھی ہے کہ:

"ممن کان یرید حجا أو عمرۃ" (جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو)۔

یعنی میقات سے گزرنے والا حج یا عمرہ کی نیت سے گزر رہا ہو تو اسے میقات سے احرام باندھ لینا چاہئے، بالفاظ دیگر جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے نہیں گزر رہا ہو اس پر احرام کی پابندی نہیں ہے۔ اس صریح حدیث کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اور نبی ﷺ کی عملی مثال بھی اس کی تائید میں موجود ہے، فتح مکہ کے موقع پر آپ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے، ترمذی کی روایت ہے:

"إن النبی ﷺ دخل یوم الفتح مکة وعلی رأسه عمامة سوداء، وقال هذا حدیث حسن صحیح" (نبی ﷺ فتح کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا، ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

مغنی میں ہے:

☆ سابق صدر ادارہ دعوۃ القرآن بمبئی۔

Marfat.com

''جو شخص حرم میں داخل ہونا چاہتا ہو خواہ مکہ میں یا اس کے باہر، تو اس کی تین صورتیں ہیں: ایک وہ شخص جو جائز قتال کے لئے یا خوف کی وجہ سے یا بار بار پیش آنے والی ضرورت کی وجہ سے مثلاً گھاس والا، لکڑی والا یا کھانے کی چیزیں لانے والا، نیز وہ شخص جس کی وہاں ملکیت ہو جس کی وجہ سے بار بار جانا آنا پڑ رہا ہو تو ایسے اشخاص پر احرام کی پابندی نہیں ہے، کیوں کہ نبی ﷺ فتح کے دن مکہ میں داخل ہوئے تھے اور آپ کے سر پر مغفر تھا، اسی طرح صحابہ بھی داخل ہوئے تھے، اور ہمارے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ ان میں سے کسی نے اس دن احرام باندھا تھا، اگر ہم ہر اس شخص پر جس کو بار بار داخل ہونا پڑتا ہو احرام کو واجب قرار دیں تو انہیں ہر وقت احرام کی حالت میں رہنا ہوگا لہذا یہ پابندی حرج کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے، اور یہی قول امام شافعی کا ہے'' (مغنی ۳/۲۶۸)۔

۲- آج کل اہل مکہ کا حدود حرم سے باہر جا کر پھر مکہ مکرمہ واپس آنا ہوتا ہے نیز مدینہ منورہ وغیرہ کے باشندوں کا بھی مختلف اغراض سے بار بار مکہ مکرمہ آنا ہوتا ہے مثلاً ٹیکسی ڈرائیور، تجارتی سامان لانے لے جانے والے ملازمین اور تجارتی کمپنیوں کے ایجنٹوں کو بار بار حدود حرم کے اندر باہر آمد ورفت کرنی ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے ہر بار میقات میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنا اور ارکان عمرہ کی ادائیگی دقت طلب اور وقت طلب ہے، جن فقہاء کے نزدیک حرم مکی میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے خواہ وہ حج یا عمرہ کی نیت نہ رکھتا ہو احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہونے کی پابندی ہے، کیا ان کے نزدیک ایسے لوگوں کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے؟

جہاں تک حنفی فقہ کا تعلق ہے اس معاملہ میں بڑی سختی ہے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

''مکہ کا رہنے والا اگر اپنی ضرورت سے مکہ سے باہر چلا جائے لیکن وقت (حرم) سے باہر نہ نکلے تو وہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو سکتا ہے، اور اگر حرم کے باہر چلا جائے تو وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتا ہے، جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ جو شخص کسی جگہ جانے کا ارادہ

Marfat.com

کرے تو اس کا معاملہ احرام کے حکم میں اس جگہ کے رہنے والے کے معاملہ جیسا ہی ہوگا" (المبسوط ۴؍۱۷۰)۔

لیکن یہ قول موجودہ حالات میں قابل عمل نہیں ہے اور اس کی پشت پر کوئی واضح دلیل بھی نہیں ہے، لہذا اہل مکہ وغیرہ کی ان ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے جو اس وقت پیش آ رہی ہیں اور چونکہ ان کے لئے ہر وقت احرام کی پابندی ایک ناقابل عمل بات ہے اور یہ پابندی تعطل پیدا کرنے کا موجب ہے اس لئے ان پر احرام کی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔

اس لئے اس سوال کا جواب کتاب وسنت کی روشنی میں وہی ہے جو اوپر سوال نمبر (۱) کے جواب میں بیان ہوا۔

۳- مکہ مکرمہ میں مقیم شخص اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو حج کے مہینے شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا درست ہے یا نہیں یعنی مکی کے لئے تمتع وقران کی گنجائش ہے یا نہیں؟

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

"أما المكى فلأنه ليس له أن يتمتع بالنص لأن الله تعالى قال فى ذلك لمن لم يكن أهله حاضرى المسجد الحرام"۔

(جہاں تک مکہ میں رہنے والے کا تعلق ہے اس کے لئے تمتع جائز نہیں یہ نص قرآنی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا ہے، تمتع اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں)۔

نیز لکھتے ہیں:

"اگر مکہ کا رہنے والا یہ شخص حج کے مہینوں میں عمرہ کرے پھر اسی سال حج کرے تو اس کی حیثیت تمتع کرنے والے کی نہیں ہوگی" (المبسوط ۴؍۱۶۹)۔

علامہ سرخسی کی رائے قرآن کی مذکورہ بالا آیت سے مطابقت رکھتی ہے، لہذا مکہ کا رہنے والا اگر حج کے مہینوں میں عمرہ کرتا ہے تو اس کی حیثیت تمتع کرنے والے کی نہیں ہوگی بنا

Marfat.com

برس اس پر ہدی دینے کی پابندی عائد نہیں ہوتی۔

۴-اس سوال کا جواب سوال نمبر (۳) کے جواب میں گزر چکا، اتباع قرآن وسنت کی ہونی چاہئے نہ کہ مسالک کی، موجودہ حالات میں جو مسائل پیدا ہو گئے ہیں ان کا اندازہ ایک ہزار سال پہلے کے فقہاء کو کہاں تھا، پھر ان کے اقوال پر جمے رہنا اور قرآن وسنت سے براہ راست تحقیق نہ کرنا محض تقلید جامد ہے اور مشکلات میں اضافہ کا باعث بھی۔

۵-تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے عمرے کر سکتا ہے یا نہیں؟

اس کی کوئی مثال دور رسالت میں نہیں ملتی کہ تمتع کرنے والے آفاقی شخص نے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کئے ہوں، جب مکہ میں آدمی موجود ہو تو اس کا باہر جا کر عمرے کے قصد سے مکہ میں داخل ہونا سراسر تکلف ہے کیوں کہ عمرہ تو حقیقۃً خانہ کعبہ کی زیارت ہے، اور جب مکہ میں رہتے ہوئے زیارت کا فیض اٹھایا جا سکتا ہے تو باہر جا کر زیارت کے لئے آنا کیا معنی رکھتا ہے؟ البتہ اگر کوئی شخص عمرہ کرنے کے بعد حج کے مہینوں میں ضرورۃً میقات کے باہر چلا جائے مثلاً مدینہ کا سفر کرے تو واپسی میں میقات سے احرام باندھ کر دوسرا عمرہ ادا کر سکتا ہے کیونکہ یہ صورت تکلف کی نہیں ہے۔

رہا حضرت عائشہ کا عمرہ کے لئے مکہ سے تنعیم جانا تو یہ عذر کی بنا پر تھا اور یہ عمرہ حج کے بعد کیا گیا تھا۔

۶: الف-عمل رمی میں کوئی شخص دوسرے کی نیابت عذر کی بنا پر کر سکتا ہے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

"حججنا مع رسول الله ﷺ ومعنا النساء و الصبيان فلبينا عن الصبيان ورمينا عنهم" (فقہ السنۃ ۱/ ۷۳۵)۔

(ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا اور ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے تھے تو ہم

Marfat.com

نے بچوں کی طرف سے لبیک کہی اور ان کی طرف سے رمی کی)۔

مغنی میں ہے:

"إذا كان الرجل مريضاً أو محبوساً أوله عذر جاز أن يستنيب من يرمي عنه" (مغنی ۳؍۴۹۰)۔

(اگر آدمی مریض ہو یا محبوس ہو یا اسے کوئی عذر ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ کسی ایسے شخص کو نائب بنائے جو اس کی طرف سے رمی کرے)۔

ب- رمی میں اگر نیابت ہوسکتی ہے تو صرف مریض یا معذور کے لئے یا ہر شخص کے لئے، اس معذوری کی کیا حد ہے جس کی وجہ سے نیابت جائز ہے، کیا محض ازدحام کے خوف سے نائب بنانا درست ہے؟

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

"مریض جو جمار کی رمی نہ کرسکتا ہو اس کے ہاتھ میں کنکری رکھ دی جائے تاکہ وہ رمی کرسکے کیونکہ جس کام کے کرنے سے وہ عاجز ہو اس کے لئے وہ دوسرے شخص کی مدد لے سکتا ہے، اور اگر اس کی طرف سے کسی نے رمی کی تو وہ ادا ہوجائے گی کہ اس کا حال بے ہوش شخص کی طرح ہے اور وجہ یہ ہے کہ نسک میں نیابت چلتی ہے جس طرح ذبح کرنے میں نیابت جائز ہے" (المبسوط ۴؍۱۶۹)۔

اور بدائع میں ہے کہ معذور شخص کی طرف سے کسی دوسرے شخص کا رمی کرنا جائز ہے، اس سلسلہ میں مزید وضاحت ہے:

"لأن أفعال الحج تجري فيها النيابة كالطواف والوقوف بعرفة ومزدلفة والله أعلم" (بدائع ۲؍۱۳۷)۔

(کیوں کہ حج کے افعال میں نیابت روا ہے، مثلاً طواف اور عرفہ ومزدلفہ میں وقوف)۔

نیابت صرف معذور شخص کے لئے ہے ہر شخص کے لئے نہیں، البتہ موجودہ حالات میں

Marfat.com

جب کہ حج کے لئے بیس بیس لاکھ کا اجتماع ہوتا ہے اور رمی کے دوران ازدحام کی وجہ سے حادثات ہوتے رہتے ہیں اور کتنے ہی لوگ کچلے جاتے ہیں اور اموات واقع ہوتی ہیں، ان لوگوں کے لئے جو ازدحام کی کثرت سے گھبراتے ہوں اور ازدحام میں چلنے کا حوصلہ نہ رکھتے ہوں بالخصوص عورتیں اور بوڑھے ان کا رمی کے لئے کسی کو نائب بنانا درست ہوگا۔

۷- بہتر ہوتا اگر اس سوال کا جواب دارالافتاء ریاض سے حاصل کیا جاتا۔

علامہ سرخسی نے احصار کی تحقیق میں لکھا ہے:

"کیوں کہ اہل لغت کہتے ہیں احصار مرض کی صورت میں ہوتا ہے، اور دشمن کی طرف سے رکاوٹ پیش آجانے پر کہا جاتا ہے حصر اور وہ محصر ہوا، اور مرض میں کہا جاتا ہے أحصر اور وہ محصر ہوا۔ فراء رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں: دشمن اور مرض دونوں رکاوٹوں کی صورتوں میں احصر کہا جاتا ہے، اور خاص طور پر دشمن کے تعلق سے حصر کا لفظ استعمال ہوتا ہے، لہذا اس بات پر سب اہل لغت متفق ہیں کہ لفظ احصار کا اطلاق مرض کی صورت میں بھی ہوتا ہے" (المبسوط ۴/۱۰۸)۔

رہی قانونی رکاوٹ تو وہ اس زمانہ کا مسئلہ ہے، سعودی حکومت نے یہ پابندی حاجیوں کی کثرت سے پیدا ہونے والے مسائل کے پیش نظر عائد کی ہے اور حاجیوں کی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ کچھ قانونی پابندیاں بھی عائد کی جائیں تاکہ حاجیوں کو ارکان کی ادائیگی میں غیر معمولی مشکلات کا سامنا کرنا نہ پڑے اور حادثات کم سے کم ہوں، لہذا اگر کوئی شخص حکومت سے اجازت لئے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھتا ہے تو اس کے اس فعل کو صحیح نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ یہ خلاف مصلحت ہے اور قانوناً اس کو اس کا حق نہیں ہے، لہذا حکومت اگر ایسے شخص کو پکڑ کر واپس بھیج دیتی ہے تو وہ محصر کی تعریف میں نہیں آتا اور اس پر ہدی کی پابندی نہیں ہے، احصار تو اس صورت میں ہے جب کہ اس کا سفر حج یا سفر عمرہ صحیح ہو اور پھر دشمن یا مرض وغیرہ کی طرف سے رکاوٹ کھڑی ہو جائے، واللہ اعلم۔

Marfat.com

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب مسنون ہے واجب نہیں، اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے:

"عن ابن عباس قال كان النبي ﷺ يسئل يوم النحر بمنى فيقول لا حرج فسأله رجل فقال حلقت قبل أن أذبح قال اذبح ولا حرج وقال رميت بعد ما أمسيت فقال لا حرج" (بخاری: کتاب المناسک)۔

(حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے یوم النحر کو منیٰ میں سوالات کئے جاتے تو آپ جواب میں فرماتے: کوئی حرج نہیں، ایک شخص نے پوچھا میں نے قربانی سے پہلے سر منڈا لیا، آپ نے فرمایا: قربانی کرلو کوئی حرج نہیں، اس نے کہا میں نے شام ہونے کے بعد رمی کی، آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں)۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ ترتیب مطلوب تو ہے لیکن اگر کسی وجہ سے ترتیب برقرار نہیں رہ سکی تو مذکورہ مناسک ادا ہو جائیں گے اس توسع کے بعد جو حدیث میں بیان ہوا ہے، فقہی تنگی پیدا کر کے لوگوں کے لئے مشکلات پیدا کرنا صحیح نہیں، موجودہ حالات میں منیٰ میں قربانی کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے، اس لئے جو ادارے حکومت کی اجازت سے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں ان کی یہ خدمت لائق قدر ہے، دار الافتاء ریاض سے وہاں کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ اس کے جواز میں شائع ہو چکا ہے۔

۹- عام طور پر معروف حج تمتع ہے افراد یا قران شاذ و نادر ہے، کیا اس صورت میں حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا عرفاً حج تمتع تصور کیا جائے گا؟

جی ہاں عرف کا اعتبار کیا جائے گا اور حج بدل کے لئے جس کو بھیجا جائے گا اس کا تمتع کرنا صحیح ہوگا، نبی کریم ﷺ نے حج تمتع ہی کو ترجیح دی ہے اور صحابہ کرام کو اس پر عمل کرنے کی ہدایت کی تھی، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ حج بدل کرنے والا تمتع نہ کرے، حج کے ساتھ عمرہ کی تکمیل کا حکم قرآن نے دیا ہے "وأتموا الحج والعمرة لله" (سورہ بقرہ:۱۹۶) (حج اور عمرہ اللہ کے

Marfat.com

لئے پورا کرو)۔

حج بدل میں حج کے ساتھ عمرہ کرنا اس حکم کے بالکل مطابق ہے، اس کے لئے آمر کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ حج عن المیت کی صورت میں بھی تمتع ہی کیا جانا چاہئے۔

۱۰- کوئی حج کرنے والی عورت حیض یا نفاس کی وجہ سے طواف زیارت نہ کرسکی، اس کے لئے پاکی کا انتظار نا قابل عمل ہے کیوں کہ اس کا ویزا نہیں بڑھ پا رہا ہے یا جہاز کی تاریخ میں تبدیلی نہیں ہو پا رہی ہے ایسی عورت کیا کرے؟

یہ بات صحیح نہیں کہ ویزا اس طرح ختم ہو جاتا ہے کہ حیض والی عورت کو طواف زیارت کا موقع نہیں ملتا، ویزا کی مدت موسم حج ہے جو کم از کم ذوالحجہ کے اخیر تک رہتی ہے گویا حائضہ کو کم از کم بیس دن کا موقع طواف زیارت کے لئے مل جاتا ہے، اس لئے کوئی قانونی دشواری نہیں ہے، رہا جہاز کی تاریخ میں تبدیلی کا مسئلہ تو یہ بھی ممکن ہے، عام طور سے لوگ مقررہ تاریخوں میں تبدیلی کراتے رہتے ہیں، اور اس عذر کو کہ عورت حیض کی وجہ سے طواف زیارت نہیں کرسکتی ایرلائنز کے ذمہ داروں کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ ضرور تاریخ تبدیل کر دیں گے۔

بصورت آخر حائضہ عورت طواف زیارت کے لئے اپنے ساتھی کو یا کسی اور شخص کو نائب بنا سکتی ہے کیونکہ مناسک میں مجبوری کی صورت میں نیابت کی گنجائش ہے۔

۱۱- سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو وہ ایام عدت میں عمرہ و حج ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟

ایسی صورت میں عورت ایام عدت میں عمرہ و حج ادا کرسکتی ہے کیونکہ حج یا عمرہ کا سفر ایک معقول اور شرعی عذر ہے۔

۱۲- حج کے دوران منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں نماز قصر پڑھنا اور عرفات میں اور مزدلفہ میں جمع بین الصلاتین کرنا حج کے مناسک میں داخل ہے کیوں کہ نبی ﷺ کا یہی طریقہ رہا اور آپ نے اس موقع پر ایسی کوئی ہدایت نہیں دی کہ جو شخص مکہ میں مقیم رہا ہو وہ قصر یا

Marfat.com

جمع نہ کرے۔

۱۴- رمضان میں جو لوگ عمرہ کے لئے جاتے ہیں نیز سعودیہ وغیرہ میں مقیم حنفیہ کے لئے ایک مسئلہ وتر میں اقتداء کا ہے کہ امام فصل کے ساتھ وتر ادا کرتا ہے تو کیا اس کی گنجائش ہے کہ جماعت و مجمع کی رعایت میں وہ امام مسجد کی اقتداء کرے؟

اگر اس کا جواب حنفی مسلک کی رو سے مطلوب ہے تو حنفی علماء ہی اس کا جواب دے سکتے ہیں ورنہ شریعت نے تو امام کی اقتداء کرنے کا حکم دیا ہے، اور اختلافی مسائل میں اگر امام کی اقتداء نہیں کی گئی تو تفرقہ کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

حج وعمرہ کے متعلق اہم مسائل

مفتی محبوب علی وجیہی☆

۱-صورت مذکورہ میں علماء حنفیہ کے نزدیک مسئلہ تو یہی ہے کہ اگر کوئی میقات کے باہر سے آئے تو دخول مکہ کے لئے اس پر ضروری ہے کہ میقات سے احرام باندھے، لیکن وہ لوگ جو ملازمت یا کاروبار کی وجہ سے بار بار مکہ آتے اور جاتے ہیں ایسے لوگ اگر ہر بار احرام باندھ کر آئیں اور پھر عمرہ ادا کریں تو ان کے کاموں میں بڑا خلل واقع ہوگا اور اس مشقت سے نظم وانتظام درہم برہم ہو جائے گا، شریعت مطہرہ میں ایسی مشقت اور حرج مدفوع ہے اور اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اصول فقہیہ جو علماء حنفیہ نے قائم کئے ہیں وہ بھی چاہتے ہیں کہ یہ حرج دفع کردیا جائے۔

چنانچہ الاشباہ والنظائر کے القاعدۃ الرابعہ میں ہے: "المشقة تجلب التيسير" (مشقت آسانی کو کھینچتی ہے) اور خود قرآن پاک میں ہے:

"يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر" (اللہ تعالیٰ تم سے آسانی چاہتا ہے اور تم سے سختی نہیں چاہتا)۔

اور دوسری جگہ ہے: "وما جعل عليكم في الدين من حرج" (اور دین کے سلسلہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں بنایا)۔

علماء نے فرمایا: اسی قاعدہ کے تحت شریعت کی تمام رخصتیں نکلتی ہیں۔

☆ رام پور، یوپی۔

Marfat.com

ہدایہ جلد اول کتاب الحج میں ہے:

''اور جو شخص میقات میں رہتا ہو اس کو مکہ میں بغیر احرام کے اپنی ضرورت کی وجہ سے داخل ہونا جائز ہے، اس لئے کہ مکہ میں اس کا دخول کثرت سے ہوگا اور ہر مرتبہ احرام کے واجب کرنے میں کھلی ہوئی تنگی ہے تو اس اعتبار سے اہل مکہ کے لئے ان کی ضرورت کی وجہ سے مکہ سے خروج و دخول بغیر احرام کے مباح ہو گیا، بخلاف اس صورت کے جب کہ حج کی ادائیگی کا ارادہ کرے، اس لئے کہ اس کا تحقق کبھی کبھی ہوتا ہے تو کوئی تنگی نہیں ہے'' (ہدایہ کتاب الحج)۔

صاحب ہدایہ کی اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ مکہ مکرمہ اکثر آتے جاتے ہیں اور میقات کے اندر رہتے ہیں اگر ان کے لئے احرام ضروری قرار دیا جائے تو وہ تنگی اور تکلیف میں مبتلا ہو جائیں گے، لہذا وہ اہل مکہ کے مثل ہیں، میقات یا اس کے اندر کے رہنے والے بلا احرام آ جاسکتے ہیں، البتہ وہ عمرہ یا حج کی نیت سے جانا چاہیں تو بلا احرام باندھے نہیں جاسکتے، کیوں کہ یہ کبھی کبھی ہوتا ہے، لہذا آج کی ضروریات اور کثرت آبادی اور قسم قسم کی تیز رفتار سواریوں نے مکہ میں آمد و رفت کو کثیر بنا دیا اور صاحب ہدایہ کی اس تعلیل کے پیش نظر ایسے لوگ جو ملازمت یا پیشہ وغیرہ کی ضرورت سے بار بار مکہ آتے جاتے ہیں انہیں احرام باندھنا معاف ہے، ورنہ وہ لوگ مشقت میں پڑ جائیں گے اور مشقت مدفوع ہے، البتہ عبادت کی نیت سے آئیں یا کبھی کبھار آنے کا اتفاق ہو تو احرام باندھ کر آئیں کیوں کہ اس میں مشقت نہیں پائی جاتی۔

۳- مکی کے لئے حج تمتع اور حج قران درست نہیں ہے، کیونکہ اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے وہ جب چاہے عمرہ کر سکتا ہے، اس کی ضرورت صرف آفاقی کے لئے ہے، کیوں کہ وہ بار بار سفر کے کثیر مصارف برداشت نہیں کر سکتا، اس لئے شریعت مطہرہ نے اس کو یہ چھوٹ دی کہ ایک ہی سفر میں وہ دو عبادتوں سے فائدہ حاصل کر سکے، لیکن اگر مکی حج تمتع یا قران کرے تو اس کا حج ہو جائے گا، مگر ایک دم بطور جرمانہ دینا پڑے گا۔

Marfat.com

۴-وہ لوگ جو مکہ میں رہتے ہیں ان کے لئے یہ حیلہ ہے کہ یہ ایسے مقام کے قصد اور نیت سے واپس آ جائیں جو حِل میں ہے جیسے جدہ، پھر وہاں سے بلا احرام باندھے مکہ میں داخل ہو جائیں، چنانچہ درمختار کی کتاب الحج میں ہے:

"أما لو قصد موضعا من الحل" (بہرحال اگر حِل میں سے کسی مقام کا ارادہ کرے)۔اور ردالمحتار میں ہے:

"قصداً أوليا كخليص وجدة حل مجاوزته بلا إحرام" (جیسے خلیص اور جدہ تو اس کی آمد و رفت بغیر احرام کے حلال ہے)۔اگر بار بار آنا جانا پڑتا ہو تو **"الضرورات تبيح المحظورات"** (ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں) اور وہ دلائل جو اوپر آ چکے ہیں ان کی روشنی میں بلا احرام باندھے مکہ میں آ سکتا ہے، مزید احتیاط یہ کرے کہ ایک دم جنایت دیدے اور پھر حج کے موقع پر حج اِفراد کا احرام باندھ کر حج اِفراد ادا کرے۔

۵-قوی اور صحیح بات یہ ہے کہ آفاقی عمرہ سے فارغ ہو کر اگر مزید عمرہ کرنا چاہے تو حج کا احرام باندھنے سے پہلے کر سکتا ہے، چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

"تنبيه: أفاد أنه يفعل مايفعله الحلال فيطوف بالبيت مابدا له ويعتمر من العمرة فى أشهر الحج وإن لم يحج" (ردالمحتار باب التمتع ر ۲۶۸) (معلوم یہ ہوا کہ وہ وہی افعال کرے جو غیر محرم کرتا ہے، چنانچہ بیت اللہ کا طواف کرے جو ہو سکے، اور حج کے مہینوں میں عمرہ کرے اگرچہ حج نہ کرے)۔

۶-عبادت کی تین قسمیں ہیں: ۱۔بدنی، ۲۔مالی، ۳۔دونوں سے مرکب۔ بدنی میں نیابت کسی حال میں جائز نہیں ہے، جیسے نماز، عبادت مالی میں نیابت جائز ہے خواہ عذر ہو یا نہ ہو۔ جو عبادت دونوں سے مرکب ہے اس میں بلا عذر نیابت جائز نہیں، البتہ عذر میں جائز ہے، جیسے حج اور اس کے متعلق افعال اس تیسری قسم میں داخل ہیں، لہٰذا اس میں عذر کی وجہ سے نیابت درست ہے، جیسے حج بدل۔ اور بلا عذر درست نہیں ہے، پس ایسے بوڑھے اور کمزور جو جمرات تک

Marfat.com

نہیں جاسکتے، یہاں تک کہ وہ سواری پر بھی نہیں جاسکتے، یا سواری جمرات تک نہیں جاسکتی تو ان کے لئے رمی میں اپنا نائب بنانا جائز ہے۔ ایسے ہی وہ لوگ جو اپنی جسمانی بناوٹ یا قلبی امراض کی وجہ سے اس مجمع کے ازدحام کو برداشت نہیں کرسکتے وہ بھی اپنا نائب بناسکتے ہیں۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: "اعلم أن أسباب التخفيف في العبادات وغيرها سبعة" (جان لو کہ عبادات اور غیر عبادات میں تخفیف کے سات اسباب ہیں)، اس کا دوسرا سبب یہ ہے: "الثاني المرض ورخصه كثيرة" (دوسرا سبب مرض ہے اور اس کی رخصتیں بہت ہیں)۔

اسی کے تحت بیان کیا ہے: "والاستنابة في الحج وفي رمي الجمار" (اور حج ورمی جمار میں نائب بنانا)۔ پس تندرست لوگ جو جمرات تک جاسکتے ہیں ان کے لئے ازدحام کے خوف سے نیابت درست نہیں ہے، ایسے لوگ نائب بنائیں گے تو ان کو دم دینا پڑے گا۔ گیارہ اور بارہ تاریخ میں غروب آفتاب کے بعد بھی رمی کرسکتا ہے گو فقہاء نے اس کو مکروہ لکھا ہے، مگر فی زمانہ حجاج کی کثرت اور وقت کی کمی کو دیکھتے ہوئے کراہت کا قول بھی مرتفع ہو جاتا ہے۔ عذر کی حد یہ ہے کہ ایسی بیماری اور کمزوری کہ جس کی وجہ سے حاجی جمرات تک نہ جاسکے۔

الف- عذر کی حالت میں دوسرے کو نائب بنانا جائز ہے۔

ب- ہر شخص کے لئے نائب بنانا جائز نہیں ہے اور نہ بھیڑ کے خوف سے نائب بنانا جائز ہے۔

۷- یہ لوگ اگر حالت احرام میں پکڑ لئے جائیں تو ان کے لئے محصر کا حکم ہے اور ان پر ہدی بھی نہیں ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"اور جان لو کہ جس کو کسی حق کی وجہ سے موجب احرام میں گزرنے سے روک دیا جائے تو وہ بغیر ہدی کے حلال ہو جائے گا، جب عورت یا غلام شوہر یا آقا کی اجازت کے بغیر

Marfat.com

احرام باندھیں تو ان دونوں کو چاہئے کہ فوراً حلال ہو جائیں جیسا کہ اس کا بیان حج کے اخیر میں آئے گا اور ان کا حلال ہونا ذبح کرنے پر موقوف نہیں ہوگا'' (ردالمحتار)۔

چونکہ یہ لوگ اس ویزا سے گئے ہیں جو کام کرنے کے لئے ہے حج اور عمرہ کرنے کے لئے نہیں ہے، ان کو اپنا کام بلا اجازت اس شخص کے جس کے یہ ملازم ہیں چھوڑنا جائز نہیں ہے، نہ ان کو حکومت کی بلا اجازت اس مقام کا چھوڑنا درست ہے، پس یہ بیوی یا غلام کے حکم میں ہے۔

۸- احناف کے نزدیک متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح، حلق میں ترتیب واجب ہے، بقیہ اماموں کے نزدیک سنت ہے، اس لئے حنفی کے لئے لازم ہے کہ ان میں ترتیب قائم رکھے ورنہ اس کو دم دینا پڑے گا۔

میرے نزدیک گورنمنٹ کی طرف سے جو ادارے یا بعض سماجی کمیٹیوں کی طرف سے ادارے قربانی کی رقم جمع کرتے ہیں ان سے ذبح کا وقت طے کر لینا چاہئے، چنانچہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اب وہ ادارہ ذمہ دار ہو گیا اور قربانی کرنے والا بری الذمہ ہو گیا، اگر وہ اپنے وقت پر قربانی نہیں کرے گا اور یہ حلق کرالے گا تو اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی اور درحقیقت یہ تحقیق بھی نہیں ہوسکتی کہ اس نے وقت معین پر قربانی نہیں کی اور وعدہ خلافی کی، پس مسلمان کو بے دلیل بد عہد اور جھوٹا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۹- عام طور سے حج بدل میں بھیجنے والوں کو حج کی قیمتیں معلوم ہی نہیں ہوتی ہیں، اس لئے یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ تمتع کے معنی اتنے عام ہو گئے ہیں کہ اس کو عرف میں داخل کر لیا جائے۔

الف- البتہ حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کرسکتا ہے۔

ب- اجازت دو قسم کی ہوتی ہے صراحۃً اور دلالۃً۔

ج- اگر دلالۃً بھی آمر کی اجازت ہو تو حج تمتع ہو جائے گا، مثلاً اگر آمر سے کہتے تو وہ اجازت دیدیتا اور کوئی تامل نہ کرتا۔

د- دم تمتع مامور کے ذمہ میں ہوگا، لیکن اگر آمر نے مصارف حج کا اس کو مالک بنا دیا تو

Marfat.com

پھر دم تمتع آمر کے مال میں سے ہوگا۔

ھ- اس کا جواب پہلے آچکا ہے کہ آمر کی اجازت سے حج تمتع جائز ہے خواہ دلالۃً اجازت ہو۔

و- بہتر تو یہی ہے کہ حج افراد کرے لیکن سفر کی صعوبت کی وجہ سے آمر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے۔

۱۰: الف- ایسی عورت ناپاکی میں طواف زیارت کر سکتی ہے۔

ب- اس کا رکن ادا ہو جائے گا یعنی طواف افاضہ ادا ہو جائے گا اور اس پر دم واجب ہو جائے گا۔

ج- اس کے ذمہ بدنہ ہوگا، بکرا وغیرہ سے کام نہیں چلے گا، ایک بدنہ (گائے یا اونٹ) ذبح کرے۔

د- اس کی ادائیگی حرم میں ہی ضروری ہے، چنانچہ شامی میں ہے:

"بعض محشین نے منسک ابن امیر الحاج سے نقل کیا ہے کہ اگر قافلہ واپس ہونا چاہے اور کوئی عورت اس میں پاک نہ ہو تو پوچھا کہ وہ طواف کرے گی یا نہیں تو لوگوں نے کہا کہ اس سے کہا جائے کہ تم کو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اور اگر داخل ہوگئی اور طواف کر لیا تو گنہگار ہوگی اور طواف درست ہوگا، لیکن اس پر (بدنہ) یعنی گائے یا بھینس ذبح کرنا واجب ہوگا" (شامی)۔

میں کہتا ہوں کہ وہ صاحب عذر ہے اور مجبور ہے قانون اس کے ہاتھ میں نہیں ہے نہ نظم اس کے اختیار میں ہے، لہذا اس کو بتایا جائے کہ وہ طواف کرے اور ایک بدنہ ذبح کرے اور گھر کو جائے، ان شاء اللہ گنہگار بھی نہ ہوگی۔

۱۱- در حقیقت جس کے شوہر کا انتقال سفر میں ہو جائے تو اگر اس کا وطن مدت سفر سے کم ہے تو وہ وطن واپس ہو جائے اور اگر جہاں جا رہی ہے مثلاً مکہ، وہ مدت سفر سے کم ہے تو وہ وہاں چلی جائے، اب اس کے لئے محصر کا حکم ہوگا، اگر احرام باندھ لیا ہے تو ہدی ذبح کرنے کے بعد وہ

Marfat.com

حلال ہوجائے، عدت گذارے اگر ممکن ہو اور عدت کے بعد وطن چلی جائے، اور اگر وہاں عدت گزارنا ممکن نہ ہو تو وطن واپس چلی جائے ہدی ذبح ہونے کے بعد، اور آئندہ وہ حج کرے۔ اگر وطن کی مسافت مدت سفر سے کم ہو اور گھر لوٹنا چاہے جب بھی ہدی ذبح کرنا ہوگی جو مکہ میں ہی ذبح ہوگی، اگر حج ادا کرے گی یا عمرہ کرے گی تو ادا تو ہوجائے گا مگر شریعت کی نظر میں اس نے نافرمانی کی۔ مگر میری رائے میں فقہ کے قواعد کلیہ اور شریعت کی آسانی پر نظر کرتے ہوئے وہ گنہگار یا نافرمان نہ ہوگی، بلکہ آج کل کے حالات کے مطابق اس کو اس کی اجازت دی جائے کہ وہ اگر مکہ میں پہنچ جائے تو ارکان ضروری ادا کرکے واپس جائے کیونکہ درمیانی طبقہ کے لوگ خصوصاً اس قدر وسعت نہیں رکھتے کہ دوبارہ حج کو آئیں۔

۱۲- اگر سعودی حکومت نے منیٰ کو مکہ میں شامل کرلیا ہے اور وہ حدود مکہ میں داخل ہوگیا ہے اور حاجی کے دونوں مقامات پر قیام کی مدت ۱۵/دن یا اس سے زائد ہوجاتی ہے تو وہ مقیم ہوگا، اور اگر حکومت نے منیٰ کو مکہ سے علیحدہ رکھا ہے تو پھر وہ مقیم نہیں ہوگا بلکہ احکام قصر اس پر جاری ہوں گے۔

۱۳- حنفی لوگ وتر کی نماز میں ان ائمہ کی اقتداء نہ کریں جو وتر کی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتے ہیں پھر ایک رکعت علیحدہ سے پڑھتے ہیں، ایسے لوگ یا تو اپنی جماعت علیحدہ قائم کریں یا تنہا وتر پڑھیں، چنانچہ درمختار میں ہے کہ بعض فقہاء کے یہاں مطلقاً اقتداء درست نہیں ہے "لما في الإرشاد من أنه لا يجوز أصلا بإجماع أصحابنا" (درمختار ۶۲۵)، اور بعض اصحاب کے نزدیک ابتداءً تو اقتداء درست ہے لیکن وہ جب سلام کے ذریعہ فصل کرتا ہے تو اس کی اقتداء فاسد ہوجاتی ہے۔

اور اسی میں ہے: "والسلام قاطع في اعتقاده فيفسد اقتداءه وإن صح شروعه معه إذ لا مانع منه في الابتداء" (اور سلام اس کے اعتقاد کے مطابق قاطع صلوۃ ہے تو اس کی اقتداء فاسد ہوجائے گی گرچہ اس کا شروع کرنا اس کے ساتھ صحیح ہے، اس لئے کہ

Marfat.com

شروع میں اقتداء سے روکنے والی کوئی چیز نہیں تھی)۔

ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ مقتدی کا اعتبار نہیں، لہذا سلام کے ذریعہ فصل کرنے سے بھی فساد پیدا نہیں ہوگا، لیکن اصح قول یہی ہے کہ حنفی شافعی کے وتر میں اقتداء نہ کرے، کیونکہ سلام کے ذریعہ فصل سے اقتداء فاسد ہو جائے گی۔

Marfat.com

حج وعمرہ کے حل طلب مسائل

مفتی شیر علی غفرلہ☆

۱- اگر کوئی آفاقی شخص مکۃ المکرمہ جانے کے ارادہ سے میقات پر پہنچا تو ہمارے نزدیک اس پر احرم باندھنا واجب ہے خواہ اس کا ارادہ حج کا ہو یا عمرہ کا، یا ان کے علاوہ تجارت وغیرہ کا اور یہی امام احمدؒ کا مذہب ہے۔

امام شافعی و دیگر فقہاء فرماتے ہیں کہ جب حج یا عمرہ کی نیت سے میقات سے گذرنا ہو تو اس وقت احرام باندھنا واجب ہے ورنہ عام حالات میں مستحب ہے۔

"وقال الشافعي إن دخلها للنسک وجب علیه الإحرام وإن دخلها لحاجة جاز دخوله من غير إحرام" (بدائع الصنائع ۲/ ۱۶۴)۔

حنفی مذہب کی ترجمانی کرتے ہوئے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

"ثم الآفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أوالعمرة أولم يقصد، عندنا لقوله عليه السلام لا يجاوز أحد الميقات إلامحرما ولأن وجوب الإحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوى فيه الحاج والمعتمر وغيرهما" (ہدایہ ۱/ ۲۳۵، نیز دیکھئے: البحر الرائق ۲/ ۳۱۸، رد المحتار مع الدر المختار طبع بیروت ۳/ ۴۸۲، تحفۃ الفقہاء ۲/ ۳۹۴))۔

حنفیہ کی دلیل حضور ﷺ کا فرمان ہے:

☆ جامعہ فلاح دارین ترکیسر گجرات۔

Marfat.com

"لايجاوز أحد الميقات إلا محرما وأيضا عن ابن عباس أن النبي ﷺ قال لا تجاوزوا المواقيت إلا باحرام" یہ حدیث حجت ہے اگرچہ حافظ ابن حجر نے خصیف راوی پر کلام کیا ہے، اس لئے کہ صاحب إعلاء السنن مولانا ظفر تھانوی فرماتے ہیں:

"قلت فماله وهو حسن الحديث على الأصل الذى أصّلنا غير مرة وقال ابن معين لا بأس به وقال مرة ثقة وقال ابن سعيد كان ثقة وأخرج البيهقي بلفظ۔ لايدخل أحد مكة إلا محرما قال الحافظ إسناده جيد" (نیل الأوطار)۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ احرام باندھنا اس مقدس سرزمین کی تعظیم کے پیش نظر واجب ہے نہ کہ حج وعمرہ کی شرط ہونے کی وجہ سے، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ میقات اور حرم کے درمیان میں رہتے ہیں ان پر بھی احرام باندھنا واجب ہے۔ بہر حال احرام کا وجوب حرم کی سرزمین کے معظم اور مکرم ہونے کی وجہ سے ہے اور تعظیم میں سب برابر ہیں یعنی تعظیم حرم سب پر واجب ہے، خواہ حج وعمرہ کا ارادہ ہو یا ان کے علاوہ تجارت وغیرہ کا۔

شوافع کی دلیل ہے: "إنه عليه السلام دخل يوم الفتح وعليه عمامة سوداء بغير إحرام" (رواہ مسلم)۔

ان کی عقلی دلیل یہ ہے کہ جب مکہ میں قیام بغیر احرام کے جائز ہے تو دخول بلا احرام بدرجہ اولی جائز ہوگا، اس لئے کہ یہ تو قیام سے اہون ہے: "وجه قوله إنه تجوز السكنى بمكة من غير إحرام فالدخول أولى لأنه دون السكنى...."۔

ترجیح ان تمام احادیث شریفہ کو سامنے رکھ کر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے مستدلات کے الفاظ عام ہیں، لہذا عموم کا تقاضہ بھی ہے کہ ہر شخص پر احرام واجب ہونا چاہئے جو بھی میقات سے گذرے۔ جہاں تک شوافع کی مستدل حدیث کا تعلق ہے تو یہ آپ کی خصوصیت پر محمول ہے، اس تخصیص کی دلیل خود ایک دوسری روایت مشکوۃ (۱/۲۳۸) میں مذکور ہے۔

شوافع کی عقلی دلیل کا ضعف بھی واضح ہے، سکان حرام پر آفاقی کو قیاس کرنا قیاس مع

Marfat.com

الفارق ہے، اصل میں تو آفاقی کا مسئلہ ہے، اس لئے کہ سکان حرم تو ہمیشہ رہتے ہیں ان کو احرام کا پابند کرنے میں عظیم مشقت ہے، پھر اس کا ایک جواب صاحب بدائع الصنائع دیتے ہیں:

"وأهل مكة بسكناهم فيها جعلوا معظمين لها بقيامهم بعمارتها وسدانتها وحفظها وحمايتها لذلک أبيح لهم السكنى" (۲/۱۶۴)۔

نیز حرم مکی شعائر اللہ میں سے ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم ہر مسلمان پر ضروری ہے، لہذا تعظیم کا تقاضہ یہی ہے کہ احرام باندھ کر داخل ہو۔

اس لئے ان فقہی روایات اور احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ بغیر احرام کے میقات سے تجاوز بہر صورت ناجائز ہے۔

۲- کتب فقہ کی عبارتوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ آفاقی کو بدون احرام میقات سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہے، چاہے حج وعمرہ کا قصد ہو یا کوئی دوسری ضرورت ہو۔

اب رہا فتویٰ علی مذہب الغیر جیسا کہ زوج مفقود میں بعض متاخرین حنفیہ نے امام مالکؒ کے مذہب پر فتوی دیا ہے اور بھی اسی طرح دیگر وہ مسائل جن پر علماء حنفیہ نے دوسرے ائمہ کے مذہب پر فتوی دیا ہے جب کہ زوج مفقود میں حنفی مذہب از روئے دلیل نہایت قوی اور غایت احتیاط پر مبنی ہے، یہ خروج عن المذہب یا بالفاظ دیگر فتوی علی مذہب الغیر اس وقت جائز ہے جب کہ اپنے مذہب میں عمل کرنے میں ضرر عظیم ہو اور ایسی صورت ہو کہ جس کا ازالہ ممکن نہ ہو جیسا کہ زوج مفقود میں۔

جہاں تک ضرورت کا مسئلہ ہے تو یہ دفع مضرت کے لئے ہے، یعنی ضرورت کی بناء پر کسی حرام کے ارتکاب واستعمال کی اس وقت اجازت ہوگی جب کہ کسی ضرر کو دفع کرنا مقصود ہو کسی نفع کے حصول کے لئے نہیں، لہذا اگر ضرورت کی بنیاد مال ودولت کی بڑھوتری وزیادتی، اسراف، عیش پرستی، حفاظت مال واسباب ہو تو حرام کے ارتکاب واستعمال کی اجازت نہ ہوگی،

Marfat.com

جیسا کہ حضرت تھانویؒ امداد الفتاوی میں تحریر فرماتے ہیں، صاحب الاشباہ کا ایک قول بھی اس کی تائید کرتا ہے، زیادتی کے حق میں کوئی ضرورت نہیں پائی جاتی، یعنی ضرورت کا اعتبار صرف ضرورت پوری کرنے کے لئے ہوتا ہے مال و دولت میں اضافہ کرنے کے لئے نہیں (بحوالہ "الربا" از مولانا عبید اللہ اسعدی ر ۲۵۹)۔

ان اقوال وقیودات اور ان تمام قیودات کی روشنی میں جو دوسرے ائمہ کے مذاہب پر فتوی دینے کے لئے ملحوظ ہیں بظاہر اس مسئلہ میں میرے خیال میں ضرورت کا تحقق اس درجہ کا نہیں ہے کہ حنفی مذہب چھوڑ کر دیگر ائمہ کے مذاہب پر فتوی دیا جائے۔

اب رہی یہ بات کہ پھر اس مسئلہ کا حل کیا ہے تو اگر واقعی ضرورت ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہوتا ہے تو ضرورت وحاجت کا تعین نہ تو خود صاحب ضرورت کر سکتا ہے اور نہ ہی ہر کس وناکس، بلکہ شرعی قوانین واصول کی روشنی میں کوئی متدین عالم، ماہر شریعت اور ایسا صاحب بصیرت شخص ہی کر سکتا ہے جو وہاں کے حالات سے بخوبی واقف ہو اور اس نے بچشم خود دیکھا ہو کہ واقعی لوگ ضیق وتنگی میں مبتلا ہیں۔

ویسے جہاں تک ٹیکسی ڈرائیوروں کی کثرت آمدورفت کا مسئلہ ہے تو اس کا ایک حل یہ بھی تو نکالا جا سکتا ہے کہ حل میں حدود حرم کے قریب ایک ٹیکسی ڈرائیور لائے اور پھر وہاں سے دوسری سواری کا نظم کیا جائے، اگرچہ موجودہ دور کے بعض علماء نے آفاقی کو بلا احرام مثلاً ٹیکسی ڈرائیور اور تجار کو حرج کی بناء پر داخل ہونے کی اجازت دی ہے لیکن ہمیں ان سے اتفاق نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ حرج کی وجہ سے اصل کو وہاں چھوڑا جاتا ہے جہاں اس کا کوئی بدل ہو جیسا کہ نماز میں قیام پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور بیٹھنے پر قادر نہ ہو تو لیٹ کر ادا کرے، اسی طرح پانی کے نہ ہونے کی صورت میں اس کا بدل تیمم ہے، لیکن یہاں کوئی ایسا بدل نہیں ہے جس کی وجہ سے اصل کو چھوڑ دیا جائے اور ضرورت بھی تحصیل اموال اور اس کے اضافہ کی ہے۔

Marfat.com

۳- مکۃ المکرمہ میں مقیم شخص اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اشہر حج شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا مکروہ ہے اور اگر حج کا ارادہ نہ ہو تو مکروہ نہیں، شامی میں ہے:

"(تنبیه) یزاد علی الأیام الخمسة ما فی اللباب وغیره من کراهة فعلها فی أشهر الحج لأهل مکة ومن بمعناهم : أی من المقیمین ومن فی داخل المیقات لأن الغالب علیهم أن یحجوا فی سنتهم، فیکونوا متمتعین وهم عن التمتع ممنوعون وإلا فلا منع للمکی عن العمرة المفردة فی أشهر الحج إذا لم یحج فی تلک السنة ومن خالف فعلیه البیان، شرح اللباب ومثله فی البحر" (شامی ۳/۴۷۷ کذا فی زبدۃ المناسک ۱/۲۵۵)۔

مکی کے لئے قران و تمتع مکروہ ہے لیکن اگر کرلیا تو ادا ہو جائے گا اور دم جبر لازم ہوگا۔

"(والمکی ومن فی حکمه یفرد فقط) ولو قرن أوتمتع جاز وأساء وعلیه دم جبر" (شامی ۳/۵۶۷، بدائع الصنائع ۲/۱۶۹، الفتاوی الہندیہ ۱/۲۳۹)۔

۴- وہ مکی جس کا ارادہ اسی سال حج کا ہے اگر وہ اپنی کسی ضرورت کے لئے میقات سے باہر گیا تو اب چونکہ واپسی میں میقات سے بلا احرام گذرنا جائز نہیں ہے، اس لئے احرام باندھنا ضروری ہوگا اور احرام سے حلال ہونے کے لئے ارکان عمرہ بھی ادا کرنا ضروری ہوگا، پھر جب اسی سال حج بھی کرے گا تو متمتع بھی ہو جائے گا، حالانکہ تمتع اس کے لئے ممنوع ہے لیکن اس کا متمتع ہونا ضرورۃً یا ضمناً ہے اصلاً یا قصداً نہیں ہے، جو چیز ضرورۃً یا ضمناً ثابت ہوتی ہے اس کا حکم اس چیز سے جو اصلاً یا قصداً ثابت ہو مختلف ہوتا ہے، کتب فقہ میں اس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں، لہٰذا اس صورت میں اگرچہ دم جبر واجب ہوگا لیکن ضمناً یا تبعاً اس کے غیر ممنوع اور جائز ہونے کی گنجائش خاص طور سے اس وقت جبکہ اتنی طویل مدت تک مکہ سے نہ نکلنے میں حرج اور نقصان ہو نکل سکتی ہے اور یہ علماء کے درمیان غور طلب مسئلہ بھی ہے۔

۵- متمتع آفاقی ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ حج سے پہلے کرسکتا ہے (معلم الحجاج/۲۳۸)،

Marfat.com

اس لئے کہ نہایہ مبسوط، بحر واخی زادہ وعلامہ قاسم وغیرہم نے اس کی تصریح کی ہے، پانچ ایام ممنوعہ کے سوا باقی تمام سال میں عمرہ کرنا بلا کراہیت جائز ہے اور اس بارے میں مکی اور آفاقی میں کوئی فرق نہیں ہے (بحوالہ عمدۃ الفقہ ۴/ ۲۹۴)۔

۶: الف- عمل رمی میں ایک شخص دوسرے کی نیابت کرسکتا ہے: "لأن أفعال الحج يجرى فيها النيابة" (بدائع الصنائع ۲/ ۱۳۷)۔

ب- یہ نیابت صرف مریض اور معذور کے لئے ہوسکتی ہے، "وسواء رمى بنفسه أو بغيره عند عجزه عن الرمى بنفسه كالمريض الذى لا يستطيع الرمى فوضع الحصى فى كفه فرمى بها أو رمى عنه غيره" (بدائع الصنائع ۲/ ۱۳۷)۔

اس معذوری کی حد یہ ہے کہ ایسا معذور ہو کہ کھڑے ہوکر نماز ادا نہ کرسکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سواری پر آنے میں سخت تکلیف ہو یا فرض میں زیادتی تاخیر سے صحت یاب ہونے کا خوف ہو یا سواری یا اٹھانے والا کوئی شخص نہ ملے تو ایسا شخص معذور ہے اور اس کی طرف سے دوسرا شخص رمی کرسکتا ہے، اگر مذکورہ بالا اعذار نہ ہوں تو خود رمی کرنا ضروری ہوگا اور اس کے لئے نیابت جائز نہ ہوگی، ازدحام کے خوف سے نائب بنانا جائز نہیں ہے، اس لئے جس کو ازدحام کا خوف ہو رات کو رمی کرسکتا ہے، ویسے رات کو رمی کرنا مکروہ ضرور ہے لیکن معذورین اور عورتوں کے لئے ازدحام کی وجہ سے بلا کراہت جائز ہے، اگر خوف ازدحام کی وجہ سے خود رمی نہ کرے تو دم واجب ہوگا (غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک/ ۱۰۰)۔

۷- ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہیں، لہذا محصر کے تمام احکام ان پر جاری ہوں گے۔

"فى نهاية ابن الأثير يقال أحصره المرض أو السلطان إذا منعه من مقصده فهو محصر" (فتح القدیر ۳/ ۵۲)۔

محصر سے کہا جائے گا کہ حرم میں ذبح کرنے کے لئے ہدی بھیج دے اور جس کے ساتھ ہدی بھیجے اس سے ایک معین دن کا وعدہ کرلے کہ فلاں دن ذبح کرے اور جب محصر کو اس بات کا

Marfat.com

یقین ہو جائے کہ ہدی ذبح ہوگئی تو اپنے آپ کو حلال کرلے (ہدایہ ار ۲۹۳)۔

۸- امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور حنفیہ میں سے صاحبین ان امور اربعہ میں ترتیب کی سنیت کے قائل ہیں، جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک ان امور میں ترتیب کو واجب قرار دیتے ہیں، موجودہ دور میں چونکہ بوجہ ازدحام ترتیب کی رعایت میں کافی دشواری درپیش ہے اور جبکہ صحیح روایت "افعل ولا حرج، افعل ولا حرج" بھی موجود ہے، لہذا ان امور پر نظر کرتے ہوئے صاحبین کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے، یہ بات ملحوظ رہے کہ امام صاحب کا مذہب باعتبار دلیل قوی ہے، اس لئے حتی الامکان ترتیب کا لحاظ کیا جائے۔

Marfat.com

حج وعمرہ سے متعلق حل طلب مسائل

مولانا سید مصلح الدین احمد قاسمی ☆

۱- وہ آفاقی شخص جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے مکہ معظمہ جانا چاہتا ہو اس پر باجماع امت میقات سے احرام باندھنا واجب ہے اور میقات سے بلا احرام تجاوز کرنا موجب دم ہے، لیکن وہ آفاقی جو حج یا عمرہ کے علاوہ اور کسی غرض مثلاً تجارت، ملازمت، عیادت، ملاقات وغیرہ سے حرم مکہ یا مکہ معظمہ میں داخل ہونا چاہتا ہو اس شخص کے لئے بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک میقات سے احرام باندھنا واجب ہے اور بلا احرام داخلہ موجب دم ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک ایسے شخص کے لئے احرام باندھنا افضل ہے واجب نہیں۔

محاذی میقات شخص کا حکم

وہ آفاقی شخص کہ مکہ معظمہ جاتے ہوئے اس کے خشکی، دریائی، فضائی راستہ میں پانچ میقاتوں میں سے کوئی میقات نہ پڑتا ہو اور دو میقاتوں کے درمیان سے اس کا گذر ہوتا ہو تو وہ غور وفکر اور تحری کرے، خوب کوشش کرے تاکہ اس کے راستہ کے قریب تر میقات کی محاذاۃ سے اس کا احرام واقع ہو سکے اور جو میقات اپنے سے قریب تر ہو اس کی محاذاۃ سے احرام باندھے۔

اگر اس کو اپنے راستہ کے قریبی میقات کی محاذاۃ کا علم نہ ہو تو احتیاط برتے اور اتنی دور اور اتنے فاصلہ سے احرام باندھے کہ اس کو میقات سے بلا احرام تجاوز نہ کرنے کا اطمینان ویقین

☆ دارالعلوم بڑودہ گجرات۔

Marfat.com

ہو جائے، کیونکہ میقات سے پہلے احرام باندھ لینا تو جائز ہے مگر تاخیر جائز نہیں۔

اور اگر کسی کا گذر کسی میقات پر سے یا کسی میقات کی محاذاۃ سے واقع نہ ہوتا ہو تو وہ شخص مکہ معظمہ سے دو مرحلے (۸۹ رکیلومیٹر) کے فاصلہ سے احرام باندھ لے اس لئے کہ مکہ معظمہ سے کوئی میقات اس سے کم مسافت پر واقع نہیں (الفقہ الاسلامی ۳ر ۷۲)۔

۲- اس سوال میں مذکور اشخاص کی مکہ معظمہ بار بار بہ کثرت آمد و رفت کی بنا پر ہر مرتبہ کے داخلہ کے وقت ان پر احرام کو لازم قرار دینے میں بڑی مشقت و حرج و تنگی ہے، لہٰذا دخول مکہ کے وقت ان کے حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہونے کی صورت میں دفع حرج کی بنیاد پر امام شافعیؒ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے ان کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے۔

۳- مکہ معظمہ اور حل (داخل مواقیت خمسہ) میں رہنے والے کے لئے صرف افراد جائز ہے، حنفیہؒ کے نزدیک ان کے لئے تمتع وقران جائز نہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک اہل مکہ واہل حل کے لئے بھی تمتع وقران جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے: "**فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى** (سورہ بقرہ) جس نے حج کے ساتھ عمرہ کا بھی فائدہ اٹھایا اس کے ذمہ وہ ہدی جو اسے میسر ہو، واجب ہے، آیت کریمہ میں یہ حکم عام ہے، اس میں مکی و غیر مکی کی کوئی تخصیص وقید نہیں)۔

حنفیہ کی دلیل "**ذلک لمن یکن أهله حاضری المسجد الحرام**" (سورہ بقرہ) ہے، آیت کریمہ میں لام اختصاص کے لئے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تمتع وقران مسجد حرام کے غیر حاضرین کے ساتھ مخصوص ہے۔

مسجد حرام کے حاضرین کا مصداق کون ہے؟

مسجد حرام کے حاضرین سے حنفیہ کے نزدیک اہل مکہ اور اہل حل (داخل مواقیت خمسہ) مراد ہیں، مالکیہ کے نزدیک اس کا مصداق صرف اہل مکہ وذی طوی ہیں، شافعیہ اور حنابلہ

Marfat.com

کے نزدیک اس کا مصداق مکہ اور مسجد حرام سے غیر مسافت قصر کے باشندے ہیں: ان اقوال میں حنفیہ کا قول راجح ہے کیونکہ داخل مواقیت خمسہ توابع مکہ میں سے ہیں، اس لئے کہ ان کے لئے مکہ معظمہ میں کسی حاجت کی بنا پر بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے، لہذا یہ لوگ مسجد حرام کے حاضرین کے حکم میں داخل ہیں، نیز عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اہل مکہ کے لئے تمتع وقران (جائز) نہیں۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ لباب المناسک سے قران کی صحت وجواز کی شرائط کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"السادس أن یکون آفاقیا ولو حکما فلا قران لمکی إلا إذا خرج إلی الآفاق قبل أشهر الحج" (ردالمحتار ۲/۵۳۰) جواز قران کی چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ شخص آفاقی ہو اگرچہ وہ حکماً آفاقی ہو، پس مکی شخص کے لئے قران جائز نہیں مگر اس صورت میں جب کہ وہ حج کے مہینوں سے پہلے آفاق میں چلا جائے)۔

علامہ شامی لباب المناسک سے نقل کرتے ہوئے جواز تمتع کی شرائط میں فرماتے ہیں:

''نویں شرط جواز تمتع کی یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں وطن کا نہ ہونا، پس کسی نے عمرہ کر کے مکہ میں مقیم ہو جانے کا ارادہ کیا تو وہ متمتع نہ ہوگا''۔

''جواز تمتع کی گیارہویں شرط یہ ہے کہ وہ آفاقی ہو اور اس بارے میں اعتبار وطن بنا لینے کا ہے، چنانچہ کسی مکی نے مدینہ کو وطن بنا لیا تو وہ آفاقی شمار ہوگا اور کسی مدنی نے مکہ معظمہ کو وطن بنا لیا تو وہ مکی کہلائے گا'' (ردالمحتار ۲/۵۳۶)۔

۴- مکی کسی ضرورت کی بنا پر خارج میقات جا کر وہاں سے مکہ معظمہ واپس آ رہا ہے تو وہ میقات سے احرام باندھ کر تمتع وقران کر سکتا ہے یا نہیں؟

اگر شوال شروع ہونے کے بعد مکہ معظمہ سے آفاق (خارج میقات) میں گیا تو وہاں سے واپسی میں وہ صاحبینؒ کے نزدیک تمتع وقران کر سکتا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ

Marfat.com

شخص بہ حکم مکی ہے، اس لئے تمتع وقران نہیں کرسکتا اسی پر فتوی ہے، لہذا ایسا شخص افراد ہی کرے۔

''آفاقی شخص جب میقات میں داخل ہوا، یا مکہ معظّمہ میں عمرہ کا احرام باندھ کر داخل ہوا اور عمرہ کرکے حج کے مہینوں کے شروع ہونے سے پہلے حلال ہوگیا اور پھر حج کے مہینے یعنی شوال شروع ہونے تک مکہ معظّمہ میں قیام پذیر رہا تو ایسا شخص امام صاحب اور صاحبین کے یہاں بالاتفاق مکی کے حکم میں ہے، اور اگر وہ افعال عمرہ سے فارغ ہوکر اشہر حج سے پہلے آفاق میں چلا گیا تو وہ بالاتفاق آفاقی کے حکم میں ہے اور جو شخص عمرہ سے فارغ ہوکر شوال شروع ہونے کے بعد آفاق میں گیا تو وہ شخص امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آفاقی کے حکم میں ہے، مگر وہ آفاق میں اپنے وطن واپس لوٹ گیا ہو تو پھر وہ مکی کے حکم میں نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ شخص آفاقی کے حکم میں ہے'' (غنیۃ ۱۲۱)۔

مناسک کی عام کتابوں میں تحریر ہے کہ مکی نے تمتع کیا یا قران کیا تو بکراہت تحریمیہ صحیح ہوجائے گا اور اس پر دم شکر کے بجائے دم جبر (جنایت) واجب ہے، اس لئے وہ خود اس میں سے نہیں کھا سکتا۔ مگر علامہ شامیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ حکم صحت مع الکراہۃ التحریمیہ صرف قران کے لئے ہے، مکی کا تمتع منعقد ہی نہیں ہوتا، اس لئے تمتع کی صورت میں دم جبر (جنایت) واجب نہیں، بطلان تمتع سے بطلان حج کا وہم نہ ہو (دیکھئے: حیات القلوب ۶۸ بحوالہ احسن الفتاوی ۴/ ۵۲۵)۔

بہر حال مکی ضرورت کی بنا پر خارج میقات جا کر وہاں سے مکہ معظّمہ واپس آرہا ہو تو اس پر میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے۔ حج تو عمر میں صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے، اس لئے زندگی بھر میں ایک سال نیز اس کے بعد جب نفل حج کا ارادہ ہو اس سال اشہر حج میں خارج میقات سفر سے بچنے میں کوئی خاص دشواری اور تنگی نہیں، اور حج فرض ایک مرتبہ ادا کرلینے کے بعد اشہر حج میں خارج میقات کا سفر کرنے کی صورت میں واپسی کے وقت میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظّمہ واپس آتا ہے۔

سوال میں مذکور تنگی اور دشواری کی بنیاد پر مکی اور داخل میقات کے باشندوں کو تمتع و

Marfat.com

قران کی گنجائش نہیں۔

۵- آفاقی متمتع کے لئے افعال عمرہ سے فراغت کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے نفل عمرہ کرنا جائز ہے۔

لباب المناسک کی عبارت میں صراحۃً مذکور ہے کہ آفاقی متمتع کے لئے تکرار عمرہ جائز ہے، اس لئے کہ عمرہ طواف کی طرح مستقل عبادت ہے (لباب المناسک ۱۵۶)۔

۶- حج کے افعال ومناسک میں اصل یہی ہے کہ آدمی بذات خود ان کو بجالائے اور کسی کو نائب نہ بنائے، بنابریں تندرست اور چلنے پر قادر شخص کو بذات خود رمی کرنی چاہئے، بلاعذر کسی دوسرے سے رمی کرانا موجب دم ہے۔

معذور وعاجز کے لئے دوسرے سے رمی کرانا جائز ہے، کیونکہ بہ حالت عُذر افعال حج میں نیابت جائز ہے، چنانچہ ایسا مریض ومعذور کہ انتہاء وقت رمی تک اس کے مرض وعذر کے زائل ہونے کی بہ ظاہر امید نہ ہو، اسی طرح محبوس (قیدی) اور ایسا بوڑھا کمزور یا صرف کمزور کہ جو جمرات تک پیدل نہ چل سکتا ہو، یا چلنے میں ناقابل برداشت تکلیف ہو، نیز حاملہ عورت وغیرہ ایسے معذورین کے لئے کنکر مارنے کے لئے کسی کو وکیل بنادینا اور اس سے رمی کرانا جائز ہے۔ ایک آدمی کسی ایک شخص یا چند اشخاص کی طرف سے وکیل بالرمی (کنکر مارنے کا وکیل) بن سکتا ہے، لیکن اس صورت میں وکیل بالرمی پر لازم ہے کہ وہ تینوں جمرات کی رمی خود کی طرف سے کرنے کے بعد اپنے موکل کی طرف سے رمی کرے یعنی کنکر مارے۔

جواز نیابت کا معیار

جمرات تک پیدل چلنے پر قدرت نہ ہونا یا چلنے سے ناقابل برداشت تکلیف کا ہونا یا قید ہونا وغیرہ ہے۔ سستی، آرام، سہولت پسندی اور صرف خوف ازدحام (بھیڑ کا خوف واندیشہ) شرعاً عذر معتبر نہیں، لہذا ایسی صورت میں دوسرے کسی سے رمی کرانے کی وجہ سے دم واجب ہوگا۔

۱۰/۱۱/۱۲/ ذی الحجہ میں سے ہر ایک دن کی رمی کا وقت دوسرے دن کی طلوع صبح

Marfat.com

صادق تک رہتا ہے لہذا رات کو گیارہ بارہ بجے دیر سے کنکر مارنے میں بھیڑ کا خوف وخطرہ خود بہ خود ختم ہو جاتا ہے، البتہ ۱۳ر ذی الحجہ کی رمی کا وقت زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک رہتا ہے اور غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے۔

۷- احصار کے لغوی معنی روک دینا ،منع کرنا ہے اور احصار کے شرعی معنی حنفیہ کے نزدیک ''محرم کو حج کے دونوں رکن (وقوف عرفہ اور طواف زیارت) کی ادائیگی اور بجا آوری سے روک دینا'' ہے، جبکہ جمہور کے نزدیک محرم کو تمام راستوں سے حج یا عمرہ کی تکمیل سے روک دینا، حنفیہ کے نزدیک احصار، دشمن کے روک دینے کے ساتھ مخصوص نہیں، چنانچہ دشمن، بیماری، قید، ہڈی وغیرہ ٹوٹ جانا، لولا لنگڑا اور اپاہج ہو جانا وغیرہ عوارض وموانع ہیں جن کی بنا پر محرم اپنے احرام کے مقتضی (حج یا عمرہ) کی تکمیل سے عاجز ہو، اس سے احصار متحقق ہو جاتا ہے۔

جمہور کے نزدیک احصار، دشمن کے روک دینے کے ساتھ مخصوص ہے، ان کے نزدیک مذکورہ بالا اعذار میں سے کسی عذر کی بنا پر تحلل (احرام سے حلال ہو جانا۔ احرام کھولدینا) جائز نہیں، محصر کو احصار کی بنا پر تحلل جائز ہے۔

محصر کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ کہ ہدی (دم احصار) ذبح کئے بغیر حلال نہ ہو سکے، دوسرا محصر کہ ہدی کا جانور (دم احصار) ذبح کئے بغیر اس کے لئے حلال ہونا جائز ہو۔

ہر وہ احصار کہ جو حق اللہ کی بنا پر متحقق ہو اس سے حلال ہونے کے لئے ہدی کا ذبح کرنا لازم ہے۔ نیز ہر وہ احصار کہ جو حق العبد کی بنیاد پر پیش آئے اس سے حلال ہونے کے لئے ہدی کا ذبح کرنا لازم اور ضروری نہیں۔

سعودی عربیہ میں رہنے والے کسی غیر ملکی نے حج کا احرام یا عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ معظمہ یا حرم میں داخل ہونے سے پہلے یا داخل ہونے کے بعد گرفتار کر کے واپس کر دیا گیا اور وہ وقوف بہ عرفہ اور طواف زیارت دونوں کی ادائیگی سے عاجز ہو تو ایسا شخص محصر ہے اور اگر دونوں میں سے کسی ایک رکن کی ادائیگی پر قادر ہو تو وہ محصر کے حکم میں نہیں۔

Marfat.com

محصر کا حکم

اگر اس شخص نے صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے تو ایک قربانی کی قیمت بھیج دے اور اگر قران یعنی حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہے تو دو قربانیوں کی قیمت بھیج دے اور دن مقرر کر دے کہ فلاں دن فلاں وقت یہ قربانی میری طرف سے حرم میں ذبح کر دی جائے، یہ ضروری نہیں کہ یہ قربانی ایام نحر (۱۰، ۱۱، ۱۲ رذی الحجہ) میں ہی کی جائے، بلکہ اس سے پہلے یا بعد میں بھی کی جاسکتی ہے، جب مقررہ وقت و دن گذر جائے تو احرام کھول دے، سر منڈانا ضروری نہیں مستحب ہے، بعض نے صرف حرم میں احصار پیش آنے کی صورت میں سر منڈانا واجب قرار دیا ہے، قول وجوب احوط و عدم وجوب ارجح ہے، پھر آئندہ سال قضا واجب ہے، اگر صرف عمرہ کا احرام تھا تو صرف عمرہ کی قضا واجب ہے اور صرف حج (افراد) کا احرام باندھا تھا تو حج و عمرہ دونوں واجب ہیں، اگر حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا یعنی قران کیا تھا تو ایک حج اور دو عمرے بہ طور قضا واجب ہوں گے (دیکھئے رد المحتار ۲/۵۹۲)۔

۸- متمتع و قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب صاحبینؒ اور دیگر ائمہؒ کے نزدیک مسنون ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے۔

صاحبینؒ وغیرہ کا استدلال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا گیا ایسے شخص کے بارے میں جس نے ذبح سے پہلے حلق کرا لیا تھا تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ "اذبح ولا حرج" ذبح کرلو اور کوئی حرج نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ترتیب واجب ہوتی تو اس کے ترک میں حرج واقع ہوتا۔ امام ابو حنیفہؒ ان کی دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ لا حرج میں حرج کی نفی ہے کفارہ کی نفی نہیں اور گناہ کی نفی کفارہ کی نفی کو مستلزم نہیں، چنانچہ جو شخص سر میں تکلیف کی بنا پر حلق کرائے یا خطاءً حلق کرائے تو اس پر گناہ نہیں مگر کفارہ واجب ہے، بہر حال متمتع و قارن کے لئے بہ قول امام ابو حنیفہؒ (جو مفتی بہ ہے) ترتیب لازم ہے اور اس کا ترک

Marfat.com

موجب دم ہے۔

لیکن آج کل بے پناہ ہجوم وازدحام، موسم کی شدت، قیامگاہ اور مذبح میں کافی دوری اور سواری نہ ملنا وغیرہ اعذار و دشواریوں کی بنا پر اگر حجاج ترتیب قائم نہ رکھ سکیں تو صاحبینؒ کے قول پر عمل کی گنجائش ہے۔

۹- حج بدل کا اصلی حکم تو یہی ہے کہ مامور بالحج إفراد کرے، لیکن آمر یا وصی کی اجازت سے قران اور تمتع کرنا بھی جائز ہے۔ میت پر حج فرض ہو یا نہ ہو اور میت نے حج بدل کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، ان تمام صورتوں میں آمر یا وصی کی اجازت سے مامور کو تمتع کرنا جائز ہے۔

آج کل عام طور پر حج تمتع معروف و معتاد و متعارف ہے، لہذا حج بدل میں مطلق امر بالحج، حج تمتع کی اجازت قرار دیا جا سکتا ہے لیکن احوط و انسب یہی ہے کہ آمر سے صراحت و وضاحت کرالی جائے اور حج بدل میں جانے والا شخص آمر سے ہر قسم کے احرام کی اجازت لے لے (فتاوی قاضی خاں علی ہامش الہندیہ)۔

آمر کی اجازت سے یا بغیر اجازت کے تمتع یا قران کرنے کی صورت میں دم تمتع اور دم قران مامور پر خود کے مال میں سے واجب ہوگا، نیز اگر مامور بالحج سے موجب دم کوئی جنایت صادر ہو جائے تو دم جنایت بھی مامور پر خود کے مال میں سے واجب ہوگا، آمر کے مال میں سے واجب نہ ہوگا۔ ہاں اگر آمر کی جانب سے دم تمتع و قران اور دم جنایت کی اجازت (صراحۃً یا دلالۃً) ہو تو مال آمر میں سے ادا کیا جانا جائز ہے (رد المحتار)۔

۱۰- حالت حیض میں طواف زیارت

بہ حالت حیض طواف زیارت کرنا (جو حج کا رکن اعظم ہے) بہت سنگین گناہ ہے، لہذا پاک ہونے کے بعد ہی طواف زیارت کر کے واپسی کی تمام ممکنہ تدابیر اختیار کرنا اس کے ذمہ لازم اور ضروری ہے۔

Marfat.com

لیکن اگر کوئی ایسی صورت ممکن نہ ہو سکے اور دوبارہ وطن واپسی بھی مشکل ہو اور وہ عورت بہ حالت حیض طواف زیارت کر لے تو وہ بیشک سخت گناہ گار ہوگی، مگر اس کا یہ طواف زیارت شرعاً معتبر ہوگا اور وہ اپنے احرام سے پورے طور پر حلال ہو جائے گی، لیکن بہ حالت حیض طواف زیارت کرنے کی وجہ سے بہ طور دم جنایت ایک بدنہ یعنی بڑے جانور (اونٹ، گائے وغیرہ) کو ذبح کرنا اس کے ذمہ واجب ہوگا، نیز اس بڑے جانور کو حدود حرم میں ذبح کرنا واجب ہے کیونکہ یہ دم جنایت ہے اور دم جنایت کا ذبح حدود حرم کے ساتھ مخصوص ہے، لہذا اور کسی جگہ خارج حرم ذبح کرنا معتبر نہ ہوگا۔

اگر وہ عورت مذکورہ بالا دم جنایت (بڑا جانور) ذبح کیے جانے سے پہلے کسی وقت بھی طواف زیارت کا اعادہ کر لے تو یہ دم جنایت اس سے ساقط ہو جائے گا۔

۱۱-سفر حج کے دوران معتدہ کا حکم

عمرہ یا حج کے سفر کے دوران عورت پر عدت واجب ہو جائے تو عدت میں حج یا عمرہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ عورت پر وجوب حج کی مخصوص شرائط میں سے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عورت طلاق یا وفات کی عدت میں نہ ہو کیونکہ ارشاد خداوندی ہے: "ولا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن إلا أن یأتین الخ...." (سورہ طلاق) یعنی معتدہ عورتوں کو ان کے گھر سے مت نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اگر عورت کو سفر حج یا عمرہ میں عدت لازم آ جائے، پس اگر خاوند نے طلاق رجعی دی ہے تو خاوند کو دوران سفر اس سے جدا نہ ہونا چاہئے کیونکہ طلاق رجعی سے زوجیت زائل نہیں ہوتی جبکہ اس سے رجعت کر لینا بہتر ہے اور اگر طلاق بائن یا وفات کی عدت لازم ہوئی ہے تو اس کے حکم کی تفصیل درج ذیل ہے:

جائے وفات وطلاق اور اس عورت کے وطن کے درمیان مدت سفر شرعی سے کم

Marfat.com

مسافت ہے اور اس جگہ اور مکہ معظمہ کے درمیان مدت سفر کی مسافت ہے تو وہ اپنے گھر واپس لوٹ جائے۔

اگر اس جگہ سے مکہ معظّمہ کی طرف مسافت سفر شرعی سے کم ہو تو مکہ معظمہ چلی جائے اور اگر دونوں طرف مسافت سفر شرعی سے کم ہو تو اس کو اختیار ہے کہ وطن واپس چلی جائے یا مکہ معظمہ چلی جائے۔ اگر دونوں جانب مسافت سفر کا فاصلہ ہے، پس اگر وہ عورت شہر میں ہے تو وہاں سے اختتام عدت تک نکلنا محرم میسر ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں، جبکہ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ محرم میسر ہو تو وہاں سے نکلنا جائز ہے اور اگر محرم میسر نہ ہو تو بالاتفاق وہاں سے نکلنا جائز نہیں۔

دونوں جانب مسافت سفر کا فاصلہ ہونے کی حالت میں اگر وہ عورت جنگل یا ایسے دیہات میں ہے جہاں اس کو جان و مال کا خطرہ لاحق ہے تو اس غیر محفوظ جگہ سے مامون ومحفوظ جگہ سفر کر کے منتقل ہو جانا اس کے لئے جائز ہے (بدائع ۲/ ۱۲۴)۔

۱۲- آج کل مکہ معظّمہ کی آبادی کے پھیلاؤ اور منیٰ تک پہنچ جانے کی وجہ سے اگر منیٰ کو داخل شہر یا فناء شہر مان بھی لیا جائے پھر بھی مزدلفہ اور عرفات تو یقیناً مکہ معظّمہ سے الگ خارج شہر جگہ ہے اسے تو فناء شہر نہیں کہا جا سکتا اور ہر حاجی ایک رات یقیناً مزدلفہ میں گذارتا ہے، لہذا مسئلہ کا حکم جو توسیع سے پہلے تھا وہی برقرار رہے گا اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی (بدائع ۱/ ۹۸)۔

۱۳- رمضان المبارک میں عمرہ کے لئے جانے والے، نیز سعودی عربیہ میں مقیم حنفی المسلک لوگ اپنی وتر کی نماز رمضان المبارک میں الگ سے منفرداً تین رکعت بہ یک سلام (بلافصل) پڑھیں، امام کے ساتھ وتر کی نماز باجماعت بہ دو سلام (فصل کے ساتھ) نہ پڑھیں۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا ابوسفیان مفتاحی ☆

۱- صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم مکی کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں، اور اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کے دلائل نقلیہ وعقلیہ دونوں ہی بہت مضبوط واقویٰ ہیں، لہذا اسی قابل ترجیح ہے (بدائع الصنائع ۲/ ۱۶۴، فتح القدیر ۲/ ۳۳۵)۔

الا یہ کہ صرف تجارت کے لئے روزانہ آمد ورفت کرنی پڑتی ہے تو اس مجبوری کے تحت صرف ان تجار کے لئے بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے، واللہ اعلم۔

۲- صورت مسئولہ میں ایسے لوگوں پر احرام اور اس کی پابندی لازم کرنے میں تمام اوقات ان کو محرم رہنا پڑے گا جس میں حرج عظیم ہے، بنابریں ایسے لوگوں کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کرنا جائز ہے، ان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بغیر احرام حدود حرم میں داخل ہو "لأن الحرج مرفوع شرعاً" تو امام شافعی کے قول پر عمل کرنا جائز ہے چونکہ سنت رسول اللہ اور عمل سلف اسی کے مؤید ہیں۔

۳- اور مفتی عبدالرحیم صاحب حفظہ اللہ نے تمتع کی بھی گنجائش نکالی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ اگر تمتع کر لیا تو حج میں خرابی نہ آئے گی یعنی فاسد نہ ہوگا البتہ دم دینا پڑے گا (فتاویٰ رحیمیہ ۵/ ۲۲۱)۔

☆ جامعہ مفتاح العلوم مئو ناتھ بھنجن، یوپی۔

Marfat.com

اس مسئلہ میں مکی کے لئے قران کی بھی گنجائش ہے یعنی مکی کیلئے اولیٰ وافضل تو حج افراد ہی کرنا ہے لیکن قران اور تمتع کی بھی گنجائش ہے کہ قران وتمتع کرنے پر حج فاسد نہ ہوگا، البتہ دم دینا پڑے گا جو دم جبر ہوگا۔

۴- اپنی مختلف ضرورتوں اور تجارتی اغراض سے روزمرہ آنے جانے والوں کے لئے ہر بار احرام باندھنے میں حرج ومشقت ہے، اس لئے دفع حرج اور رفع مشقت کے لئے امام شافعیؒ کے قول کے مطابق بغیر احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی گنجائش ہے، یہی ان کے لئے شرعی حل ہے

۵- تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کرسکتا ہے، لیکن پانچ ایام یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۶: الف- رمی میں کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے اس کی اجازت سے وحکم سے نیابت کرسکتا ہے۔

ب- رمی میں نیابت صرف معذور یا مریض ہی کے لئے ہے ہر شخص کے لئے نہیں ہے، معذوری کی حد یہ ہے کہ کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکے اور پیدل یا سواری پر بھی وہاں تک پہنچنا دشوار ہو، لیکن خوف ازدحام کی وجہ سے نائب بنانا درست نہیں ہے۔

۷- سعودیہ عربیہ میں رہنے والے بعض غیر ملکی حکومت کی اجازت کے بغیر حج کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جاتے ہیں تو ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہیں، ان کا احرام ذبح اور حلق اور بال کتروانے کے ذریعہ ختم ہوگا اور آئندہ ان کو حج کی قضا لازم ہوگی۔

۸- مذکورہ حالات کے پیش نظر حنفیہ کے قول مرجوح اور دوسرے ائمہ رحمہم اللہ کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے جب کہ حنفیہ میں صاحبین کے نزدیک بھی ترتیب سنت ہے، اس کے

Marfat.com

ترک پر دم لازم نہیں ہے، آج کل حجاج ازدحام یا دیگر پریشان کن اعذار کے پیش نظر ترتیب قائم نہ رکھ سکیں تو صاحبین کے قول پر عمل کی گنجائش ہے۔

۹- حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا عرفاً حج تمتع کرنے کی صورت ہے، کہ کسی حج بدل کرنے والے کو وقت سے زیادہ پہلے جانے کی مجبوری ہو اور احرام طویل میں واجبات حج کی پابندیاں مشکل نظر آئیں تو اس کے لئے تمتع کر لینے کی بھی گنجائش ہے، اس لئے کہ یہ آزادی نہیں ہے کہ طول احرام سے بچنے کے لئے ایام حج کے بالکل قریب سفر کریں، ہر طرف حکومتوں کی پابندیاں شدید ہیں۔

الف- حج بدل کا اصل حکم تو یہی ہے کہ مامور افراد کرے، لیکن آمر یا وصی تمتع کی اجازت دیدے تو تمتع بھی درست ہے، البتہ دم تمتع مامور اپنے مال سے ادا کرے گا الا یہ کہ آمر دم تمتع ادا کرنے کی بھی اپنے مال سے اجازت دیدے، خواہ یہ اجازت صراحۃً ہو یا دلالۃً۔

ب- حج بدل کرنے والا آمر کی صریح اجازت کے بغیر حج تمتع نہیں کرسکتا، کیوں کہ آمر کی مخالفت جائز نہیں ہے۔

ج- اجازت کے ظن غالب پر حج بدل کرنے والا تمتع کرسکتا ہے۔

"ودم القران و دم الجناية على المأمور لأنه الجاني وصورة دم القران أن يأمره أحد بالقران أو يأمره إثنان أحدهما بالحج والآخر بالعمرة وأذنا له بالقران و أما إذا فعل ذلک بغير إذن فقد صار مخالفاً فيضمن النفقة و إنما كان دم القران على المأمور لأنه وجب شكراً لما وفقه الله تعالى عن الجمع بين النسكين وهو مختص به" (......۱/۱۱۱)۔

د- باذن الآمر یا بدون اذن الآمر ہر دو صورتوں میں تمتع کرنے کی صورت میں دم تمتع حج بدل کرنے والے پر لازم ہوگا۔

ھ- حج بدل کرنے والے کے لئے آمر کی اجازت سے تمتع کی گنجائش ہے اور سوال

Marfat.com

میں مذکور دشواری کا شرعی حل یہی ہے کہ اس کے لئے تمتع کی گنجائش بنادی جائے

و-اس کا جواب یہ ہے کہ حج عن المیت کی صورت میں قانونی دشواریوں کے پیش نظر تمتع کی گنجائش ہے۔

۱۰: الف- حائضہ یا نفساء عورت کو مذکورہ اعذار اور مجبوریوں کے پیش نظر ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کی اجازت ہے اور طواف صحیح ہوجائے گا اور حلال ہوجائے گی۔

ب- عورت کا ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرلینے سے طواف صحیح ہوجائے گا اور رکن ادا ہوجائے گا لیکن دم لازم ہوگا۔

ج- بدنہ ذبح کرنا ہوگا، بکرا کافی نہ ہوگا۔

د- دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ اور حرم مکہ میں ہی ضروری ہے اور حرم مکہ سے باہر اور اپنے مقام جو حرم مکہ سے خارج ہو وہاں ادا نہیں کیا جاسکتا، اور اس ذبح کے لئے منیٰ شرط نہیں ہے بلکہ حدود حرم کافی ہے۔

۱۱- صورت مسؤلہ میں ایسی عورت کے لئے تو اصل مسئلہ محصر ہوجانے کا ہے اور حلال ہوکر آئندہ حج کرنے کا ہے لیکن ناقابل برداشت دشواریوں و مجبوریوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر آئندہ حج کی استطاعت ہوگی کہ نہیں، لہذا امام احمد کے قول کے مطابق ایسی عورت ایام عدت میں صرف حج فرض ادا کرسکتی ہے اور مفتی عبدالرحیم حفظہ اللہ کے فتوے سے بھی یہی مترشح ہے، لہذا ایسی عورت کے لئے حج فرض کرنے کی گنجائش ہوگی اور اس کے لئے جائز ہے کہ وہ ایام عدت میں حج فرض ادا کرے یہی اولیٰ و بہتر ہے۔

۱۲- حج کا سفر کرنے والا یعنی ۷۔۸/ذی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ پہنچا ہے کہ مکہ میں پندرہ یوم سے قبل ہی ایام حج شروع ہوجاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے تو وہ مقیم نہیں ہوگا بلکہ مسافر ہی رہے گا اگر چہ مکہ شہر پھیلتے ہوئے منیٰ کی آبادی سے متصل ہوگیا ہے کیوں کہ وہ اس کے باوجود دونوں مستقل شہر ہیں کہ مکہ کے نام سے نہیں جانا جاتا ہے نہ مکہ کا کوئی محلہ ہی ہے۔

Marfat.com

۱۳- سعودیہ میں مقیم حنفیہ کو رمضان میں نماز وتر وہاں کے امام کی اقتدا میں ادا کرنے کی گنجائش ہے، کیوں کہ اپنے مذہب کی رعایت میں تنہا پڑھنے سے یہ اولیٰ ہے کہ جماعت سے ادا کی جائے، اور تنہا پڑھنا بالکل مناسب نہیں ہے۔

Marfat.com

مسائل حج وعمرہ

مفتی حبیب اللہ قاسمی ☆

۱- امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر اس شخص کے لئے جو مکہ میں داخل ہونا چاہے احرام کا باندھنا ضروری ہے خواہ اس کی نیت حج وعمرہ کے بجائے تجارت وملازمت ہی کی ہو، لیکن امام شافعی کے نزدیک صرف حج وعمرہ کا ارادہ کرنے والے پر بحالت احرام مکہ میں داخل ہونا ضروری ہے، تجارت وملازمت وغیرہ ضرورت کے لئے بحالت احرام مکہ میں داخل ہونا ضروری نہیں۔

چنانچہ ہدایہ کتاب الحج میں ہے:

"ثم الآفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا لقوله عليه السلام لا يجاوز أحد الميقات إلا محرما ولأن وجوب الإحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوي فيه الحاج والمعتمر وغيرهما" (ہدایہ ۱/۲۱۴)۔

اور شامی میں ہے: **"والمواقيت أي المواضع التي لا يجاوزها مريد مكة أي ولو لغير نسك كتجارة ونحوها كما يأتي"** (۲/۱۵۴)۔

امام شافعیؒ کی دلیل نقلی تو نہیں ملی لیکن عقلی دلیل ہدایہ کے حاشیہ پر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ احرام کی مشروعیت حج وعمرہ کے لئے ہوئی ہے، لہذا اگر حج یا عمرہ کی نیت کرے تو احرام واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

☆ مہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور اعظم گڈھ۔

Marfat.com

"لأن الإحرام شرع لأحدهما فإذا نوی ذلک یجب وإلا فلا"(حاشیہ ہدایہ/۱/۲۱۵، کتاب الحج)۔

دلیل کے اعتبار سے چونکہ حدیث "لایجاوز أحد المیقات إلا محرما" عام ہے، لہذا امام صاحب کا مذہب راجح معلوم ہوتا ہے۔

۲-مدینہ طیبہ و دیگر قریبی شہروں کے رہنے والے جن کو روزانہ تجارتی حاجات وغیرہ کی بنا پر مکہ مکرمہ ایک بار یا کئی بار آنا جانا پڑتا ہے، ان حضرات کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جانا چاہئے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے:

"ومن کان داخل المیقات له أن یدخل مکة بغیر إحرام لحاجته لأنه یکثر دخوله وفی إیجاب الإحرام فی کل مرة حرج بیّن فصار کأهل مکة حیث یباح لهم الخروج منها ثم دخولها بغیر إحرام لحاجتهم بخلاف ما إذا قصد أداء النسک لأنه یتحقق أحیانا فلا حرج"(۱/۲۱۴)۔

اور شامی میں ہے: "وحل لأهل داخلها یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکة غیر محرم مالم یرد نسکا للحرج"(شامی مع درمختار ۲/۱۵۵)۔

۳-مکی اور جو لوگ ان کے حکم میں ہیں، ان کے لئے قران و تمتع جائز مع الکراہۃ ہے۔

چنانچہ درمختار مع الشامی میں ہے:

"والمکی ومن فی حکمه یفرد فقط ولو قرن وتمتع جاز وأساء وعلیه دم جبر وأساء أی صح مع الکراهة للنهی عنه" (۲/۱۹۷)۔

اور علامہ شامی اپنی کتاب میں درمختار کی مذکورہ عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں:

"وعلی هذا فقول المتون لا تمتع ولا قران لمکی معناه نفی المشروعیة والحل"(شامی ۲/۱۹۸)۔

Marfat.com

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مکی کے لئے قران وتمتع جائز ہی نہیں۔

اور ہدایہ میں ہے:

"لأن الجمع بينهما في حق المكي غير مشروع" (ہدایہ ۱/۲۷۰)۔

۴- اہل مکہ کو چونکہ مختلف ضرورتوں کی وجہ سے اشہر حج میں میقات کے باہر جانا پڑتا ہے، لہذا جو مکی حج کرنا چاہتا ہو تو چونکہ اس کے لئے مجبوری ہے، لہذا شرعاً مکی کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جانا چاہئے جب کہ حج یا عمرہ کے علاوہ کسی ضرورت سے میقات کے باہر جا کر مکہ میں آنا چاہئے۔

۵- تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد مزید عمرے کر سکتا ہے لیکن وہ احرام اہل مکہ کی میقات سے باندھے، کیونکہ ایک عمرہ کرنے کے بعد وہ مکی کے حکم میں ہو گیا، لہذا مسجد عائشہ سے احرام باندھ کر عمرہ کر سکتا ہے، اگرچہ کثرت طواف کو فقہاء نے کثرت عمرہ پر ترجیح دی ہے۔

۶: الف- عمل رمی میں نیابت جائز ہے۔

ب- صرف معذور و مریض کے لئے نیابت چل سکتی ہے، ہر شخص کے لئے نہیں، معذوری کی حد یہ ہے کہ کوئی آدمی اتنا کمزور ہو کہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور پیدل یا سواری پر بھی وہاں تک پہنچنا مشکل ہو تو دوسرا آدمی اس کی طرف سے رمی نیابتاً کر سکتا ہے۔ لیکن محض ازدحام کے خوف سے نائب بنانا درست نہیں۔

۷- احصار حقیقتاً تو اسی صورت میں ہوتا ہے جب کہ دشمن یا کسی مرض کی وجہ سے رک جائے، لیکن سعودیہ عربیہ میں غیر ملکیوں کے بلا اجازت حکومت حج کرنے کی صورت میں جب کہ حکومت ان کو پکڑ کر حج سے روک دے، ان کو بھی احصار کے حکم میں داخل ہونا چاہئے، اور ان کے حلال ہونے کی صورت یہ ہے کہ ہدی روانہ کر دیں تا کہ حرم میں ذبح کی جائے:

"والممنوع لو بمكة عن الركنين محصر على الأصح والقادر على

Marfat.com

أحدهما لا أما على الوقوف فلتمام حجه به وأما على الطواف فلتحلله به كما مر" (درمختار مع الشامی ۲/ ۲۳۵؛ باب الإحصار، طبع نعمانیہ)۔

البتہ یہ امر قابل غور ضرور ہے کہ قانونی پابندی کی خلاف ورزی اس انداز کی عبادات میں درست ہے یا نہیں؟ اس پر شرکاء کو غور کرنے کی ضرورت ہے۔

۸- امام ابوحنیفہ وامام مالکؒ کے نزدیک رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے اس کے فوت ہونے سے دم واجب ہے، لیکن امام شافعی واحمدؒ کے نزدیک ترتیب مسنون ہے، چنانچہ مشکوۃ (۱/ ۲۳۳) کے حاشیہ پر ہے: "واختلفوا في أن هذا الترتيب سنة أو واجب فذهب جماعة ومنهم أبو حنيفة ومالك إلى الوجوب"۔

اور حدیث میں آپ علیہ السلام سے جو سوال کیا گیا کہ اگر کوئی ذبحؑ سے پہلے حلق کرا لے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "لاحرج" اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے آخرت میں کوئی گناہ نہ ہوگا باقی دم واجب ہے: "والمراد بنفي الحرج نفي الإثم للجهل والنسيان لكن الدم واجب" (حاشیہ مشکوۃ نقلاً عن اللمعات)۔

"والحاصل أن الطواف لا يجب ترتيبه على شئ من الثلاثة وإنما يجب ترتيب الثلاثة الرمي ثم الذبح ثم الحلق" (شامی ۲/ ۱۴۹)۔

۹- حجاج کرام کے بارے میں جو حالات ذکر کئے گئے ہیں کہ جن سے ترتیب کی رعایت مشکل ہے، بنابریں فقہ حنفی کے قول مرجوح کو اختیار کئے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہئے۔

الف- حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنے میں جب تک آمر قران وتمتع کی صراحت نہ کرے وہ یعنی حج بدل کرنے والا حج افراد کرے گا، محض عرف کی وجہ سے اس صورت میں حج تمتع تصور نہیں کیا جائے گا۔

ب- آمر کی صریح اجازت کے بغیر حج بدل کرنے والا حج تمتع تو کرسکتا ہے کیوں کہ

Marfat.com

صراحتاً اذن ضروری نہیں ہے، لیکن صراحتاً اجازت لینا بہتر ہے۔

ج- جب ظن غالب ہے کہ آمر حج تمتع کی اجازت دیدیتا ہے تو حج بدل کرنے والا حج تمتع کرسکتا ہے۔ احسن الفتاویٰ (۴؍۵۲۳) میں ہے: "حج بدل کرنے والے کو حج اِفراد کرنا چاہئے، آمر کی اجازت سے قران وتمتع بھی کرسکتا ہے، اس زمانہ میں عرفاً آمر کی طرف سے تمتع وقران ودم شکر کا اذن ثابت ہے، اس لئے صراحتاً اذن ضروری نہیں، مع ہذا صراحتاً اذن حاصل کرنا بہتر ہے"۔

د- آمر کی اجازت اور بغیر اجازت آمر دونوں صورتوں میں تمتع کرنے کی صورت میں دم تمتع حج بدل کرنے والے پر واجب ہوگا، چنانچہ درمختار مع الشامی میں ہے:

"ودم القران والتمتع والجناية على الحاج أى المأمور إن أذن له الآمر بالقران والتمتع وإلا فيصير مخالفاً فيضمن" (شامی ۲؍۲۴۷، ہدایہ ۱؍۲۷۸)۔

ھ- حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کرسکتا ہے لیکن اگر آمر صراحتاً تمتع کی نفی کردے تب ایسی صورت میں مامور کے لئے تمتع کی گنجائش نہیں بصورت تمتع ضمان لازم ہوگا۔

و- میت کی جانب سے حج بدل کرنا جب کہ میت نے وصیت کی ہو یا حکم دیا ہو، حج بدل ہوجائے گا اور یہ جائز ہے، البتہ اگر میت کا وارث میت کی وصیت کے بغیر حج بدل کرادے تو بھی میت کا حج فرض ادا ہونے کی امید ہے، رہی یہ بات کہ میت کی طرف سے حج تمتع کرنا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر میت نے حج اِفراد کا حکم دیا ہو تو مامور کا حج بدل میں تمتع وقران کرنا جائز نہیں اور دریں صورت میت کا حج ادا نہیں ہوگا۔

۱۰- جب کسی عورت کو طواف زیارت سے قبل حیض یا نفاس شروع ہوگیا اور وہ عورت دوبارہ مکہ مکرمہ نہیں آسکتی ہو اور ویزا نہیں بڑھ پا رہا ہو تو مذکورہ صورت میں عورت بحالت حیض ونفاس طواف زیارت کرلے اور اس پر بطور جنایت بدنہ واجب ہوگا، لیکن اس کا طواف زیارت

Marfat.com

صحیح ہوجائے گا اور وہ حلال ہوجائے گی۔

الف- ناپاکی کی حالت میں اس کے لئے طواف زیارت جائز ہے۔

چنانچہ شامی میں ہے:

"لو همّ الركب على القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف أم لا؟ قالوا يقال لها لا يحل لک دخول المسجد وإن دخلت وطفت أثمت وصح طوافک وعليک ذبح بدنة" (شامی ۲/ ۱۸۴، ہدایہ ۱/ ۲۵۲، ۲۵۳)۔

د- دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ ہی میں ضروری ہے اپنے مکان پر نہیں دے سکتی، "وإن لم يعد وبعث بدنة أجزأه لما بيّنا" (ہدایہ ۱/ ۲۵۳)۔

۱۱- اگر سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہوجائے تو وہ عورت ایام عدت میں حج یا عمرہ نہیں کرسکتی، "منها العدة فلو أهلت بالحج فطلقها زوجها ولزمتها العدة صارت محصرة ولو مقيمة أو مسافرة معها محرم" (شامی ۲/ ۳۲۰)۔

معلم الحجاج میں ہے کہ عدت خواہ طلاق کی ہو یا وفات کی سب کا حکم ایک ہے۔

۱۲- مذکورہ صورت میں جبکہ حاجی اتنے دن قبل پہنچا ہے کہ پندرہ دن کے قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہوجاتے ہیں تو وہ شخص مسافر رہے گا۔

"فلو دخل الحاج مكة أيام العشر لم تصح نيته (أى الإقامة) لأن يخرج إلى منىٰ وعرفة فيقتصر إن نوىٰ فيه لكن بموضعين مستقلين كمكة ومنىٰ" (درمختار مع الشامی ۱/ ۵۲۸)۔

مکہ منیٰ الگ الگ دو مستقل جگہیں ہیں اور کسی ایک شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت سے وہ مقیم ہوگا (ہدایہ ۱/ ۱۴۶)، البتہ بڑھتی ہوئی آبادی کے تحت حضرات اہل علم کو غور کرنا چاہئے کہ موجودہ صورت حال میں منیٰ کو مکہ کے مضافات میں داخل کیا جائے یا نہیں؟

۱۳- مسئلہ کے اعتبار سے تو کسی حنفی مقتدی کا ایسے امام کی اقتداء کرنا وتر میں جو دو سلام

Marfat.com

سے وتر پڑھاتا ہو صحیح نہیں ہے۔

لیکن اگر مجمع و جماعت کی رعایت میں وتر کی جماعت میں شامل ہو جائے اور دو رکعت پر امام سلام نہ پھیرے اور جب امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو یہ مقتدی حنفی بھی نیت سابقہ کے ساتھ کھڑا ہو کر تیسری رکعت میں شامل ہو جائے اور امام کے ساتھ سلام پھیر کر اپنی نماز مکمل کرے تو حنفی مقتدی کی وتر کی نماز درست ہو جائے گی۔ واللہ تعالی أعلم۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کے چند اہم مسائل

مفتی شکیل احمد سیتاپوری☆

۱،۲-"عن جابر أن النبی ﷺ دخل یوم فتح مکة وعلیه عمامة سوداء بغیر إحرام" (رواہ مسلم والنسائی)۔

"وعن أنس أن النبی ﷺ دخل مکة عام الفتح وعلی رأسه المغفر، قال مالک ولم یکن رسول الله ﷺ یومئذ محرماً" (رواہ احمد والبخاری)۔

(نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں فتح مکہ کے سال اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر مبارک پر خود یعنی لوہے کی ٹوپی تھی، امام مالک فرماتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ ﷺ محرم نہیں تھے)۔

یہ دونوں حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں حرب کے لئے بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے۔

یہاں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قتال کا جواز تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جواز قتال کا اختصاص تسلیم ہے، لیکن دخول بلا احرام کا جواز تو مختص نہیں تھا کیونکہ اس اختصاص پر کوئی نص وارد نہیں، لہذا یہ جواز امت کے لئے بھی ثابت ہوگا، علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

"والحدیثان تدلان علی جواز دخول مکة للحرب بغیر إحرام ، وقد

☆ دار العلوم اسلامیہ بستی۔

Marfat.com

اعترض علیه بأن القتال فی مکة خاص بالنبی ﷺ، ویجاب بأن غایة ما فی هذا الحدیث اختصاص القتال به ﷺ وأما جواز المجاوزة فلا " (نیل الأوطار ۳۰۰/۴)۔

آگے چل کر امام شوکانی لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں مسلمان مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے آتے جاتے رہتے تھے اور کہیں منقول نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو احرام باندھے رہنے کا حکم دیا ہو، جیسے حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ کہ انہوں نے میقات کے اندر نیل گائے کا شکار کیا اور وہ بغیر احرام کے تھے اور حج سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک مقصد کے تحت بھیجا تھا چنانچہ انہوں نے میقات کو بغیر احرام کے پار کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس عمل پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، نیز جب تک دلیل نہ قائم ہو براءت اصلیہ کے استصحاب کی رو سے عدم وجوب احرام برقرار رہے گا (دیکھئے: نیل الاوطار ۳۰۱/۴)۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تخریج کی ہے: "لا یدخل أحد مکة بغیر إحرام إلا الحطابین و العمالین و أصحاب منافعها" یعنی احرام کے حکم سے مزدور پیشہ لوگ اور جن کو مکہ مکرمہ معیشت کے لئے بار بار آنا پڑتا ہے وہ مستثنیٰ ہیں، نیز امام مالک مؤطا میں لائے ہیں: "إن ابن عمر جاوز المیقات غیر محرم" یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما میقات سے بغیر احرام کے گذرے۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

"من کان یتکرر دخوله کالحطاب والحشاش والصیاد والسقاء والبرید ونحوهم ، یجوز دخوله بغیر نسک لما روی ابن عباس " لا یدخل أحد مکة إلا محرما ورخص للحطابین" ولأن فی إیجاب الإحرام علی هؤلاء مشقة" (۷۳/۳)۔

Marfat.com

ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ جو شخص مکہ مکرمہ میں قتال مباح کے لئے یا کسی خوف کی بناء پر یا حاجت مکررہ کی وجہ سے، جیسے گھسیارے، لکڑہارے اور اناج اور سبزی لانے والے یا وہ جن کا ایسا پیشہ ہے جس کی وجہ سے انہیں بار بار آنا جانا پڑتا ہے، یہ لوگ اگر مکہ مکرمہ میں داخل ہوں تو ان کے ذمہ احرام نہیں ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں حلال ہونے کی صورت میں داخل ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر خود تھا، اسی طرح آپ کے اصحاب میں سے کوئی احرام میں نہیں تھا، ابن قدامہ کہتے ہیں کہ اگر ان کے ذمہ احرام لازم کر دیا جائے جنہیں بار بار آنا پڑتا ہے تو وہ زندگی بھر احرام ہی میں رہیں گے، اس لئے حرج کی بنا پر احرام ساقط ہو جائے گا، امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں'' (المغنی ۳/۲۶۸)۔

۳-مکی کے لئے تمتع یا قران کی گنجائش نہیں معلوم ہوتی، حافظ ابن کثیرؒ نے امام ابن جریر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ مکی کے لئے تمتع نہیں ہے۔

البتہ قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مکی کے لئے یہ حیلہ نکالا تھا کہ وہ باہر چلا جائے اور حرم سے کافی دور جا کر عمرہ کا احرام باندھ لے، لیکن ابن حزم ظاہری کہتے ہیں کہ جس کے اہل وعیال مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں وہ چاہے مسافرت کی مسافت طے کر لے مکی ہی رہے گا، اور "أهله حاضری المسجد الحرام" میں شمار ہوگا اور اس کو تمتع کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

امام ثعالبی نے بھی "ذلک لمن لم یکن أهله حاضری المسجد الحرام" میں ذلک کا مشار الیہ رخصت تمتع کو قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہی راجح معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ لمن کا لفظ اور خاص کر لام مکسور رخصت ہی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے (الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن للثعالبی)۔

۴-سوال دوم کے جواب میں اس کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ احرام کی پابندی اسی کے لئے ہے جو حج اور عمرہ کے ارادہ سے آرہا ہے، جو حج اور عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا وہ بغیر احرام کے آسکتا ہے، اس پر احرام واجب نہیں ہے، سوال چہارم میں صورت مسئلہ یہ ہے کہ مکی اشہر حج میں

Marfat.com

میقات سے باہر گیا اور وہ اس سال حج کا ارادہ بھی رکھتا ہے وہ واپسی میں میقات پر پہنچ کر کیا کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بغیر احرام کے مکہ آجائے، پھر جب حج کے لئے احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو اسی میقات پر جا کر احرام باندھے، اگر وہ ایسا کرلے گا تو اس پر دم نہیں آئے گا۔

"لو جاوز الشخص ميقاتاً من المواقيت الخمسة يريد الحج أو العمرة بغير إحرام ثم عاد قبل أن يحرم وأحرم من الميقات وجاوزه محرماً لا يجب عليه دم بالإجماع لأنه لما عاد إلى الميقات قبل أن يحرم وأحرم التحقت تلك المجاوزة بالعدم وصار هذا ابتداء إحرام منه" (الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۷۶/۳)۔

۵- تمتع کرنے والا آفاقی عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے دوسرا عمرہ کرسکتا ہے، حنفیہ ایام تشریق کے سوا ہر تاریخ میں اور ہر روز عمرہ کی اجازت دیتے ہیں، امام شوکانی نے باب باندھا ہے، "جواز العمرۃ فی جمیع السنۃ" اس کے تحت روایت لائے ہیں۔

"عن علی رضی الله عنه قال: فی کل شهر عمرة" (رواہ الشافعی)۔

باب اور اس کے تحت روایت کا حاصل یہ ہے کہ عمرہ پورے سال اور ہر مہینہ میں ہوسکتا ہے، "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" جو فارسی زبان میں حنفیہ کے نزدیک مناسک پر عمدہ ترین کتاب ہے اور جس کو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اپنے اہتمام میں شائع کروایا تھا، اس میں ہے: "وقت جواز عمره ایام سال تمام است إلا آنکه مکروه است تحریماً إنشاء إحرام عمره در ایام خمسه أعنی روز عرفه روز عید نحر و أیام تشریق ثلاثه بعد از عید نحر واما اگر ادا کرد عمره دریں ایام خمسه بإحرام سابق مکروه نباشد کذا فی البحر العمیق" (ص/۲۳۰)۔

لیکن بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ طواف کعبہ عمرہ سے افضل ہے (حوالہ سابق)۔

۶- حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب (ص ۲۱۳) میں ہے: "چهارم آنکه رمی نماید بنفس خود پس جائزنباشد دروے نیابت باوجود قدرت وجائز

Marfat.com

است در وقت عجز پس مغمیٰ علیه ومریض که استطاعت رمی نه دارند جائز است رمی دیگرے برائے ایشان بطریق نیابت"۔

یعنی رمی کی چوتھی شرط یہ ہے کہ بذات خود رمی کرے، لہذا قدرت کے باوجود اس میں نیابت جائز نہیں ہے، عدم قدرت کے وقت جائز ہے، لہذا بے ہوش اور وہ بیمار جو رمی کی استطاعت نہیں رکھتا، ان کے حق میں جائز ہے کہ کوئی دوسرا ان کی طرف سے نائب ہو کر رمی کردے "وتجوز الإنابة في الرمي لمن عجز عن الرمي بنفسه لمرض أو حبس أو كبر سن أو حمل المرأة" (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۳/ ۱۹۳)، جو بذات خود رمی سے قاصر ہو وہ نائب بنا سکتا ہے مثلاً بیمار، قیدی، کبیر السن اور حاملہ عورت۔

"إذا كان الرجل مريضاً أو محبوساً أو له عذر جاز أن يستنيب من يرمي عنه" (المغنی ۳/ ۴۹۰)۔

(بیمار اور قیدی اور معذور کے لئے نائب بنانا جائز ہے)۔

جمرات پر ازدحام کثیر دیکھنے کے بعد یہ بات دل میں آتی ہے کہ "أوله عذر" کی فہرست میں وہ شخص بھی آجاتا ہے جو نہایت ناتواں ہے، اگر چہ سن رسیدہ نہیں ہے اور اسے قوی اندیشہ ہے کہ میں بھیڑ کی دھکا مکی کا تحمل نہ کرسکوں گا اور مجمع کے پیروں تلے روندا جاؤں گا، یا وہ شخص جو انتہائی ضعیف القلب اور مجمع کثیر سے گریزاں طبیعت کا حامل ہے اور اسے قوی اندیشہ ہے کہ وہ غیر معمولی اختلاج میں مبتلا ہو جائے گا۔

لیکن کسل اور آرام پسندی کی بنا پر استنابت ہرگز جائز نہیں ہے، بیمار اور معذور کے حق میں بھی بعض مالکیہ کا قول ہے کہ وہ نائب مقرر کرنے کی صورت میں دم ادا کریں۔

۷- سعودیہ عربیہ میں رہنے والے غیر ملکیوں کو سرکاری اجازت نہ لینے کی وجہ سے اگر حالت احرام میں گرفتار کر لیا جائے تو وہ محصر ہیں، ان کے لئے حکم یہ ہے کہ حرم میں اونٹ یا گائے یا بکری کی ہدی ذبح کریں اور خود نہ ذبح کرسکیں تو کسی کو نائب بنا کر ذبح کرنے کی تاریخ اور وقت

Marfat.com

مقرر کرلیں، اس وقت کے گذر جانے کے بعد حلق کروائیں اور حلال ہو جائیں اور آئندہ عمرہ اور حج کی قضا کریں، "**فإن أحصرتم فما استیسر من الهدی ولا تحلقوا رؤوسکم حتی یبلغ الهدی محله**"۔

۸-مؤطا امام محمد (ص ۲۲۹) میں "باب من قدم نسکاً قبل نسک" کے تحت وارد ہے:

"رسول اللہ ﷺ لوگوں کی خاطر حجۃ الوداع میں ایک جگہ ٹھہر گئے تا کہ لوگ آکر مسائل دریافت کرلیں تو ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں نہیں جان سکا اور میں نے رمی سے پہلے ذبح کردیا تو آپ نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں اب رمی کرلو، دوسرے نے کہا اے اللہ کے رسول میں نہیں سمجھ سکا میں نے ذبح کرنے سے پہلے حلق کروالیا، آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اب ذبح کرلو، اس دن کسی شیٔ کی بھی تقدیم وتاخیر کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں اب کرلو۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ اسی حدیث کو ہم لیتے ہیں کہ اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس تقدیم وتاخیر میں کوئی مضائقہ نہیں اور نہ اس میں کوئی کفارہ یا دم ہے، لیکن ایک صورت ہے کہ متمتع اور قارن جب ذبح کرنے سے پہلے حلق کروالیں تو ان کے نزدیک اس پر دم عائد ہوتا ہے، لیکن ہم اس پر کسی چیز کو عائد نہیں کرتے"۔

مؤطا کے محشی عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے "نحن" یعنی ہم کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: **أنا وأبو یوسف وغیرھما**۔

یعنی ترتیب کے عدم وجوب کے قائل صرف صاحبین ہی نہیں اور دیگر ائمہ حنفیہ بھی ہیں، امام شوکانی نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اور قائلین وجوب ترتیب کے ایک ایک جز کا معقول جواب دیا ہے، عجیب اتفاق ہے کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ یکہ وتنہا کھڑے ہیں، کوئی مسلک ان کا ہمنوا نہیں حتی کہ صاحبین اور دیگر ائمہ حنفیہ بھی ان کے ساتھ نہیں ہیں (نیل الأوطار ۵/ ۷۳-۷۴)۔

Marfat.com

امام ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں کہ رمی، حلق، ذبح، طواف اور سعی میں جس کو چاہیں آپ مقدم کردیں اور جس کو چاہیں مؤخر کردیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے (المحلی ۵/ ۱۹۱)۔

۹- حج بدل کرنے والے کو اگر مستنیب نے کسی خاص قسم کے ساتھ پابند نہیں کیا ہے تو وہ المعروف کالمذکور کے تحت تمتع پر محمول ہوگا اور حج بدل آج کل اسی طرح مروج ہے، دم تمتع اور اگر مستنیب نے قران کا حکم دیا ہے تو دم قران آمر کے مال میں لازم ہوگا، نائب کے مال میں نہیں، ہاں اگر آمر نے صراحۃً تمتع یا قران سے منع کردیا ہے تو دم نائب کے مال سے دیا جائے گا:

"ودم المتعة والقران إن أذن له في ذلک علی المستنیب لأنه إذن في سببهما وإن لم یؤذن له فعلیه" (المغنی ۳/ ۲۳۳)۔

میت کی طرف سے حج تمتع کیا جاسکتا ہے: "متی توفی من وجبُ علیه الحج ولم یحج وجب أن یخرج عنه من جمیع ماله مایحج به عنه ویعتمر" (المغنی ۳/ ۲۴۲)۔

۱۰- عورت نے طواف زیارت نہیں کیا اور وہ حائضہ یا نفساء ہوگئی اور انتظار کی گنجائش نہیں ہے تو وہ غسل کرے اور پائجامہ کے نیچے لنگوٹ باندھے، پھر طواف کرے اور سعی بین الصفا والمروہ کرے اور بدنہ ذبح کرے یعنی پانچ سال کا اونٹ یا دو سال کی گائے۔

"وإذا اضطرت المرأة اضطراراً شدیداً لمغادرة مکة قبل انتهاء مدة الحیض أو النفاس ولم تکن قد طافت طواف الإفاضة فتغتسل وتشد الحفاظ الموضوع في أسفل البطن شداً محکماً ثم تطوف بالبیت سبعاً طواف الإفاضة ثم تسعیٰ بین الصفا والمروة سبعاً وعلیها ذبح بدنة (وهي ما أتم خمس سنین من الإبل أو أتم سنتین من البقر) وذلک تقلیداً للحنفیة الذین یقولون بصحة الطواف حینئذ مع الحرمة ووجوب إهداء البدنة" (الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۳/ ۱۶۳)۔

۱۱- عورت کے شوہر کا سفر حج میں اگر انتقال ہوجائے تو اگر وہ اپنے گھر سے قریب ہے

Marfat.com

تو واپس آجائے اور اگر بعید ہے اور مکہ مکرمہ سے قریب ہے تو پہلے حج کرے، پھر عدت گذارے، شوہر کی وفات ادائیگی حج سے مانع نہیں ہوگی۔

"وإذا خرجت للحج فتوفي زوجها وهي قريبة رجعت لتعتد في منزلها وإن تباعدت مضت في سفرها" (المغنی ۲۴۱/۳)۔

بیوی اگر اعتکاف منذور میں ہو اور شوہر کا انتقال ہو جائے تو امام مالک اور ربیعۃ الرای کے نزدیک وہ اپنا اعتکاف پورا کرے، اعتکاف سے فارغ ہونے کے بعد عدت گذارے اس لئے کہ اعتکاف منذور بھی واجب ہے، اور شوہر کے گھر عدت گذارنا بھی واجب ہے اور صورت یہ ہے کہ وہ اعتکاف شوہر کے مکان کے سوا کسی دوسرے مکان میں کئے ہوئے ہے، یہاں دو واجب متعارض ہو گئے لہذا جو پہلے واجب ہو اوہ پہلے ادا کیا جائے گا، اسی طرح حج کا مسئلہ ہے، حج پہلے واجب ہوا، عدت بعد میں واجب ہوئی، لہذا حج پہلے ادا کیا جائے گا (المغنی ۲۰۷/۳)۔

Marfat.com

مسائل حج وعمرہ کا حل

ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی☆

عصر حاضر میں حجاز مقدس کی تجارتی اہمیت، حج بیت اللہ کی بے پناہ کثرت، ویزا اور ٹکٹ کی قانونی پابندیوں کی دشواریوں سے بچنے کے لئے فقہی مسائل کا حل اس طرح ہوسکتا ہے:

۱- حج وعمرہ کی نیت کے بغیر صرف تجارت یا کاروباری مقصد یا کسی سے ملاقات کے لئے مکہ مکرمہ یا حرم مکی کی حدود میں احرام باندھ کر ہی آنا شرط نہیں ہے۔

۲- اہل مکہ کا حدود سے نکل کر بار بار آنے والے طریقہ پر احرام کی پابندی لگانا ٹھیک نہیں، انہیں مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے۔

۳- مکی کے لئے تمتع یا قران کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

۴- حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کو اشہر حج میں میقات سے باہر جانے کی اجازت ہوگی مگر احتیاطاً ایک دم دیدے۔

۵- حج کے احرام سے پہلے مزید عمرے کرسکتا ہے۔

۶: الف- عمل رمی میں نیابت ہوسکتی ہے۔

ب- ازدحام کے خوف سے نائب بنانا درست ہوسکتا ہے، اس لئے کہ ازدحام سے کسی خطرہ کا خوف لاحق رہتا ہے۔

۷- سعودی عربیہ میں رہنے والے غیر ملکی اجازت کے بغیر حج کرتے ہوئے پکڑے

☆ دار العلوم صدیقیہ، عربک کالج، میسور کرناٹک۔

Marfat.com

جائیں تو وہ محصر کے حکم ہوں گے، یہ قربانی دے کر احرام ختم کر سکتے ہیں جیسا کہ حدیبیہ میں ہوا تھا۔

۸- رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب تو ہے مگر حکومت کے مجاز اداروں کی ذمہ داری اختیار کی جاسکتی ہے۔

۹: الف- حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کرسکتا ہے۔

ب- صریح اجازت کے بغیر تمتع نہیں کرسکتا ہے۔

ج- اگر ظن غالب پر تمتع کرلے تو حج بدل کرنے والے کے مال سے دم دینا لازم ہوجائے گا۔

ہ- آمر کی اجازت نہ ہو اور حج سے پہلے سفر ہوگیا ہے، طویل عرصہ تک احرام کی پابندی مشکل ہے، حج کے ایام تک اپنے مال سے دم دینے کی اگر قوت ہو تو حج بدل کا احرام دوبارہ باندھ سکتا ہے۔

و- حج عن المیت کی صورت میں دم دینے کی خود میں ہمت ہو تو تمتع کی گنجائش ہے ورنہ نہیں۔

۱۰- ایسی عورت کو ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کر کے گھر دم دینے کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

۱۱- سفر حج یا عمرہ میں شوہر کے انتقال پر ایام عدت میں حج یا عمرہ کرسکتی ہے۔

۱۲- مکہ میں ۱۵/دن سے زیادہ ہونے سے وہ مقیم ہوگا، منیٰ میں قصر کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۳- حنفی امام حرم کی اقتداء میں فصل کے ساتھ وتر ادا کرے ورنہ جماعت کے ثواب سے محروم ہوجائے گا۔

Marfat.com

حج وعمرہ کے مسائل

مولانا سلطان احمد اصلاحی☆

۱-حرم مکی میں داخل ہونے کے لئے مطلق احرام کی شرط چاہے حج یا عمرہ کی نیت ہو یا نہ ہو، صرف حضرات حنفیہ کے یہاں ہے:

"ثم الآفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد" (ہدایہ ۱؍۲۱۴، رشیدیہ دہلی)۔

دیگر ائمہ بالخصوص امام شافعیؒ کے نزدیک میقات کے اندر داخل ہونے کے لئے احرام کی شرط صرف اس کے لئے ہے جس کا حج یا عمرہ کا ارادہ ہو اور جس کی اس کی نیت نہ ہو احرام کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے:

"الشافعي عنده إنما يجب الإحرام عند الميقات إذا دخل مكة بحجة أو عمرة لأن الإحرام شرع لأحدهما فإذا نوى ذلك يجب وإلا فلا" (ہدایہ ۱؍۲۱۵ علی الہامش)۔

بدایہ میں یہ تفصیل نام لئے بغیر ہے:

"وقال قوم: لا يلزم الإحرام إلا لمريد الحج أو العمرة الخ" (بدایۃ المجتہد ۲؍۳۲۵)۔

اسی موقع پر امام مالک کے اس مسلک کی وضاحت بھی ہے کہ لکڑی فروش وغیرہ جنہیں

☆ ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی دودھ پور، علی گڑھ۔

Marfat.com

کثرت سے حدود حرم میں آنا جانا پڑتا ہو ان کے لئے بھی احرام کی ضرورت نہیں ہے:

"ولا خلاف أنه يلزم الإحرام من مرّ بهذه المواقيت ممن أراد الحج أو العمرة و أما من لم يردهما ومرّ بهما فقال قوم كل من مر بهما يلزم الإحرام إلا من يكثر تردداه مثل الحطابين وشبههم، وبه قال مالك" (بدایہ حوالہ سابق)۔

امام ابوحنیفہ کے مسلک کی جو تفصیل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایہ اور دیگر حنفی مراجع میں دخول حرم کے لئے مطلق احرام کی شرط کی جو بات کہی گئی ہے دراصل وہ اُس طرح نہیں ہے، بلکہ حدود حرم میں بار بار آنے جانے کی ضرورت کے لئے امام صاحب کے یہاں بھی رخصت ہے اور اس کے لئے احرام ضروری نہیں ہے۔

"(النوع الثالث) المكلف الذي يدخل... ولا حاجة متكررة فلا يجوز له تجاوز الميقات غير محرم، وبه قال أبوحنيفة وبعض أصحاب الشافعي" (مغنی ۲۶۹/۳)۔

جبکہ دوسروں کے یہاں بھی ڈھیل معروف ہے:

"وقال بعضهم: لا يجب الإحرام عليه و عن أحمد ما يدل على ذلك الخ" (مغنی حوالہ سابق)۔

اس تفصیل کی روشنی میں بار بار کی ضرورت والوں کے لئے تو فقہ حنفی میں بھی احرام کی شرط متفقہ نہیں رہ جاتی ہے، باقی تینوں ائمہ کی رائے پہلے ہی سے اس کے حق میں ہے، تجارت یا ملاقات کی اتفاقیہ ضرورت کے سلسلہ میں بھی امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کی رائے پر ہی عمل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جن کے یہاں احرام کی شرط حج اور عمرہ کے ساتھ ہی ہے، مسئلہ کی دیگر تفصیلات سے اگر چہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کی تجارت یا ملاقات کی ضرورت اس نوعیت کی نہ ہو کہ انہیں بار بار اور انتہائی کثرت سے مکہ آنا جانا پڑتا ہو، ان کے لئے احرام کی پابندی ہی زیادہ اولیٰ اور انسب ہے، لیکن اسے اولیٰ اور انسب کی حد تک ہی رکھنا بہتر ہے، واجب قرار دینا

Marfat.com

مناسب نہیں ہے، بالخصوص فی زمانہ دینداری میں جو اضمحلال ہے اس کے پیش نظر آسانی اور رخصت کا مسلک ہی بہتر اور مناسب ہے، مزید آمد و رفت کی کثرت وعدم کثرت کو متعلق فرد کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے، اس کا فیصلہ وہ خود کرے کہ اس کے مطابق احرام کی مذکورہ رخصت سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے۔

۲- تفصیل بالا کے مدنظر مکہ کے اندر یا باہر کے جن لوگوں کا مختلف اغراض سے بار بار مکہ آنا جانا ہو اور ان کی حج یا عمرہ کی نیت نہ ہو، ائمہ ثلاثہ کی ان کے لئے رخصت واضح ہے کہ اندریں صورت انہیں احرام باندھنے کی حاجت نہیں ہے، فقہ حنفی جس کی معروف رائے اس کے برعکس ہے اس میں بھی امام ابوحنیفہؒ کی اس رائے کے مطابق جس میں بار بار کی ضرورت کی صورت میں احرام سے رخصت کی گنجائش نکلتی ہے (مغنی ۳/ ۲۶۹)، اس مسلک میں بھی اس کی گنجائش پیدا ہوتی ہے، اگرچہ دینداری کے موجودہ اضمحلال کے پیش نظر جس کا اشارہ اوپر گذرا، ہمارے نزدیک قابل ترجیح ہے کہ بار بار کی ضرورت سے قطع نظر حج یا عمرہ نہ کرنے کی صورت میں ملاقات یا تجارت وغیرہ کی مطلق ضرورت سے بھی احرام کی عدم پابندی کی دیگر ائمہ کی رائے پر عمل زیادہ بہتر اور قرین حالات ہے، دریں حالیکہ میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے پریشانی اور زحمت سے بچانے کے مقصد سے اہل مکہ کی طرح انہیں بھی مکہ میں بلا احرام داخل ہونے کی اجازت فقہ حنفی میں پہلے سے موجود ہے:

"ومن كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجة لأنه يكثر دخوله مكة وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بيّن فصار كاهل مكة حيث يباح لهم الخروج لحاجة منها ثم دخولها بغير إحرام لحاجتهم الخ" (ہدایہ ۱/ ۲۱۴)۔

آج کے دور میں بالکل یہی زحمت آفاقی کے لئے ہے، پس اس رخصت کو اس کے لئے بھی عام کر دینا مناسب ہے۔

Marfat.com

۳- جمہور علماء کے اتفاق سے مکی کے لئے تمتع یا قران جائز نہیں:

"واتفق العلماء على أن من لم يكن من حاضرى المسجد الحرام فهو متمتع" (بدایۃ المجتہد ۱/ ۳۳۲)۔

یہی رائے امام ابوحنیفہؒ کی بھی ہے، البتہ امام مالکؒ کے یہاں یہ صرف مکروہ ہے:

"وابوحنيفة يقول: إن حاضرى المسجد الحرام لا يقع منهم التمتع، وكره ذلك مالك" (بدایہ ۱/ ۳۳۳)۔

یہی حکم قران کا بھی ہے:

"والقارن الذى يلزمه هدى المتمتع هو عند الجمهور من غير حاضرى المسجد الحرام" (ہدایہ ۱/ ۳۳۵)۔

۴- اوپر کی گفتگو کی روشنی میں اس کا جواب واضح ہے، مکہ میں مقیم جن حضرات کے کام کی نوعیت ایسی ہو کہ سال کے تمام دنوں میں انہیں بار بار مکہ آنا اور جانا پڑتا ہے، فقہ حنفی سے ہٹ کر ان کے لئے رخصت معلوم ہے کہ ان کے لئے احرام کی پابندی ضروری نہیں ہے، اسی طرح حج یا عمرہ نہ کرنے کی نیت کی صورت میں بھی فقہ شافعی و دیگر کی رائے صاف ہے کہ اندریں صورت احرام واجب نہیں ہے، البتہ اسی کی بنیاد پر اہل مکہ کی تقسیم کرنے کی ضرورت ہے، کاروبار اور ملاقات وغیرہ کے لئے ہر ایک کی ضرورت لازماً بار بار آنے جانے کی نہیں ہوتی ہے، حج کا عرصہ، شوال، ذی قعدہ اور معروف قول کے مطابق دسویں ذی الحجہ کل دو ماہ دس دن ہے، جو بہت زیادہ نہیں ہے کہ آدمی کے لئے اس میں اپنے شہر سے نکلے بغیر چارہ نہ ہو، پس جو لوگ ایسا کر سکیں انہیں احتیاط کرنی چاہیے، البتہ ڈرائیور، سبزی فروش اور دیگر کاروباری جو سال کے باقی دنوں کی طرح ان ایام میں بھی ایسے ہی بار بار مکہ سے باہر اور پھر واپس آنے کے لئے مجبور ہوں، ان کے لئے ان فقہاء کے مسلک پر عمل کی اجازت دینا اولیٰ ہے جن کے ہاں ایسے ضرورت مندوں کے لئے احرام کی شرط نہیں ہے، کاروبار اور ملاقات وغیرہ کی اس سے ہٹ کر صورت کے لئے معاملہ کو

Marfat.com

متعلق فرد یا افراد کی صوابدید پر چھوڑنا چاہئے، حج اور عمرہ کی نیت نہ ہونے کی صورت کا معاملہ پہلے سے ہی واضح ہے کہ اس کے لئے احرام کی ضرورت نہیں ہے، پس اہل مکہ میں اسے اسی سال حج کا ارادہ کرنے والا دو ماہ دس دن مکہ سے باہر نہ آئے جائے، الا یہ کہ وہ بار بار کی ضرورت والے لوگوں کی صف میں آتا ہو، سواس کی رخصت معلوم ہے، مکی کے لئے ایک رائے تمتع اور قران کے جواز کی بھی ہے (بدایۃ المجتہد ۱/ ۳۳۲-۳۳۵) اور اس صورت میں اس کے لئے دم نہیں ہے (بدایہ ۱/ ۳۳۲)، مخصوص حالات میں مکی کے لئے اس رخصت سے بھی فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہونی چاہئے، جہاں تک ممکن ہو دم سے بچانے کی راہ نکلنی چاہئے۔

۵- ایک ہی سال میں ایک سے زائد بار عمرے کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف معلوم ہے، حضرت امام مالکؒ کے یہاں سال میں مستحب ایک ہی عمرہ ہے، ایک ہی سال میں دو یا تین کو وہ مکروہ کہتے ہیں، البتہ امام شافعیؒ اور حضرت امام اعظمؒ کے یہاں اس میں کراہیت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

"واختلفوا في تكريرها في السنة الواحدة مراراً فكان مالك يستحب عمرة في كل سنة ويكره وقوع عمرتين عنده أو ثلاثاً في السنة الواحدة، وقال الشافعي و أبو حنيفة لاكراهية في ذلك". (بدایہ ۱/ ۳۲۶)۔

اس کے لحاظ سے تمتع کرنے والا آفاقی عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کرسکتا ہے، الا یہ کہ موجودہ دور کے غیر معمولی ازدحام کے پیش نظر منتظمین حج کی طرف سے اس سے بچنے کی سفارش ہو تو اندریں صورت لوگوں کو زحمت سے بچانے کے مقصد سے ایک عمرہ پر اکتفاء کرنا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔

۶: الف- رمی کے عمل میں ایک شخص دوسرے کی نیابت کرسکتا ہے۔

ب- نیابت کے جواز کے لئے مریض اور معذور کے ساتھ محبوس کا بھی ذکر ہے، یعنی یہ کہ جو شخص کسی شدید مجبوری سے رمی جمرہ کے لئے نہ جاسکے، لیکن مناسب ہے کہ اسے بہت عام

Marfat.com

نہ کیا جائے، محض ازدحام کے ڈر سے نائب بنانا درست نہیں ہے۔

"إذا كان الرجل مريضا أو محبوساً أو له عذر جاز أن يستنيب من يرمي عنه" (المغنی ۳؍۴۹۰)۔

البتہ بیماری اور عذر کی صورت میں بھی بہتر ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ نائب کے ہاتھ میں کنکری اپنے ہاتھ سے رکھے جس سے کہ اس عمل میں اس کی بھی یک گونہ شرکت ہو جائے، قاضی ابویعلیٰ کی رائے کے الفاظ ہیں:

"قال القاضي: المستحب أن يضع الحصى في يد النائب ليكون له عمل في الرمي الخ" (حوالہ سابق)۔

۷- ہاں ایسا شخص "محصر" کے حکم میں ہوگا، وہ دم احصار کے طور پر قربانی کا جانور یا اس کی قیمت کسی کے ہاتھ بھیج دے جس سے اس کی طرف سے حرم میں قربانی کردی جائے، اس وقت تک اس کے لئے احرام سے تحلل جائز نہ ہوگا، لیکن کسی وجہ سے وہ اس کے لئے اس سے پہلے مجبور کردیا جائے تو ساتھ ہی وہ دم جنایت بھی ادا کرے، دونوں ہی صورتوں میں آئندہ حج یا عمرہ وہ اس وقت کرے جبکہ حکومت کی طرف سے باقاعدہ اس کو اس کی اجازت مل جائے، اصحاب امر کی معروف میں اطاعت واجب ہے، اور موجودہ دور کے حالات ومصالح کے مدنظر حکومت کا یہ حکم معروف میں داخل ہے اور ہر مسلمان کے لئے اس کی پیروی لازم ہے۔

۸- صورت مسئولہ میں رمی، ذبح حلق کے درمیان ترتیب قائم نہ رہنے پر دم لازم نہیں ہوگا، حالات مندرجہ کے پیش نظر فقہ حنفی کے قول مرجوح اور دیگر ائمہ کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے، ترتیب کے عدم قائلین میں صرف امام شافعی کے علاوہ عطاء، ابو یوسف اور ابوثور ہیں (المغنی لابن قدامہ ۳؍۴۳۶) اور موجودہ حالات میں ان کی رائے پر ہی عمل کیا جانا مناسب ہے (نیز ملاحظہ ہو: مغنی ۳؍۴۵۲)۔

۹- شریعت میں عرف کا دخل ہے، اس لئے اس وقت مطلق حج سے اگرحج تمتع، مفہوم

Marfat.com

ہوتا ہے تو حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا حج تمتع ہی سمجھا جائے گا، ہاں بہتر ہوگا کہ روانگی سے قبل اس کی صراحت ہو جائے جس سے کہ شبہ زائل ہو جائے۔

باقی شقوں کا جواب اس طرح ہے:

الف- ہاں! کر سکتا ہے۔

ب- عرفاً حج تمتع مفہوم ہونے کی صورت میں کر سکتا ہے، لیکن بہتر ہے کہ صراحت پیشگی کرالی جائے۔

ج- ہاں! تمتع کر سکتا ہے۔

د- آمر کی طرف سے صریح طور پر تمتع کی ممانعت نہ کی گئی ہو تو دم تمتع آمر کے ہی مال میں لازم ہوگا۔

"ودم المتعة والقران إن أذن له في ذلک علی المستیب"

(مغنی ۳/ ۲۳۲-۲۳۳)۔

ھ- آمر کی اجازت سے حج بدل کرنے والے کے لئے تمتع کی گنجائش ہے، اس لئے صورت مسئلہ میں قران کی طویل عرصہ کی پابندی اس کو جھیلنے کی ضرورت نہیں ہے، اشہر حج شروع ہونے سے قبل جانے کی صورت میں پہنچنے کے ساتھ ایک عمرہ کر لے؛ بعد ازاں حج کے ساتھ عمرہ کر کے تمتع کی صورت پیدا کر لے، سال میں ایک سے زیادہ عمرے کی گنجائش ہے، اس کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، تفصیل پہلے آچکی ہے۔

و- اصولی طور پر زندہ اور مردہ کے حج بدل میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے (مغنی ۳/ ۲۳۲، بدایۃ المجتہد ۱/ ۳۲۰)، اس لئے حج عن المیت کی صورت میں تمتع کی گنجائش نہ ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

۱۰- صورت مسئولہ میں چونکہ اضطرار ہے اس لئے:

الف- ایسی عورت ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کر کے اپنا حج مکمل کر لے۔

Marfat.com

ب- بوجہ اضطرار اس کارکن ادا ہو جائے گا اور اس پر دم لازم نہ ہوگا۔

ج- دم لازم ہی نہیں تو بدنہ اور بکرا کا سوال ہی نہیں۔

د- یہ شق بھی اپنے آپ زائل ہو جاتی ہے۔

۱۱- مکی ہونے کی صورت میں وہ اپنے کو محصر کے حکم میں سمجھے اور اگلے سال اپنے حج رعمرہ کی تکمیل کرے، آفاقی ہونے کی صورت میں وہ ایام عدت میں حج اور عمرہ کرلے، بنابریں کہ وہ اضطرار کی شکار ہے اور دوسرے سال آکر حج اور عمرہ کی تکمیل اس کے لئے بوجوہ دشواریوں کی باعث ہے۔

۱۲- منیٰ کی آبادی کے مکہ سے متصل ہو جانے پر دونوں ایک ہی مقام متصور ہوں گے، اور دونوں میں ملا کر ۱۵ ردن پورا ہونے پر ہی وہ شخص مقیم سمجھا جائے گا۔

۱۳- صورت مسئولہ میں مسجد اور حرمین میں وتر جس طرح ادا کی جاتی ہے ویسے ہی ادا کرے اپنے مسلک کی پیروی کی خاطر مسجد اور حرمین سے الگ ہوکر علیحدہ وتر ادا نہ کرے۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کے مسائل

ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی☆

زمان ومکان کے تغیرات نے اسلام کے جس رکن سے متعلق سب سے زیادہ مسائل پیدا کئے ہیں، وہ غالباً حج کا رکن ہے، اس سے متعلق ائمہ مجتہدین اور فقہاء متبعین نے جو مسائل مستنبط کئے اور جو رائیں اپنائیں وہ اپنے وقت کے حالات کے پیش نظر تھیں جبکہ تعداد حجاج چند لاکھ مشکل سے پہنچتی تھی، نہ چاہ زمزم زمین دوز کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی، نہ مسعی ومرمی کو دو منزلہ بنانے کی حاجت تھی اور نہ ہی ان کی ایسی توسیع ہوئی تھی، مگر ان کوششوں کے باوجود مشکلات میں اضافہ ہوتا رہا جس کے نتیجہ میں اکثر ایام حج میں، اللہ محفوظ رکھے، کوئی نہ کوئی حادثہ رونما ہو جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہاں کے مسائل کا صحیح اندازہ آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے، ایک زمانہ تھا کہ فقہاء نے یہ تک بتا دیا تھا کہ "کنکری کہاں سے کھڑے ہو کر کیسے پکڑ کر ماریں اور کہاں گرے یہ دیکھ لیں"، آج یہ حال ہے کہ آدمی جمرات کے راستہ میں کھڑا ہو جائے اور ریلا خود بخود اسے وہاں پہنچا دے گا اور بس اپنے کو سنبھالتے ہوئے کسی طرح رمی کی سنت ادا کرلے، اسلامک فقہ اکیڈمی مبارک باد کی مستحق ہے کہ اس نے اس مسئلہ کو بھی اپنی بحث کا موضوع بنایا ہے، پیش کردہ سوالات کو حل کرنے کے لئے نصوص قرآنی اور احادیث وآثار کے علاوہ شریعت کے مزاج اور مقاصد کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے اور مشکلات کے حل میں کوئی حرج نہیں کہ دوسرے فقہی مسالک کی رایوں کو بھی سامنے رکھا جائے، کیونکہ کسی مشکل کو حل کرنے کے لئے کوئی

☆ لکچرار کنگ فیصل یونیورسٹی جدہ، سعودی عربیہ۔

Marfat.com

نئی رائے بنانے کے مقابلہ میں یہ کہیں بہتر ہے کہ مسلمہ مسالک کی کوئی رائے جو گرہ کشا ہو اپنا لیا جائے کہ انہیں بھی ہم برحق سمجھتے ہیں اور انہوں نے بھی مسائل کے حل میں بنیادی مآخذ کا سہارا لیا ہے، اس مختصر تمہید کے بعد نمبروار سوالات کے جواب درج ذیل ہیں:

۱- رسول اللہ ﷺ نے میقات کی تعیین کے وقت فرمایا تھا:

"فهن لهن ولمن أتى عليهن من غير أهلهن ممن أراد الحج والعمرة"

(صحیح مسلم وغیرہ)۔

اس سے ظاہر ہے کہ یہ مواقیت ان کے لئے ہیں جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہے، ایسے شخص کے لئے لازم ہے کہ ان مواقیت سے بغیر احرام کے نہ گذرے، اب اگر کہیں کسی نے مطلق بھی احرام باندھ کر گذرنے کی بات کہی ہو تو اس حدیث سے اس کی تخصیص ہو جائے گی۔

۲- مذکورہ بالا وضاحت کے بعد ایسے لوگوں کے لئے کوئی مسئلہ ہی نہیں رہ جاتا جو حج یا عمرہ کی نیت کے بجائے تجارت وملازمت یا اپنے کسی کام سے مکہ میں آمد ورفت رکھتے ہیں، اس کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے بھی ہوتی ہے کہ فتح مکہ کے وقت جبکہ آپ ﷺ حج یا عمرہ کی نیت سے نہیں تشریف لا رہے تھے اس وقت احرام نہیں پہنا، مکہ مکرمہ کے اندر آنے والے ہر شخص کو احرام کا پابند کرنا ایسی مشقتوں کا باعث ہوگا جن کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، پابندی کی شکل میں یا تو آدمی آئے نہیں یا آئے تو احرام باندھ کر عمرہ یا حج بھی کرے، اس طرح ہم اس پر ایسی چیز لازم کریں گے جو شریعت نے نہیں کیا ہے۔

۳- مکی کے لئے تمتع یا قران کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اثبات یا نفی کا دارومدار آیت حج تمتع:

"فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى فمن لم يجد فصيام ثلاثه أيام فى الحج وسبعة إذا رجعتم تلك عشرة كاملة ذلك لمن لم يكن أهله حاضرى المسجد الحرام" (سورۃ البقرہ) کے سمجھنے پر ہے، تعجب ہے کہ اتنے اہم

Marfat.com

حکم سے متعلق احادیث خاموش ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں متعدد رائیں ہیں مثلاً:

۱- امام ابوحنیفہ کے نزدیک اہل مکہ کے لئے تمتع نہیں ہے۔

۲- امام مالکؒ نے اسے مکروہ سمجھا ہے۔

۳- حضرت ابن زبیرؓ نے تمتع سے مراد مُحصَر کا تمتع لیا ہے۔

۴- کچھ دوسرے ائمہ نے اہل مکہ کے لئے تمتع جائز قرار دیا ہے لیکن ان پر ہدی نہیں ہے۔

اختلاف کی وجہ آیت کے آخری حصہ "ذلک لمن لم یکن الخ" کے تعلق کی تعیین پر ہے، یعنی جن لوگوں نے اسے حکم تمتع سے جوڑا ہے وہ اہل مکہ کے لئے تمتع جائز نہیں سمجھتے اور جن لوگوں نے اسے ہدی اور صیام کے حکم سے متعلق کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مکی تمتع تو کرسکتا ہے البتہ اس پر ہدی نہیں ہے، چونکہ آیت میں دونوں ہی معانی کا احتمال ہے اور إفراد کے جواز میں کوئی اختلاف اور شبہ نہیں اس لئے ناچیز کی رائے میں مکی کے لئے اولیٰ إفراد ہے، لیکن تمتع کی واضح ممانعت مروی نہ ہونے کی وجہ سے بکراہیت جواز ہوسکتا ہے، مگر جو چیز آیت میں اس وقت زیادہ غور کی مستحق ہے وہ "من لم یکن أهله حاضری المسجد الحرام میں "أهله" کا لفظ ہے، آیت میں یہ نہیں ہے کہ من لم یکن حاضر المسجد الحرام، اس فرق کا کوئی فائدہ ہوسکتا ہے تو یہ کہ باہر سے مقیم لوگوں کے لئے (جن کے اہل وعیال میقات سے باہر ہوں) تمتع کی ممانعت یا ہدی کی چھوٹ (باختلاف اقوال) نہ ہو، یا وہ لوگ جو خود مکہ سے ہجرت کر گئے ہوں یا اپنے کاروبار وغیرہ کے سلسلہ میں میقات سے باہر رہتے ہوں لیکن ان کے اہل وعیال ابھی حاضری المسجد الحرام ہوں تو ان پر بھی تمتع منع ہو یا ہدی کی چھوٹ ہو۔

۴- میقات کے باہر سے مکہ آنے والے کے لئے، جیسا کہ اوپر (۱) میں تحریر کیا، صرف اس شکل میں احرام لازم ہے جبکہ وہ عمرہ یا حج کی نیت سے آرہا ہو:

"ممن أراد الحج والعمرة"۔

Marfat.com

خاص طور سے مکی جس کا گھر ہی وہاں ہے اور اسے باہر آنا جانا رہتا ہے احرام کی پابندی عائد کر کے ہم مزید کئی پیچیدگیاں پیدا کریں گے۔

۵- کرسکتا ہے، کیونکہ اس کی ممانعت نہیں آئی ہے، البتہ "کثرت عمرہ" کے مقابلہ میں "کثرت طواف" زیادہ فضیلت رکھتا ہے کہ "عمرہ کی کثرت" مسنون نہیں ہے۔

۶: الف- عمل رمی میں بچوں کی طرف سے رمی کی نیابت کا ذکر حضرت جابرؓ کی حدیث میں آیا ہے:

"حججنا مع رسول الله ﷺ ومعنا النساء والصبيان فلبّينا عن الصبيان ورمينا عنهم" (ابن ماجہ) اس سے معلوم ہوا کہ اس عمل میں نیابت ہوسکتی ہے۔

ب- مریض و معذور کے علاوہ عورتوں کو بھی اجازت دی جاسکتی ہے اگر انہیں کوئی رمی کا ایسا وقت نہ مل سکے جس میں وہ مردوں کے ریلے سے بچ کر رمی کرسکیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ضعفاء و مرضیٰ و نساء کی خاص رعایت کی ہے لیکن بہتر ہے کہ وہ خود رمی کریں اور اس کے لئے ایسے وقت کا انتخاب کریں جس میں نسبۃً بھیڑ کم ہو خواہ وہ وقت غیر افضل ہی کیوں نہ ہو، صرف ازدحام کے خوف سے ہر شخص کو نائب بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

۷- جو لوگ حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جاتے ہیں ایسے لوگ بھی محصر کے حکم میں ہوں گے اور ان پر وہی حکم لاگو ہونا چاہئے جو دیگر محصرین کے ہیں یعنی اس پاداش میں اپنا ہدی (یا اس کی رقم) مکہ بھجوائیں اور جب وہاں انجام پا جائے تب احرام کھولیں اور پھر جب کھلے بند انہیں حکومت سے اجازت ملے تب اس کی قضا کریں (یاد رہے کہ حکومت سعودی عرب ازدحام کو کم کرنے اور دور سے آنے والے حجاج کو سہولتیں فراہم کرنے کے لئے مقیمین کے نفلی حج پر پانچ سال کے لئے پابندی لگائی ہے)۔

۸- دیدہ و دانستہ اور بلا عذر ترتیب کی خلاف ورزی صحیح نہیں ہے، لیکن مجبوری یا عدم علم

Marfat.com

کی وجہ سے ایسا ہو جائے تو حجۃ الوداع میں بے ترتیبی کے متعدد واقعات کے سلسلہ میں رسول اللہ علیہ کے فرمان "افعلوا ولا حرج" (صحیح مسلم) کو اپناتے ہوئے فقہ حنفی کے قول مرجوح اور دوسرے ائمہ کے اقوال پر عمل کرتے ہوئے سوالنامہ کے مذکورہ احوال کے سلسلہ میں تقدیم وتاخیر کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

۹- حج بدل کرنے والا آمر کا نائب و مامور ہوتا ہے اب یا تو آمر شروع ہی میں جس طرح کا حج چاہتا ہے بتادے ورنہ حج بدل کرنے والے کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے کہ جس کو وہ افضل سمجھتا ہے یا جس کو وہ بخوبی انجام دے سکتا ہے وہ حج کرے۔

الف- کرسکتا ہے، نہ کرسکنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

ب- اگر آمر نے منع نہیں کیا ہے اور نہ یہ خیال ہو کہ اس کو اعتراض ہوگا تو کرسکتا ہے۔

ج- کرسکتا ہے۔

د- دونوں شکل میں ثواب تو آمر کو پہنچتا ہے اس لئے اس کے مال سے دم تمتع ہوگا، اگر اس کو کوئی اعتراض ہے تو پہلے ہی منع کردے۔

ھ- اس کی دشواری کا یہ حل ہے کہ وہ حج بدل کے لئے جائے ہی نہیں، شریعت نے اسے حج بدل پر جانے کے لئے مجبور نہیں کیا ہے۔

و- شریعت کے بنیادی مآخذ میں تو کوئی تفصیل ملی نہیں اس لئے معاملہ تخییر پر چھوڑ دینا چاہئے، ہم پابندیاں کیوں بڑھائیں۔

۱۰: الف- طواف کے لئے نماز کی طرح پاکی کو شرط قرار دیا گیا ہے، خود رسول اللہ علیہ نے بعض صحابیات کو "حتی تطھری" کہہ کر پاک ہونے تک طواف زیارت سے روک دیا، اس لئے اس حالت میں طواف زیارت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

ب- مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں رکن ادا نہیں ہونا چاہئے اور دم دے۔

ج- چونکہ طواف زیارت حج کے ارکان میں سے ہے اس لئے بدنہ ذبح کرے، اگر

Marfat.com

موقع مل سکے تو مکہ مکرمہ ہی میں دم دے، ورنہ اپنے مقام پر پہنچ کر کرے۔

نوٹ- یہاں دم کی ادائیگی اطمینان قلب کے لئے ہے ورنہ طواف زیارت کے ترک میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے: "هذا شئ كتبه الله على بنات آدم" اور سوالنامہ میں جو حالات لکھے ہیں وہ بھی اس کے بس سے باہر ہیں "لا يكلف الله نفسا إلا وسعها" انسان سے اس کی استطاعت بھر ہی تقویٰ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

"فاتقوا الله ما استطعتم.." "وما جعل عليكم في الدين من حرج"۔

۱۱- "احصار عدت" اور "اتمام حج" دونوں ہی فرمان خداوندی ہیں اور دونوں کے اسباب مہیا ہیں، چونکہ حج کا سبب پہلے سے موجود ہے، اس لئے "وأتموا الحج والعمرة لله" کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ایام عدت میں حج وعمرہ کی تکمیل کرے۔

۱۲- اگر پندرہ دن سے کم ایک مقام پر قیام رہتا ہے تو مسافر ہی رہے گا، آبادیوں کے مل جانے کا اعتبار کرنے کے بجائے ان کے علیحدہ تشخص اور احکام (انتظامی یا شرعی) کا اعتبار ہونا چاہئے، منیٰ کا جو حکم ہے وہ مکہ کا نہیں ہوسکتا، حرم وغیر حرم کی سرحدیں بھی ملی ہوتی ہیں، لیکن احکام جدا ہیں، جہاں تک آبادیوں کے بڑھ کر ایک دوسرے سے مل جانے کا تعلق ہے بعید نہیں کہ وہ دن بھی آجائے جب مسافرت کی مقدار رکھنے والے بعض شہر بھی ایک دوسرے سے مل جائیں۔

۱۳- اگر آدمی حرم کے اندر ہی وتر ادا کرتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ مجمع و جماعت کے ساتھ امام مسجد کی اقتداء کرے ورنہ اپنے مسلک کے حساب سے اپنے گھر پڑھے، اس طرح کے اختلافی مسائل جو کہ اختلاف روایات پر مبنی ہیں، ان میں ایک کی تردید اور ایک کا اثبات کے بجائے تخییر وترجیح کا حکم ہونا چاہئے۔

Marfat.com

بعض مسائل حج وعمرہ

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب☆

دخول مکہ بلا احرام

احرام حج وعمرہ کے لئے ایسا ہی ہے جیسا کہ نماز کے لئے تکبیر تحریمہ، لیکن بلا حج اور عمرہ کی نیت سے کسی دوسری ضرورت سے مکہ معظمہ میں بلا احرام کے داخلہ میں ہمارے اور دیگر ائمہ کے درمیان اختلاف ہے، دونوں فریق کا استدلال أحادیث سے ہے، ہمارے نزدیک حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے:

"لا تجاوزوا الميقات بغير إحرام" (بلا احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرو)۔

اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے جبکہ حضرات شوافع نے حضرت انسؓ کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں مذکور ہے:

"إن النبي ﷺ دخل مكة يوم الفتح وعلى رأسه المغفر"

(نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر خود موجود تھا)۔

"قال الطيبي دل على جواز الدخول بغير إحرام لمن لايريد النسك وهذا أصح قول الشافعي" (مرقاۃ ۸/۵)۔

(طیبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس شخص کے لئے جس کا مناسک ادا کرنے کا ارادہ نہ ہو

☆ بجنور، یوپی۔

Marfat.com

بغیر احرام کے (مکہ میں) دخول کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور یہ امام شافعی کا صحیح قول ہے)۔

علماء حنفیہ نے اس بارے میں ایک حیلہ نقل کیا ہے کہ اگر کوئی آفاقی داخل میقات بستان بنی عامر میں کسی کام سے جائے اور اس کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ ہو تو وہ مکہ معظمہ میں کسی دوسری ضرورت سے بلا احرام کے داخل ہو سکتا ہے، اس حیلہ کو در مختار میں اور ہدایہ میں اور مناسک ملا علی قاری میں بھی نقل کیا گیا ہے، لیکن اس حیلہ کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہے، امام یوسف نے پندرہ دن کے قیام کی قید لگائی ہے:

"امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر اس نے پندرہ دن قیام کرنے کی نیت کر لی تو پھر جواب وہی ہوگا جو اوپر ذکر کیا گیا، یعنی اگر اس نے مکہ میں پندرہ دن کے قیام کی نیت کر لی تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو جائے اس لئے کہ مکہ اس کے لئے اب بحیثیت وطن ہو گیا"۔

لیکن دوسرے حضرات نے اس قید کا انکار کیا ہے:

"سواء نوى الإقامة خمسة عشر يوماً أو لم ينو" (البنایہ ۱۵۸۲/، مطبوعہ نولکشور)۔

اس سے حیلہ جواز اور رخصت کا پہلو نمایاں ہو رہا ہے اور موجودہ زمانہ میں ضرورت اور حرج کی وجہ سے اسی کو اصولاً ترجیح دیا جائے۔

"وقال أبو عمر لا أعلم خلافاً بين فقهاء الأمصار في الحطابين ومن يدمن الاختلاف إلى مكة ويكثره في اليوم والليلة أنهم لا يؤمرون بذلك لما عليه فيه من المشقة" (فتح الملہم ۳/۳۱۲)۔

(ابو عمر کہتے ہیں کہ لکڑیاں جمع کرنے والے اور جو مکہ ہمیشہ اور کثرت سے آتے جاتے رہتے ہیں ان کے سلسلہ میں اس زمانہ کے فقہاء کے درمیان کسی اختلاف کا مجھے علم نہیں ہے)۔

علامہ ابو عمر بن عبد البر نے یہ تاثر دیا ہے کہ حج اور عمرہ کے علاوہ دوسری ضروریات سے

Marfat.com

آفاقی حضرات جو بار بار آتے جاتے رہتے ہیں بر بنائے مشقت ان پر احرام نہیں ہے، لیکن ہمارے مشائخ میں سے حضرت شیخ الہندؒ بر بنائے علت تعظیم بقعہ مبارکہ اس صورت میں بھی احرام کو کہا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہر صورت احرام باندھ کر مکہ معظمہ میں داخل ہونا چاہئے خواہ حج و عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔

"قال محمد في الأصل أما إذا أراد الآفاقي وفي الخانية ومن كان خارج الميقات، دخول مكة فينبغي له أن يحرم من الميقات بحج أوعمرة سواء دخل مكة مريداً للنسک أودخلها الحاجة من الحوائج" (التاتارخانیہ ۲/۴۷۵)۔

(امام محمد سے کتاب الاصل میں منقول ہے کہ جب آفاقی نے ارادہ کیا، اور خانیہ میں ہے کہ وہ شخص جو میقات سے باہر ہے اور وہ مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ میقات سے ہی حج یا عمرہ کا احرام باندھے خواہ وہ مکہ میں مناسک ادا کرنے کے ارادہ سے داخل ہو یا اپنی کسی ضرورت کے لئے داخل ہو)۔

امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر وہ حج یا عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اس پر احرام باندھنا لازم ہے، لیکن اگر کسی دوسرے کام کا ارادہ ہو تو پھر احرام لازم نہیں ہے، اور جس کے گھر والے میقات کے پاس یا میقات کے اندر رہوں تو اس کے لئے کسی ضرورت کی خاطر بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز ہے اور اسی طرح اہل مکہ میں سے کوئی اپنی ضرورت کے لئے مکہ سے باہر نکلے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ پھر بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو جائے (۲/۴۷۵)۔

میرے نزدیک امام محمد کے قول میں ینبغی کی قید اور درمختار اور ہدایہ میں حیلہ بستان بنی عامر سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ علامہ ابن عبد البر نے علت مشقت کو جو ملحوظ رکھا ہے اس کی بنا پر بلا احرام کے داخلہ کو رات ودن کی آمد ورفت میں دیگر ضروریات کے لئے ترجیح حاصل ہونا چاہئے۔

Marfat.com

۲-مکی جبکہ حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کا میقات حرم ہی ہے، اپنے میقات سے باہر جائے گا اور آئے گا کہ حج کا ارادہ اس نے ساقط نہ کیا ہوگا تو اس کو دم ادا ہی کرنا پڑے گا جیسا کہ سوال کی عبارت میں ہے، اگر یہ دم سے بچنا چاہتے ہیں تو باہر سے باہر احرام باندھ کر عرفات چلے جائیں۔

اہل مکہ میں سے جو حنفی ہے اس پر یہ ہے کہ وہ حرم میں داخل ہونے سے پہلے حج کا احرام باندھ لے ورنہ بغیر احرام کے میقات کو پار کرنے کی وجہ سے اس پر دم لازم آئے گا اور اگر ان لوگوں نے مکہ میں احرام باندھا جیسا کہ عام طور پر وہ کرتے ہیں اور عرفہ چلے گئے تو ان کے تلبیہ کرتے ہوئے حل میں پہنچنے کے بعد دم تجاوز کا فدیہ ساقط ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ عمل احرام اور تلبیہ کے ساتھ میقات کی طرف ان کا لوٹنا ہے اور یہ چیز دم تجاوز کو ساقط کر دیتی ہے (ارشاد الساری ا/ ۵۸)۔

۳-ترتیب افعال یوم النحر

"اعلم أن الترتيب بين الرمي والذبح والحلق للقارن والمتمتع واجب عند أبي حنيفة وسنة عندهما وكذا تخصيص الذبح بأيام النحر، وأما تخصيص الذبح بالحرم فإنه شرط"۔

(جاننا چاہئے کہ قارن اور متمتع کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے، اسی طرح ذبح کو ایام النحر کے ساتھ خاص کرنا بھی ہے، لیکن ذبح کو حرم کے ساتھ خاص کرنا تو شرط ہے)۔

حلق اور طواف کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے اور اسی طرح رمی اور طواف کے درمیان بھی، لیکن یہ جو کہا گیا ہے کہ رمی، حلق اور طواف کے درمیان ترتیب واجب ہے صحیح نہیں ہے (مرقاۃ ۵/ ۳۶۳)۔

Marfat.com

اس باب میں متعدد احادیث ہیں اور شراح احادیث نے اس مسئلہ پر بہت طویل کلام کیا ہے۔

''حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس نے کسی کو کسی پر مقدم کردیا تو اس پر دم ہے، سعید بن جبیر بھی اسی کے قائل ہیں، لیکن امام شافعی، صاحبین، جمہور علماء سلف اور محدثین فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ مذکورہ وظائف کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے'' (فتح الملہم ۳/۳۴۱)۔

امام ابوحنیفہ کا مستدل یہ آیت مبارک ہے: ''**ویذکروا اسم الله في أيام معلومات على ما رزقهم من بهيمة الأنعام فكلوا منها وأطعموا البائس الفقير ثم ليقضوا تفثهم وليوفوا نذورهم وليطوفوا بالبيت العتيق**''۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس نص سے ترتیب واجب ہے جبکہ حضراتؒ صاحبین اس آیت اور دوسری احادیث سے ترتیب کو مسنون قرار دیتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس طویل حدیث جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے بارے میں ہے ذکر فرمانے کے بعد تحریر فرمایا ہے:

''پھر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے پاس وحی بھیجی کہ ''**اتبع ملة إبراهيم حنيفا**'' تو محمد ﷺ نے ملت ابراہیمی کی اتباع کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا، لہٰذا آپ ﷺ نے مناسک حج اسی کے مطابق ادا کئے جیسا ابراہیمؑ نے ادا کیا تھا اور فرمایا: ''**خذوا عني مناسككم**'' تم لوگ مجھ سے اپنے مناسک حاصل کرلو اور فرمایا: یہی تمہارے مشاعر ہیں جو تمہیں تمہارے باپ ابراہیم سے وراثت میں ملے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''**ملة أبيكم إبراهيم**'' اور یہ تمام چیزیں ان دونوں نبیوں کی اتباع کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔

بہرحال حنفیہ ہی کے یہاں مسئلہ مختلف فیہ ہے، حضرات صاحبین سنیت کے قائل ہیں اور امام ابوحنیفہ وجوب کے، اس لئے ضرورت کے وقت اشخاص اور حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے حکم دینا چاہئے یعنی دم اور عدم دم کا۔

Marfat.com

حج میں نیابت

حج چونکہ ایک مرکب عبادت ہے جو مال اور بدن دونوں سے ادا کی جاتی ہے، اس لئے حضرات حنفیہ کے نزدیک اس میں نیابت جائز ہے۔

اس باب میں دو حدیث ہیں ایک "امرأة من خشعم" والی اور دوسری "أتی رجل النبی علیہ السلام" والی، ان دونوں کو مشکوٰۃ شریف نے روایت کیا ہے، ان دونوں احادیث سے حضرات فقہاء نے متعدد احکامات استنباط کئے ہیں مثلاً حج بدل جس کی طرف سے کیا جارہا ہے وہ قریبی رشتہ دار یعنی لڑکا ہے یا غیر ہے، مرنے والے نے وصیت کی ہے یا نہیں، یا اگر آمر ہے تو وہ کون سے حج کا امر کررہا ہے۔ اس باب میں حج بدل کرنے والا مامور اور کرانے والا آمر کہلاتا ہے، ظاہر ہے اس بارے میں حج بدل کرنے والے کا اپنا اختیار نہیں ہے، وہ ویسا ہی کرسکتا ہے جیسا کہ اس کو حکم دیا گیا ہے، اگر اس کے خلاف کرے گا تو مال کا ضامن ہوگا۔

حج کے اقسام میں تین قسم کے حج ہیں، افراد، تمتع اور قران، پہلے اور تیسرے حج میں احرام اور اس کی پابندیاں مسلسل چلتی ہیں جبکہ تمتع میں درمیان میں احرام سے باہر آنے کا موقع ملتا ہے، فائدہ اس میں یہ ہے کہ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ دونوں ادا کئے جاتے ہیں، آمر چونکہ عام طور سے مطلقاً حج کو بھیجتا ہے اس کو قید نہیں کرتا، مامور اپنی سہولت کے لئے یا فضیلت کے لئے تمتع یا قران کرتے ہیں اس لئے حضرات فقہاء نے فرمایا ہے:

الف- اگر کسی اور نے اس کو افراد حج یا عمرہ کا حکم دیا اور اس نے قران کرلیا تو وہ خلاف ورزی کرنے والا قرار پائے گا اور امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق ضامن ہوگا، امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ حکم دینے والے کی طرف سے استحساناً یہ عمل کافی ہوجائے گا۔

ب- اور اگر اس کو حکم دیا تھا حج کا اور اس نے عمرہ کرلیا پھر مکہ سے حج کیا تو سب کے نزدیک خلاف ورزی کرنے والا ہوگا، اور خانیہ میں ہے کہ ذاتی فریضۂ حج کی صورت میں یہ جائز

Marfat.com

نہ ہوگا (الفتاوی التاتارخانیہ ۲/۵۴۶)۔

ج-"یصیر مخالفاً للقران أو التمتع" (درمختار ۲/۲۴۸)۔

(قران یا تمتع کی خلاف ورزی کرنے والا ہوگا)۔

درمختار میں قران کے بارے میں استحسان کی قید کو ملحوظ نہیں رکھا، جبکہ استحساناً قران جائز ہے کیونکہ اس میں حج ادا ہو جاتا ہے اگرچہ دم قران مامور پر ہی ہوتا ہے۔

حج تمتع کے بارے میں ملا علی قاری نے المناسک میں بیان کیا ہے کہ اگر حج تمتع آمر کی اجازت سے بھی کیا ہے تب بھی حج ادا نہ ہوگا اگرچہ ضمان مامور پر نہ ہوگا، ہمارے مشائخ میں سے مولانا گنگوہی اور مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی عدم جواز ہی کو کہا ہے (ارشاد الساری ملخصاً ۱/۲۸۷-۲۹۰)۔

ہمارے مشائخ نے تمام امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر حال میں عدم جواز کا حکم دیا ہے۔ رہا دشواریوں کا پیش آنا اس کے کوئی معنی نہیں ہیں، اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ مسئلہ مذکورہ میں جب اصل کی اجازت ہی سے کچھ نہیں بنتا تو وارث وغیرہ کی اجازت کوئی معنی نہیں رکھتی۔

طواف زیارت اور حائضہ

الف-طواف زیارت حج کا رکن ہے بغیر اس کے حج مکمل نہیں ہوتا، اگرچہ وقوف عرفات جو حج کا رکن اول ہے اس کے مقابلہ میں طواف زیارت کم اہم ہے۔

"طواف الزيارة وهو ركن لا يتم الحج إلا به لكنه دون الركن الأعظم وهو الوقوف بعرفة لفوات الحج بدونه بخلاف الطواف فإنه مستدرك بأدائه في وقته الموسع إلى آخر عمره أويلزم بدنة بفوته عند موته إن أوصى بإتمام الحج" (مناسک ملا علی قاری/۹۱)۔

ب-اس کے بعد معلوم ہے کہ طواف البیت کو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"الطواف بمنزلة الصلاة إلا أن الله أباح فيه النطق فمن نطق فلا ينطق إلابخير" رواه الحاكم في المستدرك والطبراني وفي رواية "الطواف بالبيت صلوة إلا أن الله أباح فيه الكلام"۔

(طواف نماز کے درجہ میں ہے، مگر اللہ نے اس میں گفتگو کرنے کی اجازت دی ہے، تو جو کوئی گفتگو کرے تو بھلی بات کرے)۔

ج- ملا علی قاری نے واجبات طواف میں ذکر کیا ہے:

"وہ افعال جن کے بغیر طواف درست ہے اور ان کے ترک کی وجہ سے دم کے ذریعہ تلافی کی جائے گی، سات ہیں: پہلا حدث اکبر و اصغر سے طہارت ہے، یعنی ان دونوں میں کفارہ اور اثم کے اعتبار سے تفریق کی صورت.... میں إلى قوله۔ جبکہ طواف تمام شرائط کے اعتبار سے نماز کی طرح ہے، آپ ﷺ کے استثنائی عمل کے ساتھ یعنی ترک استقبال اور جواز مشی وغیرہ، پھر جب ثابت ہو گیا کہ نجاست حکمیہ سے پاکی ضروری ہے تو اگر اس نے نجاست حکمیہ سے طاہر نہ ہونے کی حالت میں طواف کیا تو ہمارے نزدیک درست ہے اور امام احمد کے نزدیک اس کے لئے یہ جائز نہیں اور وہ گنہگار ہوگا اور اس پر اعادہ واجب ہے، اعادہ نہ کرنے کی صورت میں جزا یہی حکم ہر اس واجب کا ہے جسے ترک کر دیا گیا ہو" (مناسک ر ۳)۔

د- محرمات طواف کے سلسلہ میں ایک فصل، جنس طواف حالت جنابت یا حالت حیض و نفاس میں سخت حرام ہے...... (مناسک ر ۱۱۲)۔

ھ- "روى عنه أن عليه صدقة فلو أنه لم يعد الطواف حتى رجع إلى أهله فعليه إن كان جنبا بدنة وإن كان محدثا فعليه شاة" (التاتارخانیہ)۔

(ان سے روایت ہے کہ اس کے ذمہ صدقہ ہے، تو اگر اس نے طواف کا اعادہ نہیں کیا اور اپنے گھر واپس چلا گیا تو جنبی ہونے کی صورت میں اس کے ذمہ ایک بدنہ ہے اور محدث ہونے کی صورت میں بکری)۔

Marfat.com

و- اگر حائضہ کا خون دوا کے ذریعہ یا بغیر دوا کے رک گیا یا بالکلیہ نہیں رکا، پھر اس نے غسل کیا یا نہ کیا اور طواف کرلیا، پھر اس کے معمول کے دنوں میں اس کا خون عود کرآیا تو ایسی صورت میں طواف درست ہوگا اور اس پر بدنہ لازم ہوگا اور وہ دو وجوہ سے گنہگار ہوگی: ایک تو دخول مسجد کی وجہ سے اور دوسرے نفس طواف کی وجہ سے، اس پر لازم ہے کہ دونوں حدثوں سے پاک حالت میں طواف کا اعادہ کرے، تو اگر اس نے اعادہ کرلیا تو واجب شدہ بدنہ ساقط ہوجائے گا، اور اس پر معصیت سے توبہ لازم ہے۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے طواف زیارت کی رکنیت اور اس کے ترک پر یا حالت جنابت یا حیض میں کرنے کی برائی اور معصیت اور جرمانہ ثابت ہے کہ طواف دوبارہ کرنا ہوگا یا بدنہ ادا کرنا ہوگا، اس کے بغیر چھٹکارا نہیں، اگر ممکن نہ ہو تو اس کے اہتمام کی وصیت کرنی لازم ہے، بہر صورت ادائیگی ضروری ہے، آسان صورت یہی ہے کہ ان ایام میں یا تو انتظار کرنا چاہئے یا انجکشن کے ذریعہ خون بند کرلینا چاہئے، انتظار کی صورت میں سعودی انتظامیہ اور ہندوستانی سفارت خانہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

Marfat.com

حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا راشد حسین ندوی☆

۱- جو لوگ حج وعمرہ کے بجائے تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد کے لئے حرم مکی میں داخل ہونا چاہیں ان کے لئے میقات سے احرام باندھنا واجب ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ پر علماء کے تین مسلک ہیں:

الف-حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک واجب ہے (ہدایہ، مدونہ ۱/۳۰۳)۔

ب-شوافع اور حنابلہ کا مفتی بہ قول مطلقاً عدم وجوب کا ہے۔

ج- انھیں حضرات کا دوسرا قول یہ ہے کہ خائف، مجاہد اور متکرر الدخول کے لئے واجب نہیں، بقیہ پر واجب ہے (مغنی ۳/۲۱۸-۲۱۹، شرح مسلم ۱/۳۴۴)۔

ان حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

الف- صحاح میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایت کا مفہوم مخالف:

"فهن لهن ولمن أتى عليهن من غير أهلهن ممن أراد الحج والعمرة" (بخاری ومسلم ۱/۳۷۴)۔

(یہ میقاتیں ان لوگوں کے ہیں جو وہاں رہتے ہیں نیز وہاں نہ رہنے والے جو گذریں ان کے لئے ہیں جبکہ ان کا ارادہ حج وعمرہ کا ہو) اور یہ حضرات مفہوم مخالف سے استدلال کرنے کے قائل ہیں۔

☆ مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی، یوپی۔

Marfat.com

ب- "عن أنس أن النبی ﷺ دخل یوم الفتح وعلی رأسه المغفر" (مسلم وبخاری مع فتح الباری ۴/۷۱)۔

(حضور ﷺ فتح کے دن مکہ کے اندر اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر خود تھا)۔

ج- "عن جابر بن عبد الله أن النبی ﷺ دخل یوم فتح مکة وعلیه عمامة سوداء" (مسلم ۱/۴۳۹)۔

(فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ مکہ کے اندر اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر کالا عمامہ تھا)۔

جبکہ حنفیہ کے دلائل حسب ذیل ہیں:

الف- مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول حضرت ابن عباسؓ کی روایت:

"إن النبی علیه السلام قال: لا تجاوزوا الوقت إلا باحرام"۔

(میقات سے آگے احرام کے بغیر نہ جاؤ)۔

ب- مصنف ابن ابی شیبہ، مسند شافعی اور مسند اسحاق ابن راہویہ میں منقول حضرت ابن عباس کے آثار "إنه یرد من جاوز المیقات غیر محرم" (بحوالہ نصب الرایہ ۳/۱۵)۔

(جو شخص میقات سے آگے بغیر احرام جائے واپس کردیا جائے گا)۔

ج- صاحب ہدایہ نے عقلی دلیل بھی دی ہے کہ احرام تعظیم بقعہ کے لئے ہے اور اس میں سب لوگ برابر ہیں (۲/۳۴۴ مع الفتح)۔

فریق اول کا جواب اس طرح دیا ہے کہ پہلی دلیل ہمارے اصول کے اعتبار سے لائق استدلال نہیں، پھر ہمارے دلائل صریح اور منصوص ہیں وہ ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی (فتح)۔

دوسری اور تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم اس روز کے لئے نبی کریم ﷺ کے لئے مخصوص تھا، لا تحل لأحد... الحدیث سے اس کا اشارہ ملتا ہے (مرقاۃ)، لیکن پہلے فریق

Marfat.com

کے دلائل انصاف کی بات ہے کہ دل کو زیادہ لگتے ہیں، اس لئے کہ مسلم میں ابن عباسؓ اور ابن شریح کی روایت میں "لم یحل القتال" کا لفظ صراحۃً ہے اور مسند اسحاق کے حوالہ سے حضرت ابن عباس کا جو اثر منقول ہے، اس میں خشی کا مفعول مقدر سیاق کے مطابق ''فوات الحج'' ہے، اس طرح ان آثار کا اطلاق حج وعمرہ پر جانے والوں کے لئے ہوگا۔ رہا " لا تجاوزوا "تو اس کے حکم عام سے علت حرج کی بنیاد پر داخل میقات کے باشندے مخصوص کر لئے گئے، تو اسی علت نیز نبی کریم ﷺ کے عمل سے دوسرے بھی مخصوص ہو سکتے ہیں، پھر یہ احادیث پہلے فریق کی احادیث کے مقابلہ میں کمزور ہیں، مثلاً خصیف ضعیف ہیں (تقریب، کتاب الضعفاء وغیرہ) اور "لا تجاوزوا" کو عام مخصوص عنہ البعض مان لیں تو تمام احادیث میں تطبیق ہو سکتی ہے۔

۲- کیا جا سکتا ہے اور اس کے دو طریقے ہوں گے:

(۱) جس علت حرج کی بنیاد پر داخل میقات کے باشندوں کو وجوب احرام کے حکم سے مستثنیٰ رکھا گیا، باوجودیکہ ان کی بھی اپنی میقات ہے، اسی علت کا تعدیہ کر کے ان لوگوں کو ان پر قیاس کیا جائے۔

(۲) امام محمد کے مؤطا میں درج قول کی مفہوم مخالف کا اعتبار کر کے اس کی اجازت دی جائے، وہ قول یہ ہے: **لاينبغي لأحد أن يجاوزها إذا أراد حجا أو عمرة إلا محرما**" (۲/ ۲۳۴-۲۳۶)۔

(کسی کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ جب وہ حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو تو بغیر احرام ان سے آگے جائے)۔

واضح رہے کہ عبارات فقہاء میں مفہوم مخالف معتبر ہے (علم اصول الفقہ للخلاف)۔

۳: الف- شوافع اور حنابلہ کے نزدیک درست ہے۔

ب- حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک درست نہیں۔

پھر حنفیہ کے یہاں عدم جواز کی روایت کے دو مفہوم بیان کئے جاتے ہیں: (۱) نفی

Marfat.com

وجود (۲) نفی حل۔ صاحب بدائع اور ابن الہمامؒ نے احتمال اول کو اور اکثر مشائخ نے احتمال ثانی کو ترجیح دی ہے، علامہ شامی نے قران کے لئے دوسرے احتمال کو اور تمتع کے لئے پہلے احتمال کو راجح قرار دیا ہے، اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ صحت تمتع کے لئے عدم المام شرط ہے اور مکی بھی اس سے خالی نہیں ہوسکتا، اسی لئے کافی وغیرہ میں صراحت ہے کہ وہ کوفہ چلا جائے تو قران صحیح ہو جائے گا، لیکن تمتع صحیح نہیں ہوگا (۱۹۸/۲)۔

مجھے یہ قول راجح معلوم ہو رہا ہے اور اس کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ مکی قران کرے تو ہو جائے گا اور دم جبر لازم ہوگا، تمتع صحیح ہی نہیں ہوگا۔

۴- قران و تمتع کے سلسلہ میں حنفیہ کا مسلک مجھے کتاب وسنت سے بھی راجح معلوم ہوتا ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ اس کے لحاظ سے تمتع کی گنجائش نہیں ہے، اس لئے احقر سمجھتا ہے کہ اس مسئلہ کا حل یہی ہے کہ نمبر (۱) میں بیان کردہ تخریج یا ترجیح کی شکل اپنائی جائے۔

۵- امام شافعی اور امام احمد کے یہاں کرسکتا ہے (مغنی)، امام مالک کے یہاں نہیں کرسکتا (مدونہ)، حنفیہ کے یہاں جواز کا بھی قول ملتا ہے اور عدم جواز کا بھی، عدم جواز کے قائلین کا استدلال فتح القدیر کی اس عبارت سے ہے جس میں مکی کو ایام حج میں عمرہ مفردہ سے بھی منع کیا گیا ہے، لیکن راجح قول پہلا ہے، اس لئے کہ تمام معتبرات میں باستثناء ایام خمسہ پورے سال کو عمرہ کا وقت بتایا گیا اور تکرار کی اجازت بھی دی گئی ہے (شامی، ہندیہ) اور اکثر مشائخ نے اس کی اجازت دیتے ہوئے صاحب فتح کی تردید کی ہے، اور مکی کو بھی ایام حج میں عمرہ مفردہ کرنے کی اجازت دی ہے (نہایہ، مبسوط، بحر، قاضی زادہ، منحہ وغیرہ)۔

۶- الف- ائمہ اربعہ کے نزدیک کرسکتا ہے (ہدایہ ۲۳۶/۱، مغنی ۵۱۹/۳)۔

ب- ازدحام کے خوف سے نیابت درست نہیں، یہ سہولت ان اصحاب اعذار کے لئے ہے جو کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتے ہوں اور سواری پر بھی وہاں نہ جاسکتے ہوں "مریض لایستطیع الرمی" (ہندیہ) کا یہی مفہوم ہے۔

Marfat.com

۷- حنفیہ کے نزدیک یہ شخص مفرد کے حکم میں ہوگا، اگر مفرد ہے تو ایک ہدی، قارن ہے تو دو ہدی یا ان کی قیمت حرم بھیجے اور قربانی کا وقت متعین کرالے، اس کے بعد حلال ہو جائے گا، حلق یا تقصیر ضروری نہیں ہے (ہندیہ، شامی، خانیہ)، اس کے بعد آئندہ قارن کو ایک حج دو عمرے، اور مفرد کو ایک حج اور ایک عمرہ کرنا پڑے گا (شامی، خانیہ) اور اگر چاہے تو حالت احرام میں باقی رہے، بعد میں موقع ملے تو عمرہ کرکے حلال ہو جائے۔

۸- امام شافعی، امام احمد ابن حنبل، صاحبین اور جمہور کے نزدیک ترتیب مسنون ہے (مغنی)۔

(۲) امام ابوحنیفہ، حضرت قتادہ وغیرہم کے نزدیک ترتیب واجب ہے۔

(۳) امام مالک کے نزدیک رمی کے بعد حلق کرنا واجب ہے، بقیہ چیزوں میں ترتیب مسنون ہے (مدونہ)۔

جمہور کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں خلاف ترتیب یہ اعمال کرنے پر ''لاحرج'' فرمایا گیا، اور امام صاحب کا استدلال حضرت ابن عباس کے اس اثر سے ہے ''من قدم شیئا من حجه أو أخره فلیهرق لذلک دما''، اسی طرح ''فمن کان منکم مریضاً'' کی دلالت سے بھی ان کا استدلال ہے، اور لاحرج کا مطلب ان کے نزدیک نفی اثم ہے نہ کہ نفی فدیہ۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دفع حرج و مشقت کے لئے صاحبین کا قول اختیار کر لینے کی گنجائش ہے (مقدمہ شرح الوقایہ، اشباہ)۔

۹- جی ہاں اگر عرف یہی ہے تو حج تمتع ہی تصور کیا جائے ''لأن الثابت بالعرف کالثابت بدلیل شرعی'' (رسائل ابن عابدین)۔

الف- مختلف فیہ مسئلہ ہے، لیکن صحیح قول کے مطابق کر سکتا ہے، جامع صغیر، خانیہ، شامی، بحر کی عبارات سے صاف طور سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

ب- موجودہ عرف کے تحت اجازت ہونی چاہئے۔

ج- موجودہ عرف کی وجہ سے کرسکتا ہے۔

د- دم تمتع تمام شکلوں میں مامور کے ذمہ ہوگا (ہندیہ، خانیہ، جامع صغیر)۔

ھ- اس طرح کی دشواری پیش ہی نہیں آئے گی۔

و- موصی خود صراحۃً یا عرفاً اجازت دے تو گنجائش ہے۔

"الحاج عن الميت إذا كان مأموراً بالقران، كان دم القران على الحاج" (فتاویٰ خانیہ علی الہامش ۱/۳۱۱)۔

وأراد بالقران دم الجمع بين النسكين، قرانا كان أو تمتعاً كما صرح به في غاية البيان (بحر ۳/۶۶)۔

۱۰: الف- صورت مسئولہ میں اہون البلیتین کو اختیار کرتے ہوئے اجازت ہوگی، اس کی اجازت شامی کی عبارت "لو هم الركب ... وإن دخلت وطفت الخ" سے سمجھ میں آرہی ہے (۲/ ۱۸۴)۔

ب، ج- رکن ادا ہوجائے گا، لیکن اس پر دم میں بدنہ لازم ہوگا، "إذ لا شك في وقوع الأول معتداً به" (بحر ۳/ ۱۸، وکذا فی الہندیہ والخانیہ)۔

د- دم کی ادائیگی کے لئے حرم مکی شرط ہے (بحر، ہدایہ، فتح)۔

۱۱- اس کی گنجائش ہے، بشرطیکہ مکہ مسافت سفر سے کم پر واقع ہو (شامی ۲/ ۶۲۲) "وخروج ... المتوفى عنها زوجها ما دون السفر مباح" (فتح) یا اس کا گھر اور مکہ دونوں مسافت سفر پر ہوں لیکن وہ جگہ ویران ہو، قیام کے لائق نہ ہو اور وہاں سے مکہ تک کوئی بستی بھی ایسی نہ ہو (شامی، فتح، ہندیہ)، لیکن اگر موضع وفات سے اس کا گھر مسافت سفر سے کم پر واقع ہو تو جانے کی اجازت نہیں ہوگی، اسی طرح موضع وفات سے اس کا وطن اور مکہ دونوں مسافت سفر پر ہوں، لیکن وہ جگہ لائق قیام ہے، یا وہ جگہ تو ایسی نہیں ہے لیکن آگے کوئی ایسی جگہ ہے، تو امام

Marfat.com

صاحب کے نزدیک وہ حج کے لئے نہ جائے، صاحبین کے نزدیک دوسرا محرم موجود ہو تو جاسکتی ہے، امام صاحب کا بھی قول اول یہی ہے (شامی، فتح، ہندیہ)۔

لہٰذا ضرورت پڑنے پر اس کے مطابق فتوی دیا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ فرنگی محلی نے شرح الوقایہ کے مقدمہ میں فرمایا ہے اس سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔

۱۲- اگر دونوں آبادیاں بالکل متصل ہوگئی ہیں تو اب منیٰ کی حیثیت مکہ کے ایک محلہ جیسی ہوگی اور مذکورہ شخص مقیم کے حکم میں ہوگا (شامی، ہندیہ اور بحر کی عبارات سے یہی معلوم ہوتا ہے)۔

۱۳- اس مسئلہ پر امام رازی کا قول جواز کا ہے، لہٰذا اصحاح کی احادیث نیز حرم میں ترک جماعت سے ہونے والی بے توفیقی اور محرومی کا خیال کرتے ہوئے ان کے قول پر عمل کیا جاسکتا ہے، اس کی تائید صحابہ کرامؓ کے عمل سے بھی ملتی ہے کہ مختلف مسلک رکھتے تھے، لیکن ان اختلافات اور اجتہادی مسائل کی بنیاد پر کسی امام کی اقتداء ترک کرنا ان سے ثابت نہیں ہے۔

Marfat.com

حج وعمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا عبدالقیوم پالنپوری☆

۱، ۲- حدود حرم سے باہر رہنے والے جو لوگ حج وعمرہ کی نیت نہیں رکھتے ہیں بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم مکی کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اور امام شافعیؒ کی مشہور روایت اور امام مالکؒ کے صحیح قول میں ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں۔

اسی طرح جو اہل مکہ اور حدود حرم یا حل میں رہنے والے کسی ضرورت سے میقات سے باہر جائیں تو ان کے لئے بھی واپسی پر میقات سے احرام باندھ کر ہی آگے بڑھنا ضروری ہے، البتہ امام شافعیؒ کے ایک قول اور امام مالکؒ کی ایک روایت میں اور امام زہریؒ، حسن بصری اور ابن وہب اور اصحاب ظواہر کے نزدیک میقات سے بلا احرام گذرنا جائز ہے۔

فتح الملہم (۳/۲۱۱، ۲۱۲) کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احرام اس شخص کے ساتھ خاص ہے جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی حج وعمرہ کے ارادہ کے بغیر مکہ کا آنا جانا رکھے، اس پر احرام لازم نہیں ہے اور اس بابت علماء کا اختلاف ہے، زہری، حسن بصری، امام شافعی (ایک قول کے مطابق)، امام مالک (ایک روایت کے مطابق) اور ابن وہب نیز داؤد بن علی اور ان کے اصحاب ظواہر، ان سب کا مذہب یہ ہے کہ حرم کے اندر بغیر احرام داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، عطاء، لیث بن سعد، ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، امام

☆ جامعہ نذیریہ کاکوسی، گجرات۔

Marfat.com

مالکؒ (قول صحیح کے مطابق)، امام شافعی (مشہور قول کے مطابق)، امام احمد و ابوثور اور حسن بن حی، ان سب کا مذہب یہ ہے کہ جو لوگ میقات سے باہر رہتے ہیں، ان کے لئے بغیر احرام حرم کا داخلہ درست نہیں ہے، اگر کوئی ایسا کرے تو امام شافعی و ابوثور کے نزدیک برا تو کیا مگر اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایسے شخص پر حج یا عمرہ لازم ہے۔

جو لوگ حدود میقات سے باہر رہتے ہیں، اسی طرح وہ اہل مکہ جو بغرض تجارت یا کسی مجبوری میں حدود میقات سے باہر بار بار آتے جاتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے اصل حکم یہ ہے کہ جب بھی یہ لوگ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی نیت سے میقات سے آگے بڑھیں تو ان پر حج یا عمرہ کا احرام لازم ہے، لیکن ڈرائیور اور تجارتی اغراض سے روزمرہ اور بکثرت آنے جانے والوں کے لئے ہر بار احرام میں حرج و مشقت ہے، اس لئے دفع حرج اور رفع مشقت کے لئے امام شافعیؒ کے قول کے مطابق بغیر احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی گنجائش ہے (تجویز ۲ چھٹا فقہی اجتماع دیوبند)۔

۳-مکی اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اشہر حج شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا مکروہ ہے، جیسا کہ صاحب زبدۃ المناسک حضرت مولانا شیر محمد سندھیؒ نے تحریر فرمایا:

''مکی اشہر حج میں جمع نہ کرے، بصورت قران یا بصورت تمتع اگرچہ تمتع منعقد نہ ہو، البتہ انعقاد کی صورت میں دم جبر بھی ہو اور ممانعت ہر صورت میں باقی... پس جاننا چاہئے کہ مکی اشہر حج میں عمرہ کرلے پھر حج کرلے یہ تو سب کے نزدیک ممنوع ہے، یہ بھی ان علماء کے نزدیک جو مکی کے عمرہ (سے تمتع) کے منعقد ہونے کے قائل ہیں، وہ اس پر دم جبر لازم کہتے ہیں اور جو منعقد ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ دم جبر کا حکم نہیں فرماتے... عدم انعقاد کو جواز لازم نہیں... اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ مکی کو اشہر حج میں عمرہ نہ کرنا چاہئے اور عمرہ کرے تو حج نہ کرے اور اشہر حج کو عمرہ سے خالی رکھے'' (زبدۃ المناسک ۲/۲۱، ۲۲، ۲۳)۔

حضرت مفتی لاجپوری صاحب کی رائے بھی یہی ہے (دیکھئے: فتاوی رحیمیہ ۵/۲۲۲)۔

Marfat.com

۴-مکی اشہر حج میں کسی ضرورت سے میقات سے باہر جائے اور اسی سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اگر اس سے ممکن ہو تو میقات سے حج کا ہی احرام باندھے، یا میقات سے عمرہ کا احرام باندھ لے اور حج کے ارادہ کو ختم کردے اور اگر اس نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا اور اسی سال حج بھی ادا کیا تو اکثر حنفیہ کے نزدیک تمتع منعقد ہوجانے کی وجہ سے دم جنایت لازم ہوگا، لیکن علامہ شامیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ تمتع منعقد نہیں ہوگا، لہذا دم جنایت بھی واجب نہ ہوگا، چنانچہ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

''اگر مکی کوفہ کا سفر کرے اور قران کرے تو بغیر کراہت درست ہے، اس لئے کہ اس کا عمرہ اور اس کا حج اس صورت میں میقاتی ہوگا تو وہ آفاقی کے درجہ میں ہوجائے گا، محبوبی کا کہنا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کوفہ کا سفر ایام حج سے پہلے کرے اور اگر اس کے بعد سفر کرے گا تو اس کو قران سے منع کیا جائے گا... اور محبوبی کا قول ہی صحیح ہے، اس کو شیخ شلبی نے کرمانی سے نقل کیا ہے اور قران کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر یہی مکی اشہر حج میں اسی سال عمرہ کرے تو وہ متمتع نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ حج و عمرہ دونوں عبادتوں کے درمیان اپنے گھر میں اور گھر والوں میں رہے گا، اس حال میں کہ وہ حلال (غیر محرم) ہوگا، خواہ قربانی کا جانور اس نے حاصل کرلیا ہو یا نہ کیا ہو، نہایہ میں مبسوط سے ایسا ہی نقل کیا ہے، اور اس سے یہ صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ اہل مکہ اور جو لوگ ان کے حکم میں ہوتے ہیں، ان کے حق میں تمتع ممکن نہیں ہے، ہاں قران ہوسکتا ہے اور وہ بھی کراہت کے ساتھ، اس لئے کہ اس کی طرف سے ایک احرام کی میقات کے حق میں خلل ضرور ہوگا، بعد میں ''حاکم'' کی کتاب 'الکافی' میں بھی مجھ کو یہی بات ملی، ان کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر مکی کسی کام سے کوفہ جائے اور پھر اسی سال عمرہ کرے اور حج بھی تو متمتع نہیں ہوگا اور کوفہ سے قران کرے تو وہ قارن ہوگا (یعنی اس کا قران کرنا صحیح ہے)'' (رد المحتار ۲/۲۷۰، ۲۷۲)۔

صاحب عمدۃ الفقہ لکھتے ہیں: اس تیسری روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر مکی نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا طواف کرلیا، پھر اسی سال حج کیا یعنی تمتع کیا اور عمرہ وحج کے افعال ادا کئے، اس

Marfat.com

کا تمتع باطل ہو جائے گا یعنی وہ شرعاً متمتع نہ ہوگا بلکہ اس کا عمرہ بھی مفرد ہوگا اور اس پر کوئی جزاء واجب نہ ہوگی (عمدۃ الفقہ: مولانا زوار حسین ۴/ ۲۸۰)۔

۵- راجح یہ ہے کہ تمتع کرنے والے آفاقی کے لئے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کرنا جائز ہے (کذا فی فتاویٰ محمودیہ)، فتاویٰ رحیمیہ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

''مسئلہ اختلافی ہے، دونوں طرف دلائل ہیں، مگر معلم الحجاج میں جس قول کو اختیار کیا ہے وہ راجح معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اگر اس پر عمل کرے تو قابل مواخذہ نہ ہونا چاہئے، خصوصاً اس زمانہ میں، معلم الحجاج کے حاشیہ میں حضرت مفتی سعید احمد صاحب نے لکھا ہے:

''لباب میں ہے کہ حج سے پہلے عمرہ نہ کرے، ملا علی قاری شرح میں کہتے ہیں: یہ اس لئے کہ مکی کو تنہا عمرہ سے بھی منع کیا گیا ہے اور گذر چکا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کو تمتع اور قران سے منع کیا گیا ہے اور ہر متمتع آفاقی ہے جس کے لئے عمرہ منع نہیں ہے، لہٰذا اس کے لئے عمرہ کی تکرار بھی جائز ہے، کیوں کہ عمرہ طواف کی مانند ایک مستقل عبادت ہے'' (معلم الحجاج بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۶/ ۳۹۷، ۳۹۸)۔

۶- جو مرد یا عورت اتنے معذور یا مریض ہوں کہ جمرات تک پیدل یا سواری سے نہ جاسکتے ہوں تو ان کی طرف سے ان کے امر سے دوسرا شخص نیابۃً رمی کرلے تو صحیح ہے، بغیر عذر محض کسل، آرام پسندی یا ازدحام کے خوف کی وجہ سے مرد یا عورت کا کسی دوسرے کو نیابۃً رمی کے لئے بھیجنا درست نہیں ہے، ان پر ترکِ رمی کی وجہ سے دم واجب ہوگا۔

فتاویٰ رحیمیہ میں لکھا ہے:

''رمی جمار بوجہ مرض وضعف شدید کہ کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکے اور پیدل یا سواری پر بھی وہاں تک پہنچنا دشوار ہو تو دوسرا آدمی اس کی طرف سے رمی کرسکتا ہے (معلم الحجاج/ ۲۰۱)، لیکن ازدحام کی وجہ سے دوسرا رمی نہیں کرسکتا ہے، خود کنکری مارے، نہ مار سکے تو دم واجب ہوگا،

Marfat.com

رات کے وقت ازدحام نہیں ہوتا... معذورین اور عورتوں کے لئے ازدحام کی وجہ سے رات کو رمی بلاکراہت درست ہے (۲۳۵/۵، ۲۳۶)۔

۷- جن لوگوں کو حالت احرام میں پکڑ کر حکومت ان کو ان کی جائے ملازمت یا اقامت واپس بھیج دیتی ہے، یہ لوگ بھی محصر کے حکم میں ہیں، چنانچہ عمدۃ الفقہ میں اسباب احصار میں سے تیسرا سبب قید ہونا یا بادشاہ کا منع کرنا (اگر چہ اس کا منع کرنا احرام باندھ لینے کے بعد ہو) بتایا ہے، لہذا یہ لوگ بھی محصر ہی ہیں، دوسرے محصر کی طرح ان کا احرام بھی ختم کرنے کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے لئے جائز ہے کہ وہ احرام کھولے بغیر اپنی جائے ملازمت یا اقامت میں رہیں یہاں تک کہ وہ مانع زائل ہو جائے پھر مانع دور ہو جانے کے بعد اگر حج ان کو مل سکے تو بہت اچھا، پس وہ افعال حج ادا کر کے حقیقی طور پر احرام سے باہر (حلال) ہو جائیں اور اگر ان کو حج نہ مل سکے تو حج فوت ہو جانے والے شخص کی طرح عمرہ کے افعال یعنی طواف وسعی کر کے اور حلق کرا کر حکمی طور پر حلال ہو جائیں، اور ان پر ہدی واجب نہیں ہے، یہ حکم محصر بالحج کا ہے، اگر عمرہ کے احرام کی حالت میں محصر ہوئے ہیں تو عمرہ پر قدرت حاصل ہوتے ہی ان کا احصار زائل ہو جائے گا۔

اگر زوال احصار کے انتظار میں دقت ہو اور ہدی کے ساتھ جلد حلال ہونا چاہتے ہیں یا جلد احصار زائل ہونے کی کوئی امید نہیں تو ہدی کے ذریعہ حلال ہو جائیں، پس اگر صرف حج یا عمرہ کا احرام باندھا تھا تو کسی شخص کو ایک ہدی یا اس کی قیمت دے کر حرم میں بھیجے تا کہ وہ اس قیمت سے وہاں پر ہدی خریدے اور اس کو امر کرے کہ اس کی طرف سے حدود حرم میں ہدی ذبح کرلے، اور اگر قران کا احرام باندھا ہے تو دو ہدی بھیج کر حدود حرم میں ذبح کرائے، امام صاحبؒ کے نزدیک قربانی کے دن سے پہلے محصر بالحج کی ہدی کو بھی ذبح کرنا جائز ہے، اور وہ محصر حدود حرم میں نہیں ہے تو ہدی کے ذبح کرنے کے بعد احرام سے باہر ہونے کے لئے حلق یا قصر شرط نہیں ہے، محض ہدی کے ذبح ہوتے ہی محصر کا احرام کھل جائے گا اور اگر محصر مکہ یا حدود حرم میں ہے تو اس پر ذبح ہدی کے ساتھ حلق یا قصر کرنا بھی بالاتفاق ضروری ہے اور ہدی سے حلال ہونے کی

Marfat.com

صورت میں محصر بالحج پر ایک حج اور ایک عمرہ کی قضا واجب ہے اور قارن محصر پر دو عمرہ اور ایک حج اور محصر بالعمرہ پر ایک عمرہ کی قضا واجب ہے (عمدۃ الفقہ ۴/ ۶۱۳ - ۶۲۴ بحذف وتغییر)۔

۸- امام ابوحنیفہؒ کے قول پر جو مفتیٰ بہ ہے، متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے، اس کے ترک سے دم واجب ہو جاتا ہے اور امام شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک ترتیب واجب نہیں ہے، اس کے ترک پر دم واجب نہیں اور ضرورت شدیدہ کے متحقق ہونے کے وقت اپنے مذہب کے غیر راجح قول یا دوسرے مسلک پر فتویٰ دینا اور عمل جائز ہے، لہذا جن لوگوں کو ان واجبات میں ترتیب قائم رکھنا سخت دشوار ہو ان کے لئے صاحبینؒ کے قول پر عمل کی گنجائش ہے، محض سہولت کی بنا پر صاحبینؒ کے قول پر عمل کی اجازت نہیں ہے۔

۹: الف، ب، ج- حج بدل کرنے والا جہاں تک ممکن ہو حج افراد کرے یا قران کرے، تمتع نہ کرے، لیکن اگر آمر کی اجازت سے خواہ اجازت صراحۃً ہو یا دلالۃً ہو تمتع بھی درست ہے، آمر کی دلالۃً یا صراحۃً اجازت کے بغیر تمتع درست نہیں ہے، اس زمانہ میں عموماً تمتع ہی لوگ کرتے ہیں اور آمر کی طرف سے بھی کوئی پابندی نہیں ہوتی ہے، لہذا تمتع کی دلالۃً اجازت سمجھی جائے گی، اِلا یہ کہ کوئی آمر صراحۃً ممانعت کردے تو تمتع درست نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ صراحۃً آمر سے تمتع کی اجازت لے لے۔

د- باذن آمر یا بدون اِذن آمر مامور کے تمتع کرنے کی صورتوں میں دم تمتع حج بدل کرنے والے ہی پر واجب ہوگا، البتہ آمر اگر بخوشی دم شکر کی قیمت ادا کردے تو درست اور جائز ہے، مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔

و- حج بدل عن المیت کی صورت میں بھیجنے والے یا وصی یا ورثاء کی اجازت سے مامور تمتع کرسکتا ہے اور اس صورت میں بھی دم تمتع حج بدل کرنے والے کو اپنے پیسوں سے ادا کرنا ہوگا، اِلا یہ کہ بھیجنے والا یا ورثاء بخوشی دم تمتع کی قیمت دیدیں تو جائز ہے۔

۱۰: الف- اگر طواف زیارت سے پہلے کسی عورت کو حیض آجائے تو اس پر ایسی تدبیر

Marfat.com

اختیار کرنا ضروری ہے جس سے وہ پاک ہونے کے بعد طواف زیارت کر کے ہی مکہ مکرمہ سے واپس ہو، جیسے ٹکٹ اور ویزا کی تاریخ بڑھانا یا حج کمیٹی سے روانگی کو موخر کرانا وغیرہ اور اگر کوئی ایسی صورت ممکن نہ ہو سکے اور دوبارہ وطن سے واپسی بھی مشکل ہو اور وہ حالت حیض ہی میں طواف زیارت کرلے تو اس کا رکن یعنی طواف زیارت ادا ہو جائے گا، شرعاً اس حالت میں اسے طواف زیارت کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے گنہگار ہوگی، لیکن طواف زیارت ادا ہو جانے کی وجہ سے پوری طرح حلال ہو جائے گی اور اس پر ایک بدنہ یعنی بڑے جانور کی قربانی جنایت میں لازم ہوگی اور اس دم جنایت کی قربانی بھی حدود حرم میں کرنی ضروری ہوگی، شامی میں لکھا ہے:

"بعض محشین نے ابن امیر حاج کی مناسک سے نقل کیا ہے کہ اگر قافلہ واپسی کا ارادہ کرے اور عورت پاک نہ ہو سکے اور فتویٰ حاصل کرے تو فقہاء نے کہا ہے کہ اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے مسجد میں داخل ہونا منع ہے اور اگر تو داخل ہو کر طواف کرے تو گناہ ہوگا مگر طواف ہو جائے گا، تیرے اوپر ایک بڑے جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے جس میں عورتیں پریشانی کا سامنا کرتی ہیں"۔

۱۱- سفر حج میں کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور انتقال کی جگہ سے مکہ مکرمہ مسافت سفر یا اس سے زیادہ پر ہے (اور وہاں قیام ہو سکتا ہے) تو وہ عورت محصرہ ہے، اس کو وہاں عدت گذارنا ممکن ہو تو وہاں گذارے، ورنہ وطن واپس لوٹ جائے اور حرم میں ہدی کی قیمت بھیج کر ہدی ذبح کرائے اور ہدی کے ذبح ہونے کے بعد اس کا احرام کھل جائے گا۔

"لومات الزوج أو محرمها في الطريق فلا تتحلل إلا بالهدى" (شامی ۲ر ۲۵۳)۔

اس صورت میں عمرہ کا احرام ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ وہ عورت محصرہ ہے اور اگر عمرہ کے سفر میں عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور مکہ مکرمہ مسافت سفر سے کم پر ہے یا مکہ مکرمہ میں شوہر کا انتقال ہو جائے تو یہ عورت محصرہ نہیں ہے، عمرہ کے افعال مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ادا

Marfat.com

کرنا صحیح ہیں، لہذا عمرہ ادا کرلے اور اگر حج کے سفر میں عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے اور مکہ مکرمہ مسافت سفر سے کم پر ہے یا مکہ مکرمہ ہی میں قبل الحج شوہر کا انتقال ہوجائے تو یہ عورت محصرہ نہیں ہے، لیکن حج کے ارکان کی ادائیگی کے لئے عدت میں سفر ہونے کی وجہ سے عرفات جانے کی اجازت شرعاً نہیں ہے، لہذا وہ وقوف عرفہ کے وقت کے گذر جانے کے بعد بغیر ہدی حلال ہوجائے اور مکہ مکرمہ میں قیام ہونے کی صورت میں عمرہ کے افعال ادا کرکے احرام کھول دے تو اس کی بھی اجازت ہے، ان صورتوں میں (خواہ عورت محصرہ ہو یا محصرہ نہ ہو لیکن عرفات جانے کی اجازت نہ ہو) اگر عورت نے حج کے ارکان وافعال ادا کرلئے تو حج صحیح ہوجائے گا،

عمدۃ الفقہ (۵۸/۴) میں لکھا ہے:

باوجود عدت کے اگر (عرفات) جاکر حج کرلیا تو جائز ہوجائے گا، لیکن گنہگار ہوگی۔

زبدۃ المناسک کے حاشیہ میں لکھا ہے:

"فإن حجت وهى فى العدة جازت بالاتفاق، وكانت عاصية والعدة أقوى فى منع الخروج من عدم المحرم حتى منعت ما دون السفر فإن لزمتها فى السفر" (غنیۃ ۲۳/۱)۔

عمدۃ الفقہ میں مولانا زوار حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"محصرہ بعدت طلاق اور محصرہ بعدت وفات میں یہی فرق معلوم ہوتا ہے کہ عدت طلاق کی صورت میں مکہ معظمہ سے مسافت سفر پر ہونا نہ ہونا برابر ہے اور عدت موت کی صورت میں مکہ معظمہ سے مسافت سفر پر ہے تو محصرہ ہے ورنہ نہیں" (عمدۃ الفقہ ۵۹/۴)۔

"ثم هذا إذا كان بينها وبين مكة مسيرة سفر وبلدها أقل منه أو أكثر لكن يمكنها المقام فى موضعها، و إلا فلا إحصار فيما يظهر" (ردالمحتار ۲۵۲/۲)۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری صاحب تحریر فرماتے ہیں: بحالت موجودہ محرم کے ساتھ بھی حج کے لئے عرفات جانے کی شرعاً اجازت نہیں۔

Marfat.com

"ومنها العدة، فلو أهلت بالحج فطلقها زوجها ولزمتها العدة صارت محصرة ولو مقيمة أو مسافرة معها محرم" (شامی ۲/۳۲۰)۔

ممکن ہوتو ایک سال رہ کر حج کر کے آئے یا آئندہ سال حج کیلئے واپس جائے، عذر شرعی کی وجہ سے نہ جاسکے تو حج بدل کی وصیت کر جائے، یہ اصل مسئلہ ہے، مگر چونکہ حکومت کی جانب سے قانون سخت ہو گئے ہیں اور نا قابل برداشت دشواریوں کا سامنا ہے، اس لئے کتاب زبدۃ المناسک میں لکھا ہے:

''اگر چہ مکہ معظمہ ہی میں ہوتو عرفات پر نہ جائے، بلکہ عمرہ کے افعال بجالا کر حلال ہو، اور چاہے تو فوت ہونے وقت وقوف عرفہ کے حلال ہو جائے، اس مسئلہ میں بہت ہی مشکل پیش آئے گی.......الی قولہ.....تو یہ بھی معذور سمجھی جائے، جیسے بوادی وغیرہ میں جہاں اقامت مشکل ہوتو مکہ مکرمہ چلے جانے کا جواز ہے، تو اب اس حالت میں عرفات پر حج کرنے کو جائے تو عذر ہوسکتا ہے ورنہ اس کو نہایت ہی مشکل پیش آئے گی، اگر افعال عمرہ بجالا کر حلال ہوگی تو پھر حج کی قضا کرنی ہوگی، پھر اس کے لئے وہاں رہنا یا واپس آنا نہایت دشوار ہوگا، کسی کتاب معتبر میں اس کے متعلق جواز کی گنجائش نظر سے گذری تھی، لیکن اب بہت تلاش کرنے سے بھی نہیں ملی، غالبًا کبیری میں کہیں عبارت تھی (زبدۃ/ ۲۴-۲۵، فتاوی رحیمیہ ۵/ ۲۳۸-۲۳۹)۔

۱۲- حج کے لئے جانے والا اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچا ہے کہ ۱۴ یوم مکہ مکرمہ میں قیام کرنا ہے اور پندرہویں دن ۸/ ذی الحجہ کو منیٰ جانا ہے تو وہ مقیم باقی رہے گا یا نہیں؟ اس بارے میں جواب یہ ہے کہ اگر حکومت سعودیہ نے منیٰ کی آبادی کو مکہ مکرمہ کے ساتھ لاحق کر دیا ہے اور مکہ مکرمہ کی بلدیت (کارپوریشن یا میونسپلٹی) کے ساتھ ملا دیا ہے تو منیٰ کی آبادی بھی مکہ مکرمہ کا ایک محلّہ شمار ہوگی، اور یہ شخص مقیم رہے گا، اگر حکومت کے اعتبار سے اس کا انتظام مکہ مکرمہ سے علیحدہ ہے اور اس کا انتظام مکہ مکرمہ کے ساتھ ملحق نہیں تو یہ شخص مقیم نہیں ہوگا، چنانچہ فتاویٰ رحیمیہ میں لکھا ہے:

Marfat.com

''وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہو جانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا، دوسری آبادی اگرچہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن (میونسپلٹی، نگر پالیکا) نے دونوں آبادیوں کی حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں، اس لئے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں شمار ہوں گی اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو وہ آبادی شہر کا محلہ ہے اور وہ محلہ شہر کا جز ہے، لہذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے (فتاوی رحیمیہ ۶/ ۳۶۴، شامی ۱/ ۷۳۲)۔

۱۳-حرم مکی میں جبکہ غیر حنفی امام وتر کی تین رکعت فصل کے ساتھ ادا کرتا ہے تو مقتدی حنفی کو جماعت چھوڑ کر تنہا وتر کی نماز ادا کرنی چاہئے، فتاویٰ رحیمیہ میں لکھا ہے:

الجواب: صحیح قول یہ ہے کہ اگر شافعی امام وتر دو سلام سے ادا کرے تو حنفی مقتدی اس کی اقتداء نہ کرے، اسی میں احتیاط ہے (۶/ ۲۱۵)۔ طحطاوی علی المراقی میں ہے:

''وأن لا يقطع وتره بسلام على الصحيح'' (ص/ ۱۲۰، باب الوتر)۔

Marfat.com

مسائل حج وعمرہ

مولانا عبداللطیف مظاہری☆

۱- جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے، بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم محترم میں داخل ہونا چاہتے ہیں، ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں، بغیر احرام کے میقات سے تجاوز جائز نہیں ہے، یہی ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء ومحدثین کا مسلک ہے، البتہ امام مالک وشافعیؒ سے جواز کی روایت ہے، لیکن امام شافعیؒ سے عدم جواز کی روایت مشہور ہے۔

امام شافعی اپنی کتاب ''الأم'' میں فرماتے ہیں: ''اسی وجہ سے ہم نے کہا ہے کہ اللہ کا حکم اس کے بندوں کی بابت یہ ہے کہ بندے حرم کے اندر حالت احرام میں ہی داخل ہوں، اس لئے کہ ہم نے علماء سے یہ سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی اس بات کی نذر مانے کہ وہ بیت اللہ کا سفر کرے گا تو اس کو حج یا عمرہ کے احرام کے ساتھ سفر کرنا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بات اسی وجہ سے کہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے حرم کے داخلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''لقد صدق الله ورسوله ...''، اس سے عبادت کے لئے اور امن کے حال میں داخلہ کا حکم اور جنگ کی حالت میں اور اس حال میں عذر کے حکم کا حال معلوم ہوتا ہے۔

۲- تجارتی اغراض کی سہولت کی خاطر جمہور کے مسلک سے عدول جائز نہیں ہے، ہاں

☆ جامعہ نذیریہ کاکوسی، گجرات۔

Marfat.com

اگر اہل مکہ تجارتی اغراض اور دیگر ضرورتوں سے ان شہروں میں جائیں جو حدود حل میں داخل ہیں مثلاً جدہ، تو مکہ مکرمہ واپسی کے لئے احرام لازم نہ ہوگا جب تک کہ حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہے۔

۳، ۴- مکی کے لئے قران کی گنجائش نہیں ہے، رہا تمتع تو یہ مکی سے متصور ہی نہیں ہوسکتا، لہذا مکی اشہر حج میں عمرہ کرے یا میقات سے باہر جائے اور عمرہ کا احرام باندھ کر واپس آئے اور عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام کھول دے پھر اسی سال حج بھی کرے تو شرعاً وہ متمتع نہیں ہوگا، کیونکہ مکی عمرہ کر کے اپنے اہل و عیال میں حلال ہو کر رہتا ہے جو کہ المام صحیح ہے اور تمتع کے صحیح ہونے کے لئے حج اور عمرہ کے درمیان المام صحیح کا نہ ہونا شرط ہے، لہذا مکی سے تمتع کا تصور ہی نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کا عمرہ بھی مفرد ہوگا اور حج بھی مفرد ہوگا اور اس پر کوئی دم واجب نہ ہوگا (شامی ۲/۱۹۸، عمدۃ الفقہ ۴/۲۸۰)۔

۵- تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کرسکتا ہے۔

"قال في اللباب ....هذا المتمتع آفاقي غير ممنوع من العمرة فجاز له تكرارها لأنها عبادة مستقلة كالطواف" (معلم الحجاج/ ۲۱۴)۔

۶: الف، ب- رمی جمرات میں صرف مریض یا معذور کی نیابت ہوسکتی ہے، ہر شخص کی نیابت نہیں ہوسکتی اور رمی کے بارے میں وہ شخص مریض یا معذور سمجھا جائے گا کہ جو کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف کا اندیشہ ہو، اگر سوار ہو کر جمرات تک آسکتا ہے اور مرض کی زیادتی اور تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے تو اس کو خود رمی کرنی ضروری ہے، دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں ہے، ہاں! اگر سواری یا کوئی شخص اٹھانے والا نہ ہو تو معذور ہے دوسرے سے رمی کراسکتا ہے (احسن الفتاوی ۴/ ۵۳۴، عمدۃ الفقہ ۴/ ۲۳۸، معلم الحجاج/ ۱۸۱)۔

۷- جو لوگ حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت

Marfat.com

احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جاتے ہیں یہ لوگ محصر کے حکم میں ہیں، اوران کا احرام کھلنے کی صورت یہ ہے کہ یا تو وہ احصار کے زوال کا انتظار کریں اور احصار کے زوال کے بعد اگر حج مل سکے تو بہت اچھا ہے پس وہ افعال حج ادا کر کے حقیقی طور پر احرام سے حلال ہو جائیں، اگر اس کو حج نہ مل سکے تو حج فوت ہو جانے والے شخص کی طرح عمرہ کے افعال یعنی طواف وسعی کر کے اور حلق کرا کر حکمی طور پر حلال ہو جائے اور اس پر ہدی واجب نہیں ہے، یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ حج کے احرام کی حالت میں محصر ہوا ہو، اگر عمرہ کے احرام کی حالت میں محصر ہوا ہو تو عمرہ پر قدرت حاصل ہوتے ہی اس کا احصار زائل ہو جائے گا اور اگر زوال احصار کے انتظار میں دقت ہو اور ہدی کے ساتھ جلد حلال ہونا چاہتا ہے تو یہ بھی جائز ہے تا کہ احرام میں زیادہ عرصہ تک رہنے کی تکلیف دور ہو جائے (عمدۃ الفقہ ۴/۶۰۷-۶۱۱)۔

۸-ومن أخر الحلق حتى مضت أيام النحر فعليه دم عند أبي حنيفة وكذا إذا أخر طواف الزيارة وقالا لاشئ عليه في الوجهين و كذا الخلاف في تأخير الرمي و في تقديم نسک على نسک كالحلق قبل الرمي و نحر القارن قبل الرمي والحلق قبل الذبح (ہدایہ ۱/۲۷۶)۔

ہدایہ (۱/۲۷۶) کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب چھوڑنے پر امام صاحبؒ کے نزدیک دم واجب ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک دم واجب نہیں ہوگا، ہمارے فقہاء متقدمین ومتاخرین اور ماضی قریب کے ارباب افتاء نے امام صاحبؒ کے قول کو اختیار فرمایا ہے جب کہ سوال میں مذکورہ اعذار ہر زمانہ میں رہے ہیں اور ہمارے زمانہ میں اگر ان اعذار میں اضافہ ہوا ہے تو اسی کے مناسب حکومت کی طرف سے سہولتیں بھی مہیا کی گئیں ہیں۔ لہذا عام حجاج کے لئے محض سہولت کی خاطر ان اداروں میں رقم جمع کروانا جو ترتیب کا خیال نہیں رکھتے جائز نہیں ہے، ہاں! وہ معذورین جو دوسروں کے ذریعہ بھی اپنی قربانی نہیں کرواسکتے اور ان کے حق میں واقعۃً ضرورت شدیدہ کا تحقق ہو ان کے لئے صاحبینؒ کے قول پر

Marfat.com

عدم وجوب دم کا فتوی دیا جا سکتا ہے۔

۹: الف، ب، ج- حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت کے بغیر بالاتفاق تمتع نہیں کر سکتا اور آمر کی اجازت سے تمتع کے بارے میں اختلاف ہے، بعض فقہاء جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ حتی الامکان آمر کی اجازت کے باوجود حج افراد ہی کرلے، لیکن اگر احرام کے لمبا ہونے کی وجہ سے پابندیاں نبھانا دشوار ہو تو آمر کی اجازت سے تمتع بھی کر سکتا ہے، اجازت بھی صراحۃً ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ دلالۃً بھی کافی ہے، لہذا اگر کسی میت نے مطلقاً حج بدل کی وصیت کی ہو اور صراحۃً تمتع کی اجازت نہ دی ہو تو بھی ہمارے زمانہ میں دلالۃً اجازت کے دیئے جانے کی وجہ سے تمتع کر سکتا ہے جب کہ احرام کے لمبا ہونے کی وجہ سے پابندیاں نبھانا دشوار ہو اور اگر وارث اپنی طرف سے تبرعاً کسی کو حج بدل کے لئے بھیجے تو وارث کی اجازت کا اعتبار ہوگا۔

د- تمتع باذن آمر ہو یا بدون اذن آمر بہر صورت دم تمتع مامور کے مال میں لازم ہوگا الا یہ کہ آمر اپنے مال میں سے دم تمتع کی اجازت دے تو آمر کے مال میں سے جائز ہے (جواہر الفقہ ۱/۵۱۶، احسن الفتاوی ۴/۵۱۳)۔

ھ- آمر کی اجازت سے گنجائش ہے۔

و- اوپر تفصیل آ گئی ہے۔

۱۰: الف، ب، ج- سوال میں مذکورہ اعذار کی بنا پر حائضہ عورت سے طواف زیارت کے لئے وجوب طہارت کا حکم ساقط نہیں ہو سکتا کیونکہ آج کل جہازوں میں بعد کی تاریخوں میں نشست تبدیل کرائی جا سکتی ہے، حالت حیض میں طواف زیارت کر کے دم دینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، لیکن اگر کوئی عورت حالت حیض میں طواف زیارت کر لے تو وہ پوری طرح حلال ہو جائے گی اور اس کے ذمہ بدنہ (اونٹ یا گائے) کا ذبح کرنا واجب ہوگا اور کفارہ دینے کے باوجود اس گناہ سے توبہ کرنا بھی لازم ہوگا (شامی ۲/۱۸۴، عمدۃ الفقہ ۴/۵۲۷)۔

Marfat.com

د- دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ میں ہی ضروری ہے۔

۱۱- سفر حج میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو عدت کی حالت میں اسے حج و عمرہ ادا نہیں کرنا چاہئے بلکہ محصر کی طرح دم دے کر حلال ہو جائے، پھر حج وعمرہ کی قضا کرے، لیکن اگر عدت کی حالت میں حج کر لیا تو حج ادا ہو جائے گا لیکن گنہگار ہوگی۔

"ومع عدم عدة عليها مطلقاً أية عدة كانت ابن ملک (قوله أية عدة كانت) أى سواء كانت عدة وفات أو طلاق بائن أو رجعى" (شامی ۱۴۶/۲، عمدۃ الفقہ ۵۸/۴، معلم الحجاج ۸۸)۔

۱۲- ایک آدمی ایسے وقت مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ آٹھ ذی الحجہ تک ۱۴ دن ہوتے ہیں اور آٹھویں ذی الحجہ کو پندرہواں دن ہے جس میں وہ منیٰ جاتا ہے تو یہ آدمی مقیم ہے، کیونکہ منیٰ کی آبادی اب مکہ مکرمہ سے متصل ہے لیکن اگر آٹھ ذی الحجہ تک ۱۳ دن ہوتے ہیں اور پندرھویں دن وہ عرفات جاتا ہے تو یہ آدمی مسافر ہوگا کیونکہ عرفات مکہ مکرمہ سے الگ ہے نیز وہاں آبادی نہیں ہے۔

۱۳- حرم مکی جس میں وتر کی نماز دو سلام سے ادا کی جاتی ہے، حنفی کے لئے وتر کی جماعت میں شرکت کی گنجائش نہیں ہے، حنفی وتر کی نماز تنہا ادا کرے۔

"وصح الاقتداء فيه (أى الوتر) بشافعى مثلا لم يفصله بسلام لا إن فصله على الأصح" (درمختار علی الشامی ۴۴۸/۱، فتاوی رحیمیہ ۴۱۵/۶)۔

Marfat.com

حج وعمرہ کے مسائل

مفتی عبدالرحیم قاسمی ☆

۱- تجارت، ملاقات یا کسی اور غرض سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا قصد کرنے والے آفاقیوں کے متعلق امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کی تعظیم کا تقاضہ یہ ہے کہ آفاقی میقات سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر ہی مکہ مکرمہ میں داخل ہوں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص میقات سے آگے مکہ کی طرف بغیر احرام کے نہ بڑھے۔

"ثم الآفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا لقوله عليه السلام لا يجاوز أحد الميقات إلا محرما" (ہدایہ ۱/۲۳۵)۔

امام شافعی کے نزدیک یہ پابندی صرف اس شخص کے لئے ہے جو عبادت حج یا عمرہ کے قصد سے مکہ مکرمہ کا ارادہ کررہا ہے، تجارت یا عزیزوں سے ملاقات یا تفریحی طور سے جانے والے پر احرام باندھ کر جانے اور کم از کم عمرہ ادا کرنے کی پابندی نہیں ہے (جواہر الفقہ ۱/۴۶۸)۔

فتاوی محمودیہ میں ہے کہ جو آفاقی مکہ یا حرم کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گذرنا جائز نہیں خواہ اس کا حج وعمرہ کا ارادہ ہو، خواہ سیاحت وتجارت وغیرہ کا ارادہ ہو، اگر گذر جائے تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ کسی میقات پر آکر احرام باندھے ورنہ اس پر دم واجب ہوگا، اگر کسی کا قصد اول یہ ہو کہ حِل میں کسی جگہ تجارت کے لئے جائے تو اس کے لئے

☆ جامعہ خیر العلوم نورمحل روڈ بھوپال، ایم پی۔

Marfat.com

احرام لازم نہیں بلا احرام حل میں جاسکتا ہے، پھر اپنی تجارت وغیرہ سے فارغ ہوکر مکہ معظمہ میں بھی بغیر احرام کے داخل ہوسکتا ہے بشرطیکہ اداء نسک کا ارادہ نہ ہو، اگر اداء نسک کا ارادہ ہو تو حل سے احرام باندھ کر داخل ہو، اگر میقات پر گذرتے وقت قصد اول تو اداء نسک ہو یا دخول مکہ ہو لیکن مرور فی الحل کی مجبوری کی وجہ سے حل میں تجارت وغیرہ کی نیت کرے تو اس کے لئے میقات سے بلا احرام گذرنا جائز نہیں (فتاوی محمودیہ ۹/۱۶۴ نیز تفصیل کے لئے دیکھئے: مبسوط للسرخسی ۴/۱۶۷، رد المحتار ۲/۲۲۹)۔

۲- زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک میں ہے کہ موٹر ڈرائیوروں کو تو بہت وسعت ہے کیونکہ ان کا ہیڈ کوارٹر جدہ میں ہے مکہ مکرمہ سے آتے جاتے پہلے جدہ میں جانا پڑتا ہے، پھر وہاں سے حکم نامہ لے کر جہاں کو جانا ہو جاتے ہیں اور ڈرائیوروں کا مبادلہ بھی ہوتا ہے پس وہ لوگ مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت جدہ ہی میں جانے کی نیت کرلیں جب جدہ سے پھر مکہ مکرمہ کا حکم ہو تو اس کی تعمیل کی غرض سے بغیر احرام کے جاسکتے ہیں (زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ۲/۴۲۱)۔

بعض کمپنیوں کے ہیڈ کوارٹر بھی جدہ میں ہیں اور جن کے نہ ہوں ان کا مطالبہ کرکے ہیڈ کوارٹر جدہ وغیرہ ایسی جگہ قائم کرانا چاہئے کہ ہر مسلک کے مطابق آسانی سے عمل ہوسکے۔

۳- مکہ والوں کو اور جو مکہ والوں کے حکم میں ہیں یعنی داخل میقات رہنے والے یا عین میقات رہنے والے اور جو اشہر حج کے پہلے مکہ میں مقیم ہیں جیسے آفاقی اشہر حج کے پہلے حلال ہوکر مکہ میں رہا ہو پھر اس پر اشہر حج آگئے ہوں ان کو عمرہ کرنا اشہر حج میں مکروہ ہے جو کہ اسی سال حج کرنا چاہیں اور اگر اس سال حج نہ کریں تو عمرہ ان سب کو اشہر حج میں کرنا مکروہ نہیں (زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ۱/۲۸۱)۔

تمتع اور قران مکی کے لئے ممنوع ہے

علامہ شامی نے فرمایا: ''اور اسی بنیاد پر متون کے قول ''اور تمتع و قران مکی کے لئے نہیں ہے'' کا مطلب مشروعیت اور حلت کی نفی ہے۔ ان دونوں میں سے ایک میں دوسرے کے بغیر عدم

Marfat.com

تصور کے منافی نہیں ہے اور اس پر قرینہ ان کا صراحت اس کے بعد تمتع کے باطل ہونے کا صحیح طور پر مائل ہونے کی وجہ سے ان صورتوں میں کہ اگر متمتع اپنے وطن کو لوٹے اور ان کی صراحت افاضہ احرام کے باب میں، بایں طور کہ وہ جب قران کرلے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کو ختم نہ کرے تو اس کو کافی ہوجائے گا'' (ردالمحتار ۲/۱۹۸)۔

مکہ مکرمہ کے رہنے والوں اور میقات پر یا میقات کے اندر حِل میں رہنے والوں کو قران اور تمتع کرنا جائز نہیں (زبدۃ/۳۰۵)۔

۴- باہر نکلنے والے اہل مکہ میں سے جن حضرات کا اسی سال حج کا ارادہ ہے وہ مکہ واپسی کے وقت حج کا احرام باندھ کر اندر داخل ہوں اور حج کا ارادہ نہ ہونے کی صورت میں صرف عمرہ کی ادائیگی کافی ہوگی۔

''لأن عمرته وحجته ميقاتيان فصار بمنزلة الآفاقي''۔

(اس لئے کہ اس کا عمرہ اور حج دونوں میقات ہیں تو وہ آفاقی کے حکم میں ہوگیا)۔

۵- جو متمتع عمرہ کرنے کے بعد حج کرنے سے پہلے مدینہ طیبہ کو چلا جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وطن اصلی جائے بغیر اس کا سفر واحد ہی رہتا ہے، اس لئے اس کو مفرد حج کا احرام باندھ کر آنا چاہئے اور صاحبین کے نزدیک پہلا تمتع باطل ہوگیا اب عمرہ کا احرام باندھ کر جائے تو از سر نو متمتع ہوگا اور حج میں زیادہ دن ہوں تو عمرہ کا احرام باندھ کر جانے میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی کوئی حرج نہیں، البتہ تمتع کے عمرہ سے فارغ ہوکر مکہ میں رہتے ہوئے حج سے پہلے مزید عمرہ نہ کرے اس میں احتیاط ہے، ملا علی قاری نے جو فرمایا ہے اس کے موافق اور کسی کتاب میں منقول نہیں (زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ۲/۳۱۸)۔

۶- سرخسی نے کہا: ''اور اگر رمی کیا اس کی جانب سے تو اس کو کافی ہوجائے گا اس شخص کے درجہ میں جس پر بے ہوشی طاری ہو، اس لئے کہ نیابت حج وعمرہ میں جاری ہوتی ہے جیسا کہ ذبح میں'' (مبسوط ۴/۶۹)۔

Marfat.com

''غنیہ میں ہے: ظاہر ہو گیا ان چیزوں کی وجہ سے جس کو ہم نے مقدم کیا کہ ان لوگوں نے ازدحام کے خوف کو عذر قرار دیا عورت کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جس کو بیماری یا کمزوری ہو سورج طلوع ہونے سے پہلے رمی کے مقدم کرنے اور اس کے رات تک مؤخر کرنے میں، نہ کہ ان کی جانب سے ضرورت نہ ہونے کے باوجود نیابت کے جائز ہونے میں تو اگر وہ لوگ بذات خود ازدحام کے خوف سے رمی نہ کر سکیں تو ان پر فدیہ لازم ہوگا'' (غنیہ ر ۱۰۰ بحوالہ زبدۃ المناسک ر ۱۸۴)۔

جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف ہوتی ہو تو وہ معذور ہے، اس کو آنے میں مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تب بھی معذور ہے، اگر آنے میں مرض بڑھ جانے کا اندیشہ یا تکلیف نہ ہو تو اس کو خود آ کر رمی کرنا ضروری ہے، دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں، ہاں اگر سواری یا اٹھانے والا نہ ہو تو معذور ہے اور معذور دوسرے سے رمی کرا سکتا ہے (اللباب ر ۱۶۶، غنیہ ر ۱۰۰ بحوالہ زبدہ مع عمدۃ ر ۱۸۶)۔

معذور کی طرف سے جو اور کوئی نیابۃً رمی کرے اس کے جائز ہونے کے لئے معذور کا امر کرنا شرط ہے، مگر بے ہوش، چھوٹے بچے، بے سمجھ اور مجنوں کی طرف سے بغیر امر کے جائز ہے (لباب بحوالہ زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ر ۱۸۷)۔

ازدحام کے خوف سے خواتین اور مریضوں اور کمزوروں کے لئے رمی کو طلوع شمس سے مقدم کرنے اور رات تک مؤخر کرنے کی گنجائش ہے، نائب بنانے کی اجازت صرف مذکورہ سخت مجبوری کی حالت میں ہے۔

۷- سعودی عربیہ میں رہنے والے غیر ملکی حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جائیں تو وہ محصر کے حکم میں ہیں، زبدۃ میں ہے کہ جدہ یا کامران وغیرہ سے حکام نے جہازوں کو روک دیا بلکہ واپس کر دیا تو اغنیاء وہاں جہاز ہی میں سے اگر مل سکا تو جانور لے کر ذبح کر سکتے ہیں یا واپس ہو کر وطن وغیرہ میں کر لیں گے، مگر مساکین کس طرح کریں تو اس کا حیلہ یہ لکھتے ہیں کہ جب حج کو جانا ہو تو احرام باندھنے کے وقت

Marfat.com

یہ شرط کر لے کہ اگر میں محصر ہو جاؤں تو حلال ہو جاؤں گا تو محصر ہونے کے وقت ہدی بغیر ذبح کئے بھی حلال ہونے کی گنجائش ہوگی، البتہ مشہور مذہب وہی ہے کہ بغیر ذبح کئے حلال نہ ہوگا (زبدہ مع عمدہ رص ۲۳۲)۔

"**ونقل الكرماني والسروجي عن محمد أنه إن اشترط الإحلال عند الإحرام إذا أحصر جاز له التحلل بغير هدى**" (شامی ۲/ ۲۳۳)۔

احصار حِل میں ہو اور حرم تک ہدی پہنچانے یا اس کی قیمت ادا کر کے ذبح کرانے کے ذرائع میسر نہ ہوں تو صاحب عین الہدایہ کی رائے کے مطابق حِل میں بھی ذبح کرنا احرام کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے، ہمارے نزدیک تو ضرورت اور تنگی کی وجہ سے جواز کی گنجائش نکلی اور امام شافعی کے مذہب میں تو مطلق جواز ہے، پس اس توافق سے بھی وسعت ہوئی (زبدہ مع عمدہ / ۲۳۱)۔

۸- قارن اور متمتع کو پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کرنا اس کے بعد ذبح یہ ترتیب واجب ہے اور مفرد کو رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہے (زبدۃ المناسک مع عمدہ/ ۱۹۳)۔

"سرخسی نے فرمایا کہ جب منیٰ پہنچ جائے تو جمرہ عقبہ کی رمی کرے، پھر ذبح کرے اگر وہ قارن یا متمتع ہے، پھر حلق کرائے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: "نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "آج ہمارے حج کے افعال میں سے پہلا یہ ہے کہ ہم رمی کریں پھر ذبح کریں پھر حلق کرائیں" اس حدیث کی وجہ سے، اور اس لئے کہ ذبح اور حلق حلال ہونے کے اسباب میں سے ہیں، کیا نہیں دیکھتا ہے تو کہ اگر محصر ذبح کے ذریعہ حلال ہو جائے تو ان دونوں پر رمی کو مقدم کیا جاتا ہے، پھر ذبح حلال ہونے کے معنی میں ہے نہ کہ حلق، کیونکہ حلق احرام کو روکنے والا ہے تو ذبح حلق پر مقدم ہو گیا" (مبسوط للسرخسی ۴/ ۶۴)۔

جو معذور قربان گاہ تک نہ پہنچ سکیں وہ ایسے اداروں کو ذبح کا مختار بنائیں جن کی نظر میں ترتیب واجب ہے جیسے مدرسہ صولتیہ وغیرہ تو ذبح کے متعین کردہ وقت کے بعد حلق کرانے کی اجازت ہوگی۔

Marfat.com

۹- اگرچہ من حیث الدلیل آمر کی اجازت سے حج بدل میں قران اور تمتع دونوں کے جواز کا رجحان معلوم ہوتا ہے اور فقہاء متاخرین میں سے صاحب لباب اور اس کے محشی صاحب حباب وغیرہ اسی کو اختیار کرتے ہیں، مگر ملا علی قاری اور حضرت گنگوہی کا فتویٰ اس سے مختلف ہے، وہ تمتع کو باذن آمر بھی جائز نہیں کہتے، معاملہ ادائے فرض کا نازک ہے، جہاں تک ممکن ہو حج بدل میں اِفراد یا قران کرنا چاہئے لیکن اس زمانہ میں حج وعمرہ کرنے میں عام آدمی آزاد نہیں کہ جب اور جس وقت چاہیں جاسکیں اور طول احرام سے بچنے کے لئے ایام حج کے بالکل قریب سفر کریں ہر طرف حکومتوں کی پابندیاں شدید ہیں، اس لئے اگر کسی حج بدل کرنے والے کو وقت سے پہلے جانے کی مجبوری ہو اور احرام طویل میں واجبات احرام کی پابندی مشکل نظر آئے تو اس کے لئے تمتع کر لینے کی بھی گنجائش ہے (جواہر الفقہ ۱/ ۵۱۶)۔

"لأن الميت لو أمره بالتمتع فتمتع المأمور صح ولا يكون مخالفا بلا خلاف بين الأئمة الأسلاف كذا في الحباب" (ارشاد الساری ص ۳۰۴، بحوالہ جواہر الفقہ ۱/ ۵۱۲)۔

(اس لئے کہ اگر میت نے اس کو تمتع کا حکم دیا پھر مامور نے تمتع کیا تو صحیح ہے اور وہ مخالف نہیں ہوگا ائمہ اسلاف کے درمیان بغیر اختلاف کے، جیسا کہ حباب میں ہے)۔

مذکورہ شرائط کے ساتھ الف، ب، ج، تینوں صورتوں میں تمتع کی گنجائش ہوگی۔

د- بلا اجازت کیا تو تمتع کے دم کا سارا خرچہ مامور واپس کردے اور اجازت سے کیا تو خرچ کا مامور پر ضمان لازم نہ ہوگا۔

و- حج عن المیت کرنے والے کو خود میت نے امر نہیں کیا، ورثاء پہنچا رہے ہوں تو وہ حج کرکے میت کو ثواب پہنچا سکتا ہے اس صورت میں بھی تمتع کرنے کی گنجائش ہے (غنیۃ حاشیہ زبدہ/ ۲۶۲)۔

۱۰- حیض کی حالت میں مسجد میں جانا سخت منع ہے، حج کے عظیم رکن طواف زیارت کو حیض میں کرنا بہت بڑا جرم ہے، لہذا روانگی کی تاریخ بڑھوا کر پاک ہونے تک رکی رہے اور پاکی

Marfat.com

کے ساتھ طواف زیارت کر کے حج پورا کرنا چاہئے، شرعاً حائضہ کو طواف کرنے کا حکم یا فتوی نہ دیا جائے کسی نے لاعلمی میں حیض کے وقت طواف زیارت کر لیا تو اس پر بدنہ ذبح کرنا ضروری ہے (زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ۱/۲۰۶)۔

"قال الکاسانی: فإن لم یعد إلی مکة لکنه بعث بدنة جاز لما ذکرنا أن البدنة تجبر النقص بالجنایة" (بدائع ۲/۱۳۳)۔

(کاسانی نے کہا کہ اگر وہ مکہ نہ لوٹے لیکن اس نے (بدنہ) اونٹ یا گائے بھیج دیا تو جائز ہے اس وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا کیونکہ بدنہ جنایت کی کمی کو پورا کر دیتا ہے)۔

"قال السرخسی وعلی هذا لوطافت المرأة للزیارة حائضا فهذا والطواف جنباً سواء" (مبسوط ۴/۳۹)۔

(سرخسی نے کہا اور اسی بنیاد پر اگر عورت نے حالات حیض میں طواف زیارت کر لیا تو یہ اور حالت جنابت میں طواف برابر ہے)۔

"بعض محشین نے منسک ابن امیر الحاج سے نقل کیا ہے کہ اگر قافلہ لوٹنے کا ارادہ کرے اور اس میں کوئی عورت پاک نہ ہو تو اس نے پوچھا کہ کیا وہ طواف کرے گی یا نہیں؟ لوگوں نے کہا اس سے کہا جائے گا کہ تمہارے لئے مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں ہے اور اگر داخل ہوگئی اور طواف کر لیا تو گنہگار ہوگی اور تمہارا طواف صحیح ہے، لیکن تم پر بدنہ کا ذبح کرنا واجب ہے" (ردالمحتار ۲/۱۸۴)۔

مذکورہ عبارات سے مجبوری کے وقت طواف زیارت کرنے والی حائضہ پر مکہ میں بدنہ ذبح کرنے کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔

۱۱- زبدہ میں ہے: اور عدت موت میں اگر مکہ معظمہ تین منزل کے راستہ پر ہے اور محرم بھی ساتھ نہیں تو بھی محصرہ ہے اور اگر مکہ معظمہ تین منزل سے کم پر ہے تو محصرہ نہیں (زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ۱/۳۵، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/۱۲۴)۔

Marfat.com

زبدۃ المناسک میں ہے: جبکہ عورت کا زوج اس کو طلاق دیدے اور مکہ مکرمہ میں ہی ہو تو عرفات پر نہ جائے، اس صورت میں دوسرے سال تک وہاں رہنا اور اگر گھر واپس آئے تو پھر واپس جا کر حج کرنا اور وہاں رہنے کی صورت میں سال بھر کا نفقہ موجود ہونا اور واپسی کے وقت رفاقت کا ہونا وغیرہ بہت سی مشکلات پیش آئیں گی تو یہ بھی اسی طرح معذور سمجھی جائے جیسے بوادی وغیرہ میں جہاں اقامت مشکل ہو تو مکہ مکرمہ کو چلے جانے کا جواز ہے، اب اس حالت میں عرفات پر حج کرنے کو جائے تو عذر ہو سکتا ہے ورنہ اس کو نہایت ہی مشکل پیش آئے گی، اگر افعال عمرہ بجالا کر حلال ہو گی تو پھر حج کے لئے قضا کرنا لازم ہو جائے گا، پھر اس کے لئے وہاں رہنا یا واپس آنا نہایت دشوار ہو گا (زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ر ۱ / ۳۶)۔

۱۲- جو حاجی مسافر مکہ مکرمہ میں ایسے وقت آئے کہ آٹھویں تاریخ تک پندرہ روز سے کم ہیں اور وہ مکہ مکرمہ میں پندرہ روز یا زیادہ اقامت کی نیت کرے تو اس کی نیت اقامت صحیح نہ ہو گی وہ مسافر رہے گا، کیونکہ آٹھویں تاریخ کو وہ منیٰ اور نویں تاریخ کو عرفات ضرورت جائے گا، اس لئے ایسے شخص کو قصر کرنا چاہئے (معلم الحجاج ر ۱۵۷)۔

۱۳- شامی نے کہا: ''اور وہ بات جس کی طرف دل مائل ہوتا ہے مخالف کی اقتداء کا مکروہ نہ ہونا ہے جب وہ فرائض میں رعایت کرنے والا ہو'' (شامی ۱ / ۳۷۹)۔

علامہ شامی نے مزید فرمایا: ''اور کونہ لم یخرج بسلامہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کا سلام اس کے وتر کو فاسد نہیں کرے گا کیونکہ جو چیزیں اس کے بعد ہیں اس کا شمار وتر میں سے ہے تو گویا وہ اس سے نہیں نکلا'' (شامی ۱ / ۴۴۹)۔

خلافیات کی رعایت کرنے والے مخالف مسلک امام کی اقتداء کی جائے اور امام کے ایک رکعت پر سلام پھیر دینے کے بعد مقتدی اپنی دو رکعت پوری کرلے اس کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے لیکن اکمل جماعت کے انتظار اور ہم مسلک امام کی اقتداء جماعت سے اعراض نہیں، لہذا امام حنفی میسر ہو تو اس کے پیچھے تین رکعت وتر کی جماعت میں شامل ہونا چاہئے۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل

محمد ایوب ندوی شافعی ☆

۱- جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے حدود حرم میں داخل ہو اسے حالت احرام میں داخل ہونا ضروری ہے ورنہ ضروری نہیں ہے، یہ مسلک امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہؓ فتح مکہ کے موقع پر بلا حالت احرام داخل ہوئے تھے، حضرت ابن عمرؓ سے بھی یہی منقول ہے۔

۳- جو شخص مکہ میں رمضان سے مقیم ہو وہ اشہر حج میں عمرہ کرسکتا ہے یعنی وہ تمتع یا قران کرسکتا ہے لیکن اسے دم تمتع نہیں دینا ہوگا۔

۴- مسلک امام شافعی اور امام احمد پر عمل کرنا بہتر ہے۔

۵- کرسکتا ہے۔

۶- اکثر شوافع علماء نے اس بات کی صراحت کی کہ اگر وہ شخص رمی جمار کے آخری دن وقت جواز تک خود رمی نہ کرسکتا ہو تو وہ دوسرے کو نائب بناسکتا ہے۔

آج کل چوتھے دن بعد عصر منیٰ بالکل خالی ہو جاتا ہے اور تقریباً ہر بوڑھا و بچہ رمی جمار کرسکتا ہے لہذا محض ازدحام کے خوف سے نائب بنانا درست نہیں۔

۷- ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہوں گے، وہ ایک بکری ذبح کریں گے اور اس سے تحلل کی نیت کریں گے (کتاب الایضاح فی المناسک)۔

☆ بھٹکل۔

Marfat.com

۸- شوافع کے نزدیک رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے، لہٰذا آج کل کی دشواری کی وجہ سے مسلک شوافع پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

۹- حج تمتع آمر کی اجازت سے ہوگا۔

۱۰- حیض ونفاس کی حالت میں طواف زیارت کسی طرح درست نہیں، اگر اسے کسی وجہ سے جانا پڑے تو وہ دوبارہ آکر طواف زیارت کرے گی۔

۱۱- ادا کرسکتی ہے۔

۱۲- وہ مقیم نہیں ہوگا۔

۱۳- مجمع اور جماعت کی رعایت کرے، امام مسجد کی اقتداء کرنا بہتر ہے۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کے چند اہم گوشے

مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی ☆

دور حاضر میں حجاز مقدس کی تجارتی اہمیت، حجاج کی بے پناہ کثرت، ویزا اور ٹکٹ وغیرہ کی قانونی پابندیوں نے مختلف مسائل پیدا کر دیئے ہیں، آج ہم انہی مسائل کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں، اللہ ہی سے درستگی کے امیدوار ہیں اور اللہ ہی بہترین مدد کرنے والا ہے۔

۱- اہل حِل کا بغیر احرام مکۃ المکرّمہ میں داخل ہوتے رہنا

حدود حرم سے باہر حدود میقات کے اندر رہنے والے کو اہل حل کہا جاتا ہے، یہ لوگ اگر حج وعمرہ کے ارادہ کے بغیر کسی اور مقصد کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہو جائیں تو احرام باندھ کر داخل ہونا لازم نہیں، بلکہ بغیر احرام داخل ہونا جائز ہے (ایضاح المناسک بحوالہ تاتارخانیہ ۲/۱۷۵)۔

لہذا جدہ وغیرہ میں رہنے والوں کے لئے بغیر احرام اپنی ضروریات کے لئے بار بار مکہ میں جاتے رہنا جائز ہوگا، کیونکہ اگر ہر بار آمدورفت کی بنا پر احرام کی پابندی عائد کر دی جائے تو مشقت کو دعوت دینا ہوا جبکہ شریعت تو مشقت کے وقت تیسیر کی راہ بتلاتی ہے۔

"الحرج شرعا مدفوع ومن فروعه ما قرروه من أنه إذا ضاق الأمر اتسع" (اصول الفقہ/۲۰۹، عبدالوہاب خلاف)۔

☆ جامعہ اشاعت العلوم اکل کنواں، مہاراشٹر۔

Marfat.com

۲-بار بار میقات سے باہر کاروبار کے لئے جانے والے مکی

جب اہل مکہ اور حدود حرم کا رہنے والا میقات سے باہر تجاوز کرے گا تو واپسی میں اگر ڈائرکٹ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ ہے اور حدود حل میں رکنے کا ارادہ نہیں ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک میقات سے احرام باندھ کر جانا واجب ہے ورنہ ایک دم واجب ہوگا، چاہے وہ بار بار کا آنا جانا کیوں نہ ہو (شامی ۴/۴۷۸)، لیکن امام شافعی کے نزدیک اگر اس نے حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں کیا تو اس پر احرام باندھنا لازم نہیں ہے (تاتارخانیہ ۲/۴۷۵، بدائع ۲/۱۶۴)۔

لیکن اگر اہل مکہ میں سے کسی شخص کو اپنی تجارت اور کاروبار کی غرض سے بار بار میقات سے باہر آنا جانا پڑتا ہے اور ہر بار احرام باندھنے میں مشقت اور دشواری میں مبتلا ہو جانا واضح بات ہے، تو ایسی صورتوں میں تیسیر کی راہ اپناتے ہوئے اور مشقت سے بچتے ہوئے اور ضابطہ شرعیہ "المشقة تجلب التيسير" کے تحت امام شافعیؒ کے مسلک کو اختیار کیا جا سکتا ہے، کیونکہ شدید حاجت اور مشقت کی وجہ سے کسی بھی مسئلہ میں علماء کے مشورہ سے اپنے مذہب سے عدول کر کے غیر کے مذہب کو اختیار کر لینا جائز ہو جاتا ہے، حضرت تھانویؒ نے الحيلة الناجزہ/۴۵ میں اس کی صراحت فرمائی ہے، اسی طرح ایضاح المسالک (ص/۱۶۰) میں بھی ہے۔

چھٹا فقہی اجتماع ادارہ مباحث فقہیہ جمعیت علماء ہند۔ منعقدہ دیوبند ۱۶/۱۷/۱۸/ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۶/۲۷/۲۸/مارچ ۱۹۹۷ء نے بھی رفع حرج کے پیش نظر بغیر احرام داخل ہونے کی گنجائش بتلائی ہے (بحث ونظر شمارہ ۳۲ جلد ۸) جو اس طرح ہے:

جو لوگ حدود میقات سے باہر رہتے ہیں، اسی طرح وہ اہل مکہ (زادہا اللہ شرفا) جو بغرض تجارت یا ملازمت کسی مجبوری میں حدود میقات سے باہر بار بار آتے جاتے ہوں، تو ایسے لوگوں کا اصل حکم تو یہی ہے کہ جب بھی یہ لوگ حدود میقات سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی نیت سے میقات سے آگے بڑھیں تو ان پر حج یا عمرہ کا احرام لازم ہے، لیکن ڈرائیور اور تجارتی اغراض سے روزمرہ آنے جانے والوں کے لئے ہر بار احرام میں حرج ومشقت ہے، اس لئے دفع حرج اور رفع

Marfat.com

مشقت کے لئے امام شافعی کے قول کے مطابق بغیر احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی گنجائش ہے۔

۳-اہل مکہ کا اشہر حج میں عمرہ کرنا

اہل مکہ کے لئے اشہر حج میں بار بار عمرہ کرنا بلا کراہت جائز ہے اور پورے سال میں صرف پانچ دن عمرہ کرنا مکروہ ہے یعنی نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک اور ان پانچ دن کے علاوہ باقی سال کے تمام ایام میں مکی اور غیر مکی سب کے لئے بلا تفریق جائز اور درست ہے، "**لأن العمرة جائزة في جميع السنة بلا كراهة إلا في خمسة أيام لا فرق في ذلك بين المكي والآفاقي**" (ایضاح المناسک ر۱۱۷، بحوالہ غنیۃ الناسک رص ۱۱۵)، یعنی مکی کے لئے اسی طرح غیر مکی کے لئے تمتع اور قران کی گنجائش ہے۔

۴-حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کا حج شروع ہونے کے بعد میقات سے باہر جانا

جو حضرات ائمہ مکی کے لئے تمتع وقران کو جائز نہیں کہتے اور اسی کے ساتھ ساتھ میقات کے باہر سے مکہ مکرمہ جانے والے ہر شخص کے لئے (خواہ اس کی نیت حج وعمرہ کی نہ ہو) میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا لازم قرار دیتے ہیں ان کے مسلک کے اعتبار سے یہ دشواری پیش آتی ہے کہ مکہ مکرمہ میں مقیم جو حضرات حج کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر وہ اپنی کسی ضرورت سے اشہر حرم میں حدود میقات سے باہر گئے، پھر مکہ مکرمہ میں واپس ہونے لگے، اگر وہ احرام باندھے بغیر میقات کے اندر داخل ہوئے تو انہیں بلا احرام میقات سے تجاوز کرنے کی وجہ سے دم دینا پڑے گا، اور اگر احرام کے ساتھ میقات میں داخل ہوئے تو احرام سے حلال ہونے کے لئے انہیں ارکان عمرہ ادا کرنے ہوں گے، اسی سال حج کرنے کی صورت میں تمتع کرنے کی وجہ سے دم جنایت لازم ہوگا اور ایک ممنوع صورت کا ارتکاب ہوگا۔

"**لأن الجمع بينهما في حق المكي غير مشروع**" (ہدایہ ۲/۲۹۰)۔

لہذا اس صورت حال سے بچنے کے لئے حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کو پابند کرنا کہ

Marfat.com

اشہر حج شروع ہونے کے بعد میقات سے باہر نہ جائیں تنگی اور دشواری کی بات ہے کیونکہ اشہر حج کا عرصہ خاصا طویل ہے اور اہل مکہ مختلف ضرورتوں کی بنا پر میقات کے باہر جانے پر مجبور ہوتے ہیں، ایسی صورت میں امام شافعیؒ کے قول کو اختیار کرنے کی رفع حرج اور دفع مشقت کے پیش نظر گنجائش ملتی ہے۔

"المشقة تجلب التيسير"، "الحرج شرعاً مدفوع" ومن فروعه "إذا ضاق الأمر اتسع" (اصول الفقہ عبدالوہاب خلاف/۲۰۹)۔

۵-آفاقی کا احرام حج باندھنے سے پہلے بار بار عمرہ کرنا

صرف پانچ دنوں میں یعنی نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک عمرہ مکروہ ہے، باقی دنوں میں بلا تفریق مکی و آفاقی ہر ایک کے لئے بلا کراہت درست ہے۔

"لأن العمرة جائزة بلا كراهة إلا في خمسة أيام لا فرق بين ذلك بين المكي والآفاقي" (غنیہ الناسک/۱۱۵)۔

۶-رمی جمرات میں نیابت

قدرت ہوتے ہوئے نیابت درست نہیں ہے اور جب ایسا عذر لاحق ہو کہ جو عذر رمی جمرات سے مانع ہو تو ایسی صورت میں نیابت جائز اور درست ہے، لہذا ایسے مریض، کمزور، بوڑھے اور اپاہج کی طرف سے رمی جمرات میں نیابت جائز ہے جو از خود جمرات تک پہنچ کر رمی کی قدرت نہ رکھتے ہوں اور رمی کرنے والا نائب ان کی طرف سے بوقت رمی، رمی کی نیت کرے گا، البتہ اپنی طرف سے رمی پہلے کرلے اس کے بعد دوسرے کی طرف سے کرے۔

"أن يرمي بنفسه فلا تجوز النيابة فيه عند القدرة وتجوز عند العذر فلو رمى عن مريض أو بغيره عند عجزه عن الرمي بنفسه كالمريض" (بدائع ۲/۱۳۷، غنیۃ الناسک/۱۰۰، ایضاح المناسک/۱۵۸)۔

Marfat.com

ضابطہ شرعیہ "المشقة تجلب التيسير" کے فروعات میں وہ تمام رخص شرعیہ آتے ہیں جن سے شارع کا مقصود مکلّف کے لئے تخفیف و ترفیہ اور رافت و رحمت ہوتی ہے اور جن اسباب کے وقوع سے تخفیفات کے احکام جاری ہوتے ہیں من جملہ ان میں ایک مرض بھی ہے، لہذا اس اصول اور ضابطہ کی روشنی میں بھی مریض و معذورین کے لئے رمی جمرات کی نیابت کی اجازت ثابت ہوتی ہے (اصول الفقہ عبدالوہاب خلاف ر ۲۰۹)۔

۷-زائرین حرم کے لئے احرام کے بعد موانع اور رکاوٹیں

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حجاج اور زائرین حرمین شریفین احرام باندھنے کے بعد رکاوٹوں اور موانع اور اعذار کے پیش آنے کی وجہ سے زیارت حرم سے محروم ہو جاتے ہیں، یہ موانع کبھی مرض وغیرہ کے سبب ہوا کرتے ہیں اور کبھی دوسروں کے بیجا مداخلت کے نتیجے میں، جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع سے آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ کو کفار نے مذہبی عناد کے باعث عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ نے اس احصار و مانع کے پیش آنے کے بعد احرام کو ختم اس طرح کیا کہ جو ہدی اپنے ہمراہ لے گئے تھے ذبح فرمایا اور ذبح کرنے کا حکم فرمایا اور اس طرح حلال ہوئے اور آئندہ سال عمرۃ القضا کیا۔ احصار کے بارے میں حجاج ابن عمرو انصاری بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من كسر أو عرَج فقد حل وعليه الحج من قابل انہی سے دوسری روایت میں "أو مرض" کے اضافہ کے ساتھ ہے۔

علامہ عینی نے حصر کی حقیقت پر روشنی اس طرح ڈالی ہے:

"اختلف العلماء في الحصر بأى شئ يكون و بأى معنى يكون فقال قوم يكون الحصر بكل حابس من مرض أو عدو وكسر و ذهاب نفقة ونحوها مما يحصره و يمنعه عن المضى إلى البيت وهو قول أبي حنيفةؒ وأصحابه وروى ذلك عن ابن عباس وابن مسعود و زيد بن ثابت وقال آخرون وهم

Marfat.com

اللیث بن سعد ومالک واحمد وإسحاق لا یکون الإحصار إلا بالعدو فقط ولا یکون بالمرض" (عینی شرح بخاری حاشیہ ابوداؤد ار ۲۵۷)۔

اس وضاحت کے بعد یہ واضح رہے کہ ان دنوں جو سعودی عربیہ میں رہنے والے غیر ملکیوں کے لئے بھی حج کرنے کے لئے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے، بعض لوگ جو حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور قانون کی خلاف ورزی کرنے کے نتیجے میں حکومت کی پکڑ کی زد میں آجاتے ہیں اور واپس بھیج دیئے جاتے ہیں، محصر شمار کئے جائیں گے اور حلال ہونے کے لئے ہدی ارسال کرنا ہوگی اور آئندہ حکومت کی اجازت ملنے پر حج یا عمرہ کا اعادہ لازم ہوگا، مذکورہ صورت میں محصر ہونا حضرات حنفیہ کے یہاں ہے، دوسرے مسالک کے علماء صرف ایک صورت کے پائے جانے پر محصر ہونا بتلاتے ہیں یعنی دشمن کا خوف وخطر اور بیجا مداخلت، لہذا ان کے یہاں مذکورہ صورت میں گرفتار شدہ لوگ محصر نہیں ہوں گے، لیکن موجودہ صورت حال میں مالکیہ اور حنابلہ علماء کو بھی حنفیہؒ کے قول کے اختیار کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے جس کی وجہ ظاہر ہے۔

۸- رمی، ذبح اور حلق میں ترتیب

حج کے ۲۲ واجبات ایسے ہیں جن کے ترک سے دم لازم ہوتا ہے ان میں رمی، ذبح اور حلق بھی ہیں جن میں ترتیب کو حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق واجب بتلایا گیا ہے، یعنی رمی اولاً، ثانیاً ذبح، ثالثاً حلق (شامی ۲/۲۶۷، فتح القدیر ۳/۶۵)، لہذا ان میں اگر ترتیب کو باقی نہیں رکھا گیا تو دم دینا ضروری ہوگا، لیکن حضرات صاحبین کے نزدیک ترتیب کے ترک سے دم لازم نہ ہوگا، کیونکہ ترتیب ان کے یہاں سنت ہے (اور سنت کے ترک سے دم واجب نہیں ہوتا بلکہ واجب کے ترک سے ہوتا ہے) (درمختار ۲/۲۷۴)۔

دور حاضر میں اس ترتیب کی رعایت میں دشواری یہ ہے کہ حجاج کے بے پناہ ازدحام،

Marfat.com

موسم کی شدت، قیام گاہ اور مذبح میں کافی دوری ہونے اور سواری نہ ملنے کی وجہ سے حجاج کے لئے خصوصاً ضعیف ومعذور حجاج کے لئے خود مذبح جا کر قربانی کرنا انتہائی مشکل ہو گیا ہے، اس لئے حجاج عام طور سے قربانی کی رقم ان اداروں کے حوالہ کر کے فارغ ہو جاتے ہیں جو حجاج کی طرف سے نیابۃً قربانی کا نظم کرتے ہیں اور حکومت کی طرف سے اس کے مجاز ہیں، قربانی کا نظم کرنے والے ان ذمہ داروں کے مسلک میں ترتیب واجب نہیں، اس لئے ترتیب کا اہتمام بھی نہیں کرتے۔ اس لئے مزاج شریعت کے مطابق یسر وسہولت کا پہلو اختیار کرتے ہوئے اور حرج سے بچنے کی خاطر ان پریشان کن اعذار کے پیش نظر ضابطہ شرعیہ "المشقة تجلب التيسير" (اصول الفقہ عبد الوہاب خلاف ر ۲۰۹) کے مطابق ترتیب قائم نہ رکھ سکیں تو دوسرے ائمہ کے قول کو اختیار کرنے کی گنجائش ملتی ہے، اسی طرح صاحبین کے قول یعنی حنفیہ کے قول مرجوح پر عمل کی گنجائش ہے۔

چھٹا فقہی اجتماع کے تجویز نمبر ۳ کی عبارت بھی اسی طرح ہے:

''آج کل حجاج کے ازدحام یا دیگر پریشان کن اعذار کے پیش نظر اگر ترتیب قائم نہ رکھ سکیں تو صاحبین کے قول پر عمل کی گنجائش ہے'' (بحث ونظر شمارہ ۳۳۔ جلد ۸ صفحہ ۱۰۵)۔

۹- حج بدل میں تمتع یا قران

حج بدل میں صرف حج اِفراد کرنے کی اجازت ہوتی ہے، البتہ اگر آمر اجازت دیدے تو حج تمتع یا حج قران بھی کر سکتا ہے (ایضاح المناسک ر ۱۷۲ بحوالہ جواہر الفقہ ۱ ر ۵۱۳، ۵۱۴) اور دم شکر حج کرنے والے مامور کے مال میں سے لازم ہوگا، لیکن آمر اپنی خوشی سے اگر دم شکر کی قیمت ادا کر دے تو جائز ہے اور اس زمانہ میں عرف یہی ہے کہ دم شکر آمر کی طرف سے دینے کی اجازت ہوتی ہے، اس لئے صراحۃً اجازت کی ضرورت نہیں، پھر بھی بہتر یہی ہے کہ صراحت سے اجازت حاصل کرلی جائے (ایضاح المناسک ر ۱۷۲ بحوالہ احسن الفتاوی ۴ ر ۵۲۳)۔

Marfat.com

باقی اگر تحقیق سے آمر کے حال کا علم ہو جائے کہ ان کی طرف سے اجازت تمتع کی نہیں ہے تو ماموری پر دم تمتع لازم ہوگا اور رہا حج عن المیت کی صورت میں تمتع کا مسئلہ تو عرفا اجازت عن المیت سمجھی جائے گی اور بہتر یہی ہے کہ مامور خود ادا کرے۔

۱۰- حالت حیض میں طواف زیارت

اگر طواف زیارت سے قبل کسی عورت کو حیض آجائے تو اس پر ایسی تدبیر اختیار کرنا ضروری ہے جس سے وہ پاک ہونے کے بعد طواف زیارت کرنے کے بعد مکہ مکرمہ سے واپس ہو سکے، جیسے ٹکٹ یا ویزا کی تاریخ بڑھانا، یا حج کمیٹی سے روانگی کو موخر کرانا وغیرہ اور اگر کوئی ایسی صورت ممکن نہ ہو سکے اور دوبارہ وطن سے واپسی بھی مشکل ہو اور وہ حالت حیض ہی میں طواف زیارت کر لے تو اگر چہ وہ گنہگار ہوگی لیکن اس کا یہ طواف زیارت شرعاً معتبر ہو جائے گا اور وہ پوری طرح حلال ہو جائے گی مگر اس پر ایک بدنہ (بڑے جانور) کی قربانی جنایت میں لازم ہوگی اور اگر قربانی نہیں کی جا سکی اور وہ کسی بھی موقع پر طواف زیارت کا اعادہ کر لے تو بدنہ کا وجوب اس سے ساقط ہو جائے گا (چھٹا فقہی اجتماع دیوبند تجویز نمبر ۵، بحث ونظر صفحہ ۱۰۵، شمارہ ۳۲ جلد ۸) جنایت میں جو قربانی لازم ہوگی اس کا حرم مکہ میں ذبح کرنا ضروری ہوگا، پھر یہ کہ ایام نحر کے اندر قربانی ضروری ہے، اگر ایام نحر کے باہر کیا تو دوہری جنایت ہوئی، لہذا دوہری قربانی کرنی ہوگی (ایضاح المناسک ۱۶۴، بحوالہ شرح نقایہ ۱/ ۲۱۴، مرقات ۵/ ۳۲۳) اور جنایت کے نتیجہ میں جو بدنہ (یعنی ایک بڑا جانور گائے، بھینس یا اونٹ) ہوتا ہے اس کے لئے حدود حرم تو ضروری ہے لیکن موسم حج کا ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ کسی بھی زمانہ میں اس کی قربانی کی جا سکتی ہے (ایضاح المناسک ۱۰۶، بحوالہ شامی ۲/ ۵۱۹، معارف السنن ۶/ ۳۵۸)۔

۱۱- سفر حج وعمرہ میں رکاوٹ

سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر یا محرم کا انتقال ہو جائے تو وہ محصر سمجھی جائے گی،

Marfat.com

ایسی حالت میں یعنی بلامحرم یا شوہر کے حج یا عمرہ ادا نہیں کرسکتی اور محصر کے جو احکام ہیں تفصیلاً نمبر ۷ میں مذکور ہوئے۔

۱۲- حج کا سفر کرنے والا مکہ میں پندرہ یوم قیام سے قبل منیٰ میں

منیٰ وادی محسر سے جمرہ عقبہ تک دوطرفہ پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع میدان ہے اور یہ میدان مسجد حرام سے ۳ میل کے فاصلہ پر ہے (ایضاح المناسک/۴۵)، یعنی مکۃ المکرّمہ اور منیٰ کے درمیان مسافت سفر نہیں ہے اور ان دنوں تو دونوں کی آبادی متصل ہوگئی ہے، یا کہا جائے کہ مکہ شہر پھیلتے ہوئے منیٰ کی آبادی کے متصل ہوگیا ہے، گویا اب دونوں ایک ہی جگہ ہیں۔

لہذا حج کا سفر کرنے والا جو ایام حج یعنی ۷/۸/ذی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵ یوم قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہوجاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے تو وہ مقیم ہوگا جبکہ اس نے پندرہ یوم مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کی نیت کی ہو اور قیام مکہ ومنیٰ کا مجموعہ پندرہ یوم یا زیادہ ہوجاتے ہوں۔

Marfat.com

حج وعمرہ کے مسائل

مولانا محمد ارشاد القاسمی ☆

۱- جو لوگ حرم مکہ میں داخل ہو رہے ہوں خواہ ان کی نیت حج وعمرہ کی نہ ہو بلکہ تجارت و ملاقات یا اور کسی مقصد سے جانا ہو رہا ہو، ان پر بھی عند الاحناف احرام کی پابندی لازم ہے، اس کے خلاف کی صورت میں ان پر دم لازم آئے گا۔ ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء کے یہاں وہ بلا احرام کے داخل ہو سکتے ہیں ان پر دم نہیں۔

ہدایہ میں ہے:

"ثم الآفاقی إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج والعمرة أو لم يقصد عندنا" (بنایہ ۳/ ۳۵۴)۔

فتح القدیر میں ہے:

"من أتى ميقاتاً منها لقصد مكة وجب عليه الإحرام" (۴۲۶/۲)۔

"ولزوم الدم بالتاخير أى بتأخر الإحرام عنها" (شرح اللباب / ۵۵)۔

۲- وہ حضرات جو حج وعمرہ کی نیت سے نہیں آرہے ہوں اور ان کو کثرت سے حرم مکی میں آمد و رفت کی ضرورت پڑتی ہو، ان میں متعدد بار آتے جاتے رہتے ہوں، جیسے ڈرائیور، ایجنٹ وغیرہ، وہ اس احرام کے قاعدہ سے مستثنیٰ کئے جا سکتے ہیں۔

"كذا فى عمدة القارى، قال أبوعمر لا أعلم خلافاً بين الأمصار فى

☆ مدرسہ ریاض العلوم جونپور، یوپی۔

Marfat.com

الحطابين ومن يدمن الاختلاف إلى مكة و يكثره في اليوم والليلة لا يؤمرون بذلك لما عليهم فيه من المشقة"(۸/ ۳۹۰)۔

الہدی الساری حاشیہ فیض الباری میں ہے:

"ولمعارض الأدلة اختلف قول العلماء والاحتياط للإحرام إلا من كثر دخوله فيرتفع المشقة"(۱۳۹/۳)۔

۳- مقیم مکہ جو حج کا ارادہ رکھتے ہوں، اشہر حج کے بعد ان کے لئے عمرہ کرنا اور تمتع و قران کی گنجائش ہے۔

"والمكي يعتمر في أشهر الحج لا يكره له ذلك، ولكن لا يدرك فضيلة التمتع" (حاشیہ إرشاد الساری/ ۱۸۴)۔

"وقد بينا أن المكي إذا خرج من الميقات ثم قرن حجة وعمرة كان قارناً"(ص/ ۱۸۵۔أیضا)۔

ابن نجیم لکھتے ہیں:

"وبهذا عرف أنه يتصور الجمع بين العمرة والحج في حق المكي لكن لا على وجه التمتع والقران (أي المسنون)" (منحۃ الخالق ۲/ ۳۹۳)۔

۴- مقیم مکہ جو اسی سال حج کا ارادہ رکھتے ہوں، وہ کسی ضرورت سے اشہر حرم میں میقات سے باہر گئے تو وہ عمرہ کے احرام سے میقات میں داخل ہو کر حرم مکی میں آسکتے ہیں اور حج کی وجہ سے ان پر دم جنایت لازم نہیں۔ کذا فی شرح اللباب:

"إن المكي إذا خرج إلى بعض الآفاق لحاجة ثم رجع وأحرم بالعمرة في أشهر الحج ثم حج من عامه لم يلزمه الدم باتفاق الأربعة(ص/۱۹۱)۔

۵- تمتع کرنے والا آفاقی عمرہ سے فارغ ہو کر احرام حج سے قبل مزید عمرے بلا کراہت کر سکتا ہے۔

Marfat.com

علامہ شامی حاشیہ البحر الرائق میں ذکر کرتے ہیں:

"وهذا المتمتع آفاقی غير ممنوع من العمرة فجاز له تكرارها لأنها عبادة مستقلة أيضاً كالطواف" (منحۃ الخالق حاشیہ البحر الرائق ۲/ ۳۹۳)۔

۶: الف- عمل رمی میں دوسرا شخص شرطوں کے ساتھ رمی کرسکتا ہے۔

ب- مریض اور معذور کے لئے کوئی نائب بن کر رمی کرسکتا ہے اور معذوری کی حد یہ ہے کہ وہ چلنے اور جمرات تک جانے کی صلاحیت و طاقت نہ رکھتا ہو، حاملہ عورت جو حمل کی وجہ سے، نیز ہر ضعیف جو جمرات تک نہ جاسکتے ہوں، اسی طرح محبوس قیدی کی جانب سے بھی نیابت ہوسکتی ہے۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے: "تجوز الإنابة فی الرمی لمن عجز عن الرمی بنفسه لمرض أو حبس أو كبر سن وللمحبوس و كبير سن والحمل أن يوكل عنه من يرمی عنه الجمرات كلها" (ص/ ۱۹۴)۔

ازدحام کی وجہ سے نیابت نہیں ہوسکتی، ازدحام کوئی معقول عذر نہیں، کما فی الفتاویٰ الرحیمیہ۔ ازدحام کی وجہ سے دوسرا شخص رمی نہیں کرسکتا (۵/ ۲۳۶)۔

۷- جسے حکومت پکڑے اور گرفتار کرے یا واپس کردے وہ محصر ہوجائے گا۔

ان کا احرام اس طرح ختم ہوگا کہ وہ حرم میں قربانی کے لئے بکرا یا اس کی قیمت بھیج دیں اور آئندہ عمرہ کی صورت میں عمرہ یا حج کی صورت میں عمرہ وحج کی قضا کرنا ہوگی۔

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ترتیب واجب ہے اور اس کے خلاف پر دم واجب ہے، صاحبین کے نزدیک ترتیب مسنون ہے، اور ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء مجتہدین کے نزدیک مسنون اور اس کے خلاف پر دم نہیں ہے، مصالح ناس وزمانہ ودفع حرج اور وقت کی رعایت کرتے ہوئے صاحبین کے قول پر فتویٰ کی گنجائش ہے، چونکہ حنفیہ کے مسلک میں حضرات صاحبین کا قول عدم وجوب کا ہے، اسی طرح دیگر جماہیر بھی

Marfat.com

اسی کے قائل ہیں اس لئے مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر اس قول کو لیا جا سکتا ہے۔ ابن نجیم لکھتے ہیں:

"وعندهما لايلزم شئ بتقديم نسک علی نسک" (البحر الرائق ۳/۲۶)۔

طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

"وعندهما لايلزم بالتأخير فی المناسک شئ" (۱/۵۲۵)۔

ابن ہمام لکھتے ہیں احتمال ہے کہ صاحبین کا مسلک سنیت ترتیب کا ہو:

"وإن ذلک الترتيب مسنون لا واجب والحق أنه يحتمل أن يكون كذلک" (فتح القدیر ۳/۶۲)۔

لہذا: "لو أفتى مفت بشئ من هذه الأقوال فی مواضع الضرورة طلباً للتيسير كان حسناً" (شامی ۱/۲۴)۔

اسی طرح:

"المفتی إنما يفتی بما يقع عنده من المصلحة" (عمدۃ الرعایۃ/۱۴)۔

۹- آج کل کسی کو حج بدل کے لئے بھیجنا عرفاً حج تمتع تصور کیا جائے گا جبکہ یہی رائج ہے اور شرعاً آمر کی اجازت سے مشروع بھی ہے کہ إفراد کی صورت میں طول احرام کا برداشت کرنا مشکل ہے۔

الف- آمر کی اجازت سے تمتع کر سکتا ہے، قاضی خاں میں ہے:

"فيقول حج عنی بهذا المال كيف شئت إن شئت حجة وإن شئت حجة وعمرة" (علی حاشیۃ عالمگیری ۱/۳۰۷)۔

جواہر الفقہ میں ہے:

آمر اجازت دیدے تو قران وتمتع دونوں جائز ہونا چاہئے (۱/۵۱۳)۔

ب- صریح اجازت کے علاوہ دلالۃً وعرفاً اگر اجازت متصور ہو تو تمتع کر سکتا ہے۔

Marfat.com

ج- تعلقات یا ایسے احوال ہوں جن کی بنیاد پر ظن غالب ہو کہ اس کی اجازت بلاشبہ ہو جائے گی تو تمتع کی اجازت ہے۔

د- بہر صورت مامور کے ذمہ ہوگا، آمر تبرعاً دیدے تو فبہا ورنہ مطالبہ نہیں کرسکتا۔

ھ- تمتع کی گنجائش ہے اس لئے کوئی پریشانی نہیں۔

و- حج عن المیت کی صورت میں میت کی اجازت ہو تو تمتع کرسکتا ہے۔

ب، ج- احسن الفتاویٰ میں ہے: اس زمانہ میں عرفاً آمر کی طرف سے تمتع وقران ودم شکر کا اذن ثابت ہے، اس لئے صراحۃً اذن ضروری نہیں۔ مع ہذا صراحۃً اذن حاصل کرلینا بہتر ہے (۴/ ۵۱۳) یا عام اجازت لے لے تو تمتع کی گنجائش نکل آئے گی، کما فی شرح اللباب:

"قال الشيخ الإمام أبوبكر محمد بن الفضل إذا أمره غيرهٗ أن يحج عنه ينبغي أن يفوض الأمر إلى المأمور" (ص/ ۳۰۴)۔

د- شرح لباب میں ہے:

"حتى لو أمره بالقران أو التمتع فالدم على المأمور" (ص/ ۳۰۵) (اگر آمر اس کو قران یا تمتع کا حکم کرے تو دم مامور (حج کرنے والے) پر ہوگا)۔

اور ردالمحتار میں ہے: "ودم التمتع والقران على الحاج" (۲/ ۶۱۱)۔

و- افراد کے حکم کی صورت میں قران وتمتع درست نہ ہوگا، "فلو أمره بالإفراد فقرن أو تمتع ولو للميت لم يقع عنه"۔

اور اجازت سے ہو جائے گا:

"لأن الميت لو أمره بالتمتع فتمتع المأمور صح ولا يكون مخالفا" (ارشاد الساری ص/ ۳۰۴)۔

۱۰- اگر کوئی عورت طواف زیارت نہ کرسکی کہ حیض یا نفاس شروع ہوگیا، ادھر مدت اقامت کی تاریخ ختم ہوگئی کہ رک نہیں سکتی، پاکی کے انتظار تک رہنا اس کے اختیار میں نہیں،

Marfat.com

دوبارہ آکر اس فریضہ کو ادا کرنا استطاعت سے باہر ہو، تو ایسی عورت اسی حالت میں گناہ سمجھتے ہوئے غسل کر کے مضبوطی سے کپڑا باندھ کر طواف کر کے حلال ہو جائے۔

الف- ہاں صورت مذکورہ میں ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

"لو همّ الركب على القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف أم لا، قالوا يقال لها لا يحل لك دخول المسجد وإن دخلتِ وطفت اثمتِ وصح طوافك" (شامی ۲/۵۱۹)۔

ب- ہاں رکن ادا ہو جائے گا اور دم لازم ہوگا۔

"كما في الشامي: وصح طوافك و عليك ذبح بدنة" (۲/۵۱۹)۔

ج- بدنہ یعنی گائے اونٹ ذبح کرنا ہوگا، بکرا کافی نہ ہوگا۔

"والشاة تجوز في كل شئ إلا في طواف الركن جنبا" (البحر الرائق ۳/۲۶)۔

د- قربانی کی ادائیگی مکہ میں ہی ہوگی۔ احکام القرآن میں ہے:

"ذبحه في الحرم بالاتفاق سواء وجب شكراً أو جبراً" (۲/٦٦٧)۔

درمختار میں ہے: "ويتعين الحرم لا منى" (۲/٦١٦)۔

۱۱- سفر حج میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور مکہ مکرمہ قریب ہے، سفر شرعی کی مسافت میں نہیں ہے تو یہ عورت حج کرسکتی ہے۔

حاشیہ شرح لباب میں ہے:

"أو مات عنها فإن كان إلى منزلها أقل من مدة السفر وإلى مكة فإنه يجب أن تعود إلى منزلها وإن كانت إلى مكة مضت إلى مكة" (ص/۴۰، ہکذا فی الشامیۃ ۱/۵۳۸)۔

"وإن حجت وهي في العدة جاز حجها و كانت عاصية" (ارشاد الساری إلی مناسک ملا علی قاری/ص ۳۹)۔

Marfat.com

۱۲- منیٰ کی آبادی کے اتصال سے اس وقت توابع شہر اور فناء شہر میں داخل ہو کر مقیم ہوگا جبکہ اتصال سے وہاں عرفاً اور حکومت و سرکاری امور میں بھی اسے شہر مکہ کے تابع سمجھا جانے لگے، مطلق اتصال موثر نہیں، کذا فی جواہر الفقہ، جن کے نام اور احکام اور تمام کاروبار جدا ہوں ایک جگہ متصور نہ ہوں گے (۲۹۱/۴)۔

۱۳- احناف وتر میں شوافع کی اقتداء اس وقت نہیں کر سکتے جبکہ وہ فصل سے پڑھتے ہوں۔

علامہ ابن نجیم بحر میں ذکر کرتے ہیں:

"فظهر بهذا أن المذهب الصحيح صحة الاقتداء بالشافعي في الوتر إن لم يسلم على رأس الركعتين وعدمها إن سلم" (۴۲/۱، ہکذا فی فتح القدیر ۳۸۱/۱، الشامی ۸/۲)۔

Marfat.com

مناقشہ:

حج وعمرہ - موجودہ حالات کے پس منظر میں

یہ رجحان پیدا ہونا سہولت پسندی کا باعث بن جائے گی اور سارے لوگ اپنے خیموں میں بیٹھ کر آرام کریں گے اور ذبح قربانی جس کے لئے یہ بھی ہے کہ بھئی اپنے سامنے کھڑے ہو کر خود اپنے ہاتھ سے کرو اور اپنے ہاتھ سے نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کو دیکھو کہ تمہارے سامنے قربانی کی جارہی ہے، یہ صورتحال ہے خطرناک، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ حج کے مسائل پر غور کرتے وقت آپ سب سے ایک درخواست تو یہ ہے کہ ان چیزوں پر غور بھی کیجئے، نہ وہ سہوت جو مہلک ہے اور نہ وہ سہولت پسندی جو عبادت کی روح کو ختم کر دیتی ہے، ان کو سامنے رکھ کر واقعات وحقائق اور مشکلات کو سامنے رکھ کر احکام شرع کی گنجائشوں کو سامنے رکھ کر کوئی فیصلہ کریں اور اگر مناسب سمجھیں تو جتنا میں نے عرض کیا ہے اس کو تمہید کے طور پر ضرور ان تجاویز کے ساتھ ملحق کیا جائے اگر آپ کو اتفاق ہو تو.........

اس سلسلہ میں ایک بات اور میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہم مسائل حج پر بحث کرنے بیٹھے ہیں تو اتفاق سے یہ سوال تو آپ نے طے کیا تھا ایک سال پہلے، موضوعات کو اتفاق سے یہ مسئلہ ادارہ المباحث الفقہیہ جو جمعیۃ علماء ہند کے تحت ہے، وہاں بھی زیر بحث آیا ہے اور ہمارے علماء نے کچھ فیصلے کئے ہیں، میں نے قصداً ان فیصلوں کو بحث ونظر کے صفحات میں محفوظ کر دیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ فیصلہ کرتے وقت ہمیں ان فیصلوں کو بھی سامنے رکھنا چاہئے، اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت سے نکات میں شاید آپ کا ان سے، ان فیصلوں سے اتفاق ہوگا، بہتر ہے کہ ہم علماء کی زبانیں مختلف نہ رہیں آپ دیکھ لیجئے جہاں کہیں ناگزیر ہے اختلاف تو دوسری

Marfat.com

بات ہے، لیکن اگر عام حالات میں اس فتوی سے آپ حضرات کو بھی اتفاق ہو تو ہمیں اس کو بھی سامنے رکھنا چاہئے۔

اس کے بعد عرض پیش کیا گیا۔

جو لوگ مکہ کے اصلا رہنے والے ہیں، یا وہاں مقیم ہیں، اصلا ان کے لئے تمتع نہیں ہے، اس لئے انہیں اشہر حج میں عمرہ نہیں کرنا ہے، وہ شخص جس پر اس سال حج فرض ہے اور وہ اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے اسے اشہر حج میں میقات سے باہر جانے سے پرہیز کرنا چاہئے، اور اگر وہ تجارتی، دفتری اور اپنی پیشہ ورانہ مجبوریوں کے باعث باہر جانے پر مجبور ہے تو وہ تجویز... قاضی صاحب بار بار کیا اشہر حج میں جانا ہے اس کو...... ارے بھئی، ایک ہی بار جانا ہے تو عمرہ تو کرنا پڑے گا اس کو..... اگر عام طور پر وہ جائے تو عمرہ کرے گا ورنہ اگر حج کا ارادہ ہے تو عمرہ نہ کرے، میری بات سنئے اگر کسی شخص پر حج فرض ہے اور وہ اس سال اس کو ادا کرنا چاہتا ہے، لیکن اس کو.... حج میں باہر نہیں جانا چاہئے، لیکن اگر اس کی تجارتی، پیشہ ورانہ اور دفتری مجبوریوں کے تحت اس کو باہر جانا پڑتا ہے تو وہ جائے لیکن نمبر ا..... دے چکے ہیں اس کے تحت وہ احرام نہیں باندھے گا، بلکہ بغیر احرام کے داخل ہو جائے گا اور وہ عمرہ نہیں کرے گا اور حج کر لے..... کیا بار بار نمبر ا تو لکھا ہوا ہے نہ اس میں نمبر ا میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ موجودہ حالات میں جب کہ حجاج، دفاتر میں کام کرنے والے.... ٹیکسی چلانے والے دیگر کام کرنے والے، کبھی ہر روز کبھی ہر دوسرے تیسرے روز جاتے ہیں تو بار بار کا مسئلہ تو عذر سے متعلق ہے۔ یہاں تو عذر دوسرا ہے، ایک طرف آپ کہتے ہیں کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل نہ ہو چاہے مکی ہی کیوں نہ ہو، اور دوسری طرف آپ یہ کہتے ہیں کہ وہ تمتع کر ہی نہیں سکتا، تو اب مصیبت یہ ہے کہ وہ مکہ میں رہتا ہے، اس کا آفس ریاض میں ہے، اس کو جانا ہے، کسی تجارتی کام کے لئے اس کو مدینہ جانا ہے، جانے دیجئے، مکہ مدینہ، ریاض تو دور ہے، اس کو طائف جانا ہے، اس کی دفتری اور پیشہ ورانہ ضرورتیں اس کی متقاضی ہیں کہ جائے اب یا تو ہم اس کو حکم دیں کہ جاؤ ہی مت چاہے کیسی ہی ضرورت کیوں نہ ہو، چاہے

Marfat.com

نوکری کیوں نہ چھوڑنی پڑے یا ہم اس کو یہ اجازت دیں کہ اچھا بھئی تم عمرہ کرو اور تمتع کرلو یا ہم کہیں کہ صاحب تم پر عمرہ نہیں ہے، تم احرام باندھ کے مت آؤ، تم عمرہ مت کرو، تو سیدھے حج کرنا، یہ خلاصہ ہے..... یہاں تو بحث دوسری ہے۔

تمتع کرلے وہ تمتع کرلے..... مکہ ہی کا ہے وہ..... بہر حال اس وقت......

مولانا.... ایک منٹ مسئلہ درپیش یہ ہے کہ ہمارے نقطۂ نظر سے کوئی بھی شخص مکہ میں رہتا ہی ہو یا اصل باشندہ ہو.... وہاں سے باہر آتا ہے تو اس کو مکہ میں جانا ہے احرام باندھ کر اور عمرہ کرنا ہے، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مکی تمتع نہیں کرسکتا، مشکل یہ آپڑی ہے کہ اگر وہ مکی ہے، اور وہ.... جس پر حج نفلی ہے، اس کو تو ہم نے چھوڑ دیا، اس پر حج فرض بھی اور حج کی فرضیت علی الفور ہوتی ہے، اب اگر وہ باہر ضرورت کے لئے نہ جائے تو یہ بھی مشکل اور اگر جائے تو دوسری مشکل کہ حج نہیں کرسکتا، اس سال اور بغیر احرام نہیں آسکتا۔ ان شرائط کے ساتھ کہ جس پر حج فرض ہو اور اس سال وہ حج کرنا چاہ رہا ہو اور وہ اپنی کسی ضرورت یا مجبوری کے تحت اس کو اشہر حج میں حرم سے باہر جانا پڑا، تو وہ احرام کے ساتھ آنے کے بجائے پہلی رعایت سے فائدہ اٹھائے بغیر احرام آئے اور اس سال حج ادا کرلے یہ ہے خلاصہ اس پوری بحث کا.... ضرور لکھ کر دیجئے جزاکم اللہ.... اور بھی کوئی..... ہے کیا حل نکالا ہمارے دوست نے واہ! مولانا شیر علی صاحب کا فرمانا یہ ہے کہ اگر وہ شخص اپنی ضرورت کے تحت میقات سے باہر چلا گیا اشہر حج میں اور وہ واپس آیا تو اس کو مکی شمار کرنے کے بجائے آفاقی شمار کیا جائے گا، جیسے آفاقی کے لئے تمتع ہے ویسے ہی اس کے لئے بھی تمتع ہوگا، یہ فرمارہے ہیں، نہ؟ آپ کی وکالت صحیح کی میں نے، اچھی بات ہے، بات بہت اچھی کہی انہوں نے..... مسئلہ کا حل ہے راستہ ہے، بہر حال اب..... دیکھئے اس میں ایک ہی نقطہ نظر ہے جو ایک مفید چیز بن سکتی ہے وہ الماس صحیح... اگر اس اصطلاح کی صحیح تشریح ہم لوگ سمجھ سکیں اور کرسکیں تو مسئلہ میں شاید زیادہ سہولت ہو ورنہ جو تجویز ہے کہ دو مصیبتوں کے درمیان گھرا ہوا ہے باہر جانے کے بعد آنے..... اس کو عمرہ کرنا ہے اور تمتع کر نہیں سکتا، اپنی دوسروں کو سناتے ہو، دوسروں کی سنتے

Marfat.com

ہی نہیں ہو، چلئے، اس میں ایک لفظ ہمارے مولانا مفتی نسیم صاحب نے لکھا ہے کہ فقہ شافعی کا حوالہ دیا گیا ہے، مگر خود فقہ حنفی میں بھی ضرورتاً روزمرہ آنے جانے والوں کے لئے اجازت ہے، تو کیوں نہیں اس عبارت میں یہ لکھا جائے کہ.... سیاسی اغراض سے یا وغیرہ وغیرہ روزمرہ جانے والوں کے لئے ہر بار حدود حرم میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنے میں حرج ومشقت ہے، اس لئے دفع حرج اور رفع مشقت کے لئے ان لوگوں کے لئے بغیر احرام باندھے حدود حرم میں داخل ہونے کی گنجائش ہوگی۔ مولانا آپ سے میری یہ درخواست ہے ہم لوگ پہلے اس کام کو ختم کر لیتے ہیں، افسوس ہے کہ میری آپ سے بات نہیں ہوسکی، ہم اور آپ بیٹھ کر فراغت کے بعد بات کر لیں اگر ہماری اور آپ کی گفتگو اور مولانا بھی رہیں گے اور اس کے بعد بھی ضرورت اگر آپ کے کسی اختلافی نوٹ کی ہے تو آپ تحریر فرمادیں گے تو پوری امانت داری کے ساتھ اس کو عرض تجویز کے ساتھ لگا دیا جائے گا۔

مولانا محی الدین صاحب

رمی کے بارے میں نیابت کے سلسلہ میں جواز دحام کی بات آئی ہے کہ ازدحام کو عذر قرار دیا جائے تو ٹھیک ہے، ازدحام عذر ہوسکتا ہے، لیکن اس کے لئے یہ قید رکھی جائے کہ اگر رات تک بھی رمی کرنا ناممکن ہو اور اسے کمزور لوگ مشکل سے نہیں کر سکتے تو پھر نائب بنائیں، ایک واقعہ سناؤں، میں حج میں گیا دو سال پہلے، ہمارے کچھ ساتھی تھے، اور وہ ساتھی ایسے تھے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حج کر لیا تھا، اس وقت انہوں نے نیابت کر لی اور اس کے بعد رمی جمرہ عقبہ میں انہوں نے نیابت کر لی، اب دوسرے دن میرے سامنے بات آئی تو میں نے کہا کہ بھئی نیابت تو نہیں ہوگی، انہوں نے کہا کہ آپ کیوں انکار کرتے ہیں میں نے.... علماء سے پوچھا وہ کہتے ہیں جائز ہے، اب وہ ہٹے کٹے آدمی بالکل صرف اتنا کہ جانے میں دشواری تھی اور سخت گرمی کا مسئلہ تھا، بہر حال... یوں..... ہوا کہ لوگ گیارہ بارہ تاریخ کو..... میرے ساتھ آئے اور انہوں

Marfat.com

نے.....تو جیسے قاضی صاحب نے پہلے ہی توجہ دلائی ہے اور اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے وقوف مزدلفہ کو تو مشروع قرار دیا، لیکن عورتوں بچوں اور کمزوروں کے لئے ازدحام کی بنیاد پر وقوف مزدلفہ بھی چھڑوایا، لیکن رمی کے متعلق نیابت کے بارے میں نہیں کہا کہ تم نائب بنالو، اس لئے اس سے رمی کی اہمیت سامنے آتی ہے کہ ایک اچھا.....بڑا منصب ہے تو اس لئے مطلقا یہ ازدحام والی بات نہ رکھی جائے بلکہ یہ قید لگائی جائے کہ رات تک بھی کوئی رمی نہ کر سکے اور اتنا ازدحام ہو کہ پہنچ نہ سکے تو اپنی طرف سے نائب بنالے، یہ ایک چیز ہونی چاہئے، مولانا محی الدین صاحب نے فرمایا ہے کہ مولانا زبیر صاحب نے وقوع ازدحام کی وجہ سے گنجائش کا ذکر کیا ہے، رمی میں نیابت کے لئے فرماتے ہیں، کہ اس میں یہ قید ہونی چاہئے کہ ازدحام اتنا زیادہ ہو کہ وقت گزرنے کے ساتھ یعنی غروب آفتاب کے بعد بھی ممکن نہ ہو اور آدمی اپنے حالات کے اعتبار سے انتہائی ضعف کا شکار ہو، تب گنجائش دی جانی چاہئے ورنہ نہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

اولا تو ابھی مولانا محی الدین صاحب نے جو تجویز پیش فرمائی کہ اگر ازدحام غروب آفتاب کے بعد تک باقی رہے تب ہی اسے عذر تسلیم کرنا چاہئے رمی میں نیابت کے لئے، میرے خیال میں یہ بہت معقول بات ہے، اور اگر وقت کا تھوڑا سا لوگ اہتمام کرلیں تو رات کے وقت رمی کرنے میں دقت نہیں ہوتی ہے، خواتین اور مریض لوگ ہی رمی کر سکتے ہیں.....دوسری بات یہ ہے کہ یہ جو سوال آیا تھا کہ جدہ وغیرہ کے جن لوگوں کو سعودی قانون کے تحت حج میں جانے سے روک دیا جاتا ہے، ان کے لئے بعض لوگوں نے یہ تجویز پیش کی ہے، تو میں نے اپنی تحریر میں ایک بات پیش کی تھی.....ہمارے فقہاء کے یہاں احرام کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب آدمی تلبیہ کہے تو جن حضرات کو یہ اندیشہ ہو کہ پولیس چوکی پر چیک پوسٹ سے ان کو واپس کردیا جائے گا، اگر وہ احرام کے کپڑے پہن لیں اور تلبیہ اس وقت تک نہ کہیں جب تک چیک پوسٹ سے آگے نہ بڑھ

Marfat.com

جائیں تو نہ احصار کا تحقق ہوگا نہ ان پر دم واجب ہوگا اور نہ ان کو کوئی دقت پیش آئے گی۔ تو اگر یہ صورتحال لوگوں کو بتائی جائے کہ تلبیہ سے اپنے آپ کو روکے رکھیں، جب تک کہ چیک پوسٹ سے نہ نکل جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی دقت کا بہت آسان حل ہوگا۔

میقات سے آگے ہونے کے بعد نہیں جو لوگ کم سے کم حدود حل کے اندر رہتے ہوں یعنی میقات کے قریب رہتے ہوں، ان کے لئے تو کم سے کم اس کی گنجائش ہو جاتی ہے، سہولت ہوگی، مولانا خالد صاحب فرما رہے ہیں کہ حکومت کی طرف سے پابندی کا جو مسئلہ آیا ہے اور اس کی وجہ سے احصار کا تو اس میں ایک صورت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ جو لوگ سفر کریں وہ احرام جب باندھیں تو ہمارے یہاں یعنی عند الحنفیۃ انعقاد احرام کے لئے تلبیہ کی شرط ہے، تو جب تک چیک پوسٹ جہاں سے واپس کرنے کے امکانات ہوتے ہیں، وہاں نہ پہنچیں، اس وقت تک تلبیہ کو مؤخر کر دیں، اور اس کے بعد تلبیہ کہیں، اور پھر ان کے احرام کا انعقاد ہوگا، ......لیکن معاملہ یہ ہے کہ جو لوگ جدہ میں رہتے ہیں یا اس کے آگے رہتے ہیں، اس طرح ان کے لئے بھی یہ چیز سوچی جا سکتی ہے، ....لیکن یہ قانون پوری مملکت کا ہے، اور حج کے زمانہ میں غالباً صرف ایسا نہیں ہے کہ حرم کے آس پاس کے جو چیک پوسٹ ہیں وہیں روک لگی ہوتی ہو بلکہ اور جہاں جہاں بھی ایسے مواقع ہیں وہاں بھی روک ٹوک ہوتی ہے، بہر حال میری ایک (خالد صاحب) تجویز یہ ہے کہ جن لوگوں کے لئے ایسا ممکن ہو اس مسئلہ میں بھی خود حنفیہ کے یہاں ایک قول کے مطابق گنجائش ہے، دوسرے حضرات کے یہاں تو ہے ہی، اس سے اور یہ گویا کتابوں میں مذکور ہے، فقہاء کے یہاں آیا ہے، احرام کے ساتھ شرط لگانے کا مسئلہ، ہمارے یہاں بھی موجود ہے۔

مولانا ثناء الہدی قاسمی صاحب

مفتی انور علی صاحب نے جو عرض پیش کیا ہے کہ متمتع مزید عمرہ کر سکتا ہے یا نہیں، انہوں نے ساری توجہ اور سارے دلائل تکرار عمرہ کے بیان میں پیش کئے ہیں، اس مسئلہ میں مجھے یہ

Marfat.com

اطلاع تو نہیں ہے کہ حج کے بعد مزید عمرہ کرسکتا ہے.... بات یہ ہے کہ کیا حج کے پہلے دوسرا عمرہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ کا کوئی جزئیہ اگر کسی کے پاس ہو تو برائے مہربانی بیان کرے۔

قاضی صاحب

عمرہ جو سال میں پانچ دن ممنوع ہے، باقی ایام میں جائز ہے، اور کوئی وجہ نہیں کہ متمتع کو عمرہ سے روکا جائے، اس لئے صاحب.......... کی عبارت کو لوگوں نے مفصل نقل کیا ہے، پوری بحث ارشاد الساری میں پڑھیں آپ انشاء اللہ بہت ساری چیزیں آپ کو ملیں گی، قاضی صاحب پہلی بات یہ بھی طے کرنا ضروری ہے کہ جب حکومت سعودیہ ان کو منع کرتی ہے انتظامات کی سہولت کے لئے، اگر عدد حجاج پر کنٹرول کیا جارہا ہے اور یہ بالکل مصالح کے مطابق ہے، ایسی حالت میں کیا ایسے لوگوں کے لئے جو ان ممالک میں رہتے ہیں، ہر سال حج کرنا اور حکومت سعودیہ کے اس امر کی مخالفت کرنا کیا صحیح ہے؟ اس لئے پہلی بات کہ اگر حکومت سعودیہ اذن نہیں دیتی تو خدا کے واسطے وہ نہ جائیں اور اگر جائیں تو پھر تجاوز میقات جیسا کہ قاضی صاحب نے فرمایا کہ یہ جو مسئلہ ہے احرام کا اور حکومت کی طرف سے پابندی کا، اس میں پہلی بات یہ غور کرنے کی ہے اور طے کرنے کی ہے کہ حکومت سعودیہ جو اس سلسلہ میں پابندی لگا رہی ہے اور محض انتظامات کی وجہ سے جو واقعات پیش آتے ہیں، ان کے پیش نظر تو حکومت کی طرف سے اس پابندی کے بعد آیا وہاں کے لوگوں کے لئے سفر کا اقدام حج یا عمرہ کے لئے درست ہے نہیں؟

مولانا ارشاد صاحب

ایسا ہے حرام تو نہیں کہا جاسکتا، خلاف اولیٰ کہا جائے گا، **لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة**، مگر احرام باندھ لے گا تو اس کا اعتبار کیا جائے گا، قاضی صاحب فرماتے ہیں، ویسے صاحب آمر کی بات ماننا ضروری ہے غالباً آج کل کے لئے.... **يا أيها الذين آمنوا أطيعو** کے تحت۔

Marfat.com

اگر اس کو لازم نہیں قرار دیں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جملہ انتظامات برباد ہو جائیں گے اور کوئی تنظیم ہماری عبادت میں باقی نہیں رہے گی، اور بے پناہ لوگ جائیں گے اور انتظام کیا گیا ہے سو لوگوں کا اور آپ جائیں گے ایک ہزار آدمی، سارا انتظام برباد ہوگا، حجاج کو دقت ہوگی، یہ امر بالمعروف ہے، یہ امر بالمنکر نہیں ہے، اور اگر امیر یا انتظامیہ امر بالمعروف کرتی ہے تو اس کی اطاعت واجب ہونی چاہئے اگر کوئی کہتا ہے کہ اس کی کوئی نظیر ہے تو ٹھیک ہے۔

اس کے خلاف ایک نظیر یہ ہے کہ اگر غلام کو آقا یا بیوی کو شوہر کے اور اس کے اندر بھی اس کے نزدیک کوئی حکمت یا مصلحت ہو اور اس کے باوجود وہ احرام باندھ لے تو احرام کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح احرام کے احکام اس پر عائد ہوں گے یا نہیں، یہاں تو بحث ہے کہ اگر مخالفت کر کے بھی احرام باندھ لیا تو کیا حکم ہوگا؟ گناہ ہو نہ ہو یہ تو بعد کی بات ہے..... قاضی صاحب، میں نے عرض کیا کہ لوگوں کو یہ بتانا چاہئے کہ جو سعودی عرب میں رہتے ہیں، ان کو چاہئے کہ حکومت کے طے کردہ انتظام کے مطابق وہ عمل کریں، اگر وہ منع کرتی ہے کہ حج کے لئے نہ جائیں تو یہ حکم استصلاح پر مبنی ہے، یہ حکم امر بالمعروف ہے، اس کی اطاعت ضروری ہے، اس کے باوجود اگر کوئی چلا گیا تو پھر آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ عرض یہ کرنا ہے کہ جو لوگ فارم پر جھوٹ بھر کر جاتے ہیں، جو قانون ہے اس کے مطابق وہ فارم بھرتے ہیں کہ انہوں نے پانچ سال سے حج نہیں کیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ یہ کار خیر ان کا کار خیر باقی رہے گا، إذا کان کذبا فکیف یکون له، ارشاد صاحب..... اصل مسئلہ یہ ہے کہ احرام کے بعد اسے دم دینا پڑے گا، اسی وجہ سے پریشانی پیش آرہی ہے۔

سب سے بہتر حل یہ ہے کہ وہ اشتراط کو پہلے سے محفوظ رکھے چونکہ امام صاحب کے نزدیک أن الاشتراط........ اگر وہ شرط لگا دے گا تو اس پر دم واجب نہیں ہوگا اور تمام پریشانیوں سے بچ جائے گا، زیادہ اہم شکل یہ ہے کہ وہ احرام کو اشتراط کے ساتھ مقید کر دے، یہ ہماری رائے ہے، مولانا ارشاد صاحب کہہ رہے ہیں کہ اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی آدمی سفر کرتا ہے،

Marfat.com

تو کیا ہوگا، تو ایک قول اشتراط کا آیا ہے، احرام کے وقت شرط لگا دی جائے، مولانا انور علی صاحب....وتر والے مسئلہ میں پوری وضاحت نہیں آسکی، جیسے یہ سوال ہے کہ کوئی حنفی حرم میں رمضان کے زمانے میں وتر پڑھنا چاہے۔ اس میں ایک بات تو آئی کہ وہ تین رکعت پڑھ لے گا، لیکن سلام نہیں، تو عرض پیش کیا کہ قاضی صاحب..... سلامه لا یخرجه من صلاته، اگر شافعی مسلک کے مطابق وتر پڑھتا ہے اور دو رکعت پر سلام پھیر دیتا ہے اور پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوتا ہے، سلامه لا یخرجه من صلاته یہ ابوبکر رازی کی عبارت موجود ہے، الا یہ کہ اگر وہ کوئی عمل منافی صلاۃ کرلے، دوسری اور تیسری رکعت کے بیچ تو پھر بے شک ہم اس میں ان کی اقتدا نہیں کریں گے، لیکن عام طور پر ایسا نہیں ہوتا، لہذا اگر سلام کر کے وہ کھڑا ہوگیا حنفی سلام نہ پھیر کر ساتھ کھڑا ہو جائے، نماز پوری کرلے اس طرح.........لیکن اصول حنفی کے اعتبار سے ابوبکر رازیؒ کے قول پر فتوی دینا بظاہر درست نہیں معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ علامہ شامیؒ نے بھی تصریح کردی ہے، ابن نجیم نے بھی بیان کیا ہے کہ أن المذهب الصحيح .....اس کو مذہب صحیح قرار دیا ہے۔

قاضی صاحب

مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ نے ایک بہت بڑی بات کہہ دی ہے امام ابوبکر جصاص رازی کے بارے میں اور مقابلہ میں ابن نجیم کا قول نقل کیا ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ زمین و آسمان کا فرق ہے، امام ابوبکر جصاص رازی کا مقام کیا ہے، اور علامہ ابن نجیم کی ساری عظمت کے ساتھ ان کا مقام و مرتبہ کیا ہے اس پر آپ ضرور توجہ رکھیں۔

اس سلسلہ میں صرف جصاص رازی تنہا نہیں ہیں، فقہاء احناف میں فتح القدیر میں دوسرے بعض ممتاز فقہاء ابن ہمام کے بعض مشائخ سے بھی یہ بات نقل کی گئی ہے، اور یہ کہ ان کا قول نقل کیا ہے کہ اس کی وجہ سے متقدمین یعنی فقہاء احناف میں سے کسی سے فساد صلاۃ کا حکم نقل

Marfat.com

نہیں کیا گیا ہے، یہ بات بحر میں بھی آئی ہے۔

قاضی صاحب....

کیوں وجہ بتائیے، کیوں جا رہا ہے، حج نفل کر کے آپ دوسروں کی جان کے لئے مصیبت بنتے ہیں، اور جو انتظام کرنے والا ہے اس کے انتظام کی ساری سہولتوں کو آپ ختم کر دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ ہزارہا کی تعداد میں یہ لوگ مارے شوق کے اور وہ بھی حج فرض نہیں بلکہ نفلی حجوں کے لئے ہر سال دوڑتے ہیں، اور سارا انتظام درہم برہم ہوتا ہے، کوئی بھی حکومت ہو یا کوئی بھی انتظام کرنے والا ادارہ ہو اس کے بہر حال وسائل محدود ہوتے ہیں، اس نے مان لیجئے دس لاکھ لوگوں کا انتظام کیا ہے، اور آپ وہاں بارہ لاکھ پہنچ جاتے ہیں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسے وہ تمام لوگ جو سعودیہ میں ہیں اگر ان پر قانونی پابندی ہے کہ آپ حج کو ہر سال نہیں جا سکتے ان کا چوری کر کے حج کو جانا چھپ کر حج کو جانا اور پھر جناب وہاں جا کر چیک پوسٹ پر پکڑ وانا، یہ کوئی اچھی بات ہے کیا، حکومت کا سوال نہیں ہے، مولانا یہ اس لئے کہ ہم نے اسلام کے نظام کو سمجھنے کی صحیح طور پر کوشش نہیں کی، حج جو ہے ایک اجتماعی عبادت ہے، اجتماعی عبادت کے لفظ کی برقراری کے لئے اور حج ہوتا ہے ایک امام کے ماتحت ایک امیر کے ماتحت اگر وہ انتظامی امور کو درست رکھنا چاہتا ہے اس کا مقصد حکومت کو فائدہ پہنچانا نہیں ہے، بلکہ حجاج کو فائدہ پہنچانا ہے، اگر وہ اس طرح کوئی روک لگاتی ہے کہ آپ ہر سال حج نہ کریں یا پانچ سال پر حج کریں تو آپ کا کیا خیال ہے وہاں کے لوگوں کو اس کی پابندی کرنی چاہئے یا قانون توڑنا چاہئے، اس میں جو تبدیلی کرنا ہے کر لیجئے تھوڑا بہت، لیکن قانون کی پابندی میرے خیال میں ضروری ہے، آپ ان مصیبتوں کا تصور نہیں کر سکتے ہیں جن میں وہ لوگ مبتلا ہوتے ہیں اور دیگر حجاج مبتلا ہوتے ہیں۔ اب آپ بتائیے کہ اگر وہاں حکومت کا قانون بنا ہوا ہے کہ آپ پانچ سال سے پہلے بیچ میں حج کو نہ جائیں اور ہمیں بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے لیکن آج ہمارا تقوی اس کی اجازت دیتا ہے کہ ہم فارم

Marfat.com

تو بھر دیتے ہیں ڈیکلیریشن جو حج کا ہوتا ہے کہ پچھلے پانچ سال میں ہم نے حج نہیں کیا ہے، کیا اس عمل کو جائز کہا جائے گا، حج ہو جانا ایک الگ بات ہے، لیکن ہمارا یہ عمل گناہ نہیں ہوگا؟ کہ ہم ڈکلیریشن کرتے ہیں، اس لئے میرے خیال میں اتنی بات تو پہلے ہم کو ضرور ان لوگوں کو کہنا چاہئے مولانا شاہد صاحب نے کہا کہ صاحب آپ اس قانون کی پابندی کریں، اور اس کی خلاف ورزی کر کے اس نظم وضبط کو نہ توڑیں جو ہاں کے لئے ضروری طور پر بنایا گیا ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی چلا گیا اور جا کر کے چلا آیا، اب اگر راستہ میں پکڑا گیا تب اس کا حکم آگے شاید لکھا ہوگا۔

ہر سال حج کرنے کا جو شوق ہے وہ زیادہ تر ہندوستانی یا پاکستانی حجاج کو ہے، اور یہ جو چیک پوسٹ سے زیادہ تر لوگ ہوتے ہیں وہ ہمارے ہی لوگ ہیں، ان کے تصورات میں یہ بات ہے کہ حج ایک کار خیر ہے، اور صحیح ہے تو کیسے بھی ہو چاہے چوری چماری کے ذریعہ یا چھپ چھپا کر یہاں تک گاڑیاں پہاڑیوں کے وادیوں سے گھما گھما کر نامانوس راستوں تک سے چلے جاتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ شرعی حیثیت سے، ہمیں ان لوگوں کو یہ مسئلہ بتانا چاہئے کہ حج منضبط کرنے کے جو نظم وضابطے اور جو قوانین وہاں کی حکومت نے عائد کئے ہیں، ان کی پابندی کی جانی چاہئے، یہ بات ہم کو صاف کہہ دینا چاہئے، اس کے بعد بھی اگر کوئی گڑبڑ کرتا ہے اور مصیبت میں پھنستا ہے تو اس کا حل بتا دیا آپ نے یہ کہنا چاہئے مولانا پوری ایمانداری کے ساتھ کہ اس نظم کی پابندی ہو، اور یہ جو آپ کہہ رہے ہیں.....جی ہاں ہوگا خوب ہوگا، آپ اپنے کو اتنا کمزور کیوں سمجھتے ہیں، آپ اس تجویز کو بھیجئے، انشاء اللہ وہاں یہ تقسیم بھی ہو جائے گی اور اس پر ......اگر آپ بتائیں کہ شرعی نقطہ نظر سے ایسا کرنا صحیح نہیں ہے، لوگوں کو نظم وضبط کی پابندی کرنی چاہئے، تو ان شاء اللہ اس کا بہت اچھا اثر پڑے گا، یہ میرے خیال میں بہت ضروری چیز ہے، بہر حال.............میں یہ کہہ رہا تھا کہ جو اصلا سعودی ہیں، وہ ہم سے زیادہ قانون کے پابند ہیں، جو احکام ہوتے ہیں، ان کی وہ پابندی کرتے ہیں.....وہ لوگ اس میں زیادہ مبتلا نہیں ہوتے ہیں، یعنی آپ کے خیال میں جو احکام وقوانین سعودی حکومت کی طرف سے حج کے انتظام کے لئے کئے جائیں، ان کی

Marfat.com

پابندی وہاں کے رہنے والے مسلمانوں پر لازم نہیں ہے، یہی آپ چاہتے ہیں یہ نہیں تو آپ جو چاہتے ہیں لکھ کر دیجئے گا، مجھے معلوم ہے کہ وہ لوگ حج کا فارم بھر کر نہیں جاتے وہ انٹرنیشنل پاسپورٹ پر جاتے ہیں جس کی اجازت ہے، اس لئے یہ کوئی پرابلم نہیں ہے، الفاظ کے سلسلہ میں ہیں تو اس کو خود لکھ دوں گا میں کہ نظم وضبط کے سلسلہ میں حجاج کے جو انتظامی احکام ہیں ان احکام کی پابندی کی جانی چاہئے اور اس کی خلاف ورزی نہ ہو، اب خود اگر گورنمنٹ وہاں کی انٹرنیشنل پاسپورٹ پر اجازت دیتی ہے تو جو لوگ انٹرنیشنل پر جارہے ہیں، صحیح جارہے ہیں، اچھا اچھی بات ہے چلئے، یہ تو صرف اتنا وہاں کے نظم وضبط کے لئے، آگے بڑھئے یہ تو تجویز آپ کی ہے، یہاں آکے بحث کرتے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

IFA Publications
161 - F. Basement. Joga Bai. Post Box No - 9708.
Jamia Nagar. New Delhi - 110025
Tel : 26981327 Email:ifapublications@gmail.com

Marfat.com